بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحیح البخاري ۱۶/۱ رقم: ۷۱، صحیح مسلم ۳۳۳/۱ رقم: ۱۰۳۷)

کتابُ النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ عاشر)

بقیہ کتاب الطلاق، کتاب البیوع

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المرکز العلمي للنشر والتحقیق

لال باغ مرادآباد

- نام کتاب : کتاب النوازل (جلدِ عاشر)
- منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- ترتیب وتحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی
- کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری
- ناشر : **المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد**

09412635154 - 09058602750

- تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

- اشاعتِ اول : شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ مطابق اگست ۲۰۱۵ء
- صفحات : ۵۴۴
- قیمت : ۳۵۰/روپئے

ملنے کے پتے:

- مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد **09058602750**
- مکتبہ صدیق اینڈ کلاتھ ہاؤس لال باغ مرادآباد **09997747293**
- کتب خانہ یحیوی محلہ مفتی سہارن پور
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبیآء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ.

(سنن أبي داؤد ۱/ ۴۹ رقم: ۳۳۶، سنن ابن ماجة ۱/ ۴۳ قم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

اجمالی فہرست

بقیہ کتاب الطلاق

کتاب الایمان والنذور

کتاب الحدود والقصاص

کتاب البیوع

تفصیلی فہرست

بقیہ کتاب الطلاق

خلع ومطالبۂ طلاق ۲۷

فسخ وتفریق سے متعلق مسائل ۵۷

فسخِ نکاح کی بعض وجوہ کی تنقیح ۱۰۲

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم ۱۱۵

زوجہ عنین و مریض کے مسائل ۱۱۹

ظہار و اِیلاء کے مسائل ۱۲۴

عدتِ طلاق کے مسائل ۱۲۹

عدتِ وفات کے مسائل ۱۷۲

عدت کی پابندیاں

نفقہ کے مسائل

بچہ کی پرورش سے متعلق مسائل ۲۵۶

ثبوتِ نسب کے مسائل ۲۶۵

کتاب الایمان والنذور

قسم سے متعلق مسائل

نذر سے متعلق مسائل ۲۹۰

کتاب الحدود والقصاص

قصاص اور دیت سے متعلق مسائل ۳۱۰

حدود سے متعلق مسائل ۳۲۸

تاوان وضمان سے متعلق مسائل ۳۳۷

کتاب البیوع

بیع کی جائز اور ناجائز صورتیں ۳۶۲

باغات کی خرید وفروخت کے مسائل ۴۷۵

نقد اور اُدھار خرید وفروخت ۴۹۳

زمینوں اور پلاٹوں کی بیع ۵۰۳

خلع ومطالبۂ طلاق

خلع کی تعریف

سوال (۴۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خلع کیا ہے؟ اور کیا مجھے اس کا اختیار ہے؟ مذکورہ صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میاں بیوی کا جب ساتھ رہنا ممکن نہ رہے اور شوہر طلاق بھی نہ دے، تو ایسی صورت میں شریعت نے بیوی کو یہ حق دیا ہے کہ وہ کچھ دے دلا کر یا اپنا مہر معاف کر کے شوہر سے طلاق لے لے، اِسی کو شرعی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں۔

عن الزهري قال: إذا اشترى الرجل عن امرأته طلاقًا فهو خلع. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب الفداء ٤٨٢/٦ رقم: ١١٧٥٦)

الخلع بالضم لغةً: الإزالة، وشرعًا: إزالة ملك النكاح المتوقفة قبولها بلفظ الخلع أو ما في معناه كالمباراة. (قواعد الفقه ٢٨١، تنوير الأبصار / باب الخلع ٨٣/٥ زكريا)

وعرفه الأحناف بأنه: عبارة عن أخذ المال بإزاء ملك النكاح بلفظ الخلع. (دراسة الشيخ عادل وعلي محمد على الرد المحتار نقلاً عن تبيين الحقائق ٢٦٧/٢، وشرح فتح القدير ١٨٩/٤ زكريا، شامي ٨٣/٥ زكريا)

في الملخص والإيضاح: الخلع عقد يفتقر إلى الإيجاب والقبول يثبت الفرقة ويستحق عليها العوض – وفي السغناقي – هو عبارة عن أخذ مال من المرأة بإزاء ملك النكاح بلفظ الخلع.

وفي الهداية: وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله تعالىٰ، فلا

بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها، وفي الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقةً بائنةً ولزمها المال. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس عشر في الخلع ٥/٥ رقم: ٧٠٧١ زكريا)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدود اللّٰه فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذٰلک وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال.

(الفتاویٰ الهندية ٤٨٨/١)

وإذا اختلعت المرأة من زوجها فالخلع جائز، والخلع تطليقة بائنة عندنا.

(المبسوط للسرخسي / باب الخلع ١٧١/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلع کے لئے شوہر کی رضامندی شرط ہے

سوال (۴۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیوی سے چھ سال نہ ملا اور نہ کوئی خرچ دیا اور دوسری شادی کرلی اور دوسری بیوی کے ساتھ رہتے ہیں، اس سے بچے بھی ہیں اور ہمارے دو بچے ان کے ساتھ ہیں، ایک بچہ ہمارے ساتھ ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں خلع یا طلاق چاہتی ہوں، تو میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری ہے، اس لئے اپنا معاملہ برادری کے بااثر افراد یا محکمۂ شرعیہ کے سامنے رکھ کر حل کرانے کی کوشش کریں۔

إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا تقع الفرقة، ولايستحق العوض بدون القبول. (شامي / باب الخلع ٨٨/٥ زكريا، ٤٤١/٣ کراچی)

لأنه أوقع الطلاق بعوض، فلا يقع إلا بوجود القبول. (المبسوط للسرخسي /

باب الخلع ٦/٤ ١٩ دار الكتب العلمية بيروت)

لو ادعت الخلع لا يقع بدعواها شيء؛ لأنها لا تملک الإيقاع. (شامي ٥/ ١٠٢ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عورت خلع لے سکتی ہے

سوال (۴۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر طلاق دینا ہی پڑے تو شرعی اعتبار سے شوہر کو طلاق سے متعلق کیا حقوق حاصل ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت طلاق لینا چاہتی ہے تو خلع کی صورت اپنائی جائے، عورت مہر معاف کردے اور شوہر طلاق دیدے، جیسا کہ سوال نمبر ۲ میں گذرا، نیز اگر شوہر خلع کرتے وقت یہ شرط لگائے کہ وہ عدت کے نفقہ کا ذمہ دار نہ ہوگا تو اس کا یہ شرط لگانا درست ہے اور اس پر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

إلا نفقة العدة وسكناها فلا يسقطان إلا إذا نص عليها فتسقط النفقة. (الدر المختار ٣/ ٤٥٣ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۸/۱۴۱۱ھ

بغیر شرعی عذر کے شوہر سے طلاق مانگنے والی عورت کے مہر، نفقہ اور عدت کے مسائل

سوال (۴۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی ۷ رسال قبل ہوئی تھی، زید کی بیوی شادی کے بعد سے اپنے میکہ میں زیادہ رہتی

تھی، اس بیچ اس کے بطن سے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی، ۵؍سال قبل زید کی بیوی اپنی بچی کو لے کر اپنے میکہ کچھ دن کے لئے گئی، جب زید اس کو بلانے گیا تو اس نے آنے سے انکار کر دیا، اور ایک دعویٰ فیملی کورٹ میں زید کے خلاف خرچہ کا دائر کر دیا، اور ایک رپورٹ مہیلا تھانہ میں زید کے خلاف اس کی والدہ و بھائی کے خلاف لکھوائی، جس سے ہم تینوں بعد از ضمانت جیل سے چھوٹے، وہ مقدمہ زیر سماعت ہے، فیملی کورٹ میں زید نے اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے کی خواہش ظاہر کی، زید اس کو اپنی زوجیت میں پہلے بھی رکھنا چاہتا تھا، اور آج بھی اس کو اپنی زوجیت میں رکھنا چاہتا ہے؛ لیکن کورٹ سے اس کی بیوی کے لئے بطور خرچ ۵۰۰؍روپئے اور لڑکی کے لئے ۴۰۰؍روپئے، کل ۹۰۰؍روپئے ماہانہ زید کے ذمہ بندھ گیا ہے، جس کو زید ۲؍سال سے برابر ادا بھی کر رہا ہے، صرف اس غرض سے شاید اب وہ حق زوجیت ادا کرے؛ لیکن وہ طلاق ہی لینے پر آمادہ ہے، زید لگ بھگ ایک ماہ سے بیمار چل رہا ہے، اگر زید اب بھی کچھ لوگوں کے درمیان بیوی کو طلاق دے، تو کیا اس کو مہر ادا کرنے ہوں گے؟ جب کہ اس کی بیوی نے شادی کے بعد زبانی طور پر مہر معاف کر دئے تھے۔ کیا عدت کا خرچ زید کے ذمہ ہے؟ زید کی لڑکی جو اس کی بیوی کے پاس ہے اس کو زید اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے؛ لیکن بیوی اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے، ایسی صورت میں شرعاً زید کو کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کی بیوی بلا وجہ شرعی طلاق مانگنے کی وجہ سے سخت گنہگار رہے، ایسی عورت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے، اور چوں کہ وہ طلاق پر بضد ہے، اس لئے زید کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ شرط لگادے کہ میں اسی وقت طلاق دوں گا جب کہ عورت مہر معاف کر دے، اس شرط پر اگر زید طلاق دیگا تو اس پر مہر کی ادائیگی لازم نہ ہوگی؛ لیکن اگر زید کسی شرط کے بغیر طلاق دے تو اس پر مہر دینا لازم ہے، اور کسی ثبوت کے بغیر بیوی کی طرف سے پہلے زبانی طور پر مہر معاف کرنے کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں ہے، اور طلاق کے بعد عدت کے زمانہ کا خرچ شوہر پر اسی وقت لازم ہے جب کہ وہ شوہر کی منشاء کے مطابق جس جگہ شوہر چاہے وہاں عدت گذارے، اور شوہر اپنی مالی وسعت کے مطابق

ہی خرچ کرے گا، اس سے زیادہ خرچ باندھنا درست نہیں ہے، اور لڑکی کی پرورش کا حق بالغ ہونے تک ماں کو حاصل ہے، اور بالغ ہونے کے بعد باپ اپنے پاس رکھ سکتا ہے؛ تاہم لڑکی کا واجبی خرچہ جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہو، مثلاً کھانا پینا اور ضروری لباس وغیرہ باپ کے ذمہ ہوگا، اور اس میں اختیار پوری طرح باپ کو ہوگا کہ وہ اپنی بچی کو کیا کھلائے اور کیا پہنائے، اور تعلیم دے یا نہ دے، اور علاج کی ضرورت ہو تو وہ اپنی مرضی سے اور اپنی وسعت کے مطابق جہاں چاہے علاج کرے، اس کی وسعت اور مرضی سے زیادہ صرفہ کا بوجھ اس پر ڈالنا جائز نہ ہوگا۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: أيما امرأة سألت زوجها الطلاق من غير بأس حرم الله عليها أن تريح رائحة الجنة. (المستدرك للحاكم ۲۱۸/۲)

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن – إلى قوله – النفقة والسكنٰى والكسوة.

(الدر المختار مع الشامي ۳۳۳/۵ زكريا)

والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أي بالصغيرة حتى تحيض أي تبلغ من ظاهر الرواية. (الدر المختار ۲٦٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۴/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کہا کہ ''تجھے خلع دیا، تجھے خلع دیا''

سوال (۴۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا چل رہا تھا، اسی درمیان اس نے کہا کہ تو چپ ہوجا ورنہ تجھے خلع دے دوں گا، کچھ دیر بعد اسے اور غصہ آ گیا اور اس نے کہا ''تجھے خلع دیا، تجھے خلع دیا، اور بظاہر اس کی نیت طلاق ہی کی تھی، تو اس سے کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: طلاق کی نیت سے ''تجھے خلع دیا'' کہنے سے ایک طلاق

بائن واقع ہوگئی؛ اس لئے کہ خلع طلاق کے کنائی الفاظ میں سے ہے، اور الفاظِ کنائی سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، اور مزید جو اس نے دو مرتبہ یہی الفاظ دہرائے ہیں، اُن سے کوئی اور طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیوں کہ طلاق بائن کے ساتھ مزید بائن ملحق نہیں ہوتی۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم جعل الخلع تطليقة بائنة. (سنن الدار قطني ۳۱/٤ رقم: ۳۹۸۰، السنن الکبریٰ للبيهقي ۱۸۵/۱۱ رقم: ۱۵۲۳٦)

ولو قال لها خلعتک ونوى الطلاق فهي واحدة. (الفتاویٰ الهندية ٤۹۲/۱)

لا يلحق البائن البائن. (شامي ۳۰۸/۳ کراچی، البحرا لرائق ۵۳٤/۳، الفتاویٰ الهندية ۳۷۷/۱، مستفاد فتاویٰ دار العلوم ۱۹۱/۱۰-۱۹۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کیا مرد کے لئے خلع میں بیوی سے مال لینا مطلقاً جائز ہے؟

سوال (۴۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض وجوہات کی بنا پر عورت خلع کرانا چاہتی ہے، تو اس صورت میں مہر، جہیز اور شادی میں ہونے والا خرچ یہ سب چیزیں لڑکے والوں کو دینی پڑیں گی یا صرف مہر کے عوض خلع صحیح ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں خلع کا اِطلاق بعوض طلاق دینے پر ہوتا ہے؛ لہٰذا جتنا مال بھی فریقین کی رضامندی سے خلع میں طے ہوجائے، عورت پر اس کا ادا کرنا ضروری ہوگا؛ البتہ اِس بارے میں فقہاء نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اگر قصور اور زیادتی مرد کی طرف سے ہے، تو اس کے لئے خلع کے بدلہ عورت سے کچھ بھی مال لینا حرام ہے، اور اگر شوہر کا نہیں؛ بلکہ بیوی کا قصور ہے اور نافرمانی اسی کی جانب سے ہے تو خلع کے بدلہ مال لینا تو جائز ہے؛ لیکن وہ مال اتنا ہی ہونا چاہئے، جتنا وہ مہر یا کسی اور عنوان سے پہلے عورت کو دے چکا ہے، اس سے زیادہ مال پر

خلع کرنا مکروہ ہوگا؛ لہٰذا اِس تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے اِس معاملہ میں ایسی صورت اپنانی چاہئے جس سے دونوں فریق راضی ہوجائیں، کسی فریق کا نقصان نہ ہو۔

ثم الأصل في الخلع أن النشوز إذا كان من الزوج فلا يحل له أن يأخذ منها شيئًا بإزاء الطلاق لقوله تعالىٰ: ﴿وَإِنْ اَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ﴾ إلى أن قال: ﴿فَلاَ تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ [النساء: ٢٠] وإن كان النشوز من قبلها فله أن يأخذ منها بالخلع مقدار ما ساق إليها من الصداق، لقوله تعالىٰ: ﴿فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ [البقرة: ٢٢٩] ولو أراد أن يأخذ منها زيادة على ما ساق إليها فذٰلک مكروه في رواية الطلاق. (المبسوط للسرخسي / باب الخلع ١٥١/٣ دار الفكر بيروت)

عن إبراهيم قال: إذا جاء الأمر من قبلها حل له ما أخذ منها، فإن جاء من قبله لم يحل له ما أخذ منها. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الطلاق / باب ما يحل من الفداء ٤٩٨/٦ رقم: ١١٨٢٥)

وكره تحريمًا أخذ شيء ويلحق به الإبراء عما لها عليه إن نشز، وإن نشزت لا ولو منه نشوز أيضاً ولو بأكثر ممّا أعطاها على الأوجه. فتح. وصحّح الشمنّي كراهة الزيادة، وتعبير الملتقىٰ لا بأس بهٖ يفيد أنها تنزيهية وبه يحصل التوفيق. (درمختار) والحق أن الأخذ إذا كان النشوز منه حرام قطعاً لقوله تعالىٰ: ﴿فَلاَ تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ ...... وفيه: نعم يكون أخذ الزيادة خلاف الأولىٰ، والمنع محمول على الأولىٰ. ومشى عليه في البحر أيضاً. (الدر المختار مع الرد المحتار / باب الخلع ٤٤٥/٣-٤٤٦ دار الفكر بيروت، ٩٣/٥-٩٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۱۱/۱۴۱۰ھ

خلع کی صورت میں مہر سے زیادہ لینا؟

سوال (۵۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مسماۃ ہما کوثر کا نکاح ہمراہ نور عالم بتاریخ ۵/ اپریل ۱۹۹۵ء عمل میں آیا، اور ہما کوثر دوسرے دن اپنی والدہ کے ہمراہ چلی گئی اور اس نکاح ہونے پر اپنی بیزاری کا اظہار کرتی رہی، والدہ کے سمجھانے سے صرف ایک دن کے لئے آئی اور کہنے لگی کہ میرا نکاح میری مرضی کے خلاف ہوا ہے، میں ہرگز نور عالم کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہتی، ایسی صورت میں تخلیہ کی نوبت آئی، ہما کوثر بضد ہے کہ میں نور عالم کے یہاں نہیں جاؤں گی، اور نہ رہوں گی، نور عالم کا کہنا ہے کہ میں طلاق نہیں دوں گا، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں عورت کی طرف سے خلع کی پیش کش مناسب ہوگی، یعنی مہر کی معافی کی شرط پر وہ شوہر سے طلاق لے لے۔

وفي الهداية: وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود اللّٰه تعالیٰ، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها، وفي الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنةً ولزمها المال. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق ۵/۵ رقم: ۷۰۷۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/ ۳/ ۱۴۲۶ھ

لڑکی والوں کی طرف سے زیادتی ہونے پر شوہر کا طلاق علی المال کی شرط لگانا؟

سوال (۵۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند سال قبل حامد حسن نے شبنم جہاں سے عقد کیا، جس سے ایک لڑکی بھی ہوئی؛ لیکن پھر چند روز بعد حامد حسن کی بیوی اپنے والدین کے پاس چلی گئی، جب حامد حسن اپنی زوجہ شبنم جہاں کو لینے گیا، تو اُس نے آنے سے صاف انکار کردیا؛ بلکہ وہ اور تمام اہلِ قرابت ووالدین فارغ خطی چاہتے ہیں اور حامد حسن طلاق دینا نہیں چاہتا؛ بلکہ وہ برضا ورغبت اپنی زوجہ کو رکھنے پر تیار ہے، نیز

جب کہ تمام نشوز واختلاف کی وجوہات شبنم جہاں اوراس کے قرابت والوں کی طرف سے ہیں، تو اگر حامد حسن ان لوگوں کے مطالبہ کے مطابق طلاق دینے پر رضامند ہو جائے اوراس کے ساتھ کچھ اورزائد رقم لینے کی شرط لگائے تو یہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ نیز مہر وجہیز کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں شوہر طلاق کے عوض مال کا مطالبہ کرسکتا ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ مہر سے زیادہ مطالبہ نہ کرے، یعنی اگر مہر بیوی کو دے دیا ہے، تو بس وہی واپس لے لے اور اگر نہیں دیا ہے، تو اُسے ہی معاف کرالے، اورلڑکی والوں کی طرف سے دیا گیا جہیز کا سامان بیوی کی ملکیت ہے، وہ اسے واپس کیا جائے۔

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: أرادت أختي تختلع من زوجها، فأتت النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم مع زوجها فذکرتُ له ذٰلک، فقال لها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: تردین علیه حدیقته ویطلقک، قالت: نعم، وأزیده، فقال لها الثانیة: تردین علیه حدیقته ویطلقک، قالت: نعم، وأزیده، فقال لها الثالثة: قالت: نعم، وأزیده فخلعها، فردت علیه حدیقته وزادته. (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الطلاق / باب الوجه الذي تحل به الفدیة ۱۸۱/۱۱ رقم: ۱۵۲۲۰، المصنف لابن أبي شیبة، کتاب الطلاق / من رخص أن یأخذ من المختلعة أکثر مما أعطاها ۵۶/۱۰ رقم: ۱۸۸۴۵)

وصحح الشمنّي کراهة الزیادة وتعبیر الملتقی لا بأس به یفید أنها تنزیهیة وبه یحصل التوفیق. (درمختار ۴۴۵/۳ کراچی، ۹۵/۵ زکریا)

فالمهر کله یسقط بأسباب أربعة – إلی قوله – ومنها: الخلع علی المهر قبل الدخول أو بعده. (بدائع الصنائع ۵۹۰/۲)

وإن کان بکل المهر فإن کان مقبوضًا رجع بجمیعه وإلا سقط عنه کله مطلقاً. (شامي ۱۰۵/۵ زکریا)

وكذٰلك امرأة اختلعت من زوجها على أكثر من مهرها الذي تزوجها عليه، فإن كان النشوز من جهتها طاب الفضل للزوج، وإن كان النشوز من قبله كره له ذٰلك. وجاز في القضاء، خص الفضل للزوج بالكراهة، والصحيح أن النشوز إذا كان من قبله فالكل مكروه، وإن كان النشوز من قبلها طاب له قدر المهر باتفاق الروايات، وهل يكره الفضل؟ في رواية هٰذا الكتاب: لا يكره، وفي رواية الأصل: يكره. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / باب الخلع ۵/۷-۸ رقم: ۷۰۷۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دینا اور جہیز کا حکم؟

سوال (۵۰۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی تقریباً ساڑھے پانچ مہینہ قبل ہوئی تھی، بیوی سے جھگڑا رہنے لگا، اب وہ طلاق مانگتی ہے، میں طلاق نہیں دینا چاہتا، اب اگر وہ مجھے طلاق دینے پر مجبور کرے، تو میں شرعاً کتنی طلاق دوں، اور اگر میں مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دوں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور جو میرا سامان ہے وہ مجھے واپس ملے اور اس کا سامان جہیز وغیرہ اسے دے دوں، شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنت طریقہ یہ ہے کہ اولاً بیوی کو ایک طلاق رجعی ایسی حالت میں دے کہ بیوی پاک ہو، اور اس پاکی میں اس سے جماع بھی نہ کیا ہو۔

اور اگر مہر معاف کرانے کی شرط پر طلاق دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، اور اس صورت میں طلاق بائن ہوگی۔

اور جو سامان جہیز دولہا ودلہن کی طرف سے ایک دوسرے کو دئے جاتے ہیں، یہ ان کی برادری کے عرف پر محمول ہے، اگر برادری میں مالک بنانے کا عرف ہے، تو بیوی اس کی مالک ہے،

اوراگر برادری میں مالک بنانے کا عرف نہیں ہے؛ بلکہ صرف چڑھایا جاتا ہے، اوراس سے بعد میں واپس لیا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں ایک دوسرے کا دیا ہوا سامان واپس لے سکتے ہیں۔

فالأحسن أن يطلق امرأته واحدة رجعية في طهر لم يجامعها فيه ثم يتركها. (الفتاویٰ الهندية ۳٤۸/۱)

وبالطلاق الصريح على مال طلاق بائن. (شامي ۷۷۰/۲ مصر، ٤٦١/٤ زكريا)

إن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وكان الطلاق بائناً.

(الفتاویٰ الهندية ٤۹٥/۱ كوئٹه)

وفي الفتاویٰ الخيرية: سئل فيما يرسله الشخص إلى غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا؟ أجاب: إن كان العرف بأنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به مثليا فبمثله، وإن كان قيمًا فبقيمته، وإن كان العرف خلاف ذٰلک بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذٰلک إلى إعطاء البدل، فحكمه حكم الهبة، أي والأصل فيه المعروف عرفًا كالمشروط شرطًا. (شامي ۵۰۱/۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کے ازخود طلاق مانگنے پر مہر اور سامان جہیز وزیورات کا حکم

سوال (۵۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا؛ لیکن وہ خود طلاق لے رہی ہے، اور ساتھ میں اپنا مہر اور ساز وسامان بھی طلب کررہی ہے، مہر آدھا معجّل اور آدھا مؤجل ہے، نیز ایسا سنا ہے کہ لڑکی جب خود طلاق لے رہی ہے تو مہر، زیور اور کپڑا وغیرہ پر اس کا حق باقی نہیں رہتا، نیز لڑکے کی آمدنی اتنی نہیں ہے کہ وہ دس ہزار مہر ادا کردے، تو کیا مسئلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ کا لڑکا طلاق دینا نہیں چاہتا، تو شرعاً اس کو اس بات کا حق ہے کہ وہ شرط لگادے کہ میں مہر کی معافی پر ہی طلاق دوں گا، اب اگر اس کو لڑکی یا اس کے گھر والے قبول کرلیں، تو طلاق کی صورت میں مہر کی ادائیگی تو ذمہ سے ساقط ہوگئی، اس کے علاوہ دیگر ساز وسامان جو لڑکی کے ماں باپ نے دیا تھا، اس کی واپسی ضروری ہے اور جو زیور وساز وسامان لڑکے کی طرف سے چڑھایا گیا، اس میں برادری کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر برادری میں طلاق وتفریق کی صورت میں واپسی کا عرف ورواج ہوتو واپس لینے کا حق ہے، اور اگر واپسی کا عرف نہ ہو، تو اب واپسی کے مطالبہ کا حق نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۳۵۹/۸-۳۶۳)

ولو بعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهة عند الدفع غير جهة المهر فالقول له. (شامي ٣٠١/٤ زكريا)

إن العادة إنما تعتبر. (شامي ٣٠٨/٤ زكريا)

وإن طلّقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. (الهداية ٤٠٥/٢، كذا في الهندية ٣٨٤/١ زكريا، خلاصة الفتاوى ٨١/٢ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۴/۶ھ

نافرمان بیوی کو طلاق دینے پر مہر کا کیا حکم ہے؟

سوال (۵۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی زید کا کہنا نہیں مانتی اور بغیر اِجازت جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے، زید کہتا ہے کہ میری اِجازت سے جایا کرو، وہ کہتی ہے کہ تم چاہو تو مجھے رکھو، چاہے چھوڑ دو، چاہے طلاق دو، میں تمہارا کہنا نہیں مانوں گی، اب اِس جھگڑے میں آکر زید طلاق دیدے، تو مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر بغیر کسی شرط کے طلاق دی جائے تو مہر دینا ہوگا، اور

اگر خلع کیا جائے یعنی اس شرط پر طلاق دی جائے کہ عورت مہر معاف کردے تو طلاق کے بعد مہر واجب نہ ہوگا، بشرطیکہ عورت خلع پر راضی ہو۔

هو إزالة ملک النکاح المتوقفة علی قبولها. (تنویر الأبصار مع الدر / باب الخلع ٤٣٩/٣ کراچی، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ٥/٥ زکریا)

و لا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما یصلح للمهر. (الدر المختار ٤٤١/٣ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۲۰ھ

کیا نافرمان عورت کے مطالبہ پر خلع نہ کرنے سے گناہ ہوگا؟

سوال (۵۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں افتخار احمد ولد مختار احمد ساکن جیون گڑھ علی گڑھ نے ۵/ نومبر ۱۹۹۵ء کو بنام مسماۃ عظمیٰ بنت جناب حضرت محمد غوثی ساکن سرائے رحمٰن بعوض مبلغ ۵۱/ ہزار روپئے مہر نکاح کیا، قبل نکاح میری زوجہ جنابہ عظمیٰ میری سگی خالہ زاد بہن تھیں؛ لہٰذا پوری واقفیت میرے ماحول اور میرے رشتوں سے تھی، بتاریخ ۲/۱۰/ ۱۹۹۶ء کو میری زوجہ میری غیر حاضری میں اپنی بہنوئی جناب حامد اور برادر جناب سہیل کے ہمراہ مع زیورات اور اسکوٹر اپنے گھر یعنی میکہ چلی گئیں، اور میں اپنی سسرال یعنی خالہ کے گھر آتا جاتا رہتا تھا، میری زوجہ مجھ سے خوش اور مانوس تھیں اور میرے سامنے مجھ سے میری سسرال میں میری زوجہ عظمیٰ نے نہ کوئی خفگی نہ ناراضگی ظاہر کی، شادی کے وقت میں ٹریننگ کر رہا تھا اور جلدی ہی مجھے ایک پرائیویٹ لیب میں نوکری مل گئی اور میں قانع ہوگیا اور چار سال کی مدت گذر گئی، اب میں اپنی زوجہ عظمیٰ کو گھر لانے پر بضد ہوں، تو میری زوجہ نے گھر آنے سے انکار کر دیا اور خلع کا تقاضا کیا، اعلیٰ حضرت سے شرعی جواب چاہتا ہوں کہ بے وجہ بیوی اپنے شوہر کی نافرمان ہوسکتی ہے؟ بے وجہ وہ اپنے گھر کو بسانے کی طرف غفلت برت سکتی ہے؟ بے وجہ جب کہ

میں پوری توجہ اور محبت دے رہا ہوں تو کیا خلع مانگنے کی مجاز ہیں؟ اور جب کہ میں اپنا اور اپنے عمل کا جو کہ بیوی سے تعلق کی بنیاد پر بنتا ہے کا جائزہ لیا اور کوئی کمی معلوم نہ ہو پائی، تو کیا خلع سے انکار پر شرعی حدود سے تجاوز تو نہ کر رہا ہوں، اور خاندان میں اس خلع سے برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیل حقیقت کے موافق ہے، تو بیوی کی طرف سے خلع کا مطالبہ درست نہیں، اگر ایسی صورت میں شوہر خلع سے انکار کردے تو وہ گنہگار نہ ہوگا، دونوں خاندان کے بااثر لوگوں کو بیچ میں ڈال کر معاملات کو سلجھا لینا چاہئے، خلع اور طلاق تو بالکل آخری مرحلہ کی بات ہے۔

أخرج البيهقي عن عبيدة أنه قال في هٰذه الآية: ﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِنۡ اَهۡلِهَا﴾ قال: جاء رجل وامرأة إلى علي رضي الله عنه، ومع كل واحد منهما فئام من الناس، فأمرهم علي رضي الله عنه، فبعثوا حكمًا من أهله وحكمًا من أهلها، ثم قال للحكمين: تدريان ما عليكما، عليكما إن رأيتما أن تجمعا أن تجمعا، وإن رأيتما أن تفرقا أن فرقا، قالت المرأة: رضيت بكتاب الله بما عليّ فيه ولي. وقال الرجل: أما الفرقة فلا، فقال علي رضي الله عنه: كذبت والله حتى تقر بمثل ما أقرت به. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب القسم والنشوز / باب الحكمين في الشقاق بين الزوجين ١١/١٥٩ رقم: ١٥١٤٩)

السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا بينهما؛ فإن لم يطلبها جاز الطلاق، والخلع وهٰذا هو الحكم المذكور في الأية. (شامي ٥/٨٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے مطالبہ پر شوہر نے کہا کہ ''طلاق نہیں دوں گا تم چاہو تو خلع کر سکتی ہو''؟

سوال (۵۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی اپنے شوہر سے بدکلامی سے پیش آئی اور کھل کر بے ادبی سے اپنے شوہر کا نام بدزبانی سے پکارتی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ بڑے طنز اور تیز گفتگو سے یہ الفاظ اپنی زبان سے ہمہ وقت کہتی ہے کہ ''تم مجھے طلاق دے دو، یا فیصلہ کر دو؛ اس لئے کہ میں تم سے اور تمہارے گھر والوں سے اور تمہارے رشتہ داروں سے خوش نہیں ہوں'' یہ کلام جب زید اپنی بیوی کی زبان سے سنتا ہے تب زید اپنی بیوی کو جواب دیتا ہے کہ ''میں تجھے طلاق نہیں دوں گا اور اگر تم چاہتی ہو تو خلع کرا سکتی ہو''؟ تو کیا یہ لڑکے کا کہنا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کے طلاق کے مطالبہ پر شوہر کا یہ کہنا کہ ''طلاق نہیں دوں گا، خلع کرا سکتی ہو'' صحیح ہے؛ لہٰذا اگر عورت تفریق چاہتی ہے تو اپنا مہر معاف کر کے خلع کر لے۔

وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به. (الهداية ٢/٤٠٤، ٢/٤١٣ المكتبة النعيمية ديوبند)

هو إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها. (تنوير الأبصار مع الدر / باب الخلع ٣/٤٣٩ كراچی، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٥ رقم: ٧٧١ زكريا)

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر. (الدر المختار ٣/٤٤١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے اُس سے خلع کرانا

سوال (۵۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی جس کی شادی ایک ایسے لڑکے کے ساتھ ہوئی جو ناکارہ تھا، جس کی وجہ سے ان کی خانگی زندگی زیادہ عرصہ نہ چل سکی، اور اب لڑکی کو گھر واپس آئے ہوئے تقریباً تین سال ہوگئے ہیں، لڑکی اپنے شوہر سے برابر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے؛ لیکن وہ اسے طلاق نہیں دیتا ہے۔ کیا لڑکی خود طلاق لے سکتی ہے اور اس کی کیا شرائط ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں لڑکی کو چاہئے کہ وہ خلع کرالے یعنی اپنا مہر وغیرہ معاف کرکے شوہر سے طلاق لے لے، اگر وہ لڑکا خلع پر تیار ہو تو خلع کرنے کے بعد عدت (تین حیض) گذار کر اس لڑکی کا نکاح دوسرے شوہر سے درست ہوجائے گا۔

اور اگر وہ شوہر خلع پر تیار نہ ہو تو پھر لڑکی اپنا معاملہ مسلمان قاضی یا شرعی عدالت میں پیش کرکے اس کے فیصلہ کے مطابق عمل کرے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ [البقرۃ: ۲۲۹]

وإذا کان الزوج عنینًا أجله الحاکم سنة، فإن وصل إلیها فبها، وإلا فرق بینهما إذا طلبت المرأة ذلک وتلک الفرقة تطلیقة بائنة. (الهدایة / باب العنین وغیره ۴۲۰/۲، کذا في التبیین / الباب الثاني عشر في العنین ۲۴۰/۳)

وحکمه أن الواقع به ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن. (الدر المختار مع الشامي ۴۴۴/۳ کراچی، ۹۱/۵ زکریا)

إذا رفعت المرأة زوجها إلی القاضي وادعت أنه عنین وطلبت الفرقة، فإن القاضي یسئله: هل وصل إلیها أو لم یصل، فإن أقرّ أنه لم یصل أجّله سنةً …… جاء ت المرأة إلی القاضي بعد مضي الأجل، وادعت أنه لم یصل إلیها …… إن اختارت

الـفـرقة، أمر القاضي أن يطلقها طلقةً بائنةً، فإن أبى فرّق بينهما، و الفرقة تطليقة بائنةً.

(الـفتـاوىٰ الهـنـدية / بـاب فـي الـعنين ۱/۵۲۳-۵۲٤ زكرياء الدر المختار على تنوير الأبصار ۳/٤۹٦-۵۰۰ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق / باب العنين ۳/۲٤۰-۲٤۳ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۲/۱۳ھ

نامرد لڑکے سے خلوتِ صحیحہ کے بعد خلع کرانے پر عدت کا حکم؟

سوال (۵۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب سے ایک لڑکی کی شادی ہوئی ، ساڑھے تین ماہ بعد لڑکی نے خلع لے لی؛ کیوں کہ لڑکا نامرد تھا، خلوتِ صحیحہ ہوئی ؛ لیکن ہم بستری نہیں ہوئی ، اس شکل میں لڑکی عدت کے ایام گذارے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں جب کہ خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے، اس لئے خلع کے بعد لڑکی کے لئے عدت گذارنا ضروری ہے، یعنی تین ماہواری تک وہ گھر میں رہے اور اس دوران کسی سے نکاح نہ کرے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ [البقرة: ۲۳۵]

والـخـلوة بلا مانع كالوطء - إلى قوله - في ثبوت النسب وتأكد المهر، والعدة - إلـى قـولـه - وخلوة الزوج، مثل الوطء في صور تكميل مهر وإعداد.

(شامي ٤/۲٤۹-۲۵۸ زكريا)

وهي العدة فـي حـق حرة، تـحيض لطلاق أو فسخ بعد الدخول حقيقة أو حكمًا، ثلاث حيض كوامل. (شامي ۵/۱۸۱-۱۸۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/٦/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قوتِ مردانگی سے عاری ہونے کے سبب طلاق کی صورت میں مہر وعدت کا حکم؟

سوال (۵۰۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ہمشیرہ کا عقد شرعی بتاریخ ۷ر مئی ۱۹۹۱ء بمقام مرادآباد ہمراہ پرویز خاں عمل میں آیا، ہمشیرۂ مذکورہ حقوق زوجیت کی ادائیگی کے لئے اپنے شوہر مذکور کے یہاں گئی؛ لیکن بوقت خلوت شوہر مذکور کے قوت مردانگی سے عاری ہونے کے سبب زن وشوہر کا تعلق پیدا نہ ہوسکا؛ لہٰذا بصورتِ موجودہ نکاح کی شرعی اہمیت کیا ہے؟ اور طلاق کی صورت میں شرعی احکام سے مطلع فرمانے کی زحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں نکاح شرعاً منعقد ہوچکا ہے اور خلوتِ صحیحہ بھی ہوگئی ہے؛ لہٰذا طلاق دینے کی صورت میں مرد پر پورا مہر اور عورت پر عدت گذارنا واجب ہوگا۔

والخلوة بلا مانع حسي وطبعي (تبين الحقائق) ولو كان الزوج مجبوبًا أو عنينًا أو خصيًا، وفي تاكد المهر المسمىٰ ...... والعدة. (الدر المختار ۱۱۸/۳ کراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱۲/۲۸ھ

بیوی کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے نشہ کے عادی شوہر سے طلاق مانگنا؟

سوال (۵۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کی شادی ۲۰۰۵ء کو ہوئی تھی شروع ہی سے لڑکی کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، اور اب تو حال یہ ہے کہ لڑکا ہر طرح کے نشہ کا عادی ہوچکا ہے، اور صحت بہت خراب ہوچکی ہے، وہ لاسٹ

اسٹیج پر ہے، سسرال کی طرف سے مطالبہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے ایک روز مٹی کا تیل لڑکی پر آگ لگانے کے لئے چھڑک دیا تھا، اور سارا جہیز بیچ کر نشہ کی راہ اڑا دیا، اس کے بعد محلّہ میں چوریاں شروع کردیں، کئی جگہ بہت مار پڑی، جس کی وجہ سے محلّہ کی چوریاں چھوڑ کر اپنے گھر کے سامانوں کو چرا کر نشہ کیا، اب لڑکے کے گھر والوں نے اپنے لڑکے کو مجبور ہو کر اپنے گھر سے نکال دیا، اور لڑکے کے گھر والے مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تم اپنی لڑکی کی آزادی لینا چاہو تو لے لو؛ کیوں کہ یہ صحیح ہونے والا نہیں ہے، میری لڑکی کی عمر اس وقت بیس سال ہے، اس کے پاس دو بچے ہیں ایک لڑکا ایک لڑکی، کیا ایسے وقت میں میرے لئے شریعت کی طرف سے اجازت ہے کہ میں اس کی آزادی لے کر بعد عدت دوسری شادی کرادوں، اس کے نشہ چھوڑنے کے لئے کئی جگہ علاج بھی کروایا تھا؛ لیکن ہسپتال سے واپس آکر پھر نشہ میں پڑ گیا اور صحت بہت خراب ہوگئی، اور اس مدت میں بھی لڑکی زیادہ میرے گھر رہی اور اب بھی میرے گھر ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حسب تحریر سوال جب کہ شوہر بیوی کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، اور نشہ کا عادی ہے، تو ایسی بیوی طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے، پھر عدت پوری ہونے کے بعد دوسری جگہ باعزت زندگی گذارے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ (البقرة: ۲۲۹)

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر. (شامي ۸۷/۵ زكريا)

وأما سببه فالحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق، وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله تعالىٰ وشرعه رحمة منه سبحانه، ويكون واجبًا إذا فات الإمساك بالمعروف. (البحر الرائق ۲۳۶/۳ – ۲۳۷ کوئٹہ، فتاوی محمودیہ ۱۹۰/۱۳

ڈابھیل، کفایت المفتی ۷۷/۶، فتاوی دارالعلوم ۳۳/۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۶/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر متعینہ مدت تک بیوی سے دُور رہنے کی وجہ سے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۵۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا شوہر اطہر الیاس کنکر باغ کالونی پٹنہ بہار ہے، اور میری شادی کو ۹/ سال ۴/ مہینے ہوگئے ہیں، جس میں صرف دو سال ساتھ رہنا ہوا، جس کے نتیجے میں ایک لڑکی بھی ہے، جولائی ۲۰۰۶ء کے بعد کوئی ملاقات نہیں صرف فون پر بات ہوتی ہے، وہ اپنا پتہ بھی نہیں بتاتے ہیں کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟ جب بھی آنے کو کہا تو جواب ملا ٹھیک ہے آجاؤں گا، اس طرح سے کرتے ہوئے بھی تقریباً ڈھائی پونے تین سال ہوگئے، آخرکار عاجز ہوکر میں نے کہا مجھے طلاق دے دو، تو اس نے کہا ٹھیک ہے دے دیں گے؛ لیکن مجھے میری بچی چاہئے، پھر عاجز آکر کہا میں خلع کرالوں گی تو کہا کہ ٹھیک ہے دیکھ لیں گے، فون پر کلام بھی تلخ مزاجی سے کرتے ہیں، اور میں اب ان کے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہتی، تو کیا میرے لئے خلع کرانے کی اجازت ہے یا بغیر اس کے دوسری شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟ اور بچی کو بھی باپ کی جانب سے کوئی پیار ومحبت نہیں ملی، وہ میرے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ صورتِ حال میں آپ اپنے شوہر سے خلع کی پیشکش کرسکتی ہیں، یعنی مہر کی معافی کی شرط پر اس سے طلاق کا مطالبہ کریں، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور خلع کی کارروائی مکمل ہونے اور اس کی عدت گذرنے سے پہلے آپ کے لئے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور بالغ ہونے تک بچی کی پرورش کا حق آپ کو حاصل رہے گا؛ لیکن اگر آپ نے بچی کے کسی نامحرم شخص سے نکاح کرلیا تو وہ پرورش کا حق نانی کی طرف

منتقل ہو جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ اَنْ لا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ (البقرة: ٢٢٩)

قد صرح في الخانية: بأنها لو أبرأته عمالها عليه على أن يطلقها، فإن طلقها جازت البراءة وإلا فلا. (شامي ١٠٧/٥ زكريا، ٤٥٤/٣ كراچى)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١)

وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت غير أهل للحضانة أو متزوجة بغير محرم، أو ماتت فأم الأم أولى من كل واحدة. (الفتاویٰ الهندية ٥٤١/١، إمداد الفتاوى ٥٣١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدکار زناکار شوہر سے طلاق لینا؟

سوال (۵۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک عورت اپنے بدکار زناکار شوہر سے طلاق لینا چاہے، تو اس کو کیا طریقہ اپنانا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو خلع پر راضی کر کے جدائی حاصل کر لے۔

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر. (الدر المختار مع الشامي ٤٤١/٣ كراچي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۵/۳۰ھ

بھائی کی بیوی سے زنا کاری کرنے پر طلاق وخلع کا حکم؟

سوال (۵۱۴۳):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ساجد حامد دو بھائی ہیں، دونوں بھائیوں کی بیوی بھی ہیں، بڑا بھائی ساجد جس کی بیوی کا نام ساجدہ ہے، چھوٹا بھائی حامد جس کی بیوی کا نام حامدہ ہے، ساجدہ کا تعلق حامد کے ساتھ بہت گہرا ہوگیا ہے، یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ ساجدہ اپنے شوہر ساجد کو چھوڑ کر حامد کے ساتھ رہ رہی ہے، ناجائز تعلقات بھی اُن کے قائم ہیں، رشتہ داروں نے بہت سمجھایا، حامد سے الگ کرا کے شوہر کے حوالہ کردینے کے باوجود بھی حامد کے ساتھ ہی رہ رہی ہے، کہتی ہے کہ میں حامد کے ساتھ ہی رہوں گی، حامد بھی اس کو رکھنے کے لئے تیار ہے، حامد کا کہنا ہے کہ میں اسی کو رکھوں گا، جبکہ ساجدہ کو ساجد سے دو بچے بھی ہیں، ان بچوں کو ساجدہ چھوڑ نہیں رہی ہے، کہتی ہے کہ میں ان بچوں کو اپنے ساتھ ہی رکھوں گی، حامد کا کہنا بھی ہے کہ ان بچوں کو اپنے ساتھ ہی رکھوں گا، ادھر حامد کے ناجائز تعلقات ساجدہ سے ہونے کی وجہ سے حامدہ اپنے میکہ چلی گئی، حامدہ کہہ رہی ہے کہ ناجائز تعلقات ان کے درمیان ہیں، میرے شوہر کے ساتھ رہ بھی رہی ہے اپنے شوہر کو چھوڑ کر؛ لہٰذا اُس سے متنفر ہوگئی ہوں، اپنے شوہر سے خلع لےلوں گی، حامدہ خلع لینے پر بھی راضی ہے۔

ساجد اپنی بیوی ساجدہ کے متعلق کہہ رہا ہے کہ جب وہ میرے ساتھ نہیں رہ رہی ہے میں اس کو طلاق دیدوں گا، طلاق دینے پر ساجد بھی تیار ہے، رشتہ داروں نے ان کے درمیان اَنتھک کوشش بھی کی، ہر حربہ استعمال کیا، مگر ساجدہ اور حامد ماننے کو تیار نہیں ہیں، الگ بھی کرایا گیا، مگر اُنہوں نے کسی کی نہ سنی (لیلیٰ مجنوں کی کہانی ہے) رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ جب یہ لوگ مان نہیں رہے ہیں، تو ساجدہ کو ساجد سے طلاق دلوا کر حامد سے نکاح کروا دیا جائے؛ تاکہ حلال ہو جائے، اِدھر حامدہ معصوم بےچینی بےقراری پر ہے کہ یہ لوگ ایسا کررہے ہیں، حامدہ کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے جس سے اس بےچاری کی زندگی بھی اچھی گذرے، مسئلہ بہت طول پر ہے جس کے سبب مفتیانِ کرام سے درخواست ہے مسئلہ کا حل فرما کر ہم رشتہ داروں پر احسان عظیم فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی شدہ ساجدہ اور حامد نے اپنے مابین ناجائز تعلقات قائم کر کے بہت گھناؤنے اور بدترین عمل کا ارتکاب کیا ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی اور ان دونوں کا جرم ثابت ہوجاتا، تو اُنہیں پتھروں سے مار مار کر سنگسار کردیا جاتا، اس لئے ان دونوں پر سچے دل سے توبہ واستغفار اور جلد از جلد ایک دوسرے سے الگ ہوجانا لازم ہے، اب اس پیچیدہ معاملہ کوحل کرنے کے لئے درج ذیل شکلیں اپنائی جاسکتی ہیں:

(۱) ساجدہ کا شوہر اسے طلاق دیدے اور عدت گذرنے کے بعد اس کا نکاح حامد سے کردیا جائے۔

(۲) حامد کی پہلی بیوی حامدہ اگر حامد کے ساتھ رہنے پر تیار نہ ہو، تو خلع کی پیشکش کرسکتی ہے، اور خلع کے بعد عدت گذرنے کے بعد اس کا دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے۔

(۳) حامدہ کو یہ بھی اختیار رہے کہ وہ اپنے سابقہ شوہر حامد کے ساتھ رہے، اور ایسی صورت میں حامد پر دونوں بیویوں کے حقوق کی ادائیگی لازم ہوگی۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۲]

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: سألت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أي الذنب أعظم عند اللّٰه؟ قال: أن تجعل للّٰه نداً وهو خلقك، قلت: إن ذٰلك لعظيم، قلت: ثم أي؟ قال: وأن تقتل ولدك وتخاف أن يطعم معك، قلت: ثم أي قال: أن تزاني حليلة جارك. (صحيح البخاري ٦٤٣/٢، رقم: ٤٢٩٢)

ويرجم محصن في فضاء حتى يموت. (الدر المختار مع الشامي ١٣/٦ زكريا)

السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامي ٨٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جادوٹونا وغیرہ کرنے والے شوہر سے بیوی کا طلاق لینا؟

سوال (۵۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے جھاڑ پھونک والے کام اور دعا تعویذ کا دھندا اِختیار کر رکھا ہے، اور معتبر ذرائع سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ زید اپنی زوجہ اور اُس کی بہنوں پر انتقاماً اور شرارت کے طور پر سحر وجادو ان کی جانیں تلف کردینے کی غرض سے کرتا یا کرواتا ہے؛ لہٰذا ستم رسیدہ حالات کی شکار اس کی زوجہ اپنی روحانی علالت اور جینا دوبھر ہوجانے کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں رہ کر معتبر معالجین سے اپنا معالجہ کرارہی ہے؛ لیکن جاننا یہ چاہتی ہے کہ کیا شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں سحر کرنے یا کروانے والے خاوند سے اپنا رشتہ از دواج قائم رکھنے اور بیجا ظلم سہنے پر مجبور رہے یا اپنے شوہر کے ارتکاب گناہِ عظیم سے وہ اس کے نکاح سے نکل گئی یا وہ چاہے تو طلاق لینے کی مختار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جادوٹونا کرکے کسی کو ستانا بہت بڑا گناہ ہے؛ لیکن کسی معتبر اور یقینی دلیل یا سحر کرنے والے کے خود اقرار کے بغیر کسی شخص کے بارے میں یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سحر کا عمل کیا ہے؛ اس لئے کہ سحر ایک باطنی اور مخفی چیز ہے، کسی دوسرے عامل کے بتانے سے اس کے قول پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ بریں بنا صورتِ مسئولہ میں زید کی زوجہ کو چاہئے کہ وہ شوہر سے بدگمانی کرنے کے بجائے اس کے ساتھ اپنے معاملات درست کرنے کی کوشش کرے، اور اس کو بنیاد بنا کر ازدواجی تعلقات خراب نہ کرے، اور اگر بالفرض ان دونوں میں نبھاؤ نہ ہوسکے، تو بیوی خلع لینے کا حق رکھتی ہے، اور جب تک طلاق یا تفریق نہ ہو وہ شوہر کے نکاح سے باہر ہرگز نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۳۹۷)

الكاهن: الساحر، والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية، فهو مثل الكاهن ...... وما يعطى هؤلاء حرام بالإجماع، كما نقله البغوي والقاضي عياض وغيرهما. (شرح الفقه الأكبر ١٤٩ قديمي)

قال أبوحنيفة: الساحر إذا أقرّ بسحره أو ثبت بالبينة، يقتل و لا يستتاب منه. (رد المحتار، مطلب في الساحر والزنديق / باب المرتد ٤/٢٤٠ كراچی)

قال العلامة علاء الدين الطرابلسي: قال في النوازل: الخناق والساحر يقتلان إذا أقرّا؛ لأنهما ساعيان في الأرض بالفساد. (معين الأحكام / فصل في عقوبة الساحر والخناق الزنديق ١٩٣ مصر، بحواله: فتاویٰ محموديه ٢٠/١ ٥ ڈابھیل)

السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامي ٨٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دبر میں وطی کرنے کی وجہ سے شوہر سے طلاق لینا؟

سوال (۵۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی لڑکی تبسم فاطمہ کی شادی اپریل ۱۹۹۵ء میں کی تھی؛ لیکن جس لڑکے سے شادی ہوئی وہ بہت ہی غلط ثابت ہوا، وہ لڑکی کے پیچھے کے مقام میں صحبت کرتا ہے اور کبھی آگے سے بھی کرتا ہے، اور جب لڑکی کو ماہواری آتی ہے اس وقت کرتا ہے اور اپنے دوستوں کے پاس بے پردہ چھوڑ دیتا ہے، اگر لڑکی شرم کرے، منہ بند کرے، تو بری طرح دھکے دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ تجھ سے میرا دل نہیں ملتا، تو اپنے گھر چلی جا، تجھے لینے بھی نہیں آؤں گا، وہ ایک دوبار غلط لڑکیاں بھی گھر میں لاتا ہے، فی الحال وہ اپنے گھر ہے، سسرال ان حالات کی وجہ سے جانا نہیں چاہتی، روتی ہے اور ہاتھ جوڑ کر کہتی ہے مجھے وہاں مت بھیجو، وہاں بھیجنے سے اچھا ہے کہ آپ خود مجھے ماردیں، ورنہ میں خود اپنی جان دے دوں گی، ایسی صورت میں شرعاً طلاق لینے کا حق بیوی کو ہے یا نہیں؟ یا شرعی حکم جو ہو مطلع فرمائیں، لڑکا طلاق بھی نہیں دیتا ہے، لڑکی علیحدگی چاہتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعات صحیح ہیں، تو شوہر سے

طلاق کا مطالبہ درست ہے، اگر معاملہ حل نہ ہوتو قریب کے محکمۂ شرعیہ سے رجوع کر کے اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ، وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ شَیۡئًا اِلَّاۤ اَنۡ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ، فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۹]

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا ينظر الله إلى رجلٍ جامع امرأةً في دُبُرها. (سنن ابن ماجة رقم: ۱۹۲۳، شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٥٣٧٦)

وعنه رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ملعون من أتى امرأة في دبرها. (رواه أحمد ٤٤٤/٢، سنن أبي داؤد رقم: ٢١٦٢، الترغيب والترهيب مكمل ٥٢٥ رقم: ٣٧٠٣ بيت الأفكار الدولية)

ويجب الطلاق لو فات الإمساک بالمعروف. (الدر المختار / كتاب الطلاق ۲۲۹/۳ کراچی)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفدي نفسها منه بمال يخلعها، فإذا فعلا ذٰلک، وقع بالخلع تطليقة بائنة، ولزمها المال. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثامن في الخلع وما في حكمه ٤٨٨/١ زكريا، فتح القدير / باب الخلع ٢١١/٤ مصر، الفتاویٰ التاتارخانية الفصل السادس عشر في الخلع ٥/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۴/۱۴۱۶ھ

فالج زدہ شوہر سے تندرست بیوی کا خلع طلب کرنا؟

سوال (۵۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر سعید کو فالج ہوگیا تھا جس کی وجہ سے اس کا ایک ہاتھ پیر اور ذہن متأثر ہے، نیز بات

کرنے اور اشارہ کرنے پر قادر نہیں ہے اطباء کا کہنا ہے تھوڑی سی تبدیلی کے لئے بھی ایک لمبی مدت درکار ہے؛ لیکن یقینی نہیں، سعید کی بیوی مسماۃ فرحانہ تاج تقریباً ایک سال سعید کی خدمت میں رہی؛ لیکن اب وہ سعید سے مطالبہ خلع پر مصر ہے، اور وہ کسی طرح اپنے شوہر سے جدائیگی چاہتی ہے، فالج زدہ شوہر کو سمجھایا گیا کہ آپ کی بیوی آپ سے خلع طلب کرتی ہے، تو سعید سمجھ میں نہ آنے والی آوازیں کرتا ہے، اس کو اس کی بیوی کی تصویر دکھائی گئی، تو وہ دیکھ کر اشکبار ہوتا ہے، جس کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتا کہ سعید قبول خلع پر رضا مند ہے یا نہیں؟ نیز سعید کے رشتہ دار بھی چاہتے ہیں کہ کسی طرح میاں بیوی میں جدائیگی ہو جائے؛ تا کہ سعید کی بیوی مبتلاء فتنہ نہ ہو؛ کیوں کہ وہ جوان خاتون ہے، کیا اِن حالات میں صدر محکمۂ شرعیہ رشتۂ اِزدواجیت کو فسخ کرنے کا مجاز ہے؟ بصورتِ دیگر مسئلہ کا حل کیا ہوگا؟ جب کہ بیوی مسماۃ فرحانہ تاج کسی بھی حال میں اپنے بیمار شوہر کے نکاح میں رہنا نہیں چاہتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورتِ حال میں حنفی فقہ کے اعتبار سے فالج زدہ شوہر سعید کی بیوی مسماۃ فرحانہ تاج کو خلع یا تفریق کا اختیار نہیں؛ لیکن ایسی صورت میں فقہ مالکی میں علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دینے کے بعد قاضی یا محکمۂ شرعیہ کو فسخ نکاح کا اختیار دیا گیا ہے۔ بریں بناء حسبِ تحریر سوال جب کہ ڈاکٹروں کے بموجب اس مرض میں کسی نہ کسی درجہ میں صحت کی اُمید پائی جاتی ہے، تو محکمۂ شرعیہ ضرورتِ شدیدہ کی بناء پر اس مسئلہ میں فقہ مالکی پر عمل کرتے ہوئے علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دینے کے بعد فسخ نکاح کا مجاز ہوگا، اس بارے میں فقہ مالکی کا جزئیہ درج ذیل ہے۔

العيب الحادث بالرجل كالجنون والبرص والجذام البين إذا طرأ عليه أحدهما بعد العقد، فإنه يؤجل له، لحاكم في هٰذه الحالة النسخ سنة قمرية بشرط أن يرجى برء الداء، أما إذا كان عضالا لا يرجى برئه فلا تاجيل، لا فرق

بيـن الـجـنـون والجذام والبرص على المعتمد، وبعضهم يعقل أنه يؤجل للجنون سـنـة، ولو لم يرج البرء. (الـفـقـه عـلـى الـمـذاهـب الأربعة مكمل ٤ ٨٨، مستفاد الحيلة الناجزة، ٢٧٨-٢٧٩، الفقه على مذاهب الأربعة قديم ١٨٤/٤)

قال الإمام محمد رحمه اللّٰه تعالى: وكذلك إذا وجدته مجنونا موسوسا يخاف عليها قتله. (كتاب الآثار، باب الرجل يتزوج وبه العيب ٦١/١، بحواله: الحيلة الناجزة ٧٥)

وعـلـى قول محمد لها الخيار إذا كان على حال لا تطيق المقام معه؛ لأنه تـعـذر الـوصول إلى حقها لمعنى فيه، فكان بمنزلة ما لو وجدته مجبوبًا أو عنينًا.
(المبسوط للسرخسي / باب الخيار في النكاح ٨٨/٥ دار الفكر بيروت، ٩٧/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وإذا كـان بالزوج جنون أو برص أو جذام، فلا خيار لها، كذا في الكافي، قال محمدؒ: إن كان الجنون حادثاً يؤجله سنة، كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لـم يبـرأ. وإن كـان مـطبـقا فهو كالجب، وبه نأخذ كذا في الحاوي القدسي.
(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / في العنين ٥٢٦/١ زكريا)

وفـي الـفـتـاویٰ الـحـمـادية لـلعلامة ركن بن حسام الناكوري (ص: ٧٦) من الـمضمرات: قال محمدؒ إن كان بالزوج عيب لا يمكنه الوصول إلى زوجة، فالمرأة مخيرة بـعـد ذلك يـنـظر إن كان العيب كالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والـعـنة سـواء فيـنـتـظر حولا، وإن كان الجنون أصليا أو به مرض ولا يرجى برئه فهو والـجـب سواء، وهي بالخيار إن شاء ت رضيت بالمقام معه، وإن شاء ت رفعت الأمر إلى الحاكم حتى يفرق بينهما. (بحواله: الحيلة الناجزة ٧٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۹/۳/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کھانا اور نفقہ نہ دینے کی وجہ سے شوہر سے خلع کی پیشکش کرنا؟

سوال (۵۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری دوسری شادی شمس الاسلام سے ہوئی ہے وہ کچھ نہیں کرتے، مجھے دس گز کی کوٹھری میں ڈال رکھا ہے، کھانا بھی نہیں دیتے، کبھی کبھی مسجد سے لے آتے ہیں، تین تین دن کا فاقہ ہوتا ہے، ایسی حالت میں طلاق چاہتی ہوں، میرا کوئی ہمدرد نہیں ہے، اِن حالات میں عدت کروں یا نہیں؟ شمس الاسلام نے مہر اور عدت کا خرچہ دینے کو منع کردیا ہے، میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر آپ طلاق لینا چاہتی ہیں اور آپ کا شوہر مہر اور عدت کا خرچہ دینے کو تیار نہیں ہے، تو آپ اس کو خلع کی پیش کش کرسکتی ہیں، یعنی مہر کی معافی کی شرط پر اس سے طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہیں، پھر اگر وہ مذکورہ شرط پر طلاق دیدے تو عدت یعنی تین ماہواری گذرنے کے بعد آپ کے لئے دوسرے شخص سے نکاح کرنا درست ہوگا، اس کے بغیر آپ کے لئے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

وإذا تشاقا الزوجان وخافا أن لایقیما حدود اللّٰہ تعالی فلابأس بأن تفتدي نفسها منه بمال یخلعها، وفي الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۵/۵ زکریا)

وأما نفقة العدة ومؤنة السکنی إن شرط ذٰلک في الخلع والمبارأة تقع البراء ة منها للزوج بلا خلاف، فإن لم یشترط ذٰلک في الخلع والمبارأة لا تقع البراء ة بالإجماع. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۳/۵-۲۴ رقم: ۷۱۳۱ زکریا)

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقًا بائنًا أو رجعیًا أو ثلاثًا، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق، وهي حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة أقراء. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الثالث عشر ۵۲۶/۱ زکریا، فتاویٰ قاضي خان / باب العدة ۵۵۱/۱ رشیدیة، وکذا في تبیین الحقائق / باب العدة ۲۴۸/۳ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کی بدکرداری کی وجہ سے لڑکی کا کہیں اور نکاح کرنا؟

سوال (۵۱۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کا نکاح پندرہ سال قبل ایک لڑکے سے ہوا تھا؛ لیکن اب تقریباً ۵/سال سے لڑکا اپنی بیوی کو نہیں لے جاتا ہے، اس کے بچے بھی ہیں، جو سب ننہال میں مقیم ہیں اور لڑکا آوارہ بدچلن ہے، شراب بھی پیتا ہے، طلاق بھی نہیں دیتا، تو کیا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پہلے شوہر سے طلاق اور تفریق کے بغیر اس لڑکی کا دوسرا نکاح ہرگز درست نہیں ہے، کسی بھی طرح اِس شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے اور عدت گذرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کیا جائے۔

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء أي ذوات الأزواج، لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق. (التفسير المظهري ٦٤/٢ كوئٹه، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث في المحرمات من النساء / باب المرأة المتزوجة ٦٦٤٦/٩ رشيدية، الفتاوىٰ الهندية ٢٨٠/١ زكريا، وكذا في رد المحتار، باب العدة / مطلب في النكاح الفاسد والباطل ٥١٦/٣ كراچی)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذٰلک المعتدة. (الفتاوىٰ الهندية، ٢٨٠/١ زكريا، كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير ٤٥١/٣ دار الكتب العلمية بيروت، ٥٤٨/٢ زكريا، الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء / باب المرأة المتزوجة ٦٦٤٦/٩ رشيدية، وكذا في التفسير المظهري ٦٢/٢ كوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

فسخ وتفریق سے متعلق مسائل

بلا وجہ فسخِ نکاح کا اِرادہ صحیح نہیں ہے

سوال (۵۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری ہمشیرہ شہناز بانو کی شادی قاری محمد اظہر صاحب کے ساتھ ایک سال پیشتر ہوئی تھی، چھ دن لڑکی سسرال میں رہ کر آئی، تمام رسم ورواج پورے ہوئے اور باقاعدہ ازدواجی تعلقات بھی قائم ہوگئے تھے، کسی طرح کی کوئی ناراضگی نہیں تھی، شادی کے چھ دن کے بعد سے قریب ڈیڑھ ماہ تک قاری صاحب کا اپنی سسرال میں آنا جانا رہا، اس کے بعد جب ہم لوگوں کے بزرگوں نے اُن سے بات چیت کرنے کی کوشش کی، تو ہم لوگوں سے کوئی بات نہیں کی اور جگہ جگہ یہ کہتے پھرے کہ میں لڑکی کو رکھوں گا نہیں، ہر شخص نے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کی؛ لیکن وہ کسی کی بات نہیں مانتے، شادی کے چھ دن کے بعد سے لڑکی گھر پر ہی تھی، ڈیڑھ ماہ قبل قاری صاحب کی بھتیجی کا اچانک انتقال ہوگیا اور ہماری ہمشیرہ لڑکی کو اپنے گھر لے گئیں؛ لیکن قاری صاحب نے اپنی بیوی سے کوئی بات نہیں کی، اور یہی کہتے پھرے کہ میں لڑکی کو رکھوں گا نہیں، وہ اَپنا لے لیں اور ہمارا دے دیں، جب کہ لڑکی طلاق لینا نہیں چاہتی۔ اب شریعت کی رو سے اُن پر کیا واجب ہوتا ہے؟ جب کہ ہم اپنی طرف سے طلاق کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت شوہر کی شرعی ذمہ داری ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: ۱۹] اس لئے بلا عذر اور بلا کسی وجہ کے مسئولہ صورت میں شوہر کا بیوی کے ساتھ اچھا معاملہ نہ رکھنا نامناسب ہے، اُسے اپنے اِس عمل سے

بازآنا چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مؤمنوں میں سب سے کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا اور اپنے اہل وعیال پر بہت مہربانی کرنے والا ہو''۔ (مظاہر حق ۱۷۲/۳)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن من أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقًا وألطفهم بأهله. (سنن الترمذي رقم: ٢٦١٢، الترغيب والترهيب مكمل ٥٦٦ رقم: ٤٠٢٧ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۴/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسرالی جھگڑے میں ثالث کا فیصل بننا؟

سوال (۵۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکے کی شادی ہوئی اور ایک مہینہ میں فساد ہوگیا، لڑکی کے باپ نے کہا: لڑکی کا بیان ہے میرے آدمی نے میرے ساتھ غلط برتاؤ کیا اور سسر نے میرے بدن پر بری نظر سے ہاتھ چلایا، لڑکی کے ماں باپ نے لڑکی کو روک لیا اور اللہ جانے لڑکی کی یہ بات صحیح ہے یا غلط، لڑکی کے ماں باپ لڑکے سے طلاق چاہتے ہیں، لڑکا اور اس کا باپ طلاق دینے سے انکار کرتے ہیں، یہ دونوں گھر جان و مال سے تباہ ہونے جارہے ہیں، اِن دونوں کے بیچ میں تیسرا آدمی کھڑا ہورہا ہے، یہ سوچ کر کہ تباہ نہ ہوں، وہ تیسرے آدمی طلاق دلادے یا کیا کرے؟ تیسرے آدمی کے لئے علماء دین کیا فرماتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں ثالث کو معاملہ سلجھانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، اور اگر نبھاؤ کی کوئی شکل نہ نکلے تو وہ شوہر کو طلاق یا خلع پر بھی آمادہ کرسکتا ہے، اور بہرحال ثالثی کی کوشش پر اُسے اَجر ملے گا، انشاء اللہ؛ اس لئے کہ وہ ہدایتِ قرآنی: ﴿فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ﴾ [الحجرات:] پر عمل پیرا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا

مِنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا﴾ [النساء: ٣٥]

عن عبيدة أنه قال في هٰذه الآية: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَکَمًا مِنْ اَهْلِهَا﴾ قال: جاء رجل وامرأة إلى عليّ رضي اللّٰه عنه، ومع كل واحد منهما فئام من الناس، فأمرهم علي رضي اللّٰه عنه فبعثوا حكمًا من أهله وحكمًا من أهلها، ثم قال للحكمين: تدريان ما عليكما، عليكما إن رأيتما أن تجمعا أن تجمعا، وإن رأيتما أن تفرقا أن تفرقا، قالت المرأة: رضيت بكتاب اللّٰه بما عليّ فيه ولي. وقال الرجل: أما الفرقة فلا، فقال علي رضي اللّٰه عنه: كذبت واللّٰه حتى تقر بمثل ما أقرت به. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب القسم والنشوز / باب الحكيمن في الشقاق بين الزوجين ١١/١٥٩ رقم: ١٥١٤٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۳/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق سے پہلے تحکیم کا حکم اِستحبابی ہے یا لازمی؟

سوال (۵۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یقیناً یہ بات بہتر ہے کہ طلاق میں عجلت سے کام نہیں لیا جائے اور پہلے ثالث کے ذریعہ مفاہمت کی کوشش کی جائے؛ لیکن ظاہر ہے کہ یہ وقوع طلاق کے لئے شرط کے درجہ میں نہیں ہے، مگر ممبئ ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لئے تحکیم کے مرحلہ سے گذرنا ضروری ہے، جب تک شقاق کی نوبت نہ آجائے اوراس کے بعد تحکیم کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی جائے، اگر شوہر طلاق دے بھی دے تو یہ طلاق معتبر نہیں ہوگی، اور وہ عورت اُس کی بیوی سمجھی جائے گی، یہ فیصلہ واضح طور پر شریعتِ اسلامی کے خلاف ہے، اِس سلسلہ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کو وضاحت کرنی ہے کہ تحکیم طلاق کے لئے شرط نہیں ہے، اِن دونوں مسائل کے پسِ منظر میں درج ذیل سوال کا جواب مطلوب ہے:

زوجین کے درمیان نزاع پیدا ہونے کے وقت جو دونوں خاندانوں میں سے حکم مقرر کرکے اِصلاحِ حال کی کوشش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ (النساء:۳۵) اِس کی حیثیت لازمی حکم کی ہے یا یہ استحباب کے درجہ میں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص بھی قرآنِ پاک اور نصوصِ شرعیہ کا گہرائی سے مطالعہ کرے گا، اُس پر یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہئے کہ نصوصِ شرعیہ میں صیغۂ امر کی مرادی حیثیت مقرر کرنے کے لئے سیاق وسباق اور گفتگو کے موقع ومحل کا لحاظ کرنا ضروری ہوتا ہے، چنانچہ کبھی موقع ومحل کے اعتبار سے امر کا صیغہ فرض اور وجوب کے معنی متعین کرتا ہے، جب کہ دوسرے مواقع پر موقع گفتگو اس بات کا متقاضی ہے کہ امر کو وجوب کے معنی پر نہ لیا جائے، بالخصوص جب کسی جگہ ایک حکم کو دوسرے حکم کے ساتھ مشروط نہ کیا گیا ہو، تو بلا کسی دلیل کے اِس شرط کو مذکورہ امر کے لئے لازمی قرار نہیں دیا جاسکتا، چناں چہ زوجین میں نزاع کے وقت دونوں جانب سے حکم بنانے کا جو حکم ہے وہ بھی اِسی قبیل سے ہے، اِس حکم کے سیاق وسباق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِس کا تعلق کسی قانونی حکم سے نہیں؛ بلکہ ترغیبی انداز میں خیر خواہی اور ہمدردی کے بطور یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ:

اولاً جھگڑے کو نپٹانے کے لئے زوجین آپس میں اِفہام وتفہیم کریں۔ ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ﴾

ثانیاً شوہر بطور تنبیہ بیوی کے ساتھ لیٹنا چھوڑ دے ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ﴾

اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو شوہر کو تادیبِ ضربی کا بھی حکم ہے۔ ﴿وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾

اِس کے بعد یہ حکم دیا گیا ہے کہ بہتر ہے کہ اس معاملہ میں زوجین کے خاندان والے اپنی ذمہ داری نبھائیں اور حکم بھیج کر دونوں میں صلح ومصالحت کی کوشش کریں، اگر دونوں کی نیت بہتر ہوگی تو انشاء اللہ اِصلاح کا راستہ نکل آئے گا۔

دیکھئے یہاں قرآنِ کریم نے نزاع کو ختم کرنے کے لئے بالترتیب چار تدبیریں بتائیں:

(۱) آپس میں اِفہام تفہیم (۲) ترکِ مضاجعت (۳) تادیبِ ضربی (۴) تحکیم۔ باتفاقِ اُمت یہ تدبیریں مستحب تو ضرور ہیں؛ لیکن طلاق کے لئے مشروط نہیں ہیں؛ کیوں کہ اگر مشروط مانا جائے تو بالترتیب چاروں باتوں کو مشروط ماننا پڑے گا، جسے کوئی قبول نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ طلاق کے لئے ان تدبیروں کو لازمی ماننے کی صورت میں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ طلاق دینے سے پہلے تادیبِ ضربی کے مرحلہ سے گذرنا لازم ہے، ورنہ طلاق ہی واقع نہ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اِس طرح کی شرط نہ صرف خلافِ نص؛ بلکہ خلافِ عقل بھی ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں تحکیم وغیرہ کا حکم استحبابی ہے لازمی نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا﴾ إعلم أنه تعالیٰ لما ذكر عند نشوز المرأة أن الزوج يعظها، ثم يهجرها ثم يضربها بين أنه لم يبق بعد الضرب إلا المحاكمة إلى من ينصف المظلوم من الظالم فقال: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا﴾ (التفسير الكبير لإمام فخر الدين الرازي ۱۰/۹۵)

قوله تعالیٰ: ﴿وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ أمر اللّٰه تعالیٰ أن يبدأ النساء بالموعظة أولا ثم بالهجران، فإن لم يَنْجَعَا فالضرب؛ فإنه هو الذي يصلحها ويحملها على توفية حقه. والضرب في هذه الآية هو ضرب الأدب غير المُبرِّح، وهو الذي لا يكسر عظمًا ولا يشين جارحةً الخ؛ فإن المقصود منه الصلاح لا غير. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۳/۱۵۱ بيروت)

والذي يدل عليه السباق والقرينة أن هذه الأمور الثلاثة مرتبة، فإذا خيف نشوز المرأة تنصح ثم تهجر ثم تضرب إذ لو عكس استغنى بالأشد عن الأضعف – إلى قوله – وهو وارد على بناء الأمر على التقدير المسكوت عنه للإيذان أن ذٰلک ليس مما ينبغي أن يفرض تحققًا عن عدم الإطاعة. (روح المعاني ۴/۳۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۷/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا تحکیم کا تعلق آیتِ طلاق سے ہے؟

سوال (۵۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

کیا تحکیم سے متعلق آیت کا تعلق آیت طلاق سے ہے اور تحکیم طلاق کے لئے شرط کے درجہ میں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تحکیم کا تعلق آیتِ طلاق یا حکم طلاق سے نہیں، چنانچہ آیتِ تحکیم میں دُور دُور تک کہیں طلاق کا ذکر نہیں ہے، حتیٰ کہ تحکیم کے نتیجہ میں صرف خیر ہی کے پہلو کو ذکر کیا گیا اور تحکیم کے بعد اگر بات نہ نبھے تو کیا کرنا چاہئے؟ اس پہلو پر آیتِ تحکیم میں کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی، نیز جن آیات میں صراحۃً طلاق کا ذکر ہے اُن کے سیاق وسباق میں کہیں تحکیم مذکور نہیں ۔ معلوم ہوا کہ تحکیم وغیرہ کا حکم محض ایک استحبابی تدبیر ہے، طلاق کے لئے لازمی شرط نہیں ۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَخَافَا اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ. فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ [البقرة: ٢٢٩-٢٣٠]

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ [الطلاق: ۱]

ليس للحكمين أن يطلقها أو يختلعها بدون رضا الزوجين خلافاً لمالکؒ وتحته: وعند الجمهور ليس للحكمين ذٰلک؛ بل إن كان الزوج وكلهما بالتطليق والمرأة بالخلع فعلا ذٰلک. (أحكام القرآن للتهانوي ١٧٦/٢، أحكام القرآن للجصاص ١٩٣/٢)

فقد أخرج عبد الرزاق وغيره عنه أنه قال: إنما يبعث الحكمان ليصلحا

ويشهدا على الظالم بظلمه، وأما الفرقة فليست بأيديهما وإلى ذٰلك ذهب الزجاج ونسب إلى الإمام الأعظم. (روح المعاني ٤٠/٤ زكريا، معارف القرآن ٤٠٤/٢ رباني بك ڈپو دهلي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عہدِ صحابہ میں تحکیم کے بغیر طلاق کا واقعہ پیش آیا ہے؟

سوال (۵۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا قرآن، حدیث، عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں ایسی مثالیں ملتی ہے جن میں تحکیم کے مرحلہ سے گذرے بغیر طلاق دی گئی ہو، اور طلاق کو معتبر مانا گیا ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ پاک میں جہاں بھی طلاق کا ذکر ہے، اس میں کافی تفصیل بیان کی گئی ہے، مثلاً یہ کہ دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے۔ ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ اور اگر تیسری مرتبہ طلاق دے دی، تو حلالہ کے بغیر اُن دونوں میں زوجیت کا تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ نیز یہاں تک رہنمائی کی کہ طلاق کس زمانہ میں دینی چاہئے اور یہ کہ عدت کے شمار کا خاص اہتمام رکھنا چاہئے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾

اِن سب تفصیلات میں کہیں بھی دور دور تک تحکیم کا ذکر نہیں ہے؛ بلکہ طلاق کے حکم کو مطلق رکھا گیا ہے، نیز دورِ نبوت میں اور دورِ صحابہ میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں تحکیم کے بغیر طلاق کا واقعہ پیش آیا اور پیغمبر علیہ السلام نے اس طلاق کو معتبر قرار دیا ہے، جن میں سے چند واقعات بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

عـن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنه أنه طلق امرأته وهي حائض على عهد رسـول الـلّٰـه صـلى اللّٰه عليه وسلم فسأل عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن ذٰلک، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: مره فـليـراجـعها ثم ليمسكها حتى تطهر، ثم تحيض ثم تطهر ثم إن شاء أمسک بعد وإن شـاء طـلـق قبـل أن يـمـس، فتـلک العدة التي أمر اللّٰه أن تطلق لها النساء.

(صحيح البخاري / كتاب الطلاق ٧٩٠/٢ رقم: ٥٠٥٥)

عـن ابـن عباس رضي اللّٰه عنه أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي صلى اللّٰه عـليـه وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه! ثابت بن قيس ما أعتِب عليه في خلق ولا دين ولـكـنـي أكره الكفر في الإسلام، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أتردين عـليـه حـديـقته؟ قالت: نعم! قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اِقبَلِ الحديقة وطـلـقهـا تطليقة، وفي رواية الأخرى بعد هٰذه: وأمره أن يطلقها، وأمره ففارقها.

(صحيح البخاري، كتاب الطلاق / باب الخلع وكيف الطلاق فيه الخ ٧٩٤/٢ رقم: ٥٠٧٤)

عـن الشـعبـي قـال: قالت فاطمة بنت قيس: طلقني زوجي ثلاثاً على عهد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا سكنٰى لک ولا نفقة. (سنن الترمذي ٢٢٣/١)

عـن الـحسـن بن مسلم أن رجلاً جعل أمر امرأته بيدها، فقامت ولم تقض شيـئًا فرفع إلى ابن الزبير، فقال علي ما قمت؟ قالت: على أن لا أرجع إليه فأبانها منه. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٣/٥ كراچی)

عـن عـلـقمة قال: كنت عند عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه فأتاه رجل فـقـال: يا أبا عبد الرحمٰن إنه كان بيني وبين أهلي بعض ما يكون بين الناس الخ.

(المصنف لابن أبي شيبة ٥٨/٥ كراچی)

عن نعيم بن دجاجة في رجل طلق امرأته تطليقتين، ثم قال: أنت على حرج – إلى قوله – فأبانها منه. (المصنف لابن أبي شيبة ٧١/٥ کراچی)

عن مالک أنه بلغه أنه کتب إلى عمر بن الخطاب من العراق أن رجلًا قال لامرأته: حبلک على غاربک، فکتب عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه إلى عامله أن مُرهُ يوافيني بمكة في الموسم فبينا عمر يطوف بالبيت، إذ لقيه الرجل، فسلّم عليه، فقال عمر: من أنت؟ فقال: أنا الرجل الذي أمرت أن أُجْلَبَ عليکَ، فقال عمر: أسألک برب هٰذا البيت ما أردت بقولک "حبلک على غاربک" فقال الرجل: يا أمير المؤمنين لو استحلفتني في غير هٰذا الموضع ما صدقتک أردت بذلک الفراق، فقال عمر بن الخطاب: هو ما أردت. (الموطأ لإمام مالك، الطلاق / باب ما جاء في الخلية والبرية واشتباه ذٰلك ٣٥٤ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠٠ مكتبة بلال ديوبند)

عن القاسم بن محمد أن رجلاً كانت تحته وليدة لقوم، فقال لأهلها: شانکم بها فرأى الناس أنها تطليقة واحدة. (الموطأ لإمام مالك، الطلاق / باب ما جاء في الخلية والبرية واشتباه ذٰلك ٣٥٥ دار الكتب العلمية بيروت)

مالک أنه بلغه أن رجلاً جاء إلى عبد اللّٰه بن عمر، فقال: يا أبا عبد الرحمن! إني قد جعلت أمر امرأتي في يدها فطلقت نفسها، فماذا ترى؟ فقال عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما: أراه كما قالت الخ. (الموطأ لإمام مالك، الطلاق / باب ما يبين من التمليك ٣٥٥ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠٠ مكتبة بلال ديوبند)

عن خارجة بن زيد بن ثابت أنه أخبره أنه كان جالسًا عند زيد بن ثابت، فأتاه محمد بن أبي عتيق وعيناه تدمعان، فقال له زيد: ما شأنک؟ فقال: ملّکتُ امرأتي أمرها فَفَارَقَتْنِيُ، فقال زيد: ما حَمَلَکَ علٰى ذٰلکَ؟ قال: القَدَرُ، فقال زيد: اِرْتَجِعُهَا إن شئتَ، فإنما هي واحدة وأنت أَمْلَکُ بها. (الموطأ لإمام ملك، الطلاق / باب

ما يجب فيه تطليقة واحدة من التمليك ٣٥٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠١ مكتبة بلال ديوبند)

مالک عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه أن رجلاً من ثقيف ملک امرأته أمرها، فقالت: أنتَ الطلاقُ فسكتَ ثم قالت: أنت الطلاقُ فقال: بِفِيُکِ الحَجَرُ، ثم قالت: أنتَ الطلاقُ فقال: بِفِيُکِ الحجرُ، فاختصما إلى مروان بن الحكم فاستحلَفَهُ ما ملَّكها إلا واحدة وردها إليه. (الموطأ لإمام مالك، الطلاق / باب ما يجب فيه تطليقة واحدة من التمليك ٣٥٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠١ مكتبة بلال ديوبند)

عن سليمان بن يسار أن رجلاً يقال له الأحوص من أهل الشام طلق امرأته تطليقة، فمات وقد دخلت في الحيضة الثالثة فرفع ذٰلک إلى معاوية فلم يدر ما يقول: فكتب فيها إلى زيد بن ثابت، فكتب إليه إذا دخلت في الحيضة الثالثة فالميراث بينهما. (المصنف لعبد الرزاق ٣٢٠/٦ رقم: ١١٠٠٦)

عن إبراهيم قال: طلق أبو كنف رجلاً من عبد القيس امرأته واحدة، أو اثنين ثم أشهد على الرجعة، فلم يبلغها حتى انقضت العدة ثم تزوجت، فجائت إلى عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه إليه إلى أمير المصر إن كان دخل بها الأخر فهي امرأته وإلا فهي امرأة الأول. (المصنف لعبد الرزاق ٣١٤/٦ رقم: ١٠٩٧٩)

قال سمعت محمود بن لبيد قال: أخبرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبانا ثم قال: أيلعب بكتاب اللّٰه وأنا بين أظهركم؟ حتى قام رجل وقال: يا رسول اللّٰه! ألا أقتله. (سنن النسائي ٩٩/٢ رقم: ٣٣٩٨ المكتبة التهانوية ديوبند)

حدثني ابن شهاب أن سهل بن سعد الساعدي أن عويمر العجلانى جاء إلى عاصم بن عدي، فقال: أرأيت يا عاصم لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي يا عاصم رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

عن ذٰلک، فسأل عاصم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فکرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المسائل وعابها حتی کَبُر علی عاصم ما سمع من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فلما رجع عاصم إلی أهله جاءہ عویمر، فقال: یاعاصم! ماذا قال لک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم؟ فقال عاصم لعویمر: لم تأتني بخیر قد کرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المسألةَ التي سألتَ عنها، فقال عویمر: واللّٰہ لا انتهی حتی اسألَ عنها رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فأقبل عویمر حتی أتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَسَطَ الناس، فقال: یا رسول اللّٰہ! أرأیت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أیقتله فتقتلونه أم کیف یفعل؟ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: قد نزل فیک وفي صاحبتک فأذهب فائت بها، قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلما فرغ عویمر قال: کذبتُ علیها یا رسول اللّٰہ! إن امسکتها فطلقها ثلاثاً قبل أن یأمرہ رسول اللّٰہ ﷺ. (سنن النسائي / باب الرخصة في ذلک ۹۹/۲ رقم: ۳۳۹۹ دار الفکر بیروت)

قال الترمذي: أخبرني عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عتبة أن عبد اللّٰہ بن عمرو بن عثمان طلّق ابنة سعید بن زید وأمها حمنة بنت قیس البتة. (سنن النسائي ۱۱۹/۲)

عن رکانة بن عبد یزید أنه طلق امرأته سهیمة البتة فأخبر بذلک النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقال: واللّٰہ ما أردت إلا واحدة فردها إلیه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فطلقها الثانیة في زمان عمر، والثالثة في زمان عثمان. (مشکاة المصابیح ۲۸٤، سنن أبي داؤد ۳۰۰/۱)

مالک أنه بلغه أن رجلاً قال لابن عباس: إني طلقت امرأتي مائة تطلیقة فماذا تری علي؟ فقال له ابن عباس طُلِّقَتْ منک لثلاث وسبع وتسعون اتخذتَ بها آیات اللّٰہ هزواً. (الموطأ لإمام مالک، الطلاق / باب ما في البتة ۳٥٤ دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۹۹ مکتبة بلال دیوبند)

مـالک أنه بلغه أن رجلاً جاء إلی عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه فقال: إني طلقت امرأتي ثمان تطليقات، فقال ابن مسعود رضي اللّٰه عنه: فماذا قيل لک؟ قال: قيل لي: إنها قد بانت مني، فقال ابن مسعود رضي اللّٰه عنه: صَدَقُوا من طلق كما أمر اللّٰه الخ. (الموطأ لإمام ملك، الطلاق / باب ما في البتة ٣٥٤ دار الكتب العلمية بيروت، ١٩٩ مكتبة بلال ديوبند)

عـن عـلقمة عن عبد اللّٰه قال: أتاه رجل فقال: إني طلقت امرأتي تسعة وتسعين مـرة، قال: فما قالوا لک؟ قال: قالوا قد حرمت عليک قال: فقال عبد اللّٰه: لقد أرادوا أن يبقوا عليک بانت منک بثلاث وسائرهن عدوان. (المصنف لابن أبي شيبة ٩١٣/٥)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا وقوعِ طلاق کیلئے پہلے سے نزاع اور شقاق ہونا ضروری ہے؟

سوال (۵۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا طلاق کے معتبر ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ میاں بیوی میں نزاع اور شقاق پیدا ہوا ہو، اگر کوئی نزاع یا شقاق پیدا نہیں ہوا، اس کے باوجود شوہر نے طلاق دے دی ہو، تو کیا یہ طلاق واقع ہوجائے گی، اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی صراحتیں اور عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ کے نظائر کیا بتاتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کے وقوع کے لئے پہلے سے نزاع اور شقاق ہونا لازم نہیں ہے؛ بلکہ اَچانک دی گئی طلاق بھی شرعاً معتبر ہے، اور حد تو یہ ہے کہ طلاق اُن چیزوں میں سے ہے جن میں مذاق بھی سنجیدگی پر محمول کیا جاتا ہے۔

عـن الـزبير بن العوام أنه كانت عنده أم كلثوم بنت عقبة، فقالت له: وهي حـامـل طيِّـب نـفسـي بتـطليقة، فطلّقها تطليقة، ثم خرج إلی الصلاة فرجع، وقد وَضَـعَـتْ فـقـال: مـالها خَدَعَتْنِيْ خَدَعَهَا اللّٰه، ثم أتی النبي صلی اللّٰه عليه وسلم

فـقـال: سبق الكتاب أجله أخطبها إلى نفسها. (سنن ابن ماجة / باب المطلقة الحامل إذا وضعت ١٤٦ رقم: ٢٠٢٦، المستدرك للحاكم ٢٢٧/٢)

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ثلاث جدهن جدٌ وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة. (سنن الترمذي ٢٢٥/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زوجین اور ساس کے اختلاف میں بیوی کا طلاق کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۵۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقریباً ۱۲/ سال قبل فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا تھا، جس کے تین سال بعد فاطمہ کی ساس نے فاطمہ پر الزام تراشی شروع کردی، یہاں تک کہہ گذری کہ تیرے سسر نے تیرے لئے ایک مستقل کمرہ بنالیا ہے، جس میں تیرے ساتھ ناجائز کام کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں آئے گی اور میں نے تمہیں خفیہ بات چیت کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کو اس طرح مٹھائی دیتے ہوئے دیکھا، جیسے شوہر بیوی کو دیتا ہے، اور یہ کہا کہ تم دونوں کو تنہا ایک کمرہ میں بھی دیکھا ہے، مختصر یہ ہے کہ ساس اپنی یہ باتیں کہہ کر زنا کا الزام لگانا چاہ رہی ہے، اور جب یہ بات شوہر کے پاس پہنچی تو شوہر نے یہ کہا کہ جب مجھے تجھے رکھنا ہی نہیں تو ان باتوں سے کیا فائدہ؟ میں نے تو طلاق دے دی، پھر فوراً ساس بولی کہ مجھے تو رکھنا ہے، طلاق نہیں دلواتے، حالاں کہ شوہر کہہ چکا ہے، اس دوران جتنے لوگوں نے یہ باتیں سنی ہیں، وہ سب طلاق اور ساس کی جانب سے لگائے گئے زنا کے الزام کی گواہی دینے سے مکر رہے ہیں، یہاں تک کہ شوہر بھی مکر رہا ہے، اور اس کے بعد سے اب تک یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نہ تو طلاق دیں گے اور نہ ہی رکھیں گے؛ بلکہ اسی طرح زندگی بھر سڑا دیں گے، اور فاطمہ کسی بھی شکل میں شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیوی شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی، اور شوہر رکھنا نہیں چاہتا، اور نہ ہی اب طلاق دے رہا ہے، نہ ہی خلع کی بھی کسی شکل پر راضی ہے، حالاں کہ آٹھ سال قبل بھری مسجد میں شوہر نے یہ کہا تھا کہ: ''جب مجھے رکھنا ہی نہیں تو ان باتوں سے کیا فائدہ؟ میں نے تو طلاق دے دی''، اگر گواہوں اور خود شوہر کے انکار کی بنیاد پر طلاق واقع نہیں ہوئی تو عورت کے لئے شوہر سے خلاصی کے لئے کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ مسئلہ چوں کہ میاں بیوی کے درمیان اختلافی بن گیا ہے، اس لئے بیوی فاطمہ کو چاہئے کہ وہ قریبی محکمۂ شرعیہ میں اپنا معاملہ پیش کرے، اور اس کے فیصلہ کے مطابق عمل کرے، چوں کہ جب تک فاطمہ کے دعویٰ پر معتبر گواہی نہ ہوگی تو مسئولہ صورت میں اس کا دعویٰ قبول نہ ہوگا، اور اس پر طلاق کے وقوع کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

ونصابها لغيره من الحقوق، سواء كان الحق مالاً أو غيره كنكاح وطلاق …… رجلان أو رجل وامرأتان. (الدر المختار ۱۷۸/۸ زکریا، مجمع الأنهر ۲۶۱/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دار القضاء اور محکمۂ شرعیہ کے فیصلے کا حکم؟

سوال (۵۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی رقیہ جاوید بنت جاوید میاں سے محمد شعیب ولد محمد فاروق نے بلیک میل اور بہلا پھسلا کر نیز ہم لوگوں سے چھپا کر فریب دہی کرکے نکاح کرلیا، بعد از اں کہا کہ چہرے سے خوشی ظاہر کرو، ورنہ جان سے ماردوں گا، بیٹی اس وقت کالج میں پڑھ رہی تھی، نکاح کے بعد سماج کی نظروں میں باقاعدہ رخصتی ہونے سے پہلے ہی ڈرا دھمکا کر کالج کے اوقات کے دوران وہ رقیہ کو ہوٹل لے جاتا، وہ خود بھی شراب پیتا اور رقیہ کو بھی زبردستی پلاتا، اور اس کے ساتھ جسمانی تعلق قائم

کرتا، مظالم اور اذیتیں دیتا، وہ گھر سے چوری کرواتا، جب بیٹی رقیہ انکار کرتی تو مارتا پیٹتا اور جان سے مارنے نیز چھوٹے بھائی کو اغوا کرلینے اور منہ پر تیزاب پھینکنے کی دھمکی دیتا، رقیہ نے دس بارہ ہزار روپئے گھر سے چوری کر کے شعیب کو دئے، بیٹی جب بہت عاجز وپریشان ہوگئی تو پھر گھر میں پورے حالات بتا کر ہم لوگوں کو آگاہ کیا۔

غرض کہ محمد شعیب کے مظالم، شراب نوشی اور گندی حرکتوں سے ناواقفیت کی بنا پر بیٹی اس کے جال میں پھنس گئی، رقیہ جاوید ایسے ظالم وبدکردار کے ساتھ ہرگز زندگی گذارنا نہیں چاہتی ہے، اور شعیب طلاق سے گریزاں ہے، دونوں اپنے اپنے موقف پر سختی سے قائم ہیں، مختلف جگہوں پر جب معاملہ حل نہ ہوا تو رقیہ جاوید نے دار القضاء سے رجوع کیا، وہاں بھی دونوں اپنے موقف پر قائم رہے، اور معاملہ حل نہ ہوا، محمد شعیب نے اس معاملہ کو لٹکائے رکھنے کے لئے فیملی کورٹ میں مقدمہ دائر کررکھا ہے، اس کا مصمم وعزم وقول یہ ہے کہ طلاق نہ دے کر زندگی برباد کردوں گا، دار القضاء نے اسی مقدمہ کا حوالہ دیا ہے کہ ''فریقین کے مابین سرکاری عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہے، اس لئے حسبِ ضابطہ دار القضاء سے مقدمہ خارج کیا جاتا ہے''۔ اِن مذکورہ حالات میں دریافت طلب چند اُمور یہ ہیں کہ:

(۱) فریقین کے مابین سرکاری عدالت میں مقدمہ زیر سماعت ہونے کی صورت میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے زیرنگرانی جو بھی دار القضاء ہیں، کیا وہ مسلم عائلی قوانین (اُمور ہشت گانہ) کی حد تک بھی از روئے شرع شریف شرعی فیصلے کے مجاز نہیں ہیں؟ اگر اس صورت میں دار القضاء شرعی فیصلہ کا مجاز نہیں ہے، تو قرآن وحدیث یا فقہ سے دلائل مع الحوالہ پیش فرمانے کی زحمت فرمائیں۔

(۲) ایسی مظلومہ کہاں اور کس سے فریاد کرے؟

(۳) حسبِ ضابطہ شرعی کہہ کر کیوں خارج نہ کیا؟ حسبِ ضابطہ دار القضاء کا فقہی وشرعی ماخذ کیا ہے؟

(۴) الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ کی تدوین وتالیف کا پس منظر کیا ہے؟ رقیہ جاوید حلیلۂ

عاجزہ کے زمرے میں شامل ہے یا نہیں؟ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ اس زمرے کی تعیین کے مجاز ہیں یا شائستہ عنبر؟ اگر نہیں تو پھر کون مجاز ہے؟

(۵) شرعی پنچایت کے کیا اختیارات ہیں، ان کے انعقاد (گھٹن) کا طریقہ کیا ہے؟

(۶) دار القضاء سے مقدمہ خارج ہونے کے بعد مظلومہ کی گلوخلاصی کی کیا صورت ممکن ہے؟

(۷) نعوذ باللہ کیا شریعت نامکمل ہے؟ دار القضاء سے مقدمہ خارج ہونے سے یہی تأثر قائم ہوتا ہے کہ شریعت نے ایسی مظلومہ کو بغیر سہارا چھوڑ دیا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسلامی شریعت میں شروع ہی سے اس بات کی سخت تاکید کی گئی ہے کہ اجنبی لڑکے لڑکیوں کا آپس میں میل جول، بات چیت اور تنہائی کسی صورت میں نہ ہونی چاہئے، افسوس ہے کہ آج کل مسلمان والدین اسکول اور کالج میں پڑھائی کے شوق میں بچوں اور بچیوں کی صحیح نگرانی نہیں کرتے، اور جب آزادانہ ماحول کی وجہ سے انجام کار ناگوار واقعات پیش آتے ہیں، تو اب شریعت کی دہائی دیتے ہیں۔

سوال میں ذکر کردہ واقعہ بھی اسی قسم کا ہے، ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اقتدارِ اعلیٰ اور قوتِ نافذہ غیروں کو حاصل ہے، یہاں کے دار القضاء اور محکمۂ شرعیہ بہت محدود اختیارات رکھتے ہیں، اگر کسی لڑکی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو اور وہ اپنا معاملہ دار القضاء میں پیش کرے، تو اولاً اُسے اپنے دعویٰ پر شرعی ثبوت پیش کرنا پڑے گا؛ کیوں کہ محض دعویٰ کرنے سے جرم ثابت نہیں ہوجاتا۔ دوسرے یہ کہ بالفرض اگر شوہر کا زمانۂ ماضی میں ظالم ہونا ثابت بھی ہوجائے؛ لیکن اگر وہ شوہر دار القضاء میں آکر یہ وعدہ کرے کہ میں آئندہ اپنی بیوی کے سب حقوق ادا کروں گا، تو ایسی صورت میں دار القضاء کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں رہتا کہ مدعیہ لڑکی کو اسی شوہر کے ساتھ رہنے کا حکم دے، اور لڑکی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے طور پر ہی یہ فیصلہ کرلے کہ مجھے کسی صورت میں بھی اس شوہر کے ساتھ نہیں رہنا۔

نیز مسئولہ صورت میں جب کہ شوہر نے فیملی کورٹ میں حقوقِ زوجیت کا مقدمہ دائر کر رکھا

ہےتو دارالقضاء اس کے خلاف فیصلہ کا مجاز ہی نہیں ہے؛ کیوں کہ دارالقضاء کے پاس ہندوستان میں قوتِ نافذہ نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں دارالقضاء نے حالات دیکھ کر مقدمہ کو خارج کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ صحیح ہے۔

اور معاملہ کو حل کرنے کی شکل یہی ہے کہ دونوں خاندانوں کے ذمہ دار اور سنجیدہ حضرات کو بٹھا کر یا تو لڑکی کو شوہر کے ساتھ رہنے پر آمادہ کیا جائے، یا شوہر کو طلاق دینے پر تیار کیا جائے، اور واقعہ کو سامنے رکھ کر یہ کہنا کہ: ''شریعت نامکمل ہے'' نادانی کی بات ہے؛ کیوں کہ شریعت اس کا نام نہیں ہے کہ آپ کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا جائے؛ بلکہ شریعت کے ہر جگہ اور حالات کے اعتبار سے اصول ہیں، انہی اصولوں کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اس تفصیل سے آپ کے تمام سوالوں کا جواب ہوجائے گا۔ (کفایت المفتی ۲۲۲/۲، انوررحمت ۴۳۹)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ﴾ [الأحزاب: ٣٣]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ﴾ [النور: ٣١]

عن جابر رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا یخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطان. (سنن الترمذي ٢٢١/١، مشکاة المصابیح ٢٦٩)

البینة علی المدعي والیمین علی المدعیٰ علیه. (صحیح البخاري ٣٤٢/١ تحت الرقم: ٢٥١٤)

وقد وصله بسنده الإمام الترمذي عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰہ عنه مرفوعًا. (٢٤٩/١ رقم: ١٣٥٦، والبیهقي في سننه الکبریٰ عن ابن عباسؓ ٣٩٤/١٥ رقم: ٢١٨٠٧)

عن عکرمة رضي اللّٰہ عنه عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنه قال: أتی النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم – إلی قوله – إنما الطلاق لمن أخذ بالساق. (سنن ابن ماجة ١٥١)

الساق کنایة عن الجماع أي إنما یملک الطلاق من یملک الجماع.

(حاشية سنن ابن ماجة ١٥١)

"أو إصلاح بين الناس'' والمراد من الإصلاح بين الناس التأليف بينهم بالمودة إذا تفاسدوا من غير أن يجاوز في ذلك حدود الشرع الشريف. (روح المعاني ٢١٢/٤ زكريا)

"والصلح خير" أي من الفرقة وسوء العشيرة أو من الخصومة. (روح المعاني ٢١٢/٤ زكريا)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال، لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. (شامي ٧٩/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۶/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امارتِ شرعیہ اور محکمۂ قضاء میں نکاح وطلاق کے اُمور انجام دینا؟

سوال (۵۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اب ہندوستان کے مختلف شہروں ومرکزی مقامات پر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، جمعیۃ علماء ہند وامارتِ شرعیہ کی جانب سے دار القضاۃ اور محاکم شرعیہ قائم ہیں، جہاں مسلم عائلی اُمور سے متعلق مقدمات دائر ہوتے ہیں، جس میں شوہر کے عنین وغائب ولا پتہ، مجنون، زدوکوب وعدم اداءِ نفقہ وحق زوجیت ومطالبہ حقیت وغیرہ کی بنیاد پر قاضی دار القضاۃ شرعی فیصلہ دیتے ہیں، نیز بعض مقدمات میں نکاح فسخ کردیتے ہیں، کیا یہ درست وصحیح ہے؟ اور شوہر کی عدم رضا ومسلسل عدم حاضری وپیروی پر یہ فیصلہ وحکم نافذ ہوجاتا ہے، اور یہ حق قاضی کو حاصل ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل جو دار القضاء اور محکمۂ شرعیہ قائم ہیں، اُن کے ذریعہ حسبِ اُصولِ شرعیہ مسلمانوں کے عائلی اور ازدواجی اور فسخ وتفریق کے فیصلے کرنا شرعاً جائز اور

نافذ ہے، اور اگر مدعی علیہ باوجود نوٹس کے پیروی نہ کرے تو بھی اس کے خلاف فیصلہ ہوسکتا ہے۔ (متفقہ فیصلہ فقہی اجتماع منعقدہ ۲۸، ۲۹ر نومبر ۱۹۹۱ء بمقام دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکار سے غیر منظور شدہ دار القضاء کے فیصلے کا حکم؟

سوال (۵۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ محاکمِ شرعیہ ودار القضاء جو کہ حکومت سے منظور شدہ نہیں ہوتے، اس کے فیصلہ کے نفاذ کی کیا صورت ہوگی؟ اور جو مسلمان فریق دار القضاء کے فیصلہ کو نہ مانے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو محکمۂ شرعیہ اور دار القضاء فیصلہ کرتے ہیں اُن کا ماننا شرعاً ضروری ہے، اور اُن کے نفاذ کا مطلب یہی ہے کہ جو اُسے نہیں مانے گا وہ گنہگار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۸۸/۸، ایضاح النوادر ۷۴/۲)

وأما الأمير فمتى صادف فصلاً مجتهداً فيه نفذ أمره وتحته في الشامية فقول الشارح نفذ أمره بمعنى وجب امتثاله. (شامي ۴۰۹/۵ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مقدمہ میں شرعی وجہ فسخ نکاح نہ ہو اور بیوی تفریق پر مصر ہو، تو محکمۂ شرعیہ کیا فیصلہ کرے؟

سوال (۵۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ''ادارہ مدنی دار القرآن مئوناتھ بھنجن'' میں ایک عرصۂ دراز سے شرعی پنچایت موسوم بنام محکمۂ شرعیہ قائم ہے، اور اب تک تقریباً تین سو مقدمات فیصلہ کے مراحل سے گذر چکے ہیں، بحمد

اللہ ہر مقدمہ کا فیصلہ نہایت تحقیق کے ساتھ کیا جاتا ہے، عموماً لڑکیوں کی ہی طرف سے مقدمہ دائر ہوتا ہے، محکمہ اولاً لڑکی کو رخصتی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور تفریق سے قطعاً اجتناب کرتا ہے؛ لیکن عدم رضامندی کی صورت میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے، اور حتی الامکان وجہ فسخ ہی کو فیصلہ کی بنیاد بنایا جاتا ہے، مگر بعض مقدمات میں کوئی وجہ تفریق نظر نہیں آتی اور عورت نکاح کے انقطاع پر بضد رہتی ہے، اور شوہر بھی نہ طلاق دینا چاہتا ہے اور نہ خلع پر راضی ہوتا ہے، ایسی صورت میں محکمۂ شرعیہ تذبذب کا شکار ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ مقدمہ کا خارج کرنا یا عدم وجہ فسخ کی بنا پر معلق رکھنا فتنہ سے خالی نہیں، اور لڑکی کے زنا میں ملوث ہونے اور مرتد ہوجانے کا بھی خطرہ ہے، ایسی صورت میں محکمۂ شرعیہ کیا کرے؟ آیا مقدمہ خارج کردے یا فتنہ کے پیشِ نظر تفریق کردے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کسی مقدمہ میں کوئی شرعی وجہ فسخ موجود نہ ہو، تو محکمۂ شرعیہ کو نکاح فسخ کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے، محض لڑکی کی ضد کی وجہ سے اُصول نہیں بدلا جاسکتا، ایسی صورت میں یا تو مقدمہ خارج کردینا چاہئے یا صاف فیصلہ کردینا چاہئے کہ عورت شوہر کے ساتھ زندگی گزارے، اب اگر بعد میں لڑکی فتنہ میں مبتلا ہوجائے تو محکمۂ شرعیہ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔ (مستفاد: الحیلۃ النا جزۃ ۱۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷؍۴؍۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شوہر سے تنفرِ فسخ نکاح کا سبب ہے؟

سوال (۵۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عورت کے مطالبہ طلاق وخلع کی پیش کش پر شوہر طلاق پر راضی نہ ہو اور عورت کسی بھی صورت میں شوہر کے ہمراہ رہنے پر راضی نہ ہو، سخت متنفر ہو اور شوہر کے یہاں بھیجے جانے پر خودکشی پر آمادہ ہو، تو کیا ایسے مقدمات میں قاضی کو شرعاً یہ اختیار ہے کہ وہ شقاق بین الزوجین کی بنیاد پر

نکاح فسخ کردے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر شوہر کی طرف سے کوئی زیادتی ثابت نہ ہو، تو محض عورت کی نفرت کی وجہ سے قاضی کو نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۱۹۰، فتاویٰ محمودیہ ۹/۳۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کے بعد میاں بیوی میں شدید نفرت ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۵۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک عالم شخص ہے اس کے گھر والوں نے اس کو ایک لڑکی کے متعلق شادی کے لئے ہر طرح کا اطمینان دلاکر اس کی شادی کردی، حالاں کہ لڑکی کسی بھی اعتبار سے زید کے برابر کی نہیں نہ شکل وصورت کے اعتبار سے اور نہ سیرت کے اعتبار سے اور نہ دین داری کے اعتبار سے، اور زید اس رشتہ کو شروع ہی سے منع کررہا تھا؛ لیکن گھر والوں نے زید کو دباکر اور دھوکہ دے کر وہاں شادی کرہی دی۔ اب حال یہ ہے کہ زوجین کے آپس میں دل نہیں ملتے، نہ شوہر بیوی کے حقوق ادا کررہا ہے اور نہ بیوی، دونوں جانب کے رشتہ داروں نے بھرپور کوشش کرلی کہ زوجین میں اتفاق ہوجائے؛ لیکن آپس میں کچھ ایسی نفرت بیٹھی ہے کہ دونوں بولنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، رشتہ دار تو یہ چاہ رہے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسے ہی رہے؛ کیوں کہ تفریق میں بہت بڑی بدنامی ہوگی، آپ حضرات سے اس سلسلہ میں شریعت کا حکم مطلوب ہے کہ جب اتفاق کی کوئی شکل نہیں ہے، تو کیا ایسے ہی ایک دوسرے کے حقوق پامال کرتے رہیں یا رشتہ داروں کو یہ چاہئے کہ وہ زوجین میں شریعت کے مطابق تفریق کرادیں؟

نوٹ: - تفریق کی صورت میں مہر کے علاوہ شوہر پر کثیر مقدار میں جرمانہ ڈالا جاتا ہے،

اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ زوجین میں نبھاؤ کی کوئی شکل نہیں ہے، تو بہتر یہی ہے کہ خوش اُسلوبی کے ساتھ دونوں میں شریعت کی ہدایت کے مطابق تفریق کرادی جائے، اور تفریق کی شکل میں مہر اور حسبِ حیثیت نان نفقہ کے علاوہ جرمانہ کے طور پر شوہر پر کسی رقم کو لازم کرنا جائز نہیں، اور شوہر پر از روئے شریعت جرمانے کی رقم کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

وقال تعالیٰ: ﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

قال الشامي: أن سببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق، وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود اللّٰہ تعالی، فليست الحاجة مختصة بالكبر والريبة، كما قيل؛ بل هي أعم كما اختاره في الفتح الخ. (شامي ٤٢٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۴/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے متعنت ثابت ہونے پر محکمۂ شرعیہ کا فسخِ نکاح کا فیصلہ کرنا؟

سوال (۵۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی ریحانہ بانو کی شادی شاہد ولد انور خان کے ساتھ ۲۰؍ اگست ۱۹۹۵ء کو ہوئی تھی اور رخصتی ۲۰؍ جون ۲۰۰۳ء میں ہوئی تھی، رخصتی سے لے کر جنوری ۲۰۰۸ء تک اپنے شوہر اور دیگر سسرال والوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنی رہی، اس کے شوہر اور گھر والوں کے ظلم وستم کی وجہ سے اپنی

لڑکی کو ۲۵؍جنوری کو بیماری کی حالت میں دہلی لے آیا، ۱۸؍مہینے تک میری لڑکی کی اُس کے شوہر اور دیگر سسرال والوں نے کوئی خیر وخبر نہیں لی، پھر لڑکی نے ایک عرضی دعویٰ تمام حالات لکھ کر برائے نکاح فسخ محکمۂ شرعیہ انجمن اسلامیہ فرید آباد رجسٹرڈ نمبر ۷۷؍مرکز مسجد عیدگاہ بابا نگر پرانا فرید آباد (ہریانہ) میں ڈالا، جہاں محکمۂ شرعیہ نے میری لڑکی کے شوہر کو بذریعہ نوٹس بلایا، جہاں اس نے اپنا جوابی دعویٰ پیش کیا، جس کے بعد محکمۂ شرعیہ اور دیگر اراکین نے تمام حالت کا بغور جائزہ لے کر اور غور کر کے میری لڑکی کے نکاح کو بتاریخ ۲۰؍مئی ۲۰۱۲ء کو تحریری طور پر فسخ کر دیا، جس کی نقل اِس عرضی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

اِن تمام صورتوں کو اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بتائیں کہ کیا محکمۂ شرعیہ انجمن اسلامیہ فرید آباد رجسٹرڈ نمبر ۷۷؍مرکز مسجد عیدگاہ بابا نگر پرانا فرید آباد (ہریانہ) کا کیا ہوا فسخ نکاح درست ہے، اور اس وقت میری لڑکی کی عدت پوری ہوگئی ہے، کیا میں اپنی لڑکی کا عقد ثانی کر سکتا ہوں؟

جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا فتویٰ

بعون اللّٰہ الوھاب

الجواب:- شوہر پر بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت لازم ہے اور ظلم وستم حرام وگناہ کبیرہ، ناپسند ہوں تو طلاق دیدے، نہ دے تو بیوی کورٹ میں استغاثہ پیش کرے، اور کورٹ شوہر کو طلاق پر مجبور کرے، مگر اس کو یا قاضی کو احناف کے نزدیک فسخِ نکاح کا اختیار نہیں ہاں یہ اختیار قاضی شافعی کو ہے، جیسا کہ شوہر تنگ دست ہو اور قاضی حنبلی کو مطلقاً اختیار رہے جب شوہر بیوی پر ظلم وزیادتی کرے اور نفقہ کا خیال نہ رکھے کہ عورت کے فسخ کے مطالبہ پر نکاح فسخ کر دے، پھر اس کو قاضی حنفی نافذ کر کے عدت کے بعد دوسرے نکاح کی اجازت دیدے، درمختار جلد ثانی باب النفقہ میں ہے:

ولا يفرق بينهما بعجزه عنها بأنواعها الثلاثة، ولا عدم إيفائه لو غائبا حقها و لو موسرًا وجوزه الشافعي بإعسار الزوج ويتضررها بغيبته، ولو قضى به حنفي لم ينفذ، نعم لو أمر شافعيًا فقضى به نفذ إذا لم يرتش الآمر والمامور. (الدر المختار ۳۰۶/۵ زکریا)

ردالمحتار میں ہے:

والحاصل أن عند الشافعي إذا أعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ، وكذا إذا غاب وتعذر تحصيلها منه على ما اختاره كثيرون منهم؛ لكن الأصح المعتمد عندهم أن لو فسخ ما دام موسرا وإن انقطع خبره وتعذر استيفاء النفقة من ماله كما صرح به في الأم ....

اسی میں ہے:

ثم علم أن مشائخنا استحسنوا أن ينصب القاضي الحنفي نائبًا ممن مذهبه التفريق بينهما، إذا كان الزوج حاضرا، وأبى عن الطلاق؛ لأن دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر الاستدانة، إذ الظاهر أنها لا تجد من يقرضها، وغنى الزوج مآلا أمر متوهم، فالتفريق ضروري إذا طلبته.

اسی میں ہے:

نعم يصح الثاني عند أحمد كما ذكر في كتب مذهبه، وعليه يحمل ما في فتاویٰ قاري الهداية حيث سأل عمن غاب زوجها ولم يترک لها نفقة، فأجاب: إذا أقامت بينة علی ذٰلک وطلبت فسخ النكاح من قاض يراه ففسخ نفذ وهو قضاء على الغائب، وفي نفاذ القضاء على الغائب روايتان عندنا، فعلى القول بنفاذه يسوغ للحنفي أن يزوجها من الغير بعد العدة.

(الدر المختار مع الشامي ۳۰۶/۵-۳۰۷ زكريا)

صورتِ مسئولہ میں ریحانہ اوراس کے اولیاء فسخ نکاح چاہیں تو قاضی حنبلی کی طرف سے رجوع کریں، وہ نکاح فسخ کرے، پھر حنفی قاضی اس کو نافذ کردے، اور عدت کے بعد دوسرے سے لڑکی کو نکاح کا اختیار ہوگا۔

کتبہ الفقیر: محمد ایوب النعیمی غفرلہ دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد

۱۴۳۳/۱۱/۴ھ

فیصلہ: محکمہ شرعیہ انجمن اسلامیہ فرید آباد رجسٹرڈ ۷۷ ر مرکز عیدگاہ بابا نگر اولڈ فرید آباد (ہریانہ)

الجواب: وإن كان صواباً فمن عند الله وإن كان خطأ فمن تلقاء نفسي وما أبرئ نفسي وبالله التوفيق: (۱) مدعیہ ریحانہ بانو بنت حاجی محمد سلیمان مکان نمبر ۴۵ ر پریم گلی کوٹلہ مبارک پور تحصیل مہرولی نئی دہلی فریق اول:

(۲) مدعی علیہ:- محمد شاہد خان ولد انور خان پی پی والا روڈ نزدیک ہیرو ہونڈا شوروم نارنگ ہوسپٹل بھٹنڈا پنجاب فریق ثانی۔

(۳) مدعیہ ریحانہ بانو نے محکمہ شرعیہ میں ۱۱ ر جنوری ۲۰۱۲ء کو مدعی علیہ محمد شاہد خان کے خلاف ایک درخواست دی، جس میں لکھا کہ میرا نکاح ۲۰ ر اگست ۱۹۹۵ء کو ہوا، اور رخصتی ۲۰ ر جون ۲۰۰۳ء میں ہوئی، شادی کے بعد سے ہی میرے اوپر ظلم وستم ہونے شروع ہوگئے، میرا شوہر شرابی، عیاش اور آوارہ قسم کا آدمی ہے، اور ہفتہ پندرہ دنوں تک بغیر بتائے غائب رہتے ہیں اور گھر رات کو ۱-۲ ر بجے آتے ہیں، تو شراب ہی پی کر آتے ہیں، اور میں معلوم کرتی ہوں تو لڑائی اور مار پیٹ شروع کردیتے ہیں، میں نے اپنی ساس وسسر سے شکایت کی، تو وہ بھی مجھے خطاوار کہتے ہیں، نیز میرے شوہر کے کسی لڑکی سے ناجائز تعلقات بھی ہیں، ان حالات میں میرا وہاں رہنا مشکل ہوگیا، میں نے وہاں پر ان حالات کو بہت برداشت کیا، بالآخر جب میری زندگی گزارنا ایک مشکل امر بن گیا، تب میں اپنے والد و بھائی کے ساتھ ۲۵ ر جون ۲۰۰۸ء کو پنجاب سے دہلی آ گئی، اور میں نے سارے حالات اپنے گھر والوں کو سنائے، والدین نے فریقین کے درمیان جھگڑا ختم کرنے کے لئے پہلے دونوں کو خوب سمجھایا، اور جب اس میں کامیابی نہ ملی، تو پنچایت بھی کی؛ لیکن پنچایت میں اس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا، تب ریحانہ بانو نے تنگ آ کر ایک درخواست محکمہ شرعیہ اسلامک میڈیشن اینڈ کونسلیشن سینٹر عیدگاہ مسجد بابا نگر اولڈ فرید آباد میں فسخ نکاح کی دی جس پر محکمہ شرعیہ نے کارروائی کی، اور مدعی علیہ کو پہلا نوٹس بذریعہ ایڈی رجسٹری ۱۴ ر جنوری ۲۰۱۲ء کو جواب

دعویٰ کے لئے جاری کیا، جس کو مدعی علیہ نے لینے سے انکار کردیا، رجسٹری ۲۱/جنوری ۲۰۱۲ء کو جواب دعویٰ کے لئے پھر ارسال کی، مدعی علیہ نے اس کو بھی لینے سے انکار کردیا، رجسٹری ۱۰/فروری کو واپس آ گئی اور داخل فائل کی گئی، بورڈ نے دوسری ایڈی رجسٹری ۲۴/جنوری کو جواب دعویٰ کے لئے پھر ارسال کی، مدعی علیہ نے اس کو بھی لینے سے انکار کردیا، رجسٹری ۲۰۱۲/۲/۱۰ء کو واپس آ گئی، اور داخل فائل کی گئی، بورڈ نے تیسرا نوٹس بذریعہ ایڈی رجسٹری ۲۰۱۲/۲/۱۸ء کو مدعی علیہ کے پاس جواب دعویٰ کے لئے ارسال کیا، جس کو مدعی علیہ نے وصول کیا، اور امام الدین ولد عبدالرحمٰن مکان نمبر ۲۰۲۸ کوٹلہ پلنجی نئی دہلی نمبر ۳/موبائل نمبر ۹۲۱۰۶۶۲۸۸۴ اور نعیم علی ولد حاجی بھورے خاں مکان نمبر اے بلاک ۱۱۵ جے جے کالونی خان پور نئی دہلی ۶۲ موبائل نمبر ۹۸۹۱۴۵۱۳۲۷ کو محکمۂ شرعیہ میں بھیجا، یہ حضرات ۲۰۱۲/۲/۲۶ء کو محکمۂ شرعیہ میں حاضر ہوئے، اور اُنہوں نے صدر محترم سے بات چیت کی اور نوٹس و فارم عرضی دعویٰ کی فوٹو کاپی حاصل کی، اور گفت وشنید کے بعد چلے گئے، اور مقدمہ کی پیروی کرنے کا وعدہ کیا۔

(۴) ۲۰۱۲/۲/۲۸ء کو مدعی علیہ چند رفقاء کو ساتھ لے کر محکمۂ شرعیہ میں حاضر ہوا، اور تقریباً ۱۴۰/صفحات پر مشتمل جواب دعویٰ کیا، صدر محترم نے جواب دعویٰ وصول کیا اور داخل فائل کردیا، محترم موصوف نے دیگر ارکانِ محکمۂ شرعیہ کو بلوا کر مدعی علیہ ورفقاء سے بات بھی کرائی، جواب دعویٰ میں مدعی علیہ نے تقریباً تمام وہ الزامات جو مدعیہ نے لگائے ہیں ان کا انکار کرتے ہوئے ایک جھوٹ کا پلندہ کہا ہے، مزید عدالت عالیہ میں چل رہے مدعیہ کی جانب سے مقدمات کی فائل کی کوشش کی ہے، کہ مدعیہ اور اس کے ذمہ داران نے مجھ کو ہی پریشان کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

۲۰۱۲/۸/۴ء کو مدعیہ ریحانہ خاتون کے بیان حلفی قلم بند کیے گئے جس میں اس نے مذکورہ شکایات کے علاوہ نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے اور مارنے وشراب پینے کو بیان کرتے ہوئے طلاق کا مطالبہ کیا، اور اپنی دل دکھی بہت ساری باتیں بیان حلفی کے طور پر پیش کیں، اور گناہ میں ملوث ہوجانے کے خوف سے عقدثانی کی بات کہی، بیان حلفی قلم بند کرکے فائل کے سپرد کیے گئے۔

۱۸/۳/۲۰۱۲ء کو مدعی علیہ مع احباب محکمہ شرعیہ میں حاضر ہوئے آج مدعی علیہ کے بیان حلفی قلم بند ہونے ہیں، صدر محترم نے ارکان محکمہ شرعیہ کے رو برو مدعی علیہ محمد شاہد خان کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر حلف دلایا، مدعی علیہ نے حلف کیا مگر کسی بھی کاغذ پر دستخط ونشانی انگوٹھہ کرنے کو قطعاً منع کر دیا، اس بات کو لے کر کافی کہاسنی ہوئی اور مدعی علیہ بغیر بیان حلفی دئے ہوئے مع احباب کے محکمۂ شرعیہ سے اٹھ کر چلا گیا۔

۱۹/۳/۲۰۱۲ء کو محکمۂ شرعیہ نے ایک نوٹس بذریعہ اےڈی رجسٹری مدعی علیہ اور اسی نوٹس کی فوٹو کاپی بذریعہ اےڈی رجسٹری امام الدین ولد عبد الرحمٰن کو ارسال کی اس کے اندر یہ تحریر کیا گیا کہ محمد شاہد خان آپ ریحانہ بانو کے حقوق زوجیت ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ محکمۂ شرعیہ اپنی شرعی کارروائی پوری کر کے آپ کا نکاح فسخ کر دے گا، جس کے ذمہ دار آپ خود اور آپ کے رشتہ دار ہوں گے، اور یہ بھی تحریر کیا گیا کہ مقدمہ کی اگلی تاریخ ۲۵/۳/۲۰۱۲ء اور پھر ۸/۴/۲۰۱۲ء رہے گی، مدعی علیہ نے نوٹس لینے سے انکار کر دیا، ۲/۴/۲۰۱۲ء کو رجسٹری واپس آ گئی اور داخل فائل کی گئی، اور امام الدین ولد عبد الرحمٰن نے رجسٹری وصول کی اور ایک جواب کی شکل میں مہلت نامہ پیش کیا، جو ۲۴/۳/۲۰۱۲ء کو موصول ہوا، داخل فائل کیا گیا اس میں امام الدین نے ریحانہ بانو کو بھجوانے اور محمد شاہد خان کو محکمۂ شرعیہ میں حاضر کرنے کو لکھا کہ میں مدعی علیہ کو ۸/۴/۲۰۱۲ء کو ضرور بالضرور حاضر کروں گا، اور عدم حاضری کی صورت میں آپ کو اختیار ہوگا۔

(۸) ۸/۴/۲۰۱۲ء کو مدعیہ نے اپنے دو گواہوں کے بیان حلفی قلم بند کرائے، گواہوں کے بیان حلفی نے مدعیہ کے فارم عرضی دعویٰ و بیان حلفی کو مکمل ثابت کر دیا؛ بلکہ گواہان نے کہا کہ پہلے ہم مدعی علیہ کی جانب تھے، مگر ان کے مکر وفریب نے ثابت کر دیا کہ وہ لوگ حق پر نہیں ہیں اس لیے ہم مدعیہ کی جانب ہو گئے، جب کہ وہ لوگ بھی ہمارے رشتہ دار ہیں، مدعیہ شام تک مدعی علیہ کا انتظار کرتی رہی مگر جب ۸/۴/۲۰۱۲ء کو شام ۴ ر بجے تک مدعی علیہ محکمۂ شرعیہ میں حاضر نہیں ہوا تب مدعیہ نے دوسری فسخ نکاح کی درخواست محکمۂ شرعیہ میں گذار دی اور روتی ہوئی اپنے گھر چلی گئی۔

(۹) ۱۶/۴/۲۰۱۲ء کو محکمۂ شرعیہ نے ایک نوٹس امام الدین ولد عبدالرحمٰن اور دوسرا نوٹس نعیم علی ولد حاجی بھورے خان کو بذریعہ اےڈی رجسٹری دیا، جس میں لکھا کہ محکمۂ شرعیہ کی کارروائی مکمل ہو چکی ہے اب آپ دونوں کو پابند کیا جاتا ہے کہ آپ مدعی علیہ کو ۲۲/۴/۲۰۱۲ء کو محکمۂ شرعیہ میں حاضر کریں، اور مقدمہ کی پیروی کرنے کا پابند کرے ورنہ محکمہ شرعیہ ۲۲/۴/۲۰۱۲ء کو محمد شاہد خان کا نکاح فسخ کردے گا، دونوں حضرات نے نوٹس وصول کیا اور ایک ایک جواب بشکل مہلت بذریعہ اسپیڈ پوسٹ و دستی ۲۱/۴/۲۰۱۲ء کو داخل دفتر کیا، جواب وصول کیا گیا اور داخل فائل کیا، اور یہ حضرات ۲۲/۴/۲۰۱۲ء کو محکمۂ شرعیہ میں حاضر ہوئے اور اس بات کا حتمی فیصلہ کیا اور یقین دہانی کرائی کہ آپ حضرات آج نکاح فسخ نہ کریں ہم مدعی علیہ کو ۶/۵/۲۰۱۲ء کو حاضر کردیں گے، اگر وہ ۶/۵/۲۰۱۲ء کو نہیں آیا تو آپ حضرات نکاح توڑ دینا، ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا، بورڈ نے مہلت دے دی، وہ چلے گئے۔

(۱۰) ۶/۵/۲۰۱۲ء کو مدعیہ کے والد محترم حاجی سلیمان حاضر ہوئے اور مدعی علیہ محمد شاہد خان ولد انور خان اور امام الدین ولد عبدالرحمٰن اور نعیم علی ولد حاجی بھورے خان ان حضرات میں سے کوئی حاضر نہیں ہوا، بورڈ کے ارکان شام پانچ بجے تک انتظار کرتے رہے جب وہ لوگ حاضر نہیں ہوئے، تو ارکانِ محکمۂ شرعیہ نے فائل جرح و بحث میں ڈال دی اور طے پایا کہ ۲۰/۵/۲۰۱۲ء کو فیصلہ سنادیا جائے گا۔

(۱۱) آج بتاریخ ۲۰/۵/۲۰۱۲ء کو ارکانِ محکمۂ شرعیہ کا اجلاس منعقد ہوا فائل پر غور وخوض کیا گیا، اور جرح کی گئی جس سے محکمۂ شرعیہ کے ارکان اس نتیجہ پر پہنچے کہ مدعی علیہ محمد شاہد خان متعنت فی النفقہ وغیرہ ہے اور مدعیہ مظلوم وستم رسیدہ ہے، چنانچہ شریعتِ مطہرہ کی دفعہ ۳۳۳/ مجموعہ قوانینِ اسلامی کے تحت فسخِ نکاح کا فیصلہ کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مدعی علیہ محمد شاہد خان بن انور خان شرعاً متعنت شخص ہے؛ کیوں کہ استطاعت کے باوجود حقوق ادا نہیں کرتا ہے۔

(۲) مدعیہ ریحانہ بانو بنت حاجی سلیمان عزت وآبرو کی حفاظت کے ساتھ اپنے والدین کے

ساتھ رہتی ہے اور اس کا مکمل خرچہ اس کے والدین برداشت کرتے ہیں، جو کہ اس کے شوہر کے ذمہ ہے۔

(۳) مدعیہ نے عرضی دعویٰ اور بیان حلفی میں ابتلاء معصیت کا اندیشہ ظاہر کیا ہے، جو کہ ایک شرعی اور اہم وجہ ہے۔

(۴) مدعیہ نے اپنے جوان ہونے کی بات کہہ کر بغیر شوہر کے زندگی گذارنے کو ایک مشکل امر ظاہر کیا ہے جو کہ شرعاً بالکل صحیح ہے۔

(۵) مدعیہ نے عقد ثانی کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، جو اس کا شرعی اپنا حق ہے۔

(۶) مدعیہ نے اللہ پاک کی قسم کھا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ اور ارکانِ محکمۂ شرعیہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ تین بار کیا ہے، جس سے اس کی مجبوری ظاہر ہوتی ہے۔

(۷) شوہر کا متعنت ہونا اور مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ارکانِ محکمۂ شرعیہ متفقہ طور پر فیصلہ کرتے ہوئے مدعیہ ریحانہ بانو بنت حاجی سلیمان کا نکاح جو کہ محمد شاہد خان ولد انور خان سے منعقد تھا اس کو فسخ کرتی ہے، اور احوال کے پیشِ نظر اس فسخِ نکاح کو طلاق بائن قرار دیتی ہے۔

چناں چہ فسخ نکاح کے بعد یہ دونوں اب شرعاً ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہو گئے ہیں، اور ریحانہ بانو بنت حاجی سلیمان کی عدت بھی شروع ہوگئی ہے، اب ریحانہ بانو اگر حائضہ ہے تو تین حیض اور آئسہ ہے تو تین ماہ اپنی عدت طلاق پوری کر کے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے میں شرعاً آزاد ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ: العبد مفتی مستجاب الدین المظاہریؔ

صدر محکمۂ شرعیہ انجمن اسلامیہ فرید آباد (ہریانہ)

۲۰ مئی ۲۰۱۲ء

دار الافتاء مدرسہ شاہی میں ارسال کردہ سوال

میری لڑکی ریحانہ بانو کی شادی شاہد ولد انور خان کے ساتھ ۲۰ راگست ۱۹۹۵ء کو ہوئی تھی اور رخصتی ۲۰ رجون ۲۰۰۳ء میں ہوئی تھی، رخصتی سے لے کر جنوری ۲۰۰۸ء تک اپنے شوہر اور دیگر سسرال والوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنی رہی، اس کے شوہر اور گھر والوں کے ظلم وستم کی وجہ سے اپنی

لڑکی کو ۲۵؍جنوری کو بیماری کی حالت میں دہلی لے آیا ۱۸؍مہینے تک میری لڑکی کی اس کے شوہر اور دیگر سسرال والوں نے کوئی خیر وخبر نہیں لی، پھر لڑکی نے ایک عرضی دعویٰ تمام حالات لکھ کر برائے نکاح فسخ محکمۂ شرعیہ انجمن اسلامیہ فرید آباد رجسٹرڈ نمبر ۷۷؍مرکز مسجد عید گاہ بابا نگر پرانا فرید آباد (ہریانہ) میں ڈالا، جہاں محکمۂ شرعیہ نے میری لڑکی کے شوہر کو بذریعہ نوٹس بلایا، جہاں اس نے اپنا جوابی دعویٰ پیش کیا، جس کے بعد محکمۂ شرعیہ اور دیگر اراکین نے تمام حالات کا بغور جائزہ لے کر اور غور کر کے میری لڑکی کے نکاح کو بتاریخ ۲۰؍مئی ۲۰۱۲ء کو تحریری طور پر فسخ کر دیا، جس کی نقل اس عرضی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

اِن تمام صورتوں کو اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بتائیں کہ کیا محکمۂ شرعیہ انجمن اسلامیہ فرید آباد رجسٹرڈ نمبر ۷۷؍مرکز مسجد عید گاہ بابا نگر پرانا فرید آباد (ہریانہ) کا کیا ہوا فسخ نکاح درست ہے؟ اور اس وقت میری لڑکی کی عدت پوری ہوگئی ہے کیا میں اپنی لڑکی کا عقد ثانی کرسکتا ہوں؟

جواب دارالافتاء مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان جیسے ملک میں جہاں سرکاری طور پر شرعی نظام قضاء موجود نہیں ہے، یہاں مظلوم عورتوں کی دادرَسی کے لئے فسخ وتفریق کے معاملے میں مذہبِ مالکیہ کے مطابق محکمۂ شرعیہ یا شرعی پنچایت قاضی شرع کے قائم مقام ہے؛ لہٰذا اگر کوئی محکمۂ شرعیہ ضابطہ کے مطابق کارروائی کرتے ہوئے کوئی نکاح فسخ کر دے، تو اس کا فیصلہ یقیناً نافذ مانا جائے گا، اس بارے میں آج سے ۸۳؍سال قبل ہندوستان کے اکابر علماء اتفاق کر چکے ہیں، اور اسی کے مطابق ملک کے طول وعرض میں عمل بھی جاری ہے۔ (دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ طبع جدید ۶۳-۱۳۰)

بریں بنا مسئولہ صورت میں انجمن اسلامیہ فرید آباد کے محکمۂ شرعیہ نے تحقیق کے بعد شوہر محمد شاہد خان ولد محمد انور خاں کا تعنت ثابت ہوجانے پر اس کی بیوی ''ریحانہ بانو'' پر طلاق بائن کے وقوع کا جو فیصلہ کیا ہے، وہ برحق اور نافذ ہے، اب عدت تین ماہ واری گذارنے کے بعد ریحانہ بانو

دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔

اور اس بارے میں جامعہ نعیمیہ کا ہم رشتہ فتویٰ قابلِ عمل نہیں ہے؛ کیوں کہ یہاں دور دور تک شافعی اور حنبلی قاضی موجود نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے تعنت کی وجہ سے چھٹکارا حاصل کرنا؟

سوال (۵۳۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بیوی اپنے شوہر سے اس کی بدفعلی کی وجہ سے تنگ آچکی ہے، کئی مرتبہ بیوی پریشان ہوکر اپنے میکے آگئی؛ لیکن پنچ کے فیصلے کے بعد رہنا سہنا ہونے لگتا ہے، کچھ دنوں کے بعد پھر وہی صورتِ حال پیدا ہوجاتی ہے، آخرکار پنچ والوں نے بھی ہاتھ کھڑے کرلئے کہ اب ہم لوگ تمہارے مسئلے میں کچھ نہیں کرسکتے، فی الحال تقریباً ڈیڑھ سال سے بیوی اپنے میکے میں ہے، اس دوران شوہر نے اپنے بیوی بچوں کی کوئی خبر نہیں لی، بموقع شادی جتنے زیورات دیئے گئے تھے، وہ سب اُنہیں کے ذریعہ بیچ چکا، صرف کان کے بندے باقی ہیں، من جملہ دونوں نے چار لاکھ روپئے میں ایک مکان لیا ہے اور مکان بھی بیوی کے نام سے لیا ہے، اور جس میں دو لاکھ چھ ہزار شوہر کے ہیں، اور ایک لاکھ چورانوے ہزار بیوی کے ہیں، آخرکار بیوی شوہر سے برطرف ہونا چاہتی ہے، اور حقوقِ زوجیت میں بھی کمی ہے، جبکہ بیوی کے ساتھ ۱۴؍ سال کی ایک لڑکی بھی ہے، لہٰذا آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ برطرف ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے اور مکان میں کس کا کتنا حق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب تک شوہر طلاق نہ دے یا شرعی تفریق واقع نہ ہوں، آپ کا شوہر سے ازدواجی تعلق ختم نہیں ہوسکتا، اگر شوہر آپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے، تو آپ برادری کے سنجیدہ حضرات یا محکمۂ شرعیہ کے ذریعہ اپنا معاملہ حل

کراسکتی ہیں اور حسبِ تحریر سوال جو مکان شوہر وبیوی دونوں نے مل کر خریدا ہے، اس میں جس کی طرف سے جتنی رقم لگی، اس کے بقدر وہ مالک ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن السائب بن یزید عن أبیه عن جده أنه سمع النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: لا یأخذن أحدکم متاع أخیه لاعبا جادًا. (سنن أبي داؤد ۶۸۳/۲)

الأصل أن الطلاق إنما یقع لوجود لفظ الإیقاع من مخاطب في ملکه إذا طلق المخاطب المکلف امرأته وقع الطلاق کالعاقل البالغ. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۳۹۲/٤ رقم: ٦٥٠٤ زکریا، مستفاد: الحیلة الناجزة ۶۳، ۱۲۹)

شرکة الملک کالشراء ...... کأن یشتري اثنان مثلا مالا أو یهبه لهما واحد ...... فیصیر ذٰلک المال مشترکا بینهما ویکون کل منهما شریک الآخر فیه. (شرح المجلة ٥٩٧/١ رقم المادة: ١٠٦٠)

کل من الشرکاء في شرکة الملک أجنبي في حصة سائرهم، فلیس أحدهم وکیلاً عن الآخر، ولا یجوز له من ثم أن یتصرف في حصة شریکه بدون إذنه. (شرح المجلة ٦٠١/١ رقم المادة: ١٠٧٥، الفتاویٰ الهندیة ٣٠١/٢، الهدایة ٦٢٤/٢)

الشرکة بالأموال، فهو أن یشترک اثنان في رأس المال فیقولان اشترکنا فیه علی أن نشتري أو نبیع معا – إلی قوله – أو قدرا الثمن فهو جائز. (بدائع الصنائع ۳۷/۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۷/۵/۱۴۳۴ھ

غیر اِسلامی ملکی قانون کے تحت عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۵۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت اپنے شوہر سے غیر اسلامی ملکی قوانین کے تحت طلاق چاہتی ہے، شوہر پابند شریعت ہے، عورت کا مقصد یہ ہے کہ اگر ملکی قوانین کے تحت طلاق لیتی ہے، تو اس کو قانوناً شوہر کی

جائیداد سے پچاس فیصدی حصہ ملے گا، اور اِسی مقصد کو لے کر وہ بذریعہ عدالت طلاق لینا چاہتی ہے، جب کہ شوہر کی جانب سے نہایت فراوانی کے ساتھ مالی تعاون بھی حاصل ہے، اور شوہر تمام حقوق کی ادائیگی بھی کرتا ہے؛ لیکن وہ جائیداد اور پیسے کے لالچ میں شرعی اور اسلامی قوانین کو بھی نہیں مان رہی ہے، ان حالات میں اگر عدالت اس عورت کو طلاق دیتی ہے، تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟ جب کہ شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوتا ہے، اور اگر بحالاتِ مجبوری حاضر ہوا بھی، تو وہ اپنی زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں کہتا ہے؛ بلکہ ملکی قوانین کے تحت طلاق کا آرڈر عدالت لکھ کر دیتی ہے، تو کیا اس صورت میں یہ اسلامی طلاق مانی جائے گی؟ اور کیا طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟ یا پھر اس عورت کو اسلامی طریقہ پر ہی طلاق حاصل کرنی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام میں طلاق دینے کا حق عورت کو نہیں؛ بلکہ مرد کو حاصل ہے؛ لہٰذا جو طلاق عورت کی طرف سے دی جائے یا غیر اسلامی عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت کی جانب سے دی گئی طلاق کے نفاذ کا حکم دے، تو شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، حتی کہ اگر شوہر عدالت میں حاضر ہو اور سرکاری دباؤ میں بدرجۂ مجبوری عدالت کے آرڈر پر دستخط کردے اور زبان سے طلاق کے کلمات ادا نہ کرے، تو بھی طلاق کے وقوع کا حکم نہ ہوگا؛ کیوں کہ جبریہ طلاق کا اعتبار صرف اُسی وقت ہوتا ہے، جب کہ زبان سے طلاق دی جائے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ غیر شرعی عدالتی کارروائی کے باوجود وہ عورت بدستور شوہر کے نکاح میں رہے گی، اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح حلال نہ ہوگا۔

وفي البحر: أن المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق، فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته، فكتب لا تطلق؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا. (شامي ٣٢٤/٤ دار الفكر بيروت، ٤٤٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۶/۸/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدالت سے بذریعہ رجسٹری فسخِ نکاح اور طلاق کا حکم؟

سوال (۵۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک استفتاء ارسال خدمت ہے۔ طرفین کے دلائل پر غور وفکر کے بعد جو بات حق اور صواب بروئے فقہ حنفی ہو، اس سے آ گاہ کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ **فَجَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا.**

صورتِ مسئلہ:- ہمارے ملک جنوبی افریقہ میں بسا اوقات مسلمانوں کو اپنا نکاح بوجہ ضرورت ومصلحت کے عدالت میں رجسٹری کرنا پڑتا ہے، حکومت اس رجسٹری کو مستقل ایک عقد نکاح شمار کرتی ہے، چوں کہ شرعی اور اسلامی طریقہ سے جو نکاح کا عقد کیا جاتا ہے، اُسے حکومت تسلیم نہیں کرتی ہے۔

بہرحال عدالت میں نکاح کی رجسٹری کرانے سے حکومت کے قانون کے مطابق خود بخود جو قوانین متعلقہ نکاح حکومت یہاں نافذ وجاری ہیں، وہ سب قوانین اس رجسٹری شدہ نکاح کے ساتھ وابسطہ ہوجاتے ہیں۔ من جملہ اُن قوانین کے ایک قانون یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک مرجائے تو دوسرا فریق میت کے نصف ترکہ کا مستحق ہوجاتا ہے، مثلاً شوہر کا انتقال ہوگیا تو قانوناً شوہر کے نصف ترکہ کا استحقاق عورت کو ہوگا۔

لیکن اِس قانون سے بچنے کے لئے اور شرعی میراث کے قانون جاری کرنے کے لئے عدالت میں رجسٹری کے وقت ایک دوسری روئیداد پر دستخط کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، جب جاکر وہ غیر شرعی تقسیم میراث سے برأت حاصل ہوسکتی ہے، اگر اس روئیداد دیگر پر دستخط نہ کی جائے اور اس کو اختیار نہ کیا جائے تو خود بخود پہلا قانون جو اوپر مذکور ہوا عائد ہوگا۔

کسی مسلمان نے کسی مصلحت کے تحت اپنے نکاح کی رجسٹری عدالت میں کرادی اور اس کو متعلقہ سرکاری قانون میراث کا علم نہ تھا، بعد میں جب اسے پتہ چلا، تو اس رجسٹری شدہ نکاح کے ختم کرنے کا قصد کیا، وکیل سے بات چیت کی اور عدالت کے سامنے عدالتی نکاح ختم کرنے کی نالش کی، جسے ڈیووس کہتے ہیں۔ عدالت یہ کرتی ہے کہ نالش کرنے والے کی وجوہات پر غور کرتی

ہے اور اگر دوسرے فریق چاہے زوج یا زوجہ کی طرف سے انکار ہو تو وجہ انکار پر بھی غور کر کے فیصلہ صادر کرتی ہے، اگر نکاح کے ختم کرنے کا فیصلہ ہوا تو یہ قانوناً اور عندالحکومت میاں بیوی پھر شمار نہیں ہوں گے۔ صورتِ مذکورہ میں زید کا کہنا ہے کہ عدالت جو عدالتی نکاح کے ختم ہونے کا فیصلہ صادر کرتی ہے، تو یہ فسخ نکاح کا حکم رکھتا ہے۔ نیز زید یوں کہتا ہے کہ قاضی (جو عموماً غیر مسلم ہی ہوتے ہیں) زید کی طرف سے وکیل ہے اس معاملہ میں۔

عمرو کہتا ہے کہ یہ بات بعید از قیاس ہے اور عقلاً ونقلاً یہ کہنا غلط ہے کہ قاضی عدالت مدعی یعنی طالب ڈیووس کا وکیل ہوتا ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں ملتا کہ قاضی شرعاً مدعی یا مدعی علیہ کی طرف سے وکیل بھی بن سکے۔ نیز نالش کرنے والا اس عدالتی سرکاری نکاح کو از خود ختم نہیں کرسکتا، پہلے وکیل سے رابطہ کر کے مقدمہ کی کاروائی وکیل تیار کرے گا اور پھر معاملہ عدالت کے سامنے پیش کیا جائے گا، اس کے بعد عدالت جو صورت مناسب سمجھتی ہے، اسی کے موافق فیصلہ صادر کرتی ہے۔ تو مدعی جب خود اس معاملہ میں بے اختیار ہے تو قاضی کو اپنا وکیل اس معاملہ میں یعنی اپنا عدالتی نکاح ختم کرنے میں کیسے بنا سکتا ہے؟۔ یہ باب وکالت میں تحریف اور احکام شریعت میں بگاڑ ہے۔

زید کہتا ہے کہ قاضی کے سامنے زید کے عدالتی نکاح ختم کرنے کی درخواست کرنے کی درخواست آتی ہے، قاضی اس درخواست کے قبول کرنے میں اب زید کا وکیل ہی ہوگا، اور جو فیصلہ ختم عدالتی نکاح کا وہ کرتا ہے نالش کرنے والے کی طرف سے طلاق ہی شمار ہوگی۔

عمرو کہتا ہے کہ طلاق ولاق کچھ نہیں، طلاق دلوانا مقصود نہیں، صرف ایک سرکاری رجسٹری ختم کرنا مقصود ہے؛ تاکہ شرعی طریقہ سے میراث تقسیم ہو سکے؛ لہٰذا عدالت سے جو نکاح کے ختم ہونے کا حکم صادر ہوا، شرعاً طلاق یا فسخ نکاح کی حیثیت نہیں رکھے گا۔

صورت مسئولہ میں آیا کہ زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ دلائل سے حکم شرعی مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط والسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں تحریر کردہ مسئلہ کا حل اس تحقیق پر موقوف ہے کہ مذکورہ شخص نے عدالت میں درخواست دیتے وقت کیا الفاظ لکھے ہیں، اگر الفاظ اس طرح کے ہیں کہ نکاح کا سرکاری رجسٹریشن منسوخ کر دیا جائے، تو ایسی صورت میں اگر جج درخواست کو قبول کرتے ہوئے رجسٹریشن کی منسوخی کا فیصلہ کرے تو اصل نکاح ختم نہیں ہوگا؛ بلکہ صرف رجسٹریشن منسوخ ہوگا، اس کے برخلاف اگر درخواست میں نکاح ختم کرنے کی گذارش کی گئی ہے، تو اس پر اگر جج درخواست کے مطابق نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ کرے، تو یہ نکاح سرے سے فسخ ہوجائے گا، اور یہ تفویض طلاق کی ایک شکل ہوگی، اور اگرچہ شوہر کا ارادہ نکاح کے فسخ کرنے کا نہ ہو، پھر بھی ظاہر الفاظ کو دیکھتے ہوئے فسخ نکاح کا فیصلہ ہوجائے گا؛ اس لئے کہ طلاق میں مذاق کے طور پر جو بات کہی جاتی ہے اس کو بھی حقیقت پر محمول کیا جاتا ہے۔

رجل قال لآخر: أمر امرأتي بيدک إلی سنة صار الأمر بيده إلی سنة حتی لو أراد أن يرجع لا يملک، وإذا تمت خرج الأمر من يده. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری عدالتوں کی طلاق کا حکم؟

سوال (۵۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کہتی ہے کہ ہم نے پہلے شوہر سے بذریعہ عدالت طلاق لے لی ہے، اِس لئے میرا دوسرا نکاح صحیح ہے، تو سرکاری عدالتوں کی طلاق معتبر ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری عدالت سے لی گئی طلاق شرعاً معتبر نہیں ہے، اِس لئے شرعی طلاق کے بغیر کسی دوسرے مرد سے زن وشوئی کا تعلق قائم رکھنا قطعاً حرام کاری ہے۔

لم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (شامي ٥/٤٢٨ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۱/۱۲ھ

عورت کا عدالت سے طلاق لینا؟

سوال (۵۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی نے عدالت کے ذریعہ طلاق لے لی ہے، جب کہ میں نے بیوی کو کوئی طلاق نہیں دی ہے، تو کیا اس صورت میں صرف عدالت کے ذریعہ طلاق دینے سے بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور مجھے اپنی بیوی کو واپس لانے کا حق ہے یا نہیں؟ اس بیوی سے میرے چھ بچے بھی ہیں جو فی الحال میرے ہی پاس ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت کی طلاق شرعاً معتبر نہیں ہے، جب کہ آپ نے طلاق نہیں دی ہے، تو اس غیر معتبر طلاق سے بیوی آپ کے نکاح سے باہر نہ ہوگی، آپ کو اسے اپنے گھر واپس لانے کا پورا حق حاصل ہے۔

وإن لم يقر أنه كتابه ولم تقم بينة لكنه وصف الأمر على وجهه لا تطلق قضاءً ولا ديانةً، وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقر أنه كتابه. (شامي ٤/٤٥٦ زكريا)

إن الكافر لا يلي على المسلمة وولده المسلم لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَنْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً.﴾ (شامي ٤/١٩٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظالم شوہر سے نجات پانے کا راستہ

سوال (۵۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شوہر جس کا نکاح ہوئے ابھی آٹھ ماہ بھی نہیں گذرے کہ اپنی بیوی پر شروع دنوں سے ہی شک کرتا ہے، اور اس پر طرح طرح کے ظلم وزیادتی کرتا رہا ہے، شادی کے ایک ماہ کی مدت پر شک دور کرنے کے لئے اپنی بیوی سے قرآنِ پاک اٹھوا کر پوچھا کہ کہو تمہارے کسی سے ناجائز تعلقات تو نہیں تھے، اس پر بیوی نے صاف طور پر بتادیا کہ میں پاک وصاف ہوں اس کے باوجود بھی وہ موقع بموقع شک کرتا رہا اور ظلم وزیادتی کی انتہاء کو پار کرتے ہوئے ایک دن اس کے چہرے کو ناخونوں سے گود کر کہا کہ تیرا چہرہ بگاڑ دوں گا، میں نے تیرے چہرے پر تیزاب کی بوتل ڈالنے کے لئے رکھ لی ہے، جب کہ بیوی سات ماہ کی حاملہ ہے، غصہ کی انتہاء کو دیکھ کر لڑکی کے تایا لڑکی کو اپنے گھر لے آئے، اس کے بعد سے قطع تعلق ہے اس معاملہ کو کئی بار لوگوں نے تنازعہ ختم کرنے اور تعلقات بحال کرنے کی کوشش کی، اور ایک بار پنچایتی میٹنگ میں لڑکے نے تحریری طور پر اپنی خامیوں کا ازالہ کرنے کو کہا؛ لیکن پھر بھی باز نہیں آیا، اب لڑکی نے بھی صاف طور پر واضح کردیا کہ وہ اپنے شوہر سے قطع تعلق چاہتی ہے، اب ایسی حالت میں لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنا اس کی جان کے لئے خطرہ بن چکا ہے، آخری دن بھی اپنی بیوی کو زناکار، بدکار وغیرہ بے ہودہ الفاظ کہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل صورتوں میں شرعی فیصلہ صادر فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں، مندرجہ بالا حالات کے تحت لڑکی کے مستقبل کو دیکھتے ہوئے طلاق مانگنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر نباہ دشوار ہوگیا ہے تو شوہر سے کسی طرح طلاق لے لی جائے، اگر وہ بلامعاوضہ طلاق دینے پر راضی نہ ہو، تو کچھ مال دے کر یا مہر معاف کرکے خلع کرلیا جائے۔

وقال تعالیٰ: ﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ لَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۲۹]

وإن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. (الهداية ۲/ ۴۰۵)

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر. (شامي ٨٧/٥)

فقد صرح في الخانية: بأنها لو أبرأته عما لها عليه على أن يطلقها، فإن طلقها جازت البراءة وإلا فلا. (شامي ١٠٧/٥ زكريا)

ويكون واجبًا إذا فات الإمساك بالمعروف. (البحر الرائق ٢٣٧/٣)

وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع. (الفتاویٰ الهندية ٣٤٩/١، كتاب الفتاویٰ ٥٣/٥)

وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود اللّٰه فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها؛ فإن فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (الهداية ٤٠٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۹/۳/۱۴۲۰ھ

شوہر کے ظلم کی وجہ سے تفریق کرانے پر نفقہ اور پرورش کا حکم؟

سوال (۵۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا شوہر زید جوا وغیرہ کا عادی ہے، مجھے مارتا پیٹتا رہتا ہے، نیز گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی کام نہیں کرتا ہے، اِن حالات کی بنا پر سات آٹھ سال سے میں میکے میں ہوں، میرے تین بچے بھی ہیں، اب میں زید سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

(۱) اگر زید مجھ کو طلاق دیدے تو مجھ کو میرا مہر ملے گا یا نہیں؟

(۲) شوہر کی غلط عادتوں سے پریشان ہوکر میں اپنے میکہ چلی گئی اور سات آٹھ برس تک وہیں رہی، اِس دوران شوہر نے مجھے کوئی خرچ نہیں دیا، اور سات آٹھ سال سے بچوں کا خرچ اور اپنا خرچ میں نے خود برداشت کیا ہے؛ لہٰذا شوہر پر یہ خرچ مجھے دینا لازم ہے یا نہیں؟

(۳) اگر شوہر زید کے حالات، چال چلن درست نہ ہونے کی وجہ سے بیوی طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر زید طلاق دیدے، تو بچوں کا حق دار کون ہوگا؟ واضح رہے کہ ایک لڑکا ۱۱/ سال کا،

دوسرا لڑکا ۸؍سال کا اور ایک لڑکی ۹؍سال کی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ خود طلاق لینا چاہتی ہیں اور خلع کی صورت اپنا رہی ہیں، یعنی مہر کی معافی کے بدلہ میں شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہیں، تو اس صورت میں طلاق دینے پر شوہر پر مہر کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی، اور آپ کو مہر نہیں ملے گا اور اگر شوہر بلا شرط طلاق دے تو مہر کی ادائیگی اس پر لازم ہے۔

وإن كان ببدل، فإن كان البدل هو المهر بأن خلعها على المهر، فحكمه أن المهر إن كان غير مقبوض أنه يسقط المهر عن الزوج. (بدائع الصنائع ۲۳۷/۳ زكريا)

أن المهر وجب بنفس العقد ...... وإنما يتأكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه. (شامي ۲۳۳/٤ زكريا)

(۲) گذشتہ سالوں میں آپ نے جو خرچ خود برداشت کیا ہے، اس کا اب شوہر سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

والنفقة لا تصير دينًا إلا بالقضا أو الرضا، قال الشامي: أي إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها، أو كان حاضرا فامتنع، فلا يطالب بها؛ بل تسقط بمضي المدة. (شامي ۳۱۱/٥ زكريا)

(۳) طلاق واقع ہونے کی صورت میں دونوں لڑکے (جو سات سال کے ہو چکے ہیں) باپ کو اپنی پرورش میں لینے کا حق ہوگا، اور لڑکی بالغ ہونے تک ماں کے پاس رہے گی۔

والحاضنة أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء، وقدر بالسبع، وبه يفتى ...... والأم والجدة أحق بها أي بالصغيرة حتى تحيض أي تبلغ في ظاهر الرواية. (شامي ۲٦۷/٥-۲٦۸ زكريا، كفايت المفتى ٤۰۹/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۵/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مظلومہ عورت کی گلوخلاصی

سوال (۵۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی ۲۲ رفروری ۲۰۰۳ء کو اسعد عباس ولد اختر عباس ساکن امروہہ ضلع جے پی نگر سے اسلامی طرز پر ہوئی، میرے والدین نے مجھے بے پناہ سامان جہیز وغیرہ دیا تھا، اس کے باوجود شوہر اور سسرال والوں نے مجھے ہمیشہ تکالیف دیں اور میرے ساتھ نوکروں کا سا سلوک کیا، دہلی لے جاکر ایک کمرہ میں رکھا، پھر وہاں مارپیٹ کر نہایت ذلت کے ساتھ مجھے اتنے بڑے شہر میں تنہا کمرہ کے باہر چھوڑ آئے، مجھے خودکشی کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا، میرا شوہر مجھے بالکل پسند نہیں کرتا ہے، اور مجھے پریشان کرنے کے لئے طلاق بھی دینا نہیں چاہتا ہے، ان پریشانیوں میں میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے، کیا میرا نکاح فسخ ہوسکتا ہے، کیا عدالتِ شرعیہ کو اس کا حق حاصل ہے کہ اِن حالات میں وہ میرا نکاح فسخ کراسکتی ہے، جب کہ مجھے اپنے نفس پر جوانی کی وجہ سے اطمینان نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی مظلوم خواتین کے لئے شریعت میں یہ سہولت موجود ہے کہ وہ اپنا دعویٰ قریبی محکمۂ شرعیہ یا شرعی پنچایت میں پیش کریں، پھر محکمۂ شرعیہ فریقین کے بیان سن کر اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت مظلوم ہے، اور اس کا شوہر اس کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کر رہا ہے، تو محکمۂ شرعیہ ایسی عورت کا اس کے شوہر سے نکاح فسخ کراسکتی ہے؛ لہٰذا آپ اپنا معاملہ قریبی محکمۂ شرعیہ کے روبرو پیش کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ (الحیلۃ الناجزۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶؍۷؍۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میاں بیوی میں نبھاؤ نہ ہونے کی وجہ سے بیوی کا طلاق مانگنا؟

سوال (۵۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سائل کی بیوی کسی بھی حالت میں اپنے شوہر یعنی میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، صرف طلاق

چاہتی ہے،اس کے اور میرے خاندان کے لوگوں نے کافی سمجھایا؛ لیکن اس کو اچھا نہیں لگتا؛ کیوں کہ زید کی بیوی زید کی نافرمانی کرتی ہے، اور ہر وہ کام کرتی ہے جس سے اس کا شوہر منع کرتا ہے، اوراس کام کو کرنے کے بعد اپنے شوہر کو چڑاتی ہے، ذلت آمیز گفتگو کرتی ہے، شوہر کی توہین کرتی ہے، گھر آنے والے لوگوں سے شوہر کی برائی بیان کرتی ہے، اور اپنے شوہر پر بدنگاہی اور اس قسم کے دوسرے الزامات لگاتی ہے، موقع پڑتا ہے تو شوہر کو مار بھی لیتی ہے، زید حافظ، قاری، دین دار شخص ہے، لوگوں کے درمیان معتمد علیہ ہے، معاشرہ میں زید کی اہلیہ کی ان حرکتوں کی وجہ سے زید پر منفی اثر پڑ رہا ہے، اور لوگوں کے درمیان زید کے متعلق بداعتمادی پھیل رہی ہے، اس صورت میں زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کے لئے دو ہی راستے ہیں، یا تو بیوی کی ان حرکتوں پر صبر کرے اور حتی الامکان فہمائش کی کوشش کرے، اور خاندان کے معزز لوگوں کے ذریعہ نبھاؤ کی کوشش کرے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ نبھاؤ نہ ہونے کی بنا پر ایک طلاق دے کر عقد ختم کردے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

بل يستحب لو موذية أو تاركة صلاة غاية ومفاده أن لا إثم بمعاشرة من لا تصلي. (الدر المختار ٤/ ٤٢٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی رضامندی اور شوہر کے قابو دینے کے بعد فسخ نکاح کا مطالبہ

سوال (۵۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک ساڑھے سترہ سالہ لڑکی کنواری کو اپنی جاسوسی (دعا وتعویذ) کے ذریعہ سے لے

کرفرار ہوگیا، ایک دوسرے لڑکے سے شادی کرانے کے لئے لڑکا لڑکی سے مالی حیثیت کچھ بھی نہیں رکھتا ہے، پھر لڑکی کو اُن کے ساتھ کچھ دن گزارنے کے بعد چھوڑا کر لایا گیا، اور اب لڑکی پہلے کی طرح سے مستقل مزاج اور گھر والوں کے ساتھ مل جل کر رہتی ہے، وہ کہتی ہے کہ میری شادی میری رضامندی سے نہیں ہوئی ہے، اور نہ ہی میں ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، ناکح اور زید دونوں اپنا بھائی ہے، نیز اس نکاح سے والدین عزیز واقارب کوئی بھی متفق نہیں ہیں، نیز گواہ خود زید ہے اور دوسرا گواہ دوسری جگہ کا ہے اور زید اپنی صفات کے اعتبار سے اہل گاؤں کی نگاہ میں بہت برا سمجھا جاتا ہے، اور زید اس طرح سے کئی لوگوں سے پیش آچکا ہے اور دوسرا گواہ انہیں جیسا ہے، زید تاڑی اور دیگر نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے، گاؤں میں کمینوں کا سردار کہلاتا ہے، گاؤں کے لوگ خاص کر غریب ان سے بہت زیادہ عاجز ہیں اور گاؤں میں کمیٹی بھی نہیں ہے، اگر ہے بھی تو اِن تمام باتوں پر فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، اب گواہوں نے بھی اپنی گواہی سے بچنے کے لئے کاغذات پھاڑ دئے، قاضی والی کا بھی کوئی پتہ نہیں ہے، لڑکی والدین کے گھر پر ہے، نکاح ثانی پر رضامند ہے، نکاح ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ناکح اور لڑکی کی برادری ہم مثل ہے اور لڑکی نے کسی بھی طرح نکاح پر رضامندی ظاہر کردی ہے اور ناکح کو اپنے اوپر قابو دے دیا ہے، تو وہ نکاح منعقد ہوچکا ہے، اس سے طلاق یا تفریق شرعی کے بغیر اس لڑکی کا دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔

فإن أجازته جاز ...... وكذا إذا أمكنت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولي فهو رضا. (الفتاویٰ الهندية ۱/۲۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے فرار ہوجانے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا

سوال (۵۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میری بیوی ٦ رمئی ۱۹۹۴ء بروز جمعہ ٦ ربجے گھر سے میکہ جانے کے لئے کہہ کر گئی، میکہ پہنچنے کے بعد چند منٹ ٹھہری اور ماں سے کہیں جانے کے بہانہ سے فرار ہوگئی، جب میں دوسرے دن سسرال گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اسی وقت چلی گئی باوجود تلاش ومعلومات کے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں اور کیسے فرار ہوگئی۔ دریں صورت وہ میری زوجیت میں رہی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ عورت بدستور آپ کی زوجیت میں ہے اور آپ کے طلاق دئے بغیر اس کے لئے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔

الطلاق بلفظ مخصوص وهو ما اشتمل على الإطلاق. (الدر المختار ۲۲۷/۳ کراچی، ٤٢٦/٤ زکریا)

أسباب التحريم ...... تعلق حق الغير بنكاح. (الدر المختار ۲۸/۳ کراچی، ١٠٠/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳۰/۱۱/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے اِرتداد کی وجہ سے نکاح کا فسخ ہونا؟

سوال (۵۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک نومسلم نوجوان سے شادی کی تھی، کچھ دن تو وہ ٹھیک ٹھاک رہا، اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد گھریلو تنازعہ پر اُس نے کئی بار یہ کہا کہ اَب میں مسلمان نہیں رہا، اور میں اپنے سابقہ مذہب کی طرف لوٹ رہا ہوں، تو ایسی صورت میں میرا اُس شوہر کے ساتھ رہنا درست ہے یا نہیں؟ ہمارا نکاح برقرار ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر درست ہے اور آپ کا

شوہر مذہب اسلام چھوڑ کر واقعۃً مرتد ہو چکا ہے، تو جس وقت اس نے ارتداد اختیار کیا، اسی وقت سے آپ کا اس سے ازدواجی تعلق خود بخود ختم ہو چکا ہے، اب آپ دونوں کا ساتھ رہنا جائز نہیں، اور اس سے فوری طور پر علیحدہ ہونا لازم ہے، اگر آپ اس کے ساتھ رہیں گی تو سخت گنہگار رہوں گی، اور عدت کا نان ونفقہ شوہر پر لازم ہے، اور عدت گذارنے کے بعد آپ کا نان ونفقہ شوہر پر لازم نہ ہوگا، اور بچے اگر عاقل بالغ اور خود کمانے کے لائق ہوں تو ان کے اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر نہیں ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ ۱۸۲)

وارتـداد أحـدهـمـا أي الـزوجين فسخ فلا ينقص عددا عاجل بلا قضاء، فللموطوء ة ولو حكما لكل مهرها لتأكده به ولغيرها نصفه، لو مسمى أو المتعة لـو ارتـد وعـليـه نـفقة العدة (وفي الرد) قوله: بلا قضاء أي بلا توقف على قضاء الـقـاضـي، وكذا بلا توقف على مضي عدة في المدخول بها كما في البحر. (الدر المختار مع الشامي ٦٦/٤ زكريا، البحر الرائق ٣٧٣/٣، بدائع الصنائع ٦٥٥/٢-٦٥٦)

وكذا تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب كأنثىٰ مطلقاً (الدرالمختار) وأنه لو كان لها كسب لا تجب عليه. (شامي ٢٧١/٥ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۵/۱۴۳۴ھ

فسخِ نکاح کی بعض وجوہ کی تنقیح

آج سے تقریباً صدی قبل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ہند و بیرون ہند کے مشاہیر علماء ومفتیان کے ساتھ طویل مشاورت کے بعد ’’الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة‘‘ نامی کتاب ترتیب دی تھی، جس کا مقصد شریعت کی روشنی میں پریشان حال منکوحہ عورتوں کی متعدد دشواریوں کا حل تھا۔ اس مقصد کے لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بعض احکام ’’فقہِ مالکی‘‘ سے لئے ہیں، جن میں فقہ حنفی کے جزئیات پر عمل دشوار تھا۔

’’الحیلة الناجزة‘‘ میں زوجہ عنّین، زوجۂ مجنونہ، زوجۂ مفقود، زوجۂ غائب غیر مفقود، زوجۂ متعنت اور خیار بلوغ اور اسلام میں اَحدالزوجین وغیرہ کے بارے میں فسخ نکاح سے متعلق شرائط اور ضروری تفصیلات مذکور ہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ کتاب آج تک تمام محاکم شرعیہ اور دارالقضاء وغیرہ جیسے اداروں کے لئے راہنمائے عمل ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نائب امیر شریعت بہار نے دارالقضاء کی رہنمائی کے لئے ’’کتاب الفسخ و التفریق‘‘ نام سے کتاب مرتب فرمائی، جس میں چودہ اسباب و وجوہِ فسخ وتفریق نکاح کو ذکر کیا گیا ہے۔

تاہم موجودہ زمانہ میں کچھ اور صورتیں سامنے آئی ہیں، جن کی وجہ سے شادی شدہ خواتین کو بسا اوقات سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن پر غور وفکر کے بعد متفقہ رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ نئی پیدا شدہ صورتیں، وجوہِ فسخ نکاح بن سکتی ہیں۔

اس لئے ’’ادارہ المباحث الفقہیۃ‘‘ جمعیۃ علماء ہند نے اپنے گیارہویں فقہی اجتماع ۱۳-۱۵/ فروری ۲۰۱۵ء مطابق ۲۳-۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بمقام دارالعلوم حیدرآباد کے لئے ایک عنوان **’’وجوہِ فسخ نکاح کی بعض صورتیں اور اُن کا شرعی حکم‘‘** متعین کیا ہے۔

بریں بنا ذیل میں وہ چند وجوہات تحریر کی جارہی ہیں، جن کی بنیاد پر لڑکی کی طرف سے محاکم شرعیہ وغیرہ میں بسا اوقات فسخ نکاح کا مطالبہ ہوتا ہے؛ لہٰذا ان وجوہات اور اس کے علاوہ بھی آپ کے علم میں کچھ وجوہات ہوں ان پر مدلل تفصیلی رائے تحریر فرمائیں:

فالج زدہ اور بے ہوش شوہر سے تفریق کا مطالبہ

سوال (۵۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پر فالج کا اتنا شدید اثر ہے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرسکتا، نیز وہ ہوش وحواس میں بھی نہیں ہے، اسی حال میں لمبی مدت گذر چکی ہے، بیوی جوان ہے، وہ اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، جب کہ شوہر کو اتنا ہوش نہیں کہ اس سے طلاق لی جائے یا اس کو خلع پر آمادہ کیا جائے، کیا یہ فسخ نکاح کی وجہ بن سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ اس کے ہوش وحواس باقی نہ رہیں، تو اس کا حکم بظاہر مجنون مطبق کی طرح ہونا چاہئے، یعنی ایسا مجنون جس کو کبھی افاقہ نہ ہوتا ہو، اور ایسے شخص کے بارے میں فقہ حنفی میں حضراتِ شیخین یعنی حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک تفریق کی کوئی شکل نہیں ہے؛ البتہ حضرت امام محمدؒ کی درج ذیل رائے سے یہ سمجھا گیا ہے کہ ان کے نزدیک مجنون ہونا بھی وجوہِ فسخ میں داخل ہے۔ عبارات درج ذیل ہیں:

قال الإمام محمد رحمه اللّٰه تعالی: وكذلک إذا وجدته مجنونا موسوسا يخاف عليها قتله. (كتاب الآثار، باب الرجل يتزوج وبه العيب ۶۱/۱، بحواله: الحيلة الناجزة ۷۵ طبع جديد)

وعلى قول محمد لها الخيار إذا كان على حال لا تطيق المقام معه؛ لأنه تعذر الوصول إلى حقها لمعنى فيه، فكان بمنزلة ما لو وجدته مجبوبًا أو عنينًا.

(المبسوط للسرخسي / باب الخيار في النكاح ۸۸/۵ دار الفكر بيروت)

وإذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام، فلا خيار لها، كذا في الكافي، قال محمدؒ: إن كان الجنون حادثاً يؤجله سنة، كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقا فهو كالجب، وبه نأخذ كذا في الحاوي القدسي.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / في العنين ۱/٦۲٥ زكريا)

وفي الفتاویٰ الحمادية للعلامة ركن بن حسام الناكوري (ص: ٧٦) من المضمرات: قال محمدؒ إن كان بالزوج عيب لا يمكنه الوصول إلى زوجة، فالمرأة مخيرة بعد ذلک ينظر إن كان العيب كالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والعنة سواء فينتظر حولا، وإن كان الجنون أصليا أو به مرض ولا يرجى برئه فهو والجب سواء، وهي بالخيار إن شاءت رضيت بالمقام معه، وإن شاءت رفعت الأمر إلى الحاكم حتى يفرق بينهما. (بحواله: الحيلة الناجزة ٧٥ طبع جديد)

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ ایک جنون تو وہ ہے جو عقد نکاح سے پہلے موجود ہو، اس کے متعلق تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول رائے بالکل صاف ہے؛ لیکن اگر جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہوا، تو اس کے متعلق بھی حضرت امام محمدؒ کی یہی رائے ہے، یا وہ اس بارے میں شیخینؒ کے ساتھ ہیں؟ اس میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تردد ظاہر فرمایا ہے، حضرت کے الفاظ یہ ہیں:

”امام محمدؒ کا جو مذہب زوجہ مجنون کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے اس کو امام محمدؒ نے ”کتاب الآثار“ میں اس عنوان سے لکھا ہے۔ باب الرجل يتزوج وبه العيب، اور اس کے تحت میں یہ عبارت بھی مذکور ہے۔ وكذلک إذا وجدته مجنوناً موسوساً يخاف عليها قتله أو وجدته مجذوماً منقطعا، لا تقدر على الدنو منه الخ. کتاب الآثار کے عنوان اور عبارت مذکورہ میں لفظ ”وجدت“ سے معلوم ہوا کہ یہ حکم زوجہ مجنون کے نکاح کو فسخ کرنے کا امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں ہے جب کہ جنون نکاح سے پیشتر موجود تھا۔

وهو المتبادر من المبسوط للسرخسي، وعليه يدل عبارة الفتح وغيره، حيث عبروه بخيار الفسخ، والفسخ يختص بعيب موجود قبل العقد بخلاف العنين؛ فإنهم استعملوا فيه لفظ التفريق، والله أعلم.

اور جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہو گیا ہو اس کے متعلق امام محمدؒ سے کوئی تصریح نہیں ملی“۔

(الحیلۃ الناجزۃ ۸۰-۸۱ طبع جدید امارتِ شرعیہ ہند)

اب ہمیں زیر بحث مسئلہ میں غور کرنے کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ یہاں وہ صورت نہیں ہے کہ عقد نکاح سے پہلے سے بیماری اور معذوری ہو؛ بلکہ یہ معذوری عقد نکاح کے بعد حادث ہوئی ہے، اور اس کو اگر جنون پر قیاس کیا جائے تو حضرت امام محمدؒ کی رائے کو اس صورت پر منطبق کرنے میں تردد ہے، جیسا کہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کی تصریح سے معلوم ہوا؛ لیکن فقہ مالکی میں اس بات کی صراحت ہے کہ اگر نکاح کے بعد بھی جنون پایا گیا ہے، تب بھی عورت کو بشرائط تفریق کا حق حاصل ہوتا ہے۔

وفي المدونة: قلت فالجنون المطبق، قال: وقال مالك في المجنون إذا أصابه الجنون بعد تزويجه المرأة أنها تعزل عنه، ويضرب له أجل في علاجه، فإن برء وإلا فرق بينهما. (المدونة الكبرىٰ ١٩٦/٢، بحواله: فتاوىٰ علماء مالكية در الحيلة الناجزة ٢٥٩ طبع جديد)

اس لئے اگر محکمہ شرعیہ یہ محسوس کرے کہ فسخ کے بغیر عورت کے لئے باعصمت زندگی گذارنا مشکل ہے، تو وہ مجبوراً فقہ مالکی کی تصریح پر عمل کرتے ہوئے نکاح کو فسخ کرسکتا ہے۔

اسی طرح اگر مذکورہ معذور شخص کے ساتھ رہنے میں بیوی کے لئے نان نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو، تو یہ بات بھی فقہ مالکی کی رو سے موجب فسخ بن سکتی ہے، جیسا کہ حضرت حکیم الامتؒ نے ''الحیلۃ الناجزۃ ص:۸۳'' میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ایسی صورت میں یہ تفریق طلاقِ رجعی کے درجہ میں ہوگی۔

وأما الجواب عن امرأة المعسر الذي لا يجد ما ينفق عليها ففي المدونة، قال لنا مالك: وكل من لم يقو على نفقة بمرأة فرق بينهما ولم يقل لنا مالك حرة ولا أمة. وقال: لأن الرجل إذا كان معسراً لا يقدر على النفقة؛ فليس لها عليه النفقة إنما لها أن تقيم معه أو يطلقها كذلك الحكم فيها.

وقال ابن وهب عن عبد الرحمن عن أبي الزناد وعبد الجبار عن أبي الزناد أنه قال: خاصمت امرأة زوجها إلى عمر بن عبد العزيز وأنا حاضر في امرته على المدينة فذكرت له أنه لا ينفق عليها فدعاه عمر، فقال: انفق وإلا

فرقت بينک وبينها. وقال عمر: اضربوا له أجل شهر أوشهرين، فإن لم ينفق عليها إلى ذلک ففرقوا بينه وبينها ...... ولها الفسخ بطلقة رجعية إن عجز عن الإنفاق. (فتاویٰ علماء مالکية در الحيلة الناجزة ٢٥٥-٢٥٦-٢٥٧)

نکاح کے بعد شوہر کا حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے عاجز ہونا

سوال (٥٤٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس کی وجہ سے وہ حقوق زوجیت کی ادائیگی پر بالکل قادر نہیں رہا، اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق وہ قابلِ علاج بھی نہیں ہے اور بیوی کے لئے شوہر کی اس معذوری کی وجہ سے اپنی عصمت وعفت کی حفاظت دشوار ہے، اور ابتلاءِ معصیت کا شدید اندیشہ ہے، جب کہ شوہر نہ تو طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر آمادہ ہے، کیا ایسی صورت میں بیوی کے مطالبہ پر فسخِ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی حقوقِ زوجیت ادا کر چکا ہو، اور پھر وہ کسی عارض کی وجہ سے حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے عاجز ہوجائے، تو محض اِس بنیاد پر عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، اور اس معاملہ میں حنفیہ اور مالکیہ وغیرہ کی رائے ایک ہی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ زوجہ عنین کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں:

’’دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ اور اگر ایک مرتبہ جماع کر چکا ہو اور عنین ہوگیا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔

لما في الدرالمختار: فلو جُبَّ بعد وصوله إليها مرة أو صار عِنِّينًا بعده، أي الوصول لا يفرق لحصول حقها بالوطي مرة، قال الشامي: قوله: ’’مرة‘‘ وما زاد عليها فهو مستحق ديانة لا قضاء، بحر عن جامع قاضي خان، ويأثم إذا ترک الديانة متعنتا مع القدرة على الوطي (فتاویٰ شامي، کتاب الطلاق / باب العنين وغيره

۱٦٧/٥، طبع زكريا ديوبند)''

اورآگے فرماتے ہیں:

''عنین اوراس کی زوجہ میں تفریق کرنے کاحکم جواوپرتحریرکیا گیا ہے، فقہ حنفیہ کامشہوراور مسلم مسئلہ ہے، اوراسی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے، اوراس مسئلہ میں مذہب مالکیہ بھی تقریباً تمام جزئیات میں حنفیہ کے ساتھ بالکل متفق ہے''۔(الحیلۃ الناجزۃ ۷۲-۷۳ طبع جدید)

لہٰذامعلوم ہوا کہ مسئولہ صورت میں عورت کوحق فسخ حاصل نہیں ہے۔

برص، جذام اورایڈز جیسے امراض کی بنیاد پرحق فسخ

سوال (۵۴۷):- کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہرکوکوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس کی وجہ سے بیوی کواس سے سخت کراہیت وشدید نفرت ہوگئی (جیسے: برص وجذام وغیرہ امراض) اب عورت شوہر کے ساتھ رہنے پرآمادہ نہیں، جب کہ شوہرکسی طرح طلاق یاخلع پرتیارنہیں، توکیاایسی صورت میں فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

(۴) شوہرکو''ایڈز''یاکوئی ایسامتعدی مرض لاحق ہوگیا، جس کی وجہ سےاس بات کاشدید اندیشہ ہے کہ جنسی تعلق قائم کرنے کی وجہ سے بیوی کوبھی وہ جان لیوابیماری لاحق ہوجائے گی، اسی وجہ سے بیوی کسی قیمت پرشوہر کے ساتھ رہنانہیں چاہتی اورشوہرطلاق یاخلع پربھی آمادہ نہیں، توکیا اس بناپرنکاح فسخ ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برص اورجذام اوراسی طرح ایڈز جیسے امراض میں حضراتِ شیخینؒ کے نزدیک بیوی کوفسخ نکاح کااختیارحاصل نہیں ہے، چناں چہ درمختارمیں ہے:

ولا يتخير أحدهما أي الزوجين بعيب الآخر فاحشاً، كجنون، وجذام، وبرص، ورتق، وقرن. (درمختار، كتاب الطلاق / باب العنين وغيره ٥/١٧٥، طبع زكريا ديوبند)

لیکن حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول (جس کی تفصیل اوپرگذری ہے) اورفقہ مالکی

میں اس طرح کے امراض پر فسخ کی گنجائش کی صراحت ہے:

والفراق شرط أن يكون العيب موجوداً حين العقد، فإن حدث بعده فلا خيار إلا أن يبتلى الزوج بعد العقد بجذام أو جنون أو برص فيفرق بينهما للضرر الداخل على المرأة. (فتاویٰ علماء مالكية در الحيلة الناجزة ۲۵۹ طبع جديد)

لہٰذا نا قابل تحمل صورتِ حال میں مذکورہ بالا امراض کی بنیاد پر محکمہ شرعیہ کو فسخ کا اختیار رہوگا۔

کیا قوتِ تولید سے محرومی موجبِ فسخ ہے؟

سوال (۵۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات آدمی کو جماع پر قدرت ہوتی ہے؛ لیکن اس کے مادہ منویہ میں قوتِ تولید کی صلاحیت بالکل معدوم ہوتی ہے؛ اس لئے اولاد نہیں ہوسکتی، جب کہ عورت کو اولاد کی شدید خواہش ہے، تو کیا ایسی صورت میں عورت کے مطالبہ پر فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص جماع پر قادر ہو؛ لیکن قوتِ تولید سے محروم ہو، تو محض اس بات کو فسخ نکاح کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا؛ کیوں کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا صرف اللہ کے اختیار میں ہے، اور نفس جماع پر شوہر قادر ہے؛ اس لئے عورت کی حق تلفی بھی نہیں پائی جارہی ہے۔

المستفاد: إذا أولج الحشفة فقط فليس بعنين، وإن كان مقطوعها فلا بد من إيلاج بقية الذكر، قال في البحر: وينبغي الاكتفاء بقدرها من مقطوعها.

(شامي، كتاب الطلاق / باب العنين وغيره ۵/۱٦٦ زكريا)

عمر قید کی سزا کاٹنے والے کی بیوی کی طرف سے فسخ نکاح کا مطالبہ

سوال (۵۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کو عمر قید کی سزا ہوگئی، یا کسی سنگین جرم کے الزام میں گرفتار ہوکر سالوں سے جیل میں

بند ہے، نہ تو حکومت سزا کو طے کرتی ہے اور نہ ہی اسے رہائی مل رہی ہے، بے سہارا بیوی تنہائی کی زندگی سے عاجز آ گئی ہے اور اپنی عزت وآبرو پر خطرہ محسوس کرنے لگی ہے، جس کی بناء پر فسخ نکاح کا مطالبہ کرتی ہے، تو کیا فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موجودہ دور میں یہ مسئلہ سنگین نوعیت کا حامل ہے، اور چوں کہ ایسے قیدی کی بیوی اگر جوان العمر ہو، تو اس کے لئے نہ صرف یہ کہ نان نفقہ کی پریشانی ہوتی ہے؛ بلکہ عفت وعصمت کا تحفظ بھی سخت مشکل ہوتا ہے؛ اس لئے اولاً تو یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ایسا قیدی خود ہی نزاکت محسوس کرتے ہوئے طلاق دیدے، یا بیوی اس سے خلع لے لے۔ اور اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو محکمہ شرعیہ ''غائب غیر مفقوذ'' کے مسئلہ کو سامنے رکھتے ہوئے فقہ مالکی کی شرائط کے مطابق بیوی کے مطالبہ پر نکاح فسخ کرسکتا ہے، جن میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ وہ قیدی اس عورت کے نان نفقہ کا کچھ انتظام کر کے نہ گیا ہو۔ (مستفاد از: الحیلۃ الناجزۃ ۱۰۳ طبع جدید)

أما السوال الخامس عن فسخ نكاح امرأة المفقود بخشية الفساد والزنا، فجوابه ما في حاشية العدوى على الرسالة والصاوي على أقرب المسالك وشرحه للدردير: أن ضرب الأجل لإمرأة المفقود إنما هو إذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش العنت والزنا وإلا فلها التطليق بعدم النفقة أو لخوف الزنا. (فتاویٰ علماء مالكية در الحيلة الناجزة ٢٤٠ طبع جديد)

المستفاد: قال الشبرخيطي في هذا المحل بشرط أن تدوم النفقة لكل زوجة الأسير ومفقود أرض الشرك وإلا فلها الطلاق، وإذا ثبت لهما الطلاق بذلك فليثبت لهما إذا خشيتا الزنى بالأولى؛ لأن ضرر الوطأ أشد من ضرر عدم النفقة ألا ترى أن إسقاط النفقة يلزمها وإسقاطها حقها في الوطأ لها، ولها أن ترجع فيه وأيضا النفقة يمكن تحصيلها لها بتسلف أو سوال بخلاف الوطي. قال البزرلي طلاق امرأة الغائب عليه المعلوم موضعه ليس بمجرد شهوة الجماع؛

بـل حتى تطول غيبة جدا سنة، فأكثر على ما لأبي الحسن قاله عبد الباقي. (فتاویٰ علماء مالكية در الحيلة الناجزة ۲٦۲ طبع جديد)

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ سنگین حالات میں محکمہ شرعیہ مسئولہ صورت میں فسخ کا فیصلہ کرسکتا ہے، جس کی تائید حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند کے ایک فتویٰ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ایک ایسی عورت کے بارے میں جس کے شوہر کو کسی جرم میں ۳۰ر سال کی قید ہوگئی، جس کو ۳ر سال گذر گئے اور ۲۷ر سال باقی ہیں، اور عورت کو آبروریزی کا ظن غالب ہے، اس کے متعلق جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اصل مذہب حنفیہ کا اس صورت میں یہ ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، اور بدون طلاق دینے شوہر کے نکاحِ ثانی عورت کو کرنا درست نہیں۔ كما في الدر المختار، ولا يفرق بينهما بعجزه عنها، ولا بعدم إيفاءه لو غائبًا حقها. (درمختار)۔ لیکن بعض دیگر ائمہ ایسی صورت میں فسخ نکاح کو جائز فرماتے ہیں، اور حنفی کو بضرورت اس پر عمل کرنا درست ہے الخ ...... لیکن موقع ضرورت میں حنفی کو گنجائش ہے کہ تفریق کرادے، اور عورت کو بعد عدت جواز نکاح ثانی کا فتویٰ دیدے''۔ (فتاویٰ دار العلوم ۱۰/۲۳۱، محشی حضرت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ)

اور مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ''امداد المفتیین''میں تحریر فرماتے ہیں:

''بہتر ہے کہ کسی طرح طلاق حاصل کر لی جائے، اگر طلاق نہ دے تو کچھ مال دے کر خلع کرے، ایسا بھی نہ ہوسکے تو پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کرے، وہ حاکم اس قیدی کو طلاق دینے پر مجبور کرے، نہ دے تو خود حاکم طلاق کا حکم کردے، حاکم کا یہ حکم قائم مقام طلاق کے ہوجائے گا، بشرطیکہ حاکم مسلمان ہو''۔ (امداد المفتیین ۲/۶۷۲ جدید)

بے جا مار پیٹ کی بنیاد پر فسخ نکاح کی گنجائش

سوال (۵۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شوہر کی طرف سے بے جا مار پیٹ یا دوسری عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات یا تعلیم وتہذیب وغیرہ میں غیر معمولی تفاوت الغرض باہم مزاج نہ ملنے کی وجہ سے ان کے درمیان سخت نزاع رہتا ہے، بیوی کو شوہر سے حد درجہ نفرت ہوگئی ہے اور اس کے لئے حدود اللہ پر برقرار رہنا مشکل ہو رہا ہے۔ خاندان والوں نے مصالحت کی تمام تر کوششیں کیں؛ لیکن سب بے سود ہیں۔ اور شوہر نہ تو طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر آمادہ ہوتا ہے۔ تو کیا عورت کے مطالبہ پر فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کی طرف سے بے جا مار پیٹ یا زوجین میں ہم آہنگی نہ ہونے اور شقاق وتنفر پائے جانے کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک تو فسخ کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ بعض مالکیہ کی تصریحات سے اس کی بشرائط گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ اس لئے محکمہ شرعیہ حالات کا جائزہ لے کر فقہ مالکی کے مطابق تفریق کرنے کا مجاز ہوگا۔ علامہ ابوزہرہ اپنی کتاب ''الاحوال الشخصیۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

”والمنصوص عليه في مذهب مالک رضي اللّٰه عنه أن الزوج إن تعدى على زوجته بأن آذاها إيذاءً غير سائغ له شرعًا، ورفعت أمرها إلى القضاء وأثبتت الإيذاء، زجره، واكتفى بذٰلک إن أرادت البقاء، وإن عجزت عن الإثبات وتكررت الشكوى أسكنها بين قوم صالحين، وإذا ادعى كل واحد منهما إضرار الآخر به، وعجز كل واحد منهما عن الإثبات وأشكل الأمر على القضاء بعث حكمين عدلين رشيدين من أهلهما إن أمكن، وإلا فمن غيرهما، وأصلحا بينهما إن أمكن الإصلاح، فإن لم يمكن الإصلاح كان لهما التفريق بخلع على المهر إن تبين لهما أن الأذى أو النشوز من جانبها، وبغير خلع إن تبين لها أن الأذى من جانبه، ويقدر أن الأمر إن جهلت الحال، أو تبين أنه من جانبهما، ويقع الطلاق ولو لم يطلب الزوجان أو أحدهما الطلاق. والتفريق

بعمل الحكمين في هٰذه الحال يكون في الشقاق في ذاته، وإن لم يثبت الأذىٰ، وآذاها وأثبتت الإيذاء وطلبت التفريق بناءً عليه طلق القاضي عليه الخ. (الأحوال الشخصية ٣٦٢-٣٦٣ للشيخ محمد أبو زهرة، طبع دار الفكر العربي)

شوہر کے کفریہ کلمات کہنے پر فسخ نکاح

سوال (۵۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے فقہاء کرام کے ذکر کردہ ’’کلماتِ کفر‘‘ کا تلفظ کیا، بیوی نے اسے سن لیا، کسی مفتی سے مسئلہ معلوم کیا، تو انھوں نے تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا، بیوی تجدید نکاح پر راضی نہیں؛ بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو ایسی صورت میں عورت از خود دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا محاکم شرعیہ وغیرہ سے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرنے کے بعد ہی دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعۃً کوئی شوہر ناقابل تاویل کفریہ کلمات کہہ کر (نعوذ باللہ) مرتد ہوجائے، اور اس کا ارتداد شرعی طور پر ثابت ہوجائے تو باجماعِ ائمہ اربعہ اس کا نکاح خود بخود فسخ ہوجاتا ہے، محکمہ شرعیہ کو تفریق کی ضرورت نہیں۔ الحیلۃ الناجزہ میں صاف تحریر ہے:

’’اگر کسی عورت کا شوہر معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہوجائے تو باجماع ائمہ اربعہ وباتفاق جمہور فقہاء اس کا نکاح خود بخود فسخ ہوجاتا ہے قضائے قاضی اور حکم حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ ارتداد شوہر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے، تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے، اور عورت پر عدت واجب نہیں، اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے، اور عورت پر عدت بھی واجب ہے، نیز اس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے‘‘۔ (الحیلۃ الناجزۃ ۲۰۸ طبع جدید)

لہٰذا مسئولہ صورت میں شوہر کے ارتداد سے توبہ اور تجدید ایمان کرلینے کے بعد اگر مذکورہ عورت تجدید نکاح پر راضی نہ ہو، تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ وہ ارتداد کے وقت سے ہی عدت گذار کر اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے۔

قال في الدر المختار: ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس: ...... النكاح. (الدر المختار ۳۰۱/٦ بيروت)

وفي الشامية: وارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ، فلا ينقص عددا. (درمختار) وفي الشامي: فلو ارتد مراراً وجدد الإسلام في كل مرة وجدد النكاح على قول أبي حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثانٍ. (شامي ۲۷۲/٤- ۲۷٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳٦/۳/۱۴ھ

تجاویز فقہی اجتماع بسلسلہ وجوہِ فسخ وتفریق

ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے گیارہویں فقہی اجتماع (منعقدہ ۲۳/تا ۲۵/ربیع الثانی ۱۴۳٦ھ مطابق ۱۳تا ۱۵/فروری ۲۰۱۵ء بمقام: جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد) میں بحث وتمحیص کے بعد وجوہِ فسخ وتفریق سے متعلق درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں، جو برائے افادہ پیش ہیں:

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے گیارہویں فقہی اجتماع میں ''فسخ نکاح کی بعض وجوہ کی تنقیح'' کے بارے میں بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل اُمور طے پائے:

(۱) جب زوجین کے اختلاف یا بیوی کے مطالبۂ تفریق کا مقدمہ محکمۂ شرعیہ یا دارالقضاء کے سامنے آئے تو اولاً مصالحت کی پوری کوشش کی جائے اور اگر شوہر اس پر راضی نہ ہوتو ترغیب وترہیب کے ذریعہ اس کو طلاق یا خلع پر آمادہ کرنے کی حتی الوسع سعی کی جائے۔

(۲) شوہر شدید فالج یا لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے اور اس بیماری کی وجہ سے وہ بیوی کے نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے، نہ ہی بیوی کے لیے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل موجود ہے اور شوہر یا تو مفقود الحواس ہونے کی وجہ سے طلاق یا خلع پر قادر ہی نہیں ہے یا وہ طلاق یا خلع پر آمادہ نہیں ہے تو محکمۂ شرعیہ یا دارالقضاء پوری صورتِ حال کی تحقیق کے بعد الحیلۃ الناجزہ میں مذکور شرائط وتفصیلات کے مطابق نکاح کو فسخ کرنے کا مجاز ہے۔

(۳) شوہر اگر ایڈز کی مہلک اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہے اور حق زوجیت ادا کرنے کی صورت میں یہ بیوی بھی اس مہلک اور جان لیوا بیماری کا شکار ہوجائے گی اور حقوق زوجیت ادا نہ ہونے کی وجہ سے ابتلاء معصیت کا شدید خطرہ ہے اور بیوی اس حالت میں کسی بھی طرح شوہر کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہیں ہے، تمام تر ترغیب وترہیب کے باوجود شوہر طلاق یا خلع پر بھی تیار نہ ہو تو یہ شکل بھی وجہ فسخ بن سکتی ہے۔

(۴) شوہر میں قوتِ تولید کا نہ ہونا وجہِ فسخ نہیں ہے۔

(۵) ایسا قیدی جس کی طویل عرصہ تک رہائی کی کوئی توقع نہ ہو اور اس کی بیوی کے پاس اخراجات کے اسباب موجود ہوں تو اس کی بیوی کے لیے مطالبۂ فسخ کی اجازت نہ ہوگی، اور اگر بیوی کے لیے اخراجات کے اسباب نہیں ہیں جس کی وجہ سے وہ اس کی زوجیت میں رہنے کے لیے تیار نہ ہو تو یہ صورت فسخِ نکاح کا سبب بن سکتی ہے اور اگر اخراجات کا انتظام ہے؛ لیکن بیوی کے جوان ہونے کی وجہ سے ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہے اور شوہر کسی طرح بھی طلاق یا خلع پر تیار نہیں ہے تو اس خاص صورت میں عورت کو ضررِ فتنہ سے بچانے کے لیے فسخ نکاح کے مطالبے کا حق ہوگا۔

(٦) شوہر کی بیجا مار پیٹ کی وجہ سے اگر زوجین کے درمیان حد درجہ نفرت پیدا ہوجائے اور مصالحت یا طلاق یا خلع کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو تفویض طلاق کا طریقہ اختیار کیا جائے، یعنی بیوی کو سمجھا بجھا کر شوہر کے یہاں بھیج دیا جائے اور شوہر سے یہ تحریر لے لی جائے کہ اگر آئندہ بیوی کے ساتھ مار پیٹ کی نوبت آئی تو محکمۂ شرعیہ کو طلاق بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا، اگر شوہر تفویضِ طلاق پر تیار نہ ہو تو دفعِ ظلم کے لیے نکاح کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

(۷) اگر کسی شوہر نے کوئی کلمۂ کفر کہا یا ایسا کفریہ عمل کیا جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو اور تحقیق کے بعد خود وہ ارتداد کا اقرار کرلے تو فوری طور پر نکاح ختم ہوجائے گا، اور بعد عدت وہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی، لیکن اگر شوہر اس کا اقراری نہ ہو یا اس کے قول وعمل میں تاویل کا کوئی پہلو نکلتا ہو تو وہ موجبِ فسخ نہیں بن سکتا۔

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

مفقود الخبر کی بیوی کب تک انتظار کرے گی؟

سوال (۵۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو جائے اور وہ مرد غائب ہو جائے تو عورت کب تک اپنے شوہر کا انتظار کرے گی؟ اور انتظار کی مدت ختم ہونے کے بعد نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس عورت کو چاہئے کہ وہ اپنا معاملہ شرعی عدالت یا محکمۂ شرعیہ میں پیش کرے، اور وہاں سے اُسے جتنی مہلت دی جائے، اس مدت کے گذرنے کے بعد آئندہ کے بارے میں فیصلہ کرے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۶/ ۲۱۲، الحیلۃ الناجزہ ۵۹، فتاویٰ محمودیہ ۲/۸ ۱۷، احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۷/ ۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفقود الخبر کی بیوی کے درمیان پنچایت کا تفریق کرنا؟

سوال (۵۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر کی شادی ۴/ اپریل ۲۰۰۲ء کو ہوئی تھی، شادی کے بعد صرف چار مہینہ گھر میں رہا، اُس کے بعد آپس میں کسی بات پر ان بن ہوگئی اور لڑکا (میں) گھر سے کہیں چلا گیا، تقریباً تین سال گذر گئے، اس بیچ کہاں پر تھا، اس کا پتہ نہیں دیا؟ صرف خط بھیجتا رہا، لڑکی والوں نے زور دباؤ دے کر طلاق کا مطالبہ کیا، اور لڑکے نے بھی اپنے آنے کا دن طے کرکے بتادیا کہ میں گھر آرہا ہوں؛ لیکن

لڑکی والوں نے زیادہ زور دے کرلڑکے والوں کو مجبور کر کے گرام پنچایت میں لوگوں کو جمع کر کے طلاق لکھوالی، لڑکے کا گھر جانے سے ایک ہفتہ پہلے جب کہ لڑکے نے طلاق نہیں دی، کیا ایسی صورت میں طلاق ہوجائے گی؟ جب کہ لڑکا وہاں پر موجود نہیں ہے، جب لڑکا ایک ہفتہ کے بعد گھر پہنچا تو لڑکے نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، میں تو اُسے ہی لے کر آؤں گا، تو لڑکے کی عدم موجودگی میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی کو چھوڑ کر لڑکا غائب اور مفقود رہا ہے، اور طلب واطلاع کے باوجود پنچایت کے سامنے حاضر نہیں ہوا، اور نہ اپنے مفقود ہونے کا کوئی معقول عذر پیش کیا، اور اس بنیاد پر پنچایت نے اس کی بیوی پر تفریق کا حکم دے دیا، تو یہ حکم دینا درست ہے؛ لیکن اگر لڑکے سے رابطہ برقرار رہا اور لڑکا آنے کا وعدہ کرتا رہا، جیسا کہ سوال میں تحریر ہے، تو اب پنچایت کا یک طرفہ طور پر اُس کی بیوی پر طلاق کا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے، وہ بدستور اُس کی بیوی رہے گی۔ (مستفاد: انوار رحمت ۴۵۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں طلاق اور تفریق کا شرعی حکم؟

سوال (۵۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی منکوحہ اسماء کو تقریباً چار سال قبل سے اس کے باپ کے گھر چھوڑ رکھا ہے، اور اس نے منکوحہ سے سارے تعلقات سارے روابط منقطع کرر کھے ہیں، منکوحہ اسماء کے دو بچے ہیں، جن کی کفالت اسماء کے والدین مع منکوحہ کے کررہے ہیں، زید کا تقریباً دو سال سے کوئی پتہ نہیں ہے، اور کوئی شکل رابطے کی بھی نہیں ہے، جس سے کوئی تعلق قائم ہوسکے، جب کہ اسماء کے سسرال میں اس کی ساس ابھی حیات ہیں، اور خسر کا انتقال ہو چکا ہے، لڑکے زید کے ورثہ کے حصے میں سے بھی اسماء کو کوئی حق نہیں دیا جارہا ہے، اور اس کو سارے حقوق سے محروم کیا جارہا ہے، اور زید کی والدہ

منکوحہ کی ساس منکوحہ کے والدین سے مطالبہ کررہے ہیں، کہ منکوحہ طلاق لے لے اور علیحدگی اختیار کرلے، ایسی صورت میں منکوحہ کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، آیا اس کو طلاق لے لینا چاہئے، یا پھر اپنے شوہر کا انتظار کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید مفقود الخبر کی منکوحہ اسماء کا زید سے تعلق دو ہی صورتوں میں ختم ہوسکتا ہے: اول یہ کہ زید اسے خود طلاق دے، دوسرے یہ کہ منکوحہ اپنا معاملہ محکمۂ شرعیہ یا شرعی عدالت میں پیش کرے، اور وہ زوجین کے درمیان تفریق کا فیصلہ کردے، ان دونوں میں سے کسی صورت کے بغیر اسماء زید کے نکاح سے باہر نہیں ہوسکتی، زید کے گھر والوں کو اپنی طرف سے طلاق دینے یا خلع کرنے کا شرعی اختیار نہیں ہے۔ (الحیلۃ الناجزہ، بحوالہ: انوار رحمت ۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸؍۱۰؍۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوٹس کا جواب نہ آنے پر لڑکے کو مردہ قرار دیکر تفریق کرانا؟

سوال (۵۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہندہ سے ۲۰۰۰ء میں بمقام رانی بستی میں ہوئی، زید اس وقت تعلیم حاصل کررہا تھا، اب بھی زیرِ تعلیم ہے، اس درمیان ہندہ کے گھر والوں نے زید کے گھر والوں سے کہا کہ آپ رخصتی کرالیں، زید کے گھر والوں نے جواب دیا کہ لڑکے کی تعلیم جاری ہے ابھی رخصتی نہ کرائیں تو اچھا ہے، اس پر ہندہ کے گھر والوں نے نہیں مانا اور رخصتی پر مصر رہے، تو زید کے گھر والے رخصتی کو تیار ہوگئے، جب لڑکی لانے زید کے گھر والے گئے تو ہندہ کے گھر والوں نے کہا کہ اب لڑکی اس گھر میں نہیں جائے گی، بات یہیں تک محدود نہ رہی؛ بلکہ جوگبنی میں ایک مدرسہ ہے جس کا نام مدرسہ محمودیہ ہے، وہاں ہندہ کے گھر والے نے جاکر ایک عرضی پیش کی، اور مدرسے کے مفتی صاحب نے زید کے نام نوٹس بھیجا، واضح ہو کہ مدرسہ محمودیہ میں ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں کہ شادی شدہ لڑکا اگر کہیں چلا جاتا ہے یا غائب ہوجاتا ہے، تو اس مدرسے سے ہر ماہ میں تین نوٹس جاری کئے

جاتے ہیں، اگرلڑکا نوٹس کا جواب نہ دے اور تینوں نوٹس اسی طرح گذر جائے، تومدرسہ محمودیہ لڑکے کومردہ ہونے کا اعلان کردیتا ہے، اورلڑکی والے کودوسری شادی کرنے کاحکم دیتا ہے، اسی طرح کیا ایک نوٹس زید کے نام سے بھی مدرسہ محمودیہ کے مفتی صاحب نے جاری کی ہے، تو کیا ایسی نوٹس سے ہندہ جوکہ زید کی منکوحہ ہے، زید کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے۔

مدرسہ والوں کوزید کا پورا پتہ دیا گیا کہ زید باحیات فلاں جگہ تعلیم پارہا ہے، اس کے باوجود نوٹس جاری کرنا کیا شریعتِ مطہرہ کی جانب سے درست ہے، اگرنہیں ہے تومذکورہ مفتی صاحب کے بارے میں قرآن وحدیث کا کیاحکم ہے؟

ہندہ کے گھر والوں کواور اہل محلّہ کومعلوم ہے کہ زیدفلاں جگہ تعلیم پا رہا ہے، زید نے نہ تو ہندہ کوطلاق دی ہے، اور نہ طلاق دینا چاہتا ہے، کیا بغیر زید کے طلاق دیئے ہندہ کا دوسرا نکاح اس کے گھر والے کراسکتے ہیں؟ اگر کرادیں تو نکاح خواں اور ہندہ کے گھر والوں پر کیا حکم صادر ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا نکاح چونکہ ہندہ سے ہوچکا ہے، اس لئے جب تک زید طلاق نہ دے یا شرعی تفریق واقع نہ ہو ہندہ زید کی منکوحہ رہے گی، مسئولہ صورت میں زید پر لازم ہے کہ وہ ہندہ منکوحہ کے حقوقِ زوجیت ادا کرے، اگر وہ حقوق زوجیت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے گا تو اسے متعنت قرار دیا جاسکتا ہے؛ لیکن مذکورہ مدرسہ کے ذمہ داران کو اِس معاملہ میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے؛ بلکہ زید سے براہِ راست رابطہ کی ہرممکن کوشش کرنی چاہئے، اور خودزید کوبھی چاہئے کہ وہ جلد از جلد مذکورہ مدرسہ میں حاضر ہوکر اپنا موقف پیش کرے؛ تاکہ مدرسہ والے یک طرفہ فیصلہ نہ کرسکیں۔ (مستفاد: انوار رحمت ۴۶۰، الحیلۃ الناجزۃ ۶۱ – ۶۲، ۱۵۳ – ۱۵۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زوجۂ عنین ومریض کے مسائل

شوہر جماع پر قادر نہیں تو عورت کیا کرے؟

سوال (۵۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گڑیا کی شادی قمر جیلانی سے ہوئی، گڑیا اپنے شوہر قمر جیلانی کے ساتھ تقریباً سات راتیں رہی؛ لیکن شوہر بالکل کمزور ہے اور جماع پر قادر نہ ہوسکا؛ لہٰذا اَب بیوی اُس کے پاس جانے سے انکار کررہی ہے، ایسی صورت میں اگر طلاق کی نوبت آجائے تو مہر کتنے ادا کرنے ہوں گے اور اس شوہر سے طلاق حاصل کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ خلوتِ صحیحہ پائی گئی؛ اس لئے اگر شوہر بلاشرط طلاق دے تو اُسے پوری مہر ادا کرنی لازم ہوگی، نیز عورت کو خلع کرنے کا بھی حق حاصل ہے یعنی مہر معاف کرکے شوہر کو طلاق دینے پر آمادہ کرے، اور اگر وہ طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو اور حقوق زوجیت ادا کئے بغیر عورت کی عفت وعصمت کا تحفظ دشوار ہو، تو عورت کو چاہئے کہ محکمۂ شرعیہ میں اپنا مقدمہ پیش کرے اور اس کے حکم اور فیصلے کے مطابق عمل کرے۔

عن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه قال: یؤجل العنین سنةً، فإن وصل إلیها، وإلا فرّق بینهما ولها الصداق. (المعجم الکبیر للطبراني ۳۴۳/۹ رقم: ۹۷۰۶)

والخلوة بلا مانع حسی کالوطء ولو کان الزوج مجبوبا أو عنینًا أو خصیًا في ثبوت النسب وتأکد المهر الخ. (تنویر الأبصار مع الشامي ۲۴۹/٤-۲۵٤ زکریا)

ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالإجماع إن کان الزوج قد خلا بها،

(الفتاویٰ الهندية ١/ ٥٢٤)

إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي وادعت أنه عنين وطلبت الفرقة؛ فإن القـاضـي يسـألـه هل وصل إليها أو لم يصل، فإن أقر أنه لم يصل أجله سنة سواء كانت المرأة بكرًا أم ثيبًا. (الفتاویٰ الهندية ١/ ٥٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نامرد شوہر سے تفریق کا مطالبہ کرنا جائز ہے

سوال (۵۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زینب (فرضی نام) کی شادی زید (فرضی نام) کے ساتھ ہوئی تھی، زینب کا کہنا ہے کہ اس کا شوہر زید حق زوجیت کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا ہے، کیا ایسی صورت میں زینب اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ زینب کے گھر والے بھی زید سے طلاق کا مطالبہ کررہے ہیں، نیز علیحدگی کی صورت میں زینب پر عدت طلاق ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعۃً مسئولہ صورت میں شوہر زید حقِ زوجیت ادا کرنے پر قادر نہیں ہے، تو بیوی زینب اس سے علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور خلوتِ صحیحہ کے بعد اگر طلاق یا تفریق کی نوبت آئے گی، تو عدت گذارنی ضروری ہوگی، عدت گذارے بغیر زینب کا نکاح کسی اور مرد سے درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳/ ۱۸۰-۱۸۱، الحیلۃ الناجزۃ ۴-۵، فتاویٰ دار العلوم ۹/ ۳۳۲)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٢٩]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَعۡزِمُوۡا عُقۡدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٥]

وفي الهداية: وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها؛ فإن فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (الهداية ٤٠٤/٢)

وإذا كان الزوج عنينًا أجله الحاكم سنة، فإن وصل إليها فبها، وإلا فرق بينهما إذا طلبت المرأة ذٰلک، وتلک الفرقة تطليقة بائنة. (هداية ٤٢٠/٢ ملتان)

وإذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي وادعت أنه عنين وطلبت الفرقة – إلى قوله – إن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها تطليقةً بائنةً فإن أبى فرق بينهما، والفرقة تطليقةً بائنةً. (الفتاویٰ الهندية ٥٢٢/١)

وإلا بانت بالتفريق من القاضي ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة. (البحر الرائق ٩٨٠/٢ بحواله: الحيلة الناجزة ٨٩)

ولها المهر كاملاً، وعليها العدة بالإجماع، إن كان الزوج خلا بها. (الفتاویٰ الهندية ٥٢٤/١)

والخلوة ...... بلا مانع ...... كالوطئ – إلى قوله – في ثبوت النسب ...... والعدة – إلى قوله – وخلوة الزوج مثل الوطء في صور ...... تكميل مهر وإعداد. (شامي ٢٤٩/٤-٢٥٨ زكريا)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذٰلک المعتدة. كذا في السراج. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٠/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماع پر قدرت نہ رکھنے والے سے فسخِ نکاح؟

سوال (۵۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: فرقان کے ساتھ فرزانہ کی شادی کو تقریباً ایک سال ہو چکا ہے، اس دوران فرزانہ اپنے والدین کے گھر نیز فرقان کے ہمراہ اس کے رشتہ داروں میں آتی جاتی رہی، ایک سال بعد معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ فرقان قادر علی الجماع نہیں ہے اور وہ خود بھی اس کا معترف ہے، فی الحال فرزانہ کے والدین فسخ نکاح کے طالب ہیں، ساتھ یہ فرزانہ بھی برطرفی کی خواہاں ہے، اگر لڑکا طلاق نہ دے تو فسخ کی کون سی صورت اختیار کی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت اپنا معاملہ شرعی عدالت میں پیش کرے اور عدالتِ شرعیہ اس بارے میں فسخ وتفریق کے سارے شرائط ملحوظ رکھ کر عنین کو ایک سال کی مہلت دے، اگر ایک سال میں بھی عنین جماع پر قادر نہ ہو یا طلاق نہ دے، تو عدالتِ شرعیہ عورت کا نکاح فسخ کرسکتی ہے۔ (الحیلۃ الناجزہ ۴۵)

عن عمر رضي اللّٰه عنه قال: يؤجل العنين سنة. (سنن الدارقطني ۳/۱۲۱ رقم: ۳۷۶۹، السنن الكبرىٰ للبيهقي ۱۰/۵۲۸ رقم: ۱۶۳۱ ٤)

وإذا وجدت المرأة زوجها عنيناً فلها الخيار إن شاء ت أقامت معه، وإن شاء ت خاصمته عند القاضي، وطلبت فإن خاصمت فالقاضي يؤجله سنة. (الفتاوىٰ التارتاخانية ۵/۲۲۰ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۱۱/۱۴۱۳ھ

شوہر کے T.B. کے مریض ہونے کی وجہ سے لڑکی والوں کا طلاق لینا؟

سوال (۵۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر زید کی شادی کسی لڑکی سے ہوئی اور بات چیت کے وقت یہ بات زید کے گھر والوں نے

نہیں ثابت ہونے دی کہ زید ٹی بی کا مریض ہے، کچھ دنوں کے بعد لڑکی کے گھر والوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو لڑکی کے گھر والوں نے اس کا علاج بھی کیا؛ لیکن مرض کم پڑنے کے بجائے اور بڑھتا ہی گیا، اور زید کام کاج کرنے سے مجبور ہوتا گیا، اور لڑکی کو اپنے گھر بھی قریب دو سال سے نہیں لے جاتا، اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا، اب اس صورت میں لڑکی اور لڑکی کے گھر والے بہت زیادہ پریشان ہیں، اور زید سے طلاق لینا چاہتے ہیں، آپ حضرات قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب تحریر فرمائیں کہ کس صورت میں لڑکی اور لڑکی کے گھر والے زید سے طلاق لے سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی والوں کو چاہئے کہ مسئولہ صورت میں خلع یعنی مہر وغیرہ معاف کرنے کی شرط پر لڑکے سے طلاق حاصل کرنے کی کوشش کریں اور برادری کے بااثر حضرات کو بیچ میں ڈال کر معاملہ حل کرائیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ لَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر بغير عكس. (الدر المختار ۵/۸۷-۸۸ زکریا)

ثم الاختلاف إذا وقع بين الزوجين فالسنة فيه أن يجتمع أهل الرجل وأهل المرأة ليصلحا بينهما، فإن لم يجتمعا على الصلح فليس إلى الحكمين التفريق بينهما، فإن طلّقها جاز، وإن خلعها أيضًا جاز. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الطلاق / الفصل السادس في الخلع ۵/۵ رقم: ۷۰۷۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہار و اِیلاء کے مسائل

”تو میری ماں“ تین مرتبہ بنیتِ طلاق کہنے سے طلاق کا حکم؟

سوال (۵٦۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بیوی کو تین مرتبہ تو میری ماں، تو میری ماں، تو میری ماں کہا، اور ہر مرتبہ میں طلاق کی نیت کی تھی، کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

”احسن الفتاویٰ“ کی نقل کردہ عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تو میری ماں کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱۸۵/۵-۱۸۷- ۴۰۴/۵)

اور تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہے، ”امداد الفتاویٰ“ کی عبارتوں سے بعنوان ”ولا یلحق البائن البائن“ کے ماتحت جو فرمایا ہے (۴۱۱/۲) لیکن فتاویٰ رشیدیہ ۴۸۷، امداد الفتاویٰ ۴۸۰/۲ میں لکھا ہے کہ تو میری ماں کہنے سے طلاق واقع نہیں ہے، اور بعض عربی کتابوں میں مکروہ لکھا ہے، جیسے عالمگیری، فتح القدیر۔ لیکن احسن الفتاویٰ نے فتح القدیر وغیرہ عبارتوں کا جواب دیا ہے، شاید اس وقت طلاق کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا؛ لیکن یہاں بعض پرانے مفتیانِ کرام سے پوچھا کہ نزاع وجھگڑے کی حالت میں ماں کہنے سے کیا مراد ہوتی ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ: ”صرف طلاق ہی مراد ہوتی ہے؛ کیوں کہ آج کل جھگڑے کی حالت میں ماں بول کر طلاق مراد لینا عرف بن چکا ہے“۔ بہر حال مدلل جواب روانہ فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؛ کیوں کہ میں نے اسی کو طلاق مان کر مسئلہ بتایا ہے اور بعض لوگ اس کو طلاق نہیں مان رہے ہیں، ایک جھگڑا کی شکل بن چکی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ آپ کے علاقہ کے عرف میں

جھگڑے کے وقت جب بیوی سے ’’تو میری ماں‘‘ جیسے الفاظ کہے جاتے ہیں، تو اُس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے؛ لہٰذا قرینہ پائے جانے کے وقت اِس لفظ سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

اور ’’البائن لا یلحق البائن‘‘ کے قاعدہ کے تحت اگر یہ لفظ لگاتار متعدد بار بولا جائے گا، تو اس سے صرف ایک طلاقِ بائن ہی واقع قرار دی جائے گی، تین واقع نہ ہوں گی۔

اور احسن الفتاویٰ میں ہمیں اِس مسئلہ میں تین طلاق کے وقوع کی بات نہیں ملی، اور امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ رشیدیہ کی عبارات اُس صورت پر محمول ہیں جب کہ اِس لفظ سے طلاق کا قرینہ نہ پایا جائے۔

أقول لا بد من أن یکون طلاقاً بائناً عند النیة. (العرف الشذي ۳۲۸/۱)

فعلم أن قولهم إذا أمکن ...... احتراز عما إذا لم یمکن جعله خبرًا کما في ابنتک بأخریٰ لا عما إذا نوی به طلاقاً اٰخر فتدبر. (شامي ۳۰۹/۳ کراچی، ۵٤٥/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۲/ ۶/ ۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کو ’’چل ماں میری چل‘‘ کہنے سے طلاق کا حکم؟

سوال (۵۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو ایک مرتبہ ماں کہہ کر مخاطب کرے، کیا ایسی حالت میں بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے؟ مثلاً اُس نے درخواست کے طور پر کہا ’’چل میری ماں چل‘‘۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی بیوی کو ماں کے الفاظ کے ساتھ مخاطب کرنا شرعاً مکروہ ہے، شوہر کو ایسا نہیں کرنا چاہئے؛ تاہم محض بیوی سے ’’چل میری ماں چل‘‘ کہہ دینے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۳/ ۳۲۷ ڈابھیل)

ویکره قوله: أنت أمي، قال الشامي: جزم بالکراهة تبعاً للبحر والنهر، والذي في الفتح، وفي أنت أمي لا یکون مظاهرًا، وینبغي أن یکون مکروها.

(شامي ۱۳۱/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۵/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کہا کہ ''اگر میں تجھ سے اِزدواجی تعلقات قائم کروں تو گویا اَپنی ماں سے کروں''

سوال (۵۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا شوہر ہر وقت شراب پیتا ہے اور منع کرنے کے باوجود بھی باز نہیں آتا، نماز بھی کسی وقت کی نہیں پڑھتا، یہاں تک کہ جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا، میرے شوہر نے نشہ کی حالت میں مجھ سے اِزدواجی تعلقات قائم کرنے چاہے، گھر پر مہمانوں کی وجہ سے ازراہِ شرم میں نے منع کردیا، میرے منع کرنے پر غصہ ہوکر یہ کہا کہ اگر اب میں تجھ سے اِزدواجی تعلق قائم کروں، تو گویا اَپنی ماں سے کروں، اب اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اِس کا کفارہ کیا ہے؟ اور کفارہ کی میعاد کب تک ہے؟ یا کسی وقت بھی اَدا کرسکتا ہے؟ نیز ایسے شرابی بے نمازی کے نکاح میں رہنا کیسا ہے؟ اور اگر اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں شوہر کا یہ کہنا کہ ''میں اَب اگر تجھ سے اِزدواجی تعلق قائم کروں تو گویا اَپنی ماں سے کروں'' شرعاً لغو ہے، اس سے کوئی طلاق وغیرہ واقع نہ ہوگی۔

وفي الهندية: وطئتک وطئتُ أمي فلا شيء عليه. (الفتاویٰ الهندية ۵۰۷/۱)

اور شرابی شوہر سے چھٹکارے کی صورت یہ ہے کہ اس سے کسی طرح مال وغیرہ کے بدلہ میں طلاق لے لی جائے، بغیر طلاق کے چھٹکارا نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۲۴۶/۱۰)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود اللّٰه فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلک وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال.

(الفتاویٰ الهندية / الباب الثامن في الخلع ٤٨٨/١، هداية / باب الخلع ٤٠٤/٢ تهانوي ديو بند، الفتاویٰ التاتارخانية / الفصل السادس عشر في الخلع ٤٥٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۳/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنی رفیقۂ حیات کو محبت میں پیاری بہن، یا شوہر کو پیارا بھائی کہنا

سوال (۵۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی نے اپنی رفیقۂ حیات سے فرط محبت میں کہہ دیا کہ: میری پیاری بہن یا بیوی نے اپنے شوہر سے غایت عشق میں کہہ دیا میری پیارے بھائی، تو اس سے نکاح پر اثر پڑے گا یا نہیں؟ جب کہ کل مؤمن اخوۃ کے پیش نظر مؤمنات کو اخوات میں شامل کر سکتے ہیں، آپ کی چشم بصیرت کے سامنے آیت بھی ہو اور حدیث بھی ہو جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں نہ طلاق واقع ہوگی نہ ظہار ہوگا، البتہ بیوی سے ایسے الفاظ کہنا ناپسندیدہ ہے، پیغمبر علیہ السلام نے اس طرح کے ایک واقعہ میں ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

ویکره قوله: أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي. (شامي ١٣١/٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٥٠٧/١، امداد المفتيين ٦٢٥، فتاوی محموديه ٣٩٧/١٠)

وفي حديث أبي داؤد أن رسول الله ﷺ سمع رجلاً يقول لأمرته: يا أختيه، فقال رسول الله ﷺ: أختک هي ذٰلک، ونهی عنه. (سنن أبي داؤد ٣٠١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسم کھائی کہ بیوی سے نہ ملوں گا، پھر ایک سال تک نہ ملا؟

سوال (۵۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے غیر متعینہ مدت کے لئے قسم کھائی کہ بیوی سے نہ ملوں گا، یہاں تک کہ سال بھر گذر گیا، دراں حالے کہ رخصتی نہیں ہوئی ہے، اور نہ وہ اب تک بیوی سے ملا ہے اور نہ ہی تنہائی ویکجائی ہوئی ہے، اب زید چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو رکھ لے، تو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صورت شرعاً اِیلاء کی ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قسم کھانے کے ۴؍ مہینہ گذرنے کے بعد زید کی بیوی مطلقہ بائنہ ہوگئی ہے، اس سے بلاتجدید نکاح بیوی کو رکھنا صحیح نہ ہوگا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنہما قال: کل یمین منعت جماعًا فہي إیلاء.
(السنن الکبریٰ للبیہقي، الإیلاء / باب کل یمین منعت الجماع ۳۰٦/۱۱ رقم: ۱۵٦۳۵، المصنف لابن أبي شیبۃ، الطلاق / من قال لا إیلاء إلا بحلف ۷۵/۱۰ رقم: ۱۸۹٦۰)

عن عثمان وزید بن ثابت رضي اللّٰہ عنہما کانا یقولان: إذا مضت الأربعۃ أشہر فہي تطلیقۃ بائنۃ. (سنن الدار قطني / الطلاق ۳٤/٤ رقم: ٤۰۰۰)

الإیلاء: منع النفس عن قربان المنکوحۃ منعًا مؤکدًا بالیمین باللّٰہ تعالیٰ أو غیرہ من طلاق أو عتاق أو صوم أو حج أو غیر ذٰلک مطلقًا أو مؤقتًا بأربعۃ أشہر في الحرائر …… الإیلاء: الیمین علی ترک وطء المنکوحۃ أربعۃ أشہر.
(الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۱۸٤/۵ رقم: ۷٦۱۱ زکریا)

ہو لغۃ: الیمین، وشرعاً: الحلف علی ترک قربانہا مدتہ، وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ إن برّ ولم یطأ. (الدر المختار ۴۲۲/۳-۴۲۴ کراچی)

وفي الشامي: قولہ: لا أقربک أي بلا بیان مدۃ، أشار إلی أنہ کالمؤقت بمدۃ الإیلاء. (شامي ۴۲۵/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدتِ طلاق کے مسائل

طلاق کے بعد عدت کب لازم ہے؟

سوال (۵۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری لڑکی کی شادی ہوئے تقریبا ۴؍ماہ ۱۴؍یوم ہوگئے ہیں، آج تک میری بچی حقوقِ زوجیت سے محروم ہے اور چار ماہ دس یوم سے میرے گھر پر ہے، میں نے اس کو طلاق دلا دی ہے، میری بچی کے اوپر عدت واجب ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہوئی ہے تو اُس بچی پر عدت یعنی تین ماہواری گذارنا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

[البقرة، جزء آیت: ۲۲۸]

وسبب وجوبها عقد النكاح الخ، وصحة الطلاق فيها. (الدر المختار مع الشامي / باب العدة ۵/ ۱۸۰ زكريا)

رجل تزوج امرأة نكاحًا وطلقها بعد الدخول أو بعد الخلوة الصحيحة، كان عليها العدة، وإن كانت الخلوة فاسدة. (فتاویٰ قاضي خان / باب العدة ۱/ ۵۴۹ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب العدة ۴/ ۲۱۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶/۸/۱۴۲۵ھ

رخصتی سے پہلے طلاق دینے پر عدت واجب نہیں

سوال (۵۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے لڑکی والوں سے موٹر سائیکل طلب کی، اور نہ ملنے پر رخصتی سے پہلے ہی اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو ایسی صورت میں مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ زید کی بیوی پر عدت گذارنی ضروری ہوگی یا نہیں؟ کیا وہ عدت گذارے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ رخصتی اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہونے کی صورت میں مذکورہ عورت پر عدت واجب نہیں، وہ عدت گذارے بغیر کسی بھی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۲۹۹)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ [الاحزاب، جزء آیت: ۴۹]

وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من موت أو خلوة. (الدر المختار مع الشامي ۵/۱۸۰ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۵/۲۲۶ زکریا)

لا يجب عليها العدة، وكذا لو طلّقها قبل الخلوة. (خانية على الهندية ۱/۵۴۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۶/۲۸ھ

خلوتِ صحیحہ کے بعد قبل الدخول طلاق دینے پر عدت کا حکم؟

سوال (۵۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح ایک خاتون سے ہوا، دونوں میاں بیوی تنہا کچھ وقت کمرہ میں رہے، آپس میں لپٹا چپٹی ہوئی، جب کچھ تناؤ آیا لڑکے نے بیوی کا ستر کھولا، دخول نہ ہوا منی خارج ہوگئی، بیوی نے کہا

تم اس قابل نہیں ہو، اور اس کے بعد لڑکا چھت پر جا کر سو گیا۔ گواہ اول حاجی مختار حسین، گواہ دوم حاجی مختار احمد سیفی، اس کے بعد لڑکے نے طلاق دے دی، اور لڑکی نے مہر معاف کر دئے، اس کے بعد بغیر عدت کے دوسرے بھائی کے ساتھ نکاح کرا دیا، اس نکاح کے متعلق اور حاضر مجلس نکاح، گواہوں اور وکیل قاضی کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، لڑکے کے بیانات سے قاضی کو اندھیرے میں رکھا گیا، لڑکے کے بڑے بھائی کے مستند بیانات دے کر نکاح پڑھوایا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں چوں کہ خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہوئی ہے؛ لہٰذا عورت پر عدت لازم تھی، اور عدت گذارے بغیر جو دوسرا نکاح ہوا وہ قطعاً باطل ہے، عدت کے بعد از سر نو نکاح کرنا لازم ہے، اور جو لوگ اصل واقعہ کے علم کے باوجود دوسرے نکاح میں پیش پیش رہے، وہ سب گنہ گار ہوں گے، قاضی کو اگر پہلا واقعہ بالکل معلوم نہ ہو تو اس پر ذمہ داری نہیں ہے۔

عن سعيد بن منصور عن سعيد بن المسيب قال: قال عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه: إذا أرخيت الستور، فقد وجب الصداق والعدة. (سنن سعيد بن منصور، الطلاق / باب فيما يجب به الصداق ۲۰۱/۱ رقم: ۷۵۷)

عن زرارة بن أوفى قال: قضاء الخلفاء الراشدين المهديين أنه من أغلق بابًا وأرخى سترًا، فقد وجب الصداق والعدة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الصداق / باب من قال من أغلق باب وأرخى سترًا فقد وجب الصداق ۴۹/۱۱ رقم: ۱۴۸۴۵)

وتجب العدة في الكل أي كل أنواع الخلوة، ولو فاسدة احتياطاً، أي استحساناً لتوهم الشغل. (الدر المختار ۲۶۱/۴ زكريا)

والخلوة الصحيحة توجب العدة في النكاح الصحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۳۲/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاقِ رجعی میں عدت کا حکم؟

سوال (۵٦۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نظیر احمد عرف محمد مجھ سے ایک واقعہ یہ ہوا ہے کہ، میرا نکاح ۱۵/۱۰/۱۹۸۷ء کو شمشاد بیگم سے ہوا تھا، شادی کے تیسرے دن سے تکرار شروع ہوگئی، اور تکرار ہوتے ہوتے بیس سال نکل چکے تھے، ۱۷/۴/۲۰۰۴ء کو بیوی میکہ چلی گئی اور مجھ پر یہ الزام لگایا کہ مجھے مارا گالی دیا گھر سے نکال دیا، لوگوں نے مجھے سمجھایا تو میں نے اسے معاف کردیا اور ایک اقرار نامہ لکھایا، اس کے بعد ۱۰/اپریل ۲۰۰۷ء کو میرے خلاف پولیس میں کمپلین لکھوائی، پھر ۱۱/اپریل کو دوبارہ کمپلین لکھائی، ۱۳/اپریل کو بھی کمپلین لکھائی، ۱٦/اپریل کو لکھائی اور کچھ گندی عورتوں کا مورچہ لے کر گئی، پھر ۱۸/اپریل ۲۰۰۷ء کو میرے خلاف ۴۹۸/۵۰٦/۲، ۳۴۰/۵۰۴/ سے ساری فلم مجھ پر لگا کر مجھ پر اور میری دوسری بیوی پر کیس درج کیا، اور ہم ضامن دار پر چھوڑ کر آئے، جس دن ہم پر کیس درج ہونے والا تھا میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی میں نے اپنی بیوی شمشاد اور اس کی بڑی بہن سلطانہ اور میرے چچا عبد الستار اور میرے ماموں حاجی رحیم اللہ ان سبھی کے سامنے اپنی بیوی شمشاد بیگم کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق دے رہا ہوں، اتنا کہہ کر میں وہاں سے چلا گیا اب مجھے اس طلاق رجعی کے بارے میں جانکاری دیں:

(۱) کیا میری طلاق رجعی سے میری بیوی کا اور میرا رشتہ ختم ہو چکا؟

(۲) میری بیوی پر تین مہینہ دس دن تک عدت بیٹھنا ضروری ہے؟

(۳) اگر میری بیوی کو عدت سے پہلے رکھنا ہے تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟

(۴) عدت کے تین مہینہ دس دن کے بعد رکھنا ہو تو کس طرح واپس رکھا جائے؟ اور طلاق رجعی کے بعد رجوع کرنا ہو تو اس کو کس طرح رجوع کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) طلاقِ رجعی کی وجہ سے نکاح کا رشتہ پوری طرح ختم

نہیں ہوتا؛ بلکہ عدت (تین ماہواری) کے اندر شوہر کو اپنی بیوی سے رجعت کا حق حاصل رہتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ، فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۲۲۹]

عن سعيد بن المسيب أن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه قال: إذا طلّق الرجل امرأته فهو أحق برجعتها، حتى تغتسل من الحيضة الثالثة، في الواحدة والثنتين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب من قال: الأقراء الحيض ۱۱/۳۷۷ رقم: ۱۵۷۹۹)

والدليل على قيام الملك من كل وجه أنه يصح طلاقه، وظهاره وإيلاءه، وكذا يملك مراجعتها بغير رضاها، ولو كان ملك النكاح زائلاً من وجه لكانت الرجعة إنشاء النكاح على الحركة من غير رضاها من وجه، وهٰذا لايجوز. (بدائع الصنائع ۳/۲۸۳ زکریا)

(۲) طلاق کی عدت تین مہینہ دس دن نہیں ہوتی؛ بلکہ تین ماہواری یا اگر عورت حاملہ ہو تو وضعِ حمل پر عدت پوری ہوتی ہے، اور طلاقِ رجعی کے بعد بھی عدت ضروری ہے؛ البتہ اگر شوہر رجعت کرلے، تو عدت خود بخود موقوف ہوجاتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاللَّآئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَاللَّآئِیْ لَمْ یَحِضْنَ، وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ، وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَهُ مِنْ اَمْرِهِ یُسْرًا﴾ [الطلاق: ٤]

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (سنن ابن ماجة ۱/۱۵۰ رقم: ۲۰۷۷)

إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائناً أو رجعياً – إلى قوله – وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء. (الفتاوىٰ الهندية ۱/٥٢٦)

وعدة الحامل أن تضع حملها. (الفتاوىٰ الهندية ۱/٥٢٨)

وفي الحامل عدتها أن تضع حملها. (لفتاوىٰ التاتارخانية ۲۲۸/٥ رقم: ۷۷۲۷ زكريا)

وعدة الطلاق ...... فالحرة تعتد بثلاث حيض أو ثلاثة أشهر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۲۷/٥ زكريا)

(۳) عدت کے اندر اگر شوہر بیوی کو رکھنا چاہے تو اسے رجعت کا حق حاصل ہے، اور رجعت کے لئے بیوی سے یہ کہنا کافی ہوتا ہے کہ میں تجھے دوبارہ اپنے ساتھ رکھ رہا ہوں، بیوی رجعت پر راضی ہو یا نہ ہو، رجعت درست ہو جاتی ہے، اگر اس بات پر دو گواہ بھی بنالیں تو بہتر ہے؛ تاکہ بعد میں نزاع نہ رہے۔

ويستحب أن يشهد على الرجعة شاهدين، فإن لم يشهد صحت الرجعة.

(الهداية ۳۹٥/۲ أشرفي، الفتاوىٰ الهندية ٤٦٨/۱، شامي ۲۸/٥ زكريا)

الرجعة استدامة النكاح عندنا، وليست بعقد جديد. وإذا أراد الرجل أن يراجع امرأته فالأحسن أن يراجعها بالقول لا بالفعل. والرجعة بالقول أن يقول: رجعتك أو راجعتك، أو رددتك، أو أمسكتك ...... وهٰذا صريح في الرجعة ولا خلاف فيه بين الأئمة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۳۸/٥ رقم: ۷٤۷۸ زكريا)

(۴) طلاقِ رجعی میں عدت گذرنے کے بعد از سرِ نو نکاح کر کے شوہر اس عورت کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

عن عائشة رضى اللّٰه عنها أن امرأة رفاعة القرظي جاء ت إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه علهى وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه! إن رفاعة طلّقني، فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبد الرحمن بن زبير القرظي، وإنما معه الهدبة، قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لعلك أن تريدين أن ترجعي إلى رفاعة ''لا'' حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته. (صحيح البخاري، الطلاق / باب من أجاز طلاق الثلاث ٤٦۳/۱ رقم: ٥۰٦۱، صحيح مسلم ٤٦۳/۱ رقم: ۱٤۳۳)

وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة، وبعد انقضاءها.

(الهداية ۳۹۹/۲ أشرفي، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۱٤۸/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلوت کے بعد طلاق اور عدت میں نکاح کا حکم؟

سوال (۵٦۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح فاطمہ سے ۷؍مئی ۲۰۰۱ء کو ہوا اور رخصتی بھی نہیں ہوئی؛ لیکن زید اپنی سسرال میں یعنی لڑکی کے گھر جاکر ہی لڑکی سے ۹؍مئی ۲۰۰۱ء کو خلوت یعنی ایک کمرہ میں تنہائی ہوئی، مگر وطی کے علاوہ سب کچھ ہوا، یعنی زید نے فاطمہ کے جسم سے لطف لیا یہ سب کچھ تقریباً آدھے گھنٹہ تک ہوتا رہا، اور ۱۱؍مئی ۲۰۰۱ء کو طلاق ہوگئی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں فاطمہ پر عدت گذارنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر عدت گذارنا واجب ہے اور فاطمہ اسی عدت کے اندر دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو کیا یہ نکاح شریعت کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ خلوتِ صحیحہ ہوچکی ہے، اگرچہ لڑکی کے گھر ہی ہوئی ہو؛ لہٰذا طلاق کے بعد فاطمہ کے لئے عدت گذارنا لازم ہے، اور درمیان عدت دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں ہے، اگر کرلیا جائے تو یہ نکاح شرعاً معتبر اور نافذ نہیں ہوگا، اور دوسرے شوہر کے ساتھ رہنا بدکاری وحرام کاری ہوگی۔

عن سعيد بن منصور في سننه عن مسروق في التي تزوجت في عدتها، قال: فرّق عمر رضي الله عنه بينهما، وقال: كان النكاح حرامًا فجعل الصداق حرامًا، فجعل الصداق في بيت المال. (سنن سعيد بن منصور / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۸/۱ رقم: ٦۹٤)

وتـجب العدة فـي الـكـل أي كـل أنواع الخلوة ولو فاسدة. (الـدر الـمختار ٤/ ٢٦١–٥/ ١٨٠ زكريا)

أمـا مـنكوحة الغير ومعتدته – لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامي ٤/ ٢٧٤ زكريا)

وحكم العدة عدم جواز نكاح الغير. (الفتاوى التاتارخانية ٥/ ٢٢٦ زكريا)

والـخلوة بـلا مـرض أحـدهـمـا كـالوطء، ولو مجبوباً أو عنيناً أو خصياً، وتـجـب العدة فيها أي تجب العدة على المطلقة بعد الخلوة احتياطاً. (البحر الرائق ٣/ ١٥٥ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۲۱ھ

عدتِ طلاق کی مدت کتنی ہے؟

سـوال (۵۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدتِ طلاق کی مدت کتنی ہے؟ اور اس کا کتنا خرچ دینا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کی عدت تین حیض (ماہواری) ہے، طلاق کے بعد تیسرے حیض کے ختم ہوتے ہی عدت طلاق پوری جاتی ہے، اور عدت کا خرچہ شوہر کی مالی حیثیت اور اس کے گھریلو اخراجات کو دیکھتے ہوئے آپس کی رضامندی سے طے کیا جائے گا، اور شوہر کی وسعت وحیثیت سے زیادہ خرچہ طے کرنا درست نہیں ہے۔

قـال الـلّٰـه تبـارک وتعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۲۲۸]

وقـال الـلّٰـه تـعـالـیٰ: ﴿وَالّٰئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشۡهُرٍ وَالّٰٓئِىۡ لَمۡ يَحِضۡنَ﴾ [الطلاق جزء آیت: ٤]

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (سنن ابن ماجة، الطلاق / باب خيار الأمة إذا اعتقت ١٥٠/١ رقم: ٢٠٧٧)

عن ابن جريج: ثلاثة قروء، ابن جريج عن عطاء الخراساني عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: ثلاث حيض. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب من قال الأقراء الحيض ٣٧٧/١١ رقم: ١٥٨٠٢-١٥٨٠٣)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: طلاق الأمة تطليقتان، وقرؤها حيضتان. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب في سنة طلاق العبد ٢٩٨/١ رقم: ٢١٨٩)

عن معاوية القشيري رضي اللّٰه عنه قال: أتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فقلت: ما تقول في نسائنا؟ قال: أطعموهن مما تأكلون، واكسوهن مما تكتسون، ولا تضربوهن ولا تقبحوهن. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب في حق المرأة على زجها ٢٩٢/١ رقم: ٢١٤٤)

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه أنه قال: ينكح العبد امرأتين، ويطلق تطليقتين، وتعتد الأمة حيضتين، فإن لم تكن تحيض فشهرين أو شهرًا ونصفًا. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب عدة الأمة ٣٩٣/١١ رقم: ١٥٨٦٠-١٥٨٦٦)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لفاطمة: إنما السكنى والنفقة لمن كان لزوجها عليها رجعة. (سنن الدارقطني / الطلاق ١٥/٤ رقم: ٣٩٠٨)

وأما على المفتى به فتجب نفقة الوسط في المسألتين، وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة المؤسرة. (شامي ٢٨٤/٥ زكريا)

وإنما يعرف انقضاء العدة إذا كانت المرأة من ذوات الأشهر بأن كانت

آيسة أو صغيرة بمضي ثلاثة أشهر، وإن كانت من ذوات الأقراء، فإن كانت أيام حيضها عشرة فبمجرد انقطاع الدم. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱٤٤/٥ زكريا)

ثم في ظاهر رواية الأصل المعتبر في فرض النفقة حال الزوج في اليسار والإعسار وعليه الفتوىٰ. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۷۱/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نومسلمہ کی عدتِ طلاق

سوال (۵۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا لڑکا جس کی عمر ۲۴ سال ہے، اس کی ایک شادی شدہ عورت سے شناسائی تھی جو پہلے غیر مسلم تھی، بعد میں اس نے مسلمان ہوکر شادی کر لی، شادی کے بعد میرے لڑکے نجمی خاں سے اس عورت کی شناسائی ہوئی جس کے نتیجہ میں اس عورت کو طلاق ہوگئی، طلاق کی تاریخ ۱۸ فروری ۲۰۰۶ء ہے، اب میرا لڑکا ہم سب کی مرضی سے اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے؛ لیکن اس میں عدت کا مسئلہ ہمیں معلوم نہیں ہے؛ لہٰذا آپ بتائیں ہمیں کیا کرنا ہے؟ نیز اِس وقت اُس عورت کا کوئی سرپرست بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی وارث ہے؛ کیوں کہ یہ عورت غیر مسلم تھی، اس کا مائکہ سے کوئی تعلق نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کی عدت تین ماہواری کا گذر جانا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں طلاق کے وقت سے تین ماہواری آجانے کے بعد عدت پوری ہوجائے گی، اس کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

[البقرة، جزء آیت: ۲۲۸]

وسبب وجوبها عقد النكاح الخ، وصحة الطلاق فيها. (الدر المختار مع

الشامي / باب العدة ٥/ ١٨٠ زكريا)

رجل تزوج امرأة نكاحًا وطلقها بعد الدخول أو بعد الخلوة الصحيحة، كان عليها العدة، وإن كانت الخلوة فاسدة. (فتاویٰ قاضي خان / باب العدة ٥٤٩/١ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب العدة ٤/ ٢١٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر مطلقہ رجعیہ سے رجعت نہ کی تو عدت گذر جانے سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟

سوال (۵۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی لڑکی کو طلاقِ رجعی ہوجائے اور رجعت نہ ہو؛ بلکہ ایسے ہی ایک دوماہ گذر جائیں تو کیا یہ طلاقِ رجعی رجعی رہے گی یا بائن یا طلاق مغلظہ ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاقِ رجعی کے بعد اگر رجعت کئے بغیر عدت گذر جائے تو بیوی نکاح سے باہر ہوجاتی ہے؛ البتہ اس سے نکاحِ ثانی کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: إذا طلق الرجل امرأته فهو أحق برجعتها، حتى تغتسل من الحيضة الثالثة في الواحدة والثنتين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١١/ ٣٧٧ رقم: ١٥٧٩٩)

وإذا انقضت العدة، فقد بطل حق المراجعة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥/ ١٤٣ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۶/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد عورت عدت کب سے گذارے؟

سوال (۵۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حمید اللہ اپنی بیوی امیر جہاں کو شرعی طور پر طلاق دے چکے ہیں؛ لیکن ہم چوں کہ اس بات سے ناواقف تھے کہ طلاق ہوئی یا نہیں، اس لئے ابھی تک عدت کا معاملہ ملتوی میں پڑا ہوا ہے؛ لہٰذا اَب کس طرح عدت کی جائے، وضاحت فرمائیں؟ جب کہ طلاق ۲۴/ اپریل کو ہوئی تھی، اور فتویٰ ۹/ جولائی کو لیا گیا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس دن طلاق ہوئی ہے، اُس دن سے تین ماہواری گذرنے کے بعد امیر جہاں کی عدت طلاق پوری ہوجائے گی، عدت پوری ہونے تک وہ جہاں رہ رہی ہے وہیں رہے، عدت صحیح ہونے کے لئے باقاعدہ عدت کے نام پر گھر میں رہنا ضروری نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه وهو ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: عدة المطلقة من حين تطلق، والمتوفى عنها زوجها من حين يتوفى. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب العدة من الموت والطلاق ۱۱/۳۹۱ رقم: ۱۵۸۵٤)

إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً ...... وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراءٍ. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۵۲٦)

فيعتبر ابتداء العدة منه كما تعتبر من وقت الطلاق في النكاح الصحيح. (بدائع الصنائع / فصل حكم النكاح الفاسد ۲/۳۳۵ بيروت)

هي تربص يلزم المرأة بزوال النكاح المتأكد، وسببها نكاح متأكد بالدخول أو بالموت. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵/۲۲٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق لکھ کر دو ماہ بعد ظاہر کیا، اب عدت کب سے شمار ہوگی؟

سوال (۵۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں تین طلاق کے طور پر تحریر ۱۵/جون ۱۹۹۲ء کو لکھ کر اپنے ہی پاس رکھ لی، اور دو ماہ بعد مؤرخہ ۱۹/اگست ۱۹۹۲ء میں اس تحریر کو ظاہر کیا، اس درمیان گھر میں صرف کھانا ساتھ رہا، اس کے علاوہ مزید کوئی تعلق دونوں کے درمیان قائم نہیں ہوا، اس صورت میں بیوی پر عدت کس وقت سے شروع ہوگی، تحریر طلاق کی تاریخ سے یا ظاہر کرنے کی تاریخ سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر تحریراً طلاق اس طرح دی گئی ہے کہ اس میں بیوی کو تحریر ملنے پر طلاق کو معلق نہیں کیا گیا؛ بلکہ علی الفور طلاق دی ہے تو جس تاریخ سے طلاق دی ہے، اسی دن سے عدت طلاق شمار ہوگی، اور تین ماہواری گذرنے کے بعد عدت پوری ہو جائے گی۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: عدتها من يوم طلقها، ومن يوم يموت عنها. (المصنف لابن أبي شيبة ١٣١/١٠ رقم: ١٩٢٤٩ المجلس العلمي)

ومبتدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة إن جهلت المرأة بهما أي بالطلاق والموت. (الدر المختار / كتاب الطلاق ٥٢٠/٣ دار الفكر بيروت، كذا في الهندية / الباب الثالث عشر ٥٣٢/١ زكريا)

إذا أقر الرجل أنه طلق امرأته منذ خمسين سنة، فإن كذبته المرأة في الإسناد أو قالت لا أدري تجب العدة من وقت الإقرار، قالوا: هٰذا الجواب في حق النفقة والسكنىٰ، أما في حق التزوج بأختها وأربع سواها تعتبر العدة من وقت الطلاق ...... قال محمد في طلاق الأصل: تجب العدة من وقت الطلاق. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني / الفصل السادس والعشرون في مسائل العدة ٤٦٢/٣ بيروت، كذا في البناية شرح الهداية / العدة في النكاح الفاسد ٦١٠/٥ بيروت، البحر الرائق / مبدأ العدة ١٥٧/٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۲/۲۴ھ

طلاق نامہ سے طلاق شدہ عورت عدت کب سے گذارے گی؟

سوال (۵۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر طلاق نامہ لکھ کر طلاق دی جائے تو اُس کی عدت کب سے شمار ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس وقت سے یہ طلاق نامہ لکھا گیا ہے، اُسی تاریخ سے عدت شمار ہوگی۔

وتلزمها العدة من وقت الکتابة. (شامي ٤/٥٦٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین طلاق کے بعد دو سال تک ساتھ رہنے پر عدت کا حکم؟

سوال (۵۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دے دی تھیں، اس کے بعد تقریباً پونے دو سال سے ساتھ رہ رہے ہیں، تو عدت گذر گئی یا پھر سے کرنی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی تین طلاقیں یقیناً واقع ہوچکی ہیں، اور طلاق کے بعد آپ دونوں کا ساتھ دینا قطعاً حرام ہوا، جس پر توبہ واستغفار لازم ہے، اور اگر آپ کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ تین طلاق کے بعد میاں بیوی کا ساتھ رہنا جائز نہیں ہے، تو عدت گذر چکی اب نئی عدت کی ضرورت نہیں اور اگر مسئلہ کی لاعلمی کی وجہ سے ساتھ رہتے رہے، تو جس دن سے علیحدگی کریں گے، اُسی وقت سے از سر نو عدت گزارنی ہوگی۔

وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثا فلما اعتدت بحيضتين أكرهها على الجماع، إن كان منكرًا طلاقها تستقبل العدة، وإن كان مقرا بطلاقها مع هذا

جامعها على وجه الزنا لا تستقبل العدة …… ولو وطئها وادعى الشبهة بأن قال: ظننت أنها تحل لي، فإنها تستقبل العدة بكل وطأة، وتتداخل الأولى …… وفي الهداية: وإذا وطئت المعتدة بشبهة فعليها عدة أخرىٰ وتتداخل العدتان. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٣٨/٥-٢٣٩ رقم: ٧٧٥٠ زكريا)

وإذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة أخرىٰ لتجدد السبب وتداخلتا. (شامي ٢٠٠/٥ زكريا)

ومبدأها (أي العدة) في النكاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما، ثم لو وطئها حد والمتاركة أي إظهار العزم من الزوج على ترك وطئها. (الدر المختار مع الشامي ٢٠٦/٥ زكريا، فتاوىٰ دار العلوم ٣٤٦/١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ ثلاثہ سے تین سال استمتاع کرنے کے بعد عدت کا حکم؟

سوال (۵۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو آج سے تقریباً ساڑھے تین سال پہلے تین طلاق دے دی تھیں، برادری کی پنچایت بیٹھی کچھ فتین لوگوں نے فیصلہ نہ ہونے دیا، پھر شام کو پنچایت ہوئی، تو زید نے کہا کہ میں نے صرف ایک طلاق دی ہے، زید کی بیوی ہندہ نے کہا مجھے تین طلاق دی ہے، اور ایک گواہ نے بھی کہا کہ تین ہی طلاق دی ہیں، مگر زید نے اور اس کے عزیزان نے کوئی توجہ نہ کی، پھر لڑکی زید کے ہی گھر میں بھیج دی گئی، اب ساڑھے تین سال کے بعد زید خود اقرار کرتا ہے اور شرمندہ ونادم ہے، میں نے ساڑھے تین سال پہلے جھوٹ بول کر طلاق کو چھپالیا تھا، سچ یہی تھا کہ میں نے تین طلاق ہی دیا تھا، ہندہ اس درمیان بار بار یہی کہتی رہی کہ مجھ سے حرام کاری کرتے ہو، مجھے طلاق ہوچکی ہے، مگر کسی نے دھیان نہ دیا، اس ساڑھے تین سال کے عرصہ میں ہندہ سے دو بچے پیدا

ہوئے ہیں، ایک پہلی لڑکی جس کی عمر ڈھائی سال اور ایک لڑکا جس کی عمر صرف چالیس دن ہے، زید کے والدین بھی یہی کہتے ہیں کہ زید نے ہمیں گمراہ رکھا اور صحیح بات نہ بتلائی، اب کیا کریں؟ کیا اب حلالہ ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا؟ تو طریقہ کیا ہوگا اور کیا کیا شرائط ہوں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں شوہر نے تین طلاق کو چھپا کر بہت بڑے گناہ کا اِرتکاب کیا ہے، اُس پر سچے دل سے توبہ و اِستغفار لازم ہے؛ تاہم چوں کہ یہ میاں بیوی کا تعلق کم از کم وطی بالشبہ کے درجہ میں ہے، اِس لئے بچے ثابت النسب ہوں گے، اور میاں بیوی میں جو آخری مرتبہ زن وشوئی کا تعلق قائم ہوا ہے، اُس وقت سے پہلی طلاق کی عدت شروع ہوگی، تین ماہواری گذرنے کے بعد وہ عورت مذکورہ شوہر کے نکاح سے پوری طرح نکل جائے گی، یہ عدت کے ایام شوہر کے گھر بھی گذارے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ دونوں میں میل ملاپ کا کوئی خطرہ نہ ہو اور پردہ کا اہتمام ہو۔ اب حلالہ کی شکل یہ ہے کہ عدت کے بعد اُس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح ہو، پھر وہ اُس سے زن وشوئی کا تعلق قائم کرے، اُس کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دیدے، یا کسی اور طریقہ سے تفریق ہوجائے، تو اُس کی عدت گذرنے کے بعد پہلا شوہر اُس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے، اس کو شریعت کی اِصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: طلّق رجل امرأته ثلاثًا، فتزوجها رجل ثم طلقها قبل أن يدخل بها، فأراد زوجها الأول أن يتزوجها، فسئل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن ذٰلک فقال: لا حتى يذوق الآخر من عسيلتِها ما ذاق الأول.

(صحيح مسلم ٤٦٣/١ رقم: ١٤٣٣، صحيح البخاري ٧٩١/٢ رقم: ٥٠٦٢)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أنه قضى في رجل خطب امرأة إلى أبيها ولها أم عربية، فأملكه، ولها أخت من أبيها من أعجمية، فأدخلت عليه ابنة الأعجمية، فجامعها، فلما أصبح استنكرها، فقضى أن الصداق للتي دخل بها، وجعل له ابنة

العربية، وجعل على أبيها صداقها، وقال: لا يدخل بها، حتى يخلوا أجل أختها.

(المصنف لابن أبي شيبة، الطلاق / باب الرجل يتزوج المرأة فترسل إليه بغيرها ١/٦ ٢٥ رقم: ١٠٧١٢)

قال في الشامي: وهٰذا إذا لم يكن وطئها بشبهة ظن الحل وإلا وجبت بالوطء عدة أخرىٰ وتداخلتا كما مر، وكذا كلما وطئها تجب عدة أخرىٰ فلا يحل لها التزوج بآخر ما لم تمض عدة الوطء الأخير. (شامي، باب العدة / مطلب في وطء المعتدة بشبهة ٣/٢ ٥٢ دار الفكر بيروت)

لا ينكح مطلقة من نكاح صحيح نافذ كما سنحققه بها أي بالثلاث، حتى يطأها غيره. (الدر المختار، باب الرجعة / مطلب في العقد على المبانة ٣/٩ ٤٠ دار الفكر بيروت)

وفي الهداية: وإذا وطئت المعتدة بشبهة فعليها عدة أخرىٰ، وتتداخل العدتان ...... وإذا انقضت الأولىٰ ولم تكمل الثانية، فعليها إتمام العدة الثانية، وهٰذا عندنا. والوطئ بالشبهة الموجبة لعدة أخرىٰ على أنواع منها: إذا دخل بها في العدة، وقد طلّقها ثلاثًا، وقال: ظننت أنها تحل لي. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥/٩ ٢٣ رقم: ٧٧٥٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۴/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کا شمار مہینوں سے ہوگا یا دنوں سے؟

سوال (۵۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معتدہ اپنی عدت مہینوں کے حساب سے گذارے گی یا دنوں کے حساب سے؟ عورت بوڑھی ہے اور اُس کے شوہر نے اُسے طلاق دے دی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر شوہر نے چاند کی پہلی تاریخ کو

طلاق دی ہے، تو عدت قمری مہینوں کے حساب سے شمار ہوگی، اور اگر درمیان مہینہ میں طلاق دی ہے، تو دنوں کے حساب سے ۹۰؍ دن شمار کئے جائیں گے۔

إذا اتفق عدة الطلاق والموت في غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة، وإن نقصت عن العدد، وإن اتفق في وسط الشهر فعند الإمام اعتبر بالأيام. (شامي ۵۰۹/۳ کراچی، كذا في الفتاویٰ الهندية ۵۳۷/۱، معارف القرآن ۵۳۰/۱، وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۲۳۱/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۷/۱۴۱۵ھ

عدت چاند کی تاریخ سے یا دنوں کے شمار سے؟

سوال (۵۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت کا شمار مہینوں سے ہوگا یا دنوں سے؟ نیز چاند کی تاریخ سے عدت شمار کی جائے گی یا انگریزی تاریخ سے؟ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اتفاق سے شوہر کا انتقال یا عورت کو طلاق دینے کا واقعہ چاند کی پہلی تاریخ کو پیش آیا اور وہ عورت حاملہ نہیں ہے، تو ایسی عورت چاند کی تاریخ کے حساب سے عدتِ وفات میں چار مہینے دس دن اور اُن کے بعد آنے والی رات عدت میں گذارے، اور عدتِ طلاق میں جب کہ حیض نہ آتا ہو، تو تین مہینے پورے کرلے، خواہ مہینہ اُنتیس کا ہو یا تیس کا۔ اور اگر یہ اِنتقال یا طلاق کا واقعہ پہلی تاریخ کو نہیں ہوا، تو وفات کی صورت میں مہینہ تیس تیس دن کا شمار کرکے چار مہینے دس دن یعنی ایک ۱۳۰؍ دن پورے کرے۔ اور طلاق کی صورت میں ۹۰؍ دن پورے کرے، اور اگر حائضہ ہو تو پھر اُس میں اصل معیار تین ماہواری آنے کا ہے، خواہ وہ کتنی ہی مدت میں پوری ہوں۔

إذا اتفق عدة الطلاق والموت في غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة وإن نقصت عن العدد، ...... وأنت الفرقة في بعض الشهر اختلفوا فيه. قال أبو حنيفة: يعتبر بالأيام فتعتد من الطلاق وأخواته تسعين يومًا، ومن الوفاة مائة وثلاثين يومًا. (بدائع الصنائع / بيان مقادير العدة ۳/ ۳۰۹ زكريا، فتح القدير / باب العدة ٤/ ۲۸۰ زكريا، البحر الرائق ٤/ ۱۳۲ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۵/۱۴ھ

جس عورت کو حیض آتا ہو اُس کی عدت حیض ہی سے شمار ہوگی

سوال (۵۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت کا گذارنا حیض سے ضروری ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ مسلسل تین حیض کا آنا ضروری ہے یا وقفہ کے ساتھ بھی عدت معتبر ہوگی، عام طور پر تو وضع حمل کے بعد ایک سال تک معمولاً خون نہیں آتا ہے، عدت جلد پوری کرنے کے لئے مہینے کا اعتبار رہوگا یا نہیں؟ دوائی کے ذریعہ جاری کئے خون کے ذریعہ عدت کا اعتبار رہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حائضہ عورت کی عدت طلاق حیض ہی سے پوری ہوگی جب تک تین حیض نہ آجائیں عدت پوری نہ ہوگی، خواہ یہ حیض ہر مہینے آئے یا کچھ مہینے کے توقف سے آئے، جیسا کہ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ یہ صورتِ حال پیش آتی ہے، اِس دوران اگر دوا کے ذریعہ خون جاری ہو اور اس کو ضابطہ کے مطابق حیض کا حکم دیا جاسکے، تو اس کو بھی معتبر مانا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۴۰۰)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

[البقرة، جزء آيت: ۲۲۸]

وهي في حرة تحيض لطلاق أو فسخ بعد الدخول حقيقةً أو حكمًا ثلاث حيض كوامل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب العدة ٥٠٤/٣ دار الفكر بيروت، الفتاویٰ الهندية ٥٢٦/١ زكريا)

امرأة اعتدت بالشهور وهي ترى أنها أيست، ثم حاضت فعدتها بالحيض. (فتاویٰ سراجية / باب العدة ٤٧)

وخرج بقوله ولم تحض الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت، ثم امتد طهرها فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ حد الأياس. (الدر المختار ١٨٥/٥ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب العدة ٢٢٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حیض والی عورت کے لئے مہینوں سے عدت گذارنا جائز نہیں

سوال (۵۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک وقت میں تین طلاق دے دیں، ہندہ نے تین ماہ پہلے بچہ کو جنم دیا، اب ہندہ عدت گذار رہی ہے، حیض آنا ابھی شروع نہیں ہوا ہے، طلاق کی عدت تین ماہ گذار کر حلالہ کرالیا۔ ایک مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کیا تو اُنہوں نے حلالہ کو درست نہ مانتے ہوئے حیض آنے کی دوائی دینے کو کہا، دوائی کے ذریعہ تین حیض دلاکر دوبارہ حلالہ کرایا، دوبارہ حلالہ کے بعد ابھی عدت کے دو ماہ گذر رے تھے کہ ایک مفتی صاحب سے رجوع کیا، تو اُنہوں نے پہلے نکاح کو درست مانتے ہوئے شوہر اول کو نکاح کرنے کو کہہ دیا، شرعی مسئلہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت کو حیض آتا ہو اور وہ سن ایاس کی عمر کو نہ پہنچی ہو، اس کی عدتِ طلاق مہینوں سے پوری نہیں ہوتی؛ بلکہ تین حیض آنے ضروری ہیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں تین حیض آئے بغیر جو نکاح کرایا گیا تھا وہ درست نہیں ہوا؛ البتہ تین حیض کے بعد جو

دوسرا نکاح کرایا گیا وہ درست ہے، اور اب اس کی عدت تین حیض گذرنے کے بعد ہی پہلے شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے، اس سے پہلے نکاح درست نہ ہوگا۔

وهي في حق حرة تحيض لطلاق ثلاث حيض كوامل لعدم تجري الحيضة. (الدر المختار) **تنبيه: لو انقطع دمها فعالجتها بدواء حتى رأت صفرة في أيام الحيض أجاب بعض المشايخ بأنه تنقضي به العدة.** (شامي ۱۸۲/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۰/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس حیض میں طلاق ہوئی ہے وہ شمار نہیں ہوگا

سوال (۵۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معتدۃ الطلاق کی عدت تین ماہواری ہے، تو سوال یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو حیض کی حالت میں طلاق ہوتی ہے، تو عدت کے تین حیضوں میں طلاق والے حیض کو ایک شمار کیا جائے گا، یا اُس حیض کے بعد والا حیض پہلا شمار ہوگا، اور اُس سے تین حیض کا حساب لگایا جائے گا، اگر طلاق والے حیض کے بعد آنے والے حیض سے عدت شمار ہوگی تو پھر عدت کب سے شروع ہوگی؟ جب کہ اس صورت میں عدت تین مہینے سے زیادہ ہوجاتی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس حیض (ماہواری) میں عورت کو طلاق دی گئی، وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا؛ بلکہ اُس کے بعد جو حیض آئے گا، وہ عدت میں شمار ہوگا؛ البتہ یہ واضح رہے کہ عدت طلاق ہی کے وقت سے شروع ہوجاتی ہے، خواہ حالتِ حیض میں طلاق دی ہو یا حالتِ طہر میں۔

وإذا طلق امرأته في حالة الحيض كان عليها الاعتداد بثلاث حيض كوامل، ولا تحتسب هذه الحيضة من العدة، كذا في الظهيرية. (الفتاویٰ الهندية ۵۲۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۵/۱۴۳۶ھ

جس عورت کا مسلسل خون جاری ہو وہ عدت کیسے گذارے؟

سوال (۵۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کے حیض کا زمانہ عام عورتوں کے برخلاف دراز مدت تک جاتا ہو، وہ عورت کسی طرح عدت گذارے گی، تین حیض ہی کے ذریعہ یا تین مہینے اس کی عدت ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی عورت کو مسلسل خون جاری ہو اور بند ہی نہ ہوتا ہو (اور اُس کو اپنے حیض کے دن بھی معلوم نہ ہو) تو اُس کی عدت سات ماہ ہے، دس دس دن تین حیض کے، اور دو دو ماہ ما وقفہ طہر (پاکی کا زمانہ) اِسی پر فتویٰ ہے۔ (قاموس الفقہ ۴/۳۷۷)

وأما ممتدة الحيض فالمفتى به كما في حيض الفتح، تقدير طهرها بشهرين، فستة أشهر للأطهار وثلاث حيض بشهر احتياطًا. (الدر المختار مع الشامي ٤/ ٦٥٤)

قوله: وأما ممتدة الحيض ...... المراد بها المتحير......الخ. (شامي / باب العدة ٤/ ٦٥٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۵/۱۴ھ

عدت شروع ہونے کے بعد حیض بند ہوگیا؟

سوال (۵۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کا دورانِ عدت جب کہ وہ حیض کے حساب سے عدت گذار رہی تھی، ایک یا دو حیض اَبھی آئے تھے کہ حیض کا سلسلہ ہی بند ہوگیا، اور طویل زمانہ تک حیض نہ آیا، تو اب یہ عورت اپنی عدت کیسے پوری کرے گی؟ آیا از سر نو تین مہینے عدت کے پورے کرے گی یا جتنی عدت باقی ہے اُسی کو مہینوں کے حساب سے پوری کرے گی یا حیض ہی کا انتظار کرتی رہے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی عورت کی عدت حیض سے شروع ہوئی اور اُس کے بعض حیض کا سلسلہ ایسا بند ہوا کہ خون آتا ہی نہیں، تو حنفیہ کے مشہور قول میں اِس عورت کی عدت اُس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ وہ مدتِ اَیاس (حیض بالکل بند ہونے کا زمانہ) تک نہ پہنچ جائے؛ لیکن اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی عورت کی عدت ایک سال میں پوری ہوجائے گی۔ بعض اَحناف نے ضرورت کے موقع پر اِس مسئلہ میں مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

بأن حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ سن الأياس، جوهرة وغيرها الخ (الدر المختار) وفي الشامي: ورأيت بخط شيخ مشائخنا السائحاني أن المعتبر عند المالكية أنه لا بد لوفاء عدة سنة كاملةٍ تسعة أشهر لمدة الأياس، وثلاثة أشهر لانقضاء العدة، قلت: ولذا عبر في المجمع بالحول ...... ثم قال الشامي بحثًا: ولهٰذا قال الزاهدي وقد كان بعض أصحابنا يفتون بقول مالكٍ في هٰذه المسئلة للضرورة. (شامي ۵۰۸/۳-۵۰۹ کراچی، قاموس الفقه ۳۷۷/٤، دیکھئے: الشرح الصغير مع حاشية الصاوي ٦٧٥/٢ - ٦٧٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۵/۱۴ھ

جس کو ماہواری نہ آتی ہو، اس کی عدتِ طلاق کیسے شمار ہوگی؟

سوال (۵۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ماہواری بند ہوجانے کی صورت میں عدتِ طلاق کتنا زمانہ ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت کی ماہواری بند ہوجائے، اُس کی عدتِ طلاق مہینوں کے اعتبار سے تین ماہ میں پوری ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاللَّآئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ﴾ [الطلاق، جزء آیت: ٤]

عن أم سلمة زوج النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم أن امرأة من أسلم يقال له: سُبَيعَةَ، كان تحت زوجها توفي عنها وهي حبلیٰ فخطبها أبو السنابل ابن بعلبک، فأبت أن تنكحه، فقال: واللّٰہ ما يصلح أن تنكحيه حتی تعتدي آخر الأجلين، فمكثت قريباً من عشر ليالٍ، ثم جاء ت النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال: أنكحي، وفي رواية: قالت: أفتاني إذا وضعت أن أنكح. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق / باب وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن رقم: ٥٣١٨ – ٥٣١٩، الكنز المتواري ٣٦٤/١٨ مكتبة الحرمين دبئي)

ولو كانت المطلقة صغيرة أو آئسة وهي حرة فعدتها ثلاثة أشهر. (خانية ٥٤٩/١)

وإن كانت لا تحيض من صغر أو كبر، فعدتها ثلاثة أشهر. (اللباب ٢٠١/٢ دار الإيمان)

وإن كانت لا تحيض لكبر أو صغر أو بلغت بالسن ولم يحض فعدتها ثلاثة أشهر بالأيام إن وطئت حقيقة أو حكمًا. (مجمع الأنهر / باب العدة ١٤٣/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

والعدة في حق من لم تحض لصغر بأن لم تبلغ تسعًا أو كبر بأن بلغت بالسن ولم تحض ...... ثلاثة أشهر بالأهلة. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب العدة، مطلب: في عدة الصغيرة المراهقة ٥٠٧/٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کو حیض نہ آتا ہو، اُس کی عدت کس طرح گذرے گی؟

سوال (۵۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کو لگ بھگ ساڑھے چار ماہ قبل طلاقِ مغلظہ ہوگئی تھی، اس وقت ہندہ کی عمر ۳۰ یا ۳۲/

سال ہے، اور اُس کو حیض آئے ہوئے ۸؍سال کا عرصہ بیت چکا ہے، اِس درمیان ہندہ کے تین بچے پیدا ہوئے، اور ان کی پیدائش کے وقت مدتِ نفاس صرف ۳ یا ۴؍دن ہی رہی ہے، نیز اس مدت کے درمیان ہندہ کے ٹیکے بھی لگوائے گئے؛ تاکہ حیض جاری ہوسکے؛ لیکن کامیابی نہ ہوئی اور اس وقت طلاق کے بعد بھی یہی ارادہ ہوا؛ لیکن لیڈی ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ کمزوری زیادہ ہے، زیادہ نقصان ہوسکتا ہے اور اسپتال بھی جانا پڑسکتا ہے، اس لئے اس وقت ٹیکے نہیں لگوائے جاسکے اور اگر لگوادیئے جاتے تو ضروری نہیں تھا کہ کامیابی ہی ہوتی، جیسا کہ اس سے پہلے بھی ہوچکا ہے۔

لہٰذا اَب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کی عدت مہینوں کے ساتھ ہوگی یا حیض کے ذریعہ، اگر حیض کے ذریعہ ہو، تو کیا صورت اختیار کی جائے کہ حیض جاری ہوسکے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگرچہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر الروایہ یہی ہے کہ عدت حیض ہی سے گذرے گی تاوقتیکہ وہ مدتِ ایاس تک نہ پہنچ جائے؛ لیکن بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں مالکیہ کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے، یعنی ایسی عورت کی عدت ۱۲؍مہینہ گذرنے کے بعد پوری ہوجائے گی، اور ایک قول ۹؍مہینہ کا بھی ہے؛ لیکن مالکیہ کے نزدیک ۱۲؍مہینہ یعنی ایک سال کا قول معتمد ہے؛ لہٰذا اِسی کو اختیار کرنا اَحوط ہے۔ حاصل یہ ہے کہ طلاق کے ایک سال گذرنے کے بعد اس مطلقہ کی عدت پوری ہوگی۔

قال العلامة: والفتویٰ في زماننا علی قول مالکؒ وعلی ما في جامع الفصولین: لو قضی قاض بانقضاء عدتها بعد مضي تسعة أشهر نفذ، لکن قد علمت أن المعتمد عند المالکية تقدیر المدة بحول؛ ولهٰذا قال الزاهدي: وقد کان بعض أصحابنا یفتون بقول مالک في هٰذه المسئلة للضرورة. (شامی ۵۰۸/۳-۵۰۹ کراچی، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳۰۷/۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچی یا بوڑھی عورت (آئسہ) کی عدتِ طلاق کتنے دن ہیں؟

سوال (۵۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی عورت کو حیض نہیں آتا ہو، تو کتنے دنوں تک عدت گذارے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بچی یا بوڑھی ہونے کی وجہ سے عورت کو حیض نہ آئے تو اس کی عدتِ طلاق تین مہینہ ہے۔ اِسی طرح وہ عورت جس کو بڑے ہونے کے بعد کبھی حیض نہ آیا ہو، اس کی عدت بھی تین مہینہ مقرر کی گئی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاللّٰٓائِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ﴾ [الطلاق، جزء آیت: ٤]

وفي من لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن ولم تحض ثلاثة أشهر.

(تنوير الأبصار مع الدر ٣/٥٠٧)

ولو كانت المطلقة صغيرة أو آئسة وهي حرة فعدتها ثلاثة أشهر. (خانية ١/٥٤٩)

وإن كانت لا تحيض لكبر أو صغر أو بلغت بالسن ولم يحض فعدتها ثلاثة أشهر بالأيام إن وطئت حقيقة أو حكمًا. (مجمع الأنهر / باب العدة ٢/١٤٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۶/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفاس والی عورت عدتِ طلاق کیسے گذارے؟

سوال (۵۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مطلقہ اس وقت نفاس میں ہے، تو عدت کی کیا صورت اور مدت کیا ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایامِ نفاس گذرنے کے بعد جب تک تین مرتبہ ماہواری نہ آجائے، اس وقت تک مذکورہ مطلقہ کی عدت جاری رہے گی، خواہ اس میں کتنا بھی عرصہ لگ جائے۔

وفي القنية: ولدت ثم طلقها ومضى سبعة أشهر، فنكحت اٰخر له تصح إذا لم تحض فيها ثلاث حيض (الدر المختار) **وفي الشامي: فالمعنى أنه لم يصح ما لم تحض، وإن مضى تسعة أشهر.** (شامي ٥/٤ ٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوری عدت گزرنے سے پہلے نکاحِ ثانی کرنا؟

سوال (۵۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالرحمٰن نے اپنی بیوی رابعہ خاتون کو ۳۰ شعبان ۱۴۲۶ھ شب بدھ بعد نماز مغرب طلاق دی، اور مولوی عبدالمجید صاحب نے رابعہ خاتون کا نکاح ۲۲ شوال ۱۴۲۶ھ شبِ جمعہ بعد نماز عشاء عبداللطیف کے ساتھ پڑھا دیا، عدت پوری ہونے سے پہلے، اور عدت کے اندر نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوتا ہے، آپ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی مطلقہ یا بیوہ عورت کا دوسرے شخص سے نکاح عدت گذرے بغیر جائز نہیں ہے، مسئولہ صورت میں حسبِ تحریر سوال ۳۰/شعبان کو طلاق ہوئی ہے، اور ۲۲/شوال کو دوسرا نکاح ہوا ہے، یہ کل ایک مہینہ ۲۲/دن بنتے ہیں، اس میں اگر عدت گذر چکی ہے، یعنی اگر حاملہ تھی تو وضع حمل ہو چکا ہے، اور اگر حاملہ نہیں تھی تو تین حیض گذر چکے ہیں، تو یہ نکاح صحیح ہوگیا؛ لیکن اگر ۲۲/شوال تک عدت نہیں گذری ہے تو یہ نکاح درست نہیں ہوا۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

[البقرة، جزء آیت: ۲۲۸]

قال العلامة ابن كثير: هٰذا أمر من اللّٰه تعالىٰ للمطلقات المدخول بهن من ذوات الأقراء، بأن ﴿يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾ أي بأن تمكث إحداهن بعد طلاق زوجها لها ثلاثة قروء، ثم تتزوجت إن شاء ت ...... وقد أخرج ابن أبي حاتم بسنده عن عمرو بن مهاجر عن أبيه أن أسماء بنت يزيد بن السكن الأنصارية قالت: طلقت على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ولم يكن للمطلقة عدة، فأنزل اللّٰه تعالىٰ حين طلقت أسماء العدة للطلاق، فكانت أول من نزلت فيها العدة للطلاق يعني: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾ فلا تنقضي العدة حتى تطهر من الحيضة الثالثة. (تفسیر ابن کثیر مکمل، سورة لبقرة ۲۲۸، ص: ۱۸۱ دار السلام ریاض)

وهي في حق حرة ولو كتابية تحيض لطلاق ولو رجعيا ثلاث حيض كوامل لعدم تجزي الحيضة. (درمختار مع الشامي ۱۸۱/۵-۱۸۲ زكريا)

وحكم العدة عدم جواز نكاح الغير. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۲٦/۵ رقم: ۷۲۲۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/٦/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد بیوی عدت کہاں گذارے گی؟

سوال (۵۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں بیوی ہمارے گھر پر ہی رہ رہی ہے، تو عدت کہاں پوری ہوگی؟ ہمارے گھر پر ہوگی یا میکہ میں جا کر پوری کرے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ بیوی اپنی عدت آپ ہی کے گھر پردہ کے ساتھ گذارے گی، عدت پوری ہونے کے بعد دوسری جگہ جائے گی۔

عـن الفريعة بنت مالک أنها جاء ت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم تسأله أن تـرجـع إلـى أهلها بني خدرة، وأن زوجها خرج في طلب أعبد له أبقوا، حتى إذا كان بطرف القدوم لحقهم فقتلوه، قالت: فسألت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن أرجـع إلـى أهـلي، فإن زوجي لم يترک لي مسكنًا يملكه، ولا نفقة قالت: فقال رسـول الـلّٰـه صـلـى الـلّٰـه عـليـه وسـلـم: نعم! قالت: فانصرفت حتى إذا كنت في الـحجرة، أو فـي الـمسـجـد، نـاداني رسول اللّٰه كيف قلت: قالت: فرددت عليه الـقـصة التـي ذكـرت له من شأن زوجي، قال: امكثي في بيتک حتى يبلغ الكتاب أجـلـه، قـالـت: فـاعتدت فيه أربعة أشهر وعشرًا قالت: فلما كان عثمان أرسل إلي فسألني عن ذٰلک، فأخبرته، فأتبعه وقضى به. (سنن الترمذي ١/١٤٦-١٤٧ رقم: ١٣٢٠٤، إعلاء السنن / باب أين تعتد المتوفى عنها زوجها ١١/٢٨٩ رقم: ٣٣٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

وتـعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه، ولا يخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف إنهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت ونـحـو ذٰلک من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه. (الـدر المختار مع الشامي، بـاب الـعـدة / فصل في الحداد ٥/٢٢٥ زكريا، ٣/٥٣٦ كراچی، الهداية ٢/٤٢٨-٤٢٩ تهانوي ديوبند، مجمع الأنهر ٢/١٥٥ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تـخـرج معتدة رجعي و بائن ...... من بيتها أصلا. (در مختار) والمراد به ما يضاف إليهابالسكنىٰ حال الفرقة والموت. (الدر المختار مع الشامي ٥/٢٢٤ زكريا)

معتدة الـطـلاق والـمـوت يـعتـدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقـت الطلاق والموت لا يخرجان فيه إلا لضرورة. (البـحر الرائق، باب العدة / فصل في الحداد ٤/١٥٤ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۱۳/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگرشوہر کی طرف سے اِرتکابِ حرام کا اَندیشہ ہوتو عدت کہاں گذارے؟

سوال (۵۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت اپنے شوہر ہی کے گھر گذارے جب کہ وہ تنہا ہی رہتا ہو، یا اپنے میکہ میں عدت گذارے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت شوہر ہی کے گھر پر پردہ کے ساتھ گذارے، اور اگر فتنہ کا اور شوہر کی طرف سے ارتکابِ حرام کا اندیشہ ہو، تو دوسری محفوظ جگہ منتقل ہو جائے۔

فلو بائناً فلا بد من سترة إلا أن يكون فاسقاً فإنها تخرج. (شامي ٥٣٦/٣ كراچی)

وإذا وجب الاعتداد في منزل الزوج فلا بأس بأن يسكنا في بيت واحد إذا كان عدلاً، سواء كان الطلاق رجعيًا أو بائنًا أو ثلاثًا، والأفضل أن يحال بينهما في البيتوتة بستر، إلا أن يكون الزوج فاسقًا، فيحال بامرأة ثقة تقدر على الحيلولة بينهما، وإن تعذر فلتخرج هي وتعتد في منزل آخر، وكذا لو ضاق البيت، وإن خرج هو كان أولىٰ، ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة، هٰذا صرح في الهداية بأن خروجه أولىٰ من خروجها عند العذر.

(البحر الرائق، باب العدة / فصل في الحداد، قبيل باب ثبوت النسب ١٥٤/٤ كوئٹہ، هداية ٤٢٩/٢ تهانوي ديوبند، شامي ، كتاب الطلاق / باب العدة، فصل في الحداد ٢٢٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالک مکان خالی کرنے کا مطالبہ کرے، تو معتدہ عدت کہاں گذارے؟

سوال (۵۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مکان کرایہ کا ہے اور مکان مالک مکان خالی کرانے کے لئے دباؤ ڈال رہا ہے، تو پھر عدت کہاں گذاری جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں عورت قریبی مامون جگہ میں عدت گذار سکتی ہے۔

وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بیت وجبت فیه، ولا یخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف إنهدامه أو تلف مالها أو لا تجد کراء البیت ونحو ذٰلک من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إلیه. (الدر المختار مع الشامي، باب العدة / فصل في الحداد ۲۲۵/۵ زکریا، ۵۳۶/۳ کراچی، الهدایة ۴۲۸/۲-۴۲۹ تهانوي دیوبند، مجمع الأنهر ۱۵۵/۲ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلالہ میں شوہرِ ثانی کے طلاق دینے کے بعد شوہرِ اول کے گھر عدت گذارنا؟

سوال (۵۹۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حلالہ کی صورت میں شوہرِ ثانی کی طلاق کے بعد کی عدت شوہرِ اول کے گھر گذار سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر بیوی کو تین طلاق دے دے، تو عدت کا خرچہ اور اُس کی رہائش کا انتظام کرنا اُسی شوہر کے ذمہ ہوتا ہے؛ لہٰذا عورت شوہر کے گھر پر رہ کر عدت گذار سکتی ہے، مگر اِس دوران شوہر کا اس گھر میں آنا جانا اور جس کمرہ میں عورت عدت گذارے اُس میں داخل ہونا ممنوع ہے؛ لہٰذا شوہر کو دوسری جگہ اپنی رہائش کرلینی چاہئے، اور شوہرِ ثانی کی طلاق کے بعد عدت شوہرِ ثانی ہی کے گھر پر گذارنے کا حکم ہے؛ لیکن اگر شوہرِ اول اپنے گھر پر عدت گذارنے کے لئے اِصرار کرے اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو اُس کی بھی گنجائش ہے۔

المعتدة عن طلاق تستحق النفقة و السكنى. (الفتاویٰ الهندية ٥٥٧/١)

وتبيت في المنزل الذي طلقت فيه. (شامي ٣٢٥/٥ زكريا)

ولا بد من سترة بينهما في البائن. (الدر المختار مع الشامي ٢٢٦/٥ زكريا)

ثـم إن وقـعـت الـفـرقة بطلاق بائن أو ثلاث، لا بد من سترة بينهـما، ثم لا بأس بـه؛ لأنه معترف بالحرمة إلا أن يكون فاسقًا يخاف عليها منه، فحينئذٍ تخرج؛ لأنه عذر. (الهداية / فصل فى الحداد ٢٩٨/٣-٢٩٩ مكتبة البشریٰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میکہ میں عدت گذارنے کی ایک صورت

سوال (۵۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ عورتوں کا کہنا ہے کہ میت کی بیوی اَپنی ماں کے یہاں عدت نہیں کرتی ہے؛ بلکہ سسرال ہی میں کرتی ہے، مرنے والے کو کچھ ہندوؤں نے چاقو سے مارا تھا، ہم اس کو دہلی لے گئے وہاں ۱۹۹۲/۳/۲۳ء کو اس کا انتقال ہوگیا تھا، ساتھ میں میت کے والد بھی تھے، اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں میت اپنے گھر لے جاؤں گا؛ لہٰذا ہم اپنے گھر لے آئے، اور یہیں اس کی تدفین ہوئی، اور چوں کہ داماد وہ ہمارے گھر پر ہی رہتا تھا، اس لئے میری لڑکی بھی میرے ہی گھر ہے، اب آپ یہ بتائیں کہ عورت کے مائکے میں عدت کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب کہ پہلے ہی سے آپ کی لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ آپ کے گھر ہی رہتی تھی، تو اَب وہیں عدت گذارنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

والـمـراد بـه ما يضاف إليها بالسكنىٰ حال وقوع الفرقة والموت، سواء كان مملوكاً للزوج وغيره. (شامي ٥٣٥/٣ کراچی، ٢٢٥/٥ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٥٤/٤ كوئٹه)

وعلى المعتدة أن تـعـتـدَّ فـي الـمـنزل الذي يضاف بالسكنى حال وقوع

الـفـرقة والـموت، لقوله تعالیٰ: ﴿وَلاَ تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ والبيت المضاف إليهـمـا هـو البيت الذي تسكنه. (الهداية / فصل فی الحداد ۲۹۸/۳-۲۹۹ مکتبة البشریٰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے گھر اکیلے ہونے کی وجہ سے معتدہ کو میکے میں لانا؟

سوال (۵۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی ایک بہن کی شادی تقریباً پانچ سال پہلے سنبھل میں چودھری سرائے میں کی تھی، اب میرے بہنوئی کا انتقال ۶/ مارچ کو ہوگیا، بہنوئی تین بھائی تھے، میرا بہنوئی سب سے بڑا تھا، ایک ہی مکان میں تینوں کے کمرے الگ الگ ہیں، اور بہنوئی کے بھائیوں کی شادی ہوگئی ہے؛ لہٰذا میری بہن کا وہاں پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے، میں اس کو مرادآباد لانا چاہتا ہوں، ایسی صورت میں وہاں سے لا سکتے ہیں یا نہیں، بہن کے کوئی اولاد نہیں ہے وہ تنہا اور اکیلی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہے کہ شوہر کے گھر سے نہ لائیں؛ لیکن اگر وہاں تنہائی میں بہت پریشانی ہو اور اکیلے پن کا احساس ہو تو ضرورۃً آپ اپنی معتدہ بہن کو لا سکتے ہیں۔

عن ابن جريج أخبرني إسماعيل بن كثير عن مجاهد: ''أن رجالاً استشهدوا بأحد، فقال نساؤهم: يا رسول اللّٰه! إنا نستوحش في بيوتنا، أفنبيت عند إحدانا؟ فأذن لهن أن يتحدثن عند إحداهن، فإذا كان وقت النوء تأوي كل امرأة إلى بيتها''. رواه الإمام العلامة الشافعي. (التلخيص الحبير ۳۳/۲، إعلاء السنن / باب جواز الخروج للمتوفی عنها زوجها بعذر ۲۹۰/۱۱ رقم: ۳۳۷٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وتعتدان في بيت وجبت فيه ...... إلا أن تُخرج ...... أو لاتجد كراء البيت ونحو

ذٰلک من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه (درمختار) وفي الشامي: منه ما في الظهيرية ولو خافت بالليل من أمر الميت والموت ولا أحد معها لها التحول والخوف شديدًا وإلا فلا. (الدر المختار مع الشامي، باب العدة / مطلب: الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع ۲۲۵/۵-۲۲٦ زكريا، كذا في البحر الرائق ۲۵۹/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کے بعد بیوی کا شوہر کے گھر رہنا؟

سوال (۵۹٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنی بیوی شبانہ کو طلاق دے چکا ہوں، عدت کے بعد بھی وہ گھر سے نہیں گئی، کیا اُسے شرعاً میرے یہاں رہنے کا حق حاصل ہے، اور کتنے دن رہ سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کے بعد عدت گذرنے تک تو شوہر مطلقہ کی رہائش کا ذمہ دار رہتا ہے؛ لیکن عدت کے بعد بیوی کی رہائش کی کوئی ذمہ داری شوہر پر نہیں ہے؛ اس لئے مطلقہ عورت کو فوراً شوہر کے گھر سے چلے جانا چاہئے۔

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن النفقة والسكنىٰ والكسوة. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۲/۵ زكريا)

أجمع العلماء على أن المطلقة طلاقًا رجعيًا تستحق النفقة والسكنىٰ، أيضاً ما دامت في العدة ...... والنفقة واجبة للمعتدة ...... وإن طالت العدة بارتفاع الحيض كان لها النفقة إلى أن تصير آئسة، وتنقضي عدتها بالأشهر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۹۹/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کے بعد نکاحِ ثانی کا کیا طریقہ ہے؟

سوال (۵۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاقِ رجعی دی، دوسال گزرنے کے بعد نکاح خواں نے جب دوبارہ نکاح پڑھایا تو دوبارہ پانچ سو روپیہ مہر طے کرنے پر نکاح جدید ہوا۔ دریافت امر یہ ہے کہ نکاح جدید پڑھانے کی طریقہ وہی ہے جو عام طور سے نکاح پڑھانے کا ہے، یا نکاحِ جدید کی شکل نکاح مروجہ سے الگ ہوگی؟ اور نکاح جدید میں سابق مہر کافی ہوں گے یا دوبا ہر مہر طے کئے جائیں گے؟ اور گواہ بھی دوسرے مقرر کئے جائیں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت ختم ہونے کے بعد پہلا نکاح کالعدم ہوجاتا ہے، اب جو نکاح ہوگا اس میں تمام وہ شرائط ملحوظ رکھے جائیں گے جو ابتدائی نکاح میں ہوتے ہیں، مہر ازسرِنو مقرر ہوں گے اور گواہ بھی نئے بنائے جائیں گے۔ بریں بنا صورتِ مسئولہ میں نکاح خواں نے جو طریقہ اپنایا ہے وہ صحیح ہے۔

وینعقد بایجاب وقبول ...... بمحضر من الشهود. (التنویر مع الدر المختار ۹/۳-۱۳ کراچی، الهداية / كتاب النكاح ۳/۳ مكتبة البشرى كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نامحرم کے دیکھنے سے ازسرِنو عدت شمار کرنا؟

سوال (۵۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: معتدہ کو عدت کے دوران نامحرم دیکھ لے، تو عدت شرعاً گذرے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نامحرم کو دیکھنے کی وجہ سے ازسرِنو عدت گذارنے کی

ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۳۴۰-۳۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۷/۱۴۱۵ھ

دورانِ عدت شوہر کو کھانا پکا کر دینا

سوال (۵۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حالت عدت میں بیوی اپنے شوہر کو کھانا اور ناشتہ بنا کر دے سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پردہ میں رہ کر کھانا پکا کر دینا ممنوع نہیں ہے، بشرطیکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

قال في القنية: سكن رجل في بيت من دار، وامرأة في بيت آخر منها، ولكل واحد غلق على حدة، لكن باب الدار واحد، لا يكره ما لم يجمعهما بيت. (رد المحتار / الحظر والإباحة ٦/٣٦٨ دار الفكر بيروت)

ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة. (البحر الرائق / فصل الحداد ٤/٢٦١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۱۱/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے

سوال (۶۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی ساڑھے تین ماہ کے حمل سے ہے، عدت کی مدت کیا ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حاملہ کی عدت بچہ کی پیدائش تک ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ، وَمَنْ یَتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا﴾ [الطلاق، جزء آیت: ٤]

وفي التنویر: وفي الحامل وضع حملها. (الدر المختار ١٩٠/٥ زکریا)

عدة الحامل وضع الحمل. (البحر الرائق ١٣٣/٤، بدائع الصنائع ٣١١/٣ زکریا، الهدایة ٤٢٣/٢، احسن الفتاویٰ ٤٢٩/٥) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٤٢٠/٤/٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

حاملہ زانیہ کی عدتِ طلاق کب تک ہے؟

سوال (٦٠١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، جس کے پیٹ میں ڈھائی مہینہ کا حمل تھا، ایسی صورت میں اس کے ماں باپ نے لاعلمی میں اس کا نکاح کروادیا کسی دوسرے شخص سے، جب نکاح کرانے کے دو ڈھائی مہینے کے بعد ڈاکٹری جانچ کرایا گیا، تو ڈاکٹر نے پانچ مہینہ کا حمل بتایا، تو اس کے شوہر نے طلاق دے دی۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی تو حاملہ زانیہ عورت عدت گذارے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حاملہ مزنیہ کا نکاح درست ہوچکا تھا؛ لہٰذا شوہر کی طرف سے طلاق دینا بھی شرعاً معتبر ہے اور اس کی عدت بچہ جننے سے پوری ہوگی، اگر نکاح سے چھ مہینہ پورا ہونے یا اس کے بعد بچہ کی پیدائش ہو، تو یہ بچہ اُس شوہر کی طرف منسوب ہوگا، اور اگر چھ مہینہ کے اندر اندر بچہ کی پیدائش ہوجائے، تو بچہ اُس شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا؛ بلکہ صرف ماں کی طرف نسبت ہوگی۔

عن أبي الأسود الدیلمي أن عمر رضي اللّٰه عنه أتی بامرأة قد ولدت لستة أشهر فهم برجمها، فبلغ ذٰلک علیًا رضي اللّٰه عنه، فقال: لیس علیها رجم، فبلغ

ذٰلک عمر فأرسل إليه فسأله، فقال: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ وقال: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ فستة أشهر حمله حولين تمام، لا حد عليها أو قال: لا رجم عليها، وقال: فخلى عنها، ثم ولدت. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، العدد / باب ما جاء في أقل الحمل ٤٢٧/١١ رقم: ١٥٩٦٥، المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب التي تضع لستة أشهر ٣٤٩/٧ رقم: ١٣٤٤٣)

وصح نكاح حبلى من زنا لاحبلى من غيره، وإن حرم وطؤها. (الدر المختار مع الشامي ١٤١/٤ زكريا)

تزوج حبلى من زنى، ودخل بها ثم مات أو طلقها تعتد بالوضع. (الدر المختار مع الشامي ١٩٠/٥ زكريا)

وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً يثبت منه. (الفتاوىٰ الهندية ٥٣٦/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِنقضاءِ عدت کی نیت کے بغیر مطلقہ حاملہ کا حمل ساقط کرانا؟

سوال (۶۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سمیہ زید سے نکاح کرنے کی خاطر زید کے یہاں آ گئی ہے، اور چار مہینے کا حمل ساقط کرا دیا، اور اس نے عدت پوری کرنے کی کوئی نیت بھی نہیں کی، اور نہ عدت کے اصول وضوابط پر پابند ہے، تو کیا اِس طریقۂ اسقاطِ حمل سے بلانیت بھی عدت پوری ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں شوہر کے طلاق دینے کے بعد وضع

حمل تک لڑکی کو عدت گذارنی لازم تھی، اور جب چار مہینے کا حمل ساقط ہو چکا ہے، تو عدت پوری ہوگئی، خواہ لڑکی نے عدت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اِسی طرح عدت کے اُصول وضوابط کی پابندی نہ کرنے پر بھی عدت پوری ہوگئی، اگرچہ وہ اِس بے اُصولی پر گنہگار ہوگی۔

و مبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما أي بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه. (شامي ۲۰۲/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۹/ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا چار مہینے کا حمل ساقط کرانے سے حاملہ کی عدت پوری ہو جائے گی؟

سوال (۶۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رفاقت نے سمینہ سے شادی کی، بعدہٗ سمینہ زید کے ساتھ فرار ہوگئی، رفاقت نے سمینہ کی فراریت کی وجہ سے بحالتِ حمل طلاق دے دی، اب سمینہ نے زید سے نکاح کرنے کی خاطر چار مہینہ کا حمل بذریعہ دوائی ساقط کرا دیا۔ اب زیر طلب بات یہ ہے کہ بذریعہ دوائی حمل ساقط کرا دینے کی وجہ سے کیا سمینہ کی عدت ختم ہوگئی یا باقی ہے؟

سمینہ کی فراریت کی وجہ سے میکے کے تمام لوگوں نے اور رشتہ دار وغیرہ نے بھی اپنے یہاں بلانے سے انکار کر دیا، اب اگر سمینہ کی عدت ہنوز باقی ہے، تو عدت کہاں گذارے گی؟ کیا زید کے گھر نکاح سے قبل عدت گذار سکتی ہے؟ اگر نہیں تو کیا صورت اختیار کی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسقاطِ حمل سے مطلقہ کی عدت ختم ہو جاتی ہے، بشرطیکہ بچے کے ہاتھ پاؤں وغیرہ بن گئے ہوں، جس کی مدت چار مہینے ہیں، خواہ اسقاط دوا سے ہو یا کسی اور طریقہ سے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اسقاطِ حمل سے مطلقہ کی عدت پوری ہوگئی، اب مزید عدت

گذارنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اب لڑکی شرعی طور پر اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۴۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۴۴۱)

أما السقط فإن ظهر بعض خلقه من إصبع أو ظفر أو شعر أو نحو ذٰلک فهو ولد. (الفقه على المذاهب الأربعة ١٣٢/١)

وفي الدر المختار: أي سقوط ظهر خلقه كيد أو رجل أو إصبع أو ظفر أو شعر ولا يستبين خلقه إلا بعد مائة وعشرين يومًا. (الدر المختار مع الشامي ٥٠٠/١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۹ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر مطلقہ ثلاثہ سے صحبت کے نتیجہ میں قبل التفریق بچہ پیدا ہوجائے تو عدت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۶۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی تھی، بعد میں اس سے زید کا نکاح ثانی ہوگیا، کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ نکاحِ ثانی کے لئے حلالہ کی ضرورت تھی، اس لئے نکاح ثانی درست نہ ہوا، لہٰذا دونوں میں تفریق کرادی جائے، تفریق کے بعد عورت عدت گذارے پھر کسی سے نکاح ہو پھر وہ طلاق دے، پھر عورت عدت گذارے، پھر شوہر اول سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے، زید نے فوراً اِس پر عمل نہ کیا، اور علیحدگی اختیار نہ کی؛ بلکہ سوچا کہ کسی بڑے ادارہ کے مفتی صاحب سے معلومات کی جائے، ہوسکتا ہے کہ بغیر حلالہ کی کوئی شکل نکل آئے، اور کیا ہوا نکاحِ ثانی ہی درست رہ جائے، وہ ایسی معلومات میں لگا تھا کہ بیوی کو قبل التفریق بچہ پیدا ہوگیا، بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ معلومات میں لگا رہا، اور صحبت کو حرام سمجھنے کے باوجود بھی وہ صحبت کرتا رہا، بیوی کو شوہر کی اِن سرگرمیوں کا کچھ پتہ نہیں وہ تو اپنے آپ کو نکاح میں سمجھتی رہی، اور اب تک سمجھتی ہے، معلومات کرنے کے دوران کئی مرتبہ زید

کے ذہن میں آیا کہ بغیر حلالہ کے کام نہ چلے گا؛ لیکن پھر خیال آجاتا کہ نہیں معلومات کرو، ہوسکتا ہے کوئی شکل نکل آئے؛ لیکن اب زید چاہتا ہے کہ حلالہ ہوجائے؛ تاکہ جلدی سے زندگی حلت کے دائرہ میں آجائے۔

(۱) لہٰذا اَب سوال یہ ہے کہ کیا قبل التفریق بچہ پیدا ہونے سے عدت مکمل ہوگئی، اور اب بغرضِ حلالہ فوراً کسی سے نکاح کیا جاسکتا ہے، یا قبل التفریق بچہ پیدا ہونے پر عدت مکمل ہی نہیں ہوئی، یا مکمل تو ہوگئی تھی، مگر بعد میں صحبت کو حرام جاننے کے باوجود صحبت کرنے کی وجہ سے پھر سے عدت ضروری ہوگئی؟ اور اب بعد العدۃ ہی بغرضِ حلالہ کسی سے نکاح ہوسکتا ہے، اس سے پہلے نہیں؟ اگر بغرضِ حلالہ نکاح کرنے میں پہلے عدت کی ضرورت ہو، تو زید یہ چاہتا ہے کہ جیسے بیوی کو اَب تک کچھ پتہ نہیں، وہ اپنے آپ کو نکاح ہی میں سمجھتی ہے، ایسے ہی عدت بھی اُس کی ایسے ہی گذر جائے، وہ نکاح میں ہی سمجھتی رہے، شوہر صحبت نہ کرے، اِس سے یہ فائدہ ہوگا کہ بیوی کے نکاح سے باہر ہونے کی معلومات کا زمانہ کم ہوجائے گا، جس کی وجہ سے اُن کے غم کا زمانہ کم ہوجائے گا۔

(۲) اگر عدت کے دوران لڑکا اور لڑکی سخت مجبوری کی وجہ سے دونوں ساتھ رہیں، لیکن صحبت نہ کریں، تو کیا ساتھ رہنے سے عدت پوری ہوجائے گی یا کوئی فرق پڑے گا؟

(۳) اور اگر صحبت کرلیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ عدت کے مکمل ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) طلاق مغلظہ کے بعد حلالہ شرعیہ کے بغیر زید کا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا اور صحبت کرنا قطعاً حرام اور کھلی ہوئی زنا کاری کا ارتکاب ہے، جس پر سچی توبہ واستغفار لازم ہے، اور دونوں کے درمیان فوری طور پر تفریق ضروری ہے؛ تاہم تفریق سے قبل بچہ کی پیدائش کی وجہ سے عدت پوری ہوچکی ہے، اور وضع حمل کے بعد زید نے اس سے جو صحبت کی ہے، وہ چوں کہ زنا کاری تھی، اس لئے کوئی نئی عدت واجب نہیں ہوئی؛ لہٰذا اُس کا نکاح دوسرے شخص

سے بلاتاخیر ہوسکتا ہے، پھر دوسرا شخص ہم بستری کے بعد اگر طلاق دیدے، تو اُس کی عدت گذرنے کے بعد وہ عورت زید کے نکاح میں آسکتی ہے، اِس کے بغیر دونوں کا ساتھ رہنا ہرگز جائز نہیں۔

من لم تكن حبلى، فإذا حبلت في العدة تنقض بوضعه، سواء كان من المطلق أو من زنا أو من نكاح فاسد. (رد المحتار، باب العدة / مطلب في وطئ المعتدة بشبهة ٥١٩/٣ دار الفكر بيروت، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٥٢٨/١ زكريا)

ومفاده أنه لو وطئها بعد الثلاث في العدة بلا نكاح عالما بحرمتها، لاتجب عدة أخرى؛ لأنه زنا. (شامي ٢٠٠/٥ زكريا)

(۲) طلاقِ مغلظہ کی عدت کے دوران میاں بیوی کا بے تکلفی کے ساتھ رہنا سہنا جائز نہیں ہے، اگر صحبت نہ کرے پھر بھی ناجائز طور پر ساتھ رہنے کا گناہ ہوگا؛ تاہم تین حیض گذرنے پر یا وضع حمل پر عدت پوری ہوجائے گی؛ البتہ اگر پردے کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بیوی عدت گذارے، تو اِس کی گنجائش ہے۔ (کفایت المفتی ۳۹۲/۶)

وإذا وجب الاعتداد في منزل الزوج فلا بأس بأن يسكنا في بيت واحد إذا كان عدلاً، سواء كان الطلاق رجعيًا أو بائنًا أو ثلاثًا، والأفضل أن يحال بينهما في البيتوتة بستر، إلا أن يكون الزوج فاسقًا، فيحال بامرأة ثقة تقدر على الحيلولة بينهما، وإن تعذر فلتخرج هي وتعتد في منزل آخر، وكذا لو ضاق البيت، وإن خرج هو كان أولىٰ، ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة، هٰذا صرح في الهداية بأن خروجه أولىٰ من خروجها عند العذر. (البحر الرائق، باب العدة / فصل في الحداد، قبيل باب ثبوت النسب ١٥٤/٤ كوئٹه، هداية ٤٢٩/٢ تهانوي ديوبند، شامي، كتاب الطلاق / باب العدة، فصل في الحداد ٢٢٧/٥ زكريا)

(۳) اگر حرمت کا علم ہونے کے باوجود مطلقہ مغلظہ سے صحبت کی تو اس سے کوئی نئی عدت واجب نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ صحبت زنا کے درجہ میں ہے۔

عن شريح: أن رجلاً طلّق امرأته ثلاثًا، فشهد عليه قوم أنه يجامعها بعد ذٰلک، قال: إن شئتم شهدتم أنه زان. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب يطلقها ثم يدخل عليها ٣٣٩/٧ رقم: ١٣٤٠٦)

وأما المطلقة ثلاثا إذا جامعها زوجها في العدة مع علمه أنها حرام ومع اقراره بالحرمة لاتستأنف العدة. (الفتاویٰ الهندية ٥٣٢/١ امداد يه ملتان، الفتاویٰ التاتارخانية ٢٣٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت میں بیٹھنے سے پہلے غسل کرنا؟

سوال (۶۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عورت کو عدت میں بیٹھنے سے قبل غسل کرنا ضروری ہے یا بغیر غسل کے عدت میں نہیں بٹھا سکتے، اور یہ غسل کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کی وفات کے بعد خود بخود عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے۔ عدت شروع کرنے کے لئے با قاعدہ غسل کرنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، اور خاص اس غسل کی کوئی اہمیت نہیں ہے؛ البتہ اہتمام کے بغیر اگر بدن کی صفائی یا گرمی دور کرنے کی غرض سے کوئی عورت غسل کرے، تو اس میں کسی وقت بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة. (الفتاویٰ الهندية ٥٣١/١، ٥٣٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۶/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدتِ وفات کے مسائل

مطلقہ اور متوفی عنہا عورت کی عدت میں فرق کیوں ہے؟

سوال (۶۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلاقِ مغلظہ کے بعد عورت کی عدت تین ماہ دس دن ہے، اور شوہر کے انتقال کے بعد عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے، ایسا کیوں ہے؟ اس میں خدا کی کیا حکمت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو یہ سمجھنا چاہئے کہ مطلقہ کی عدت مقررہ طور پر تین مہینہ دس دن نہیں ہے؛ بلکہ اِس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مطلقہ حاملہ ہے تو وضع حمل پر اُس کی عدت پوری ہوگی، اور اگر حاملہ نہیں ہے، مگر اُسے حیض آتا ہے تو تین مرتبہ حیض آنا اُس کے لئے عدت ہے، خواہ وہ تین مہینہ میں آئیں یا زیادہ میں، ہاں اگر ایسی عمر دراز عورت ہے جس کے حیض آنے کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو اس کی عدت تین مہینہ ہے، گویا کہ مطلقہ کی عدت میں اصل مدار اِس پر ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مطلقہ کا رحم پہلے شوہر کے نطفہ میں مشغول تو نہیں ہے۔

غیر الآیسة والحامل فإن عدتهما بالأشهر والوضع الحیض للموت أي موت الواطي وغیره كفرقة أو متاركة؛ لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحیض. (الدر المختار مع الشامي، باب العدة / مطلب في النكاح الفاسد والباطل ۵/۱۹۹ زكريا)

اِس کے برخلاف شوہر کی موت پر بیوہ کی عدت جب کہ وہ حاملہ نہ ہو، متعین طور پر چار مہینہ دس دن رکھی گئی ہے، یہ وہ مدت ہے جس میں پیٹ میں پلنے والے جنین میں روح پڑ جاتی ہے، اس لئے اس مدت کے اندر اندر یہ ضرور معلوم ہو جائے گا کہ بیوہ حمل سے ہے یا نہیں، نیز ایک عورت

کے لئے شوہر کی وفات کا صدمہ سب سے بڑا ہوتا ہے، اس لئے اظہارِ غم کے مقصد سے بھی یہ لمبی مدت متعین کرنا مناسب ہے، یہ سوگ کی بات مطلقہ کی صورت میں اِس انداز میں نہیں پائی جاتی ہے۔

نعم! نقل بعضهم أنه اتفق العلماء علیٰ أن نفخ الروح لا یکون إلا بعد أربعة أشهر أي عقبها کما صرح به جماعة، وعن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أنه بعد أربعة أشهر وعشرة أیام، وبه أخذ أحمد، ولا ینافي ذٰلک ظهور الخلق قبل ذٰلک؛ لأن نفخ الروح إنما یکون بعد الخلق وتمام الکلام في ذٰلک مبسوط في شرح الحدیث الرابع من الأربعین النوویة، فراجعه. (الدر المختار مع الشامي، باب الحیض / مطلب في أحوال السقط ۳۰۲/۱ کراچی، ۵۰۱/۱ زکریا، البحر الرائق مع منحة الخالق / باب الحیض قبیل باب الأنجاس ۲۱۸/۱ کوئٹہ، المصالح العقلیة للأحکام النقلیة ۲۲۶/۲)

علاوہ ازیں متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے لئے چوں کہ قرآنِ کریم میں قطعی طور پر مدت متعین کردی گئی ہے؛ لہٰذا اُس کی حکمت ہمیں معلوم نہ بھی ہو، پھر بھی اسے تسلیم کرنا لازم ہے، اس پر چون و چرا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳٤] **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متوفی عنہا زوجہا کی عدت اور اُس کی مصلحت؟

سوال (۶۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد کا انتقال ہوگیا اب زید کی والدہ عدت کیسے گذارے گی، کیا عدت کے لئے انتقال کے فوراً بعد بیٹھنا ضروری ہے یا پندرہ بیس دن کے بعد بھی عدت میں بیٹھ سکتی ہے، جب کہ وہ گھر سے بھی نہیں نکلتی ہے، اور اس کی بھی وضاحت فرمائیں کہ عدت کیوں گذاری جاتی ہے؟ کیا

اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں، ایک نفس عدت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس خاص مدت تک یہ عورت کسی دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، یہ مدت شوہر سے وفات کی صورت میں چار مہینہ دس دن مقرر ہے، اور یہ شوہر کے وفات پاتے ہی فوراً شروع ہوجاتی ہے، چاہے عورت کہیں ہو اس مدت کے شروع ہونے کے لئے باقاعدہ عدت کی نیت سے بیٹھنا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دورانِ عدت عورت کو کیا کرنا لازم ہے، اس کے ضمن میں یہ بات آتی ہے کہ شوہر کی وفات کے وقت وہ جس جگہ ہوگی اسی گھر میں عدت کا پورا وقت گذارے اس سے باہر نہ نکلے (بشرطیکہ کوئی سخت مجبوری نہ ہو) اس طرح زیب وزینت نہ کرے، بھڑک دار کپڑے نہ پہنے وغیرہ، یہ سب عدت کے مسائل ہیں، اگر عورت اس کی خلاف ورزی کرے گی تو وہ گنہگار ہوگی؛ لیکن نفس عدت گذرنے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں والد کے انتقال کے بعد فوراً آپ کی والدہ کی عدت خود بخود شروع ہوگئی تھی خاص عدت کے لئے بیٹھنے کی نیت ان پر ضروری نہیں، اور شوہر کی وفات کے بعد فوراً عدت کے مسائل پر عمل کرنا ان پر ضروری ہوگیا تھا، اگر اُنہوں نے اِس میں کچھ کوتاہی کی ہو تو وہ گنہگار ہوں گی، اُنہیں استغفار کرنا چاہئے، اور عدت گذارنے کا حکم فرض ہے، اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے، اور عدت وفات میں شریعت کے نزدیک دو مصلحتیں پیشِ نظر ہیں: اول یہ کہ یہ علم ہوجائے کہ بیوہ میت سے حاملہ تو نہیں ہے، اور دوسرے یہ کہ شوہر کی جدائی پر اس کی طرف سے سوگ اور غم کا اظہار ہو۔

وقد ذكر سعيد بن المسيب وأبو العالية وغيرهما: أن الحكمة في جعل عدة الوفاة أربعة أشهر وعشرًا لاحتمال اشتغال الرحم على حمل، فإذا انتظر به

هٰذه المدة، ظهر إن كان موجودًا كما في جاء في حديث ابن مسعود الذي في صحيحين وغيرها: إن خلق أحدهم يجمع في بطن أمه أربعين يومًا نطفةً، ثم يكون علقة مثل ذٰلك، ثم يكون مضغة مثل ذٰلك، ثم يبعث إليه الملك فينفخ فيه الروح، فهٰذه ثلاث أربعينات بأربعة أشهر، والاحتياط بعشر بعدها لما قد ينقص بعض الشهور، ثم لظهور الحركة بعد نفخ الروح فيه، والله أعلم.

قال سعيد بن أبي عروبة عن قتادة: سألت سعيد بن المسيب ما بال العشر؟ قال: فيه ينفخ الروح. (تفسير ابن كثير مكمل، البقرة ٢٣٤ دار السلام رياض)

لايجوز للأجنبي خطبة المعتدة صريحاً، سواء كانت مطلقة أو متوفىٰ عنها زوجها، كذا في البدائع. (الفتاوىٰ الهندية ٥٣٤/١)

تحد مطلقة مسلمة إذا كانت معتدة بت أو موت، وإن أمرها المطلق أو الميت بتركه؛ لأنه حق الشرع، إظهاراً للتأسف على فوات النكاح، بترك الزينة بحلي أو حرير أو امتشاطٍ والطيب والدهن والكحل والحناء ولبس المعصفر والمذعفر إلا بعذر. (الدر المختار مع الشامي، باب العدة / فصل في الحداد ٢١٨/٥ زكريا)

إن مشروعية العدة لتعرف براءة الرحم أي خلو عن الحمل. (شامي ١٨٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کتنے دن ہے؟

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر کا ۱۷/۹/۱۹۹۶ء مطابق ۱۰/۴/۱۴۱۷ھ کو انتقال ہوگیا ہے، تو میری عدت شرعاً کب پوری ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں انتقال سے ایک ۱۳۰/دن پورے ہونے پر مذکورہ بیوہ کی عدت مکمل ہو جائے گی، مذکورہ تاریخ کے اعتبار سے عدت ۲۴/جنوری ۱۹۹۵ء کا دن گذار کر رات میں پوری ہو جائے گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۳۴]

المتوفى عنها زوجها إذا كانت غير حامل وهي حرة أربعة أشهر وعشرًا.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۲۲۸/۵ زكريا)

والعدة للموت أربعة أشهر وعشرة مطلقًا. (الدر المختار مع الشامي / مطلب في عدة الموت ۱۸۸/۵ زكريا، كذا في البحر الرائق ۱۴۴/۲ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/۷/۱۴۱۵ھ

عورت اگر شوہر کے جنازہ کے ساتھ نکل جائے، تو کیا عدت ساقط ہو جاتی ہے؟

سوال (۶۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادآباد میں بعض خواتین میں یہ مشہور ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کے جنازہ کے ساتھ ساتھ باہر نکل جائے، تو اُس کے اوپر سے عدت گذارنے کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کی یہ بات قطعاً غلط اور جہالت پر مبنی ہے، عورت پر عدتِ وفات بہر حال لازم ہے، عدت وقت گذارنے کا نام ہے، گھر سے نکلنے یا نہ نکلنے سے عدت گذرنے پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ البتہ دورانِ عدت گھر سے بلاعذر نکلنا ناجائز ہے۔

قـال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

ولا يخرجان منه إلا لضرورة. (البحر الرائق ٤/ ١٥٤ كراچی)

ولا يجوز للمطلقة الرجعية والمبتوتة من بيتها ليلاً ولا نهارًا، والمتوفیٰ عنها زوجها تخرج نهارًا وبعض الليل، ولا تبيت في غير منزلها، أما المطلقة فلقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ﴾ قيل الفاحشة: وأما المتوفیٰ عنها زوجها؛ فلأنه لا نفقة لها، فتحتاج إلى الخروج نهارًا لطلب المعاش، وقد يمتد إلى أن يهجم الليل. (الهداية، باب العدة / فصل في الحداد ٣/ ٢٩٧-٢٩٨ مكتبة البشریٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۳/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی وفات کے ۴۰/ دن بعد نکاحِ ثانی کا فتویٰ دینا

سوال (۶۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا شوہر مرگیا، مرجانے کے چالیس دن کے بعد عورت کے ولی نے مفتی سے پوچھا کہ چالیس دن گزر گئے اب دوسرے آدمی سے نکاح کرادوں، تو مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ کرادو، اس کے بعد اس عورت کی شادی دوسری جگہ کرادی، اور نئے شوہر سے رہنا سہنا بھی ہوگیا یعنی جماع کرلیا اور دونوں اس طرح چلتے رہے تو چالیس دن میں زوجہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت پوری ہوگئی اگر پوری نہیں ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا یا نہیں اور دونوں میاں بیوی کی کیا سزا ہوگی؟ اور مفتی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے کیا وہ غلط ہے؟ اور نکاح پڑھانے والے کی کیا سزا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر حاملہ عورت کے لئے وفات کی عدت چار مہینہ دس

دن ہے؛ لہٰذا وفات کے ۴۰؍ دن کے بعد جو نکاح ہوا، وہ منعقد ہی نہیں ہوا، اس باطل نکاح کے بعد زوجین کا ساتھ رہنا ہرگز درست نہیں ہے؛ بلکہ یہ کھلی ہوئی بدکاری ہوئی، عدت پوری ہونے پر دوبارہ شرعی نکاح کیا جائے۔

اور مفتی مذکور کا ۴۰؍ دن بعد نکاح کی صحت کا فتویٰ دینا بالکل غلط ہے، جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھانے والا سخت گنہگار رہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

عن جابر رضي اللّٰه عنه أن رجلاً زنا بامرأته فأمر به النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فجلد الحد ثم أخبر أنه محصن فأمر به فرجم. (مشكاة المصابيح / الحدود، الفصل الثاني ٣١٢)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... ومن أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذٰلک على من أفتاه. (مسند أحمد ٢/٣٦٥ رقم: ٨٥٥٨)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: من أفتى بفتيا غير ثبت فإنما إثمه على من أفتاه. (سنن ابن ماجة رقم: ٥٣، سنن أبي داؤد رقم: ٣٦٥٧)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير، فوطئها [تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها] لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / ما يجوز من الأنكحة وما ل ٤/٦٦ رقم: ٥٥٤٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱/۱ھ

شوہر کی وفات کے بعد بیوی کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکالنا

سوال (۶۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص عبد الجبار نے اپنی لمبی بیماری کی وجہ سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے جملہ رشتہ داروں وعزیزوں کی موجودگی میں اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں سب کے سامنے سب کو گواہ بنا کر یہ کہا کہ میری بیوی سے عدت مت کروانا، میت کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دینا؛ کیوں کہ بچے نابالغ ہیں گھر پر کوئی کمانے والا نہیں ہے اور نہ کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہے، رشتہ دار عزیز واقارب زیادہ تر پردیسوں میں رہتے ہیں؛ لہٰذا مرحوم کی وصیت کے مطابق رشتہ داروں نے بیوی کو ہاتھ پکڑ کر میت کے ساتھ باہر نکال دیا، مرحوم نے وفات کے بعد اپنی بیوی اور تین نابالغ بچے چھوڑے ہیں، ایسی صورت میں شریعت طاہرہ کا کیا حکم ہے کیا عدت کرنا فرض ہے / سنت ہے / واجب ہے / مستحب؟ کیا عدت نہ کرنے کا کوئی کفارہ ادا کرنا ہے تو کفارہ کیا ہے؟ بیوی کو شوہر کی وصیت پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اگر بیوی حاملہ نہ ہو تو چار مہینے دس دن کسی اور سے نکاح نہ کرے اور اس درمیان میں کوئی زیب وزینت نہ کرے، بھڑک دار کپڑے نہ پہنے، اور گھر سے باہر نہ نکلے، یہ شریعت کا حکم ہے جو فرض اور واجب ہے، اس حکم کے خلاف کسی وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال دینے سے عدت ختم نہیں ہوجاتی ہے؛ بلکہ عدت بدستور جاری رہتی ہے، اس لئے مسئولہ صورت میں مرحوم عبد الجبار کی بیوی کی عدت چار مہینے دس دن تک جاری رہے گی، اس درمیان وہ بلاضرورت گھر سے باہر ہرگز نہ نکلے اگر نکلے گی تو گناہ گار ہوگی؛ البتہ اگر کوئی کمانے والا نہ ہو اور بیوی بچوں کے گذر بسر کا کوئی انتظام نہ ہو تو بحالتِ مجبوری دن کے وقت میں ملازمت کرسکتی ہے؛ لیکن رات واپس آکر اپنے گھر ہی میں گذارنا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

تـحـد ...... مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة إذا كانت معتدة بت أو موت، وإن أمـرها المطلق أو الميت بتركه؛ لأنه حق الشرع إظهارًا للتأسف على فوات النكاح بترك الزينة والطيب والدهن ولبس المعصفر والمذعفر. (تنوير الأبصار مع الـدر الـمختـار / بـاب الـعـدة، فصل في الحداد ٢١٧/٥ زكريا، كذا في مجمع الأنهر / فصل في الحداد ١٥٣/٢ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ١٥٠/٤ كراچی)

ومبدأ العدة بعـد الطـلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب العدة ٢٠٢/٥ زكريا)

وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه، ولا يخرجان منه، إلا أن تـخرج أو ينهدم المنزل فتخرج لأقر ب موضع إليه (درمختار) وحكم ما انتقلت إليه حكم المسكن الأصلي فلا تخرج منه. (الـدر المختار مع الشامي / باب العدة، مطلب: الحق على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع ٢٢٥/٥-٢٢٦ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٥٤/٤ كراچی)

ومعتدة مـوت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها فلا يحل لهـا الـخـروج (الـدر الـمختار) وتحته في الشامية: قال في الفتح: والحاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره. (الدر المختار مع الشامي / بـاب الـعدة، مطلب: الحق على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع ٢٢٤/٥-٢٢٥ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٥٤/٤ كراچی، ملتقى الأبحر ١٥٤/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴؍۴؍۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدتِ وفات کی قضا کرنا؟

سـوال (۶۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد کا انتقال ہوئے تقریباً ۱۴-۱۵؍ سال ہو گئے ہیں، اس وقت میں بہت چھوٹا تھا،

مجھے کچھ علم نہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ میری والدہ نے والد کے انتقال کے بعد عدت نہیں کی، اور نہ ہی دوسرا نکاح کیا، اب والدہ کو عدت نہ کرنے کا احساس ہو رہا ہے۔ بایں وجہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ عدت کی قضا اب کرسکتی ہیں یا نہیں؟ یا کوئی کفارہ وغیرہ دے کر عدت نہ کرنے کا ازالہ ہوسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں کہ اب کیا تلافی ہوسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت دراصل وقت گذرنے کا نام ہے، اور اس وقت کے دوران شریعت نے معتدہ پر چند پابندیاں عائد کی ہیں، جن پر کار بند رہنا واجب ہے، اگر کوئی عورت عدت کی پابندیاں اختیار نہ کرے، تو وہ گنہگار ہوتی ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے عدت گذرنے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اور وقتِ مقررہ یعنی چار مہینے دس دن یا (اگر حاملہ ہو تو) وضعِ حمل پر عدت بہر حال پوری ہو جاتی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر آپ کی والدہ نے عدت کے دوران عدت کی پابندیاں نہیں اختیار کی ہیں، تو اِس کوتاہی پر انہیں استغفار کرنا چاہئے؛ البتہ عدت کی قضا وغیرہ کا حکم نہیں ہے۔

العدة شرعاً تربص تلزم المرأة عند زوال النكاح. (شامي ۵/۱۷۹ زكريا، وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۵/۲۲٦ زكريا)

ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه. (الدر المختار مع الشامي ۵/۲۰۲ زكريا، كذا في البحر الرائق ۴/۱۵۴ كراچی)

والعدة للموت أربعة أشهر وعشرًا مطلقًا، وفي حق الحامل وضع حملها.

(شامي ۵/۱۸۸-۱۹۰ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۵/۲۲۸ زكريا)

الحداد شرعاً ترک الزينة ونحوها لمعتدة بائن أو موت. (شامي ۵/۲۱۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رخصتی سے قبل شوہر کے انتقال ہوجانے پر عدت کا حکم؟

سوال (۶۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا نکاح ہوگیا تھا، رخصتی نہیں ہوئی کہ زید کا انتقال ہوگیا، تو زید کی زوجہ کو عدت کرنی پڑے گی یا نہیں؟ کیا مہر آدھے دینے پڑیں گے یا مکمل ادا کرنے ہوں گے؟ ایسا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیش آیا ہو تو تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے انتقال کے بعد اس کی زوجہ پر چار مہینہ دس دن عدت گذارنا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احسن الفتاویٰ ۴۴۹/۵)

اور شوہر کے ترکہ میں سے اولاً مکمل مہر بیوی کو ادا کرنا پڑے گا۔

اور رخصتی سے قبل وفات کے متعلق دورِ نبوت کا کوئی واقعہ ہمارے علم میں نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

وعدة المتوفى عنها زوجها إذا كانت غير حامل وهي حرة أربعة أشهر وعشرًا، يستوي في ذٰلک الدخول وعدم الدخول والصغر والكبر. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٢٨/٥ رقم: ٧٧٢٥ زكريا)

فالعدة للموت أربعة أشهر وعشرة مطلقاً وطئت أو لا. (الدر المختار مع الشامي ١٨٨/٥ زكريا)

وتجب إن سماها أو دونها والأكثر منها إن سمیٰ عند وطئ أو خلوة صحت أو موت أحدهما. (شامي ٢٣٣/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحۃ الغیر پر شوہر ثانی کے انتقال کے بعد عدت کا حکم؟

سوال (۶۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت ایک آدمی کے نکاح میں تھی، دوسرے آدمی کا اُن سے نکاح ہوگیا، پہلے آدمی نے اس کو اپنے نکاح سے آزاد نہیں کیا ہے، دوسرے آدمی سے آٹھ بچے پیدا ہوئے ہیں، اور نواں بچہ سات مہینہ کا پیٹ میں چھوڑ کر گذر گیا، اب وہ عورت اس کی عدت کرنا چاہتی ہے، اس پر ایک رشتہ دار نے کہا کہ آپ نے مرنے والے کے لئے قرآن شریف تو پڑھا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی، اور دوسرے شخص نے جانتے بوجھتے ہوئے دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ یہ مدت حرام کاری میں گذری؛ لہٰذا اَب دوسرے شخص کے انتقال پر اس عورت کے لئے عدت کا کوئی حکم نہیں ہے، وہ بدستور پہلے شخص کی بیوی برقرار رہے۔

عن سعيد بن منصور عن سليمان بن يسار أن عمر قال للتي نكحت في عدتها: فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبدًا، وجعل لها المهر بما استحل من فرجها، وأمرها أن تعتد من هٰذا وتعتد من هٰذا.

وعن الشعبي أن عليًا رضي اللّٰه عنه فرّق بينهما وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها، وقال: إنقضت عدتها إن شاء تتزوجته فعلت. (سنن سعيد بن منصور، كتاب النكاح / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۹/۱ رقم: ۶۹۸-۶۹۹)

عن سعيد بن منصور في سننه عن مسروق في التي تزوجت في عدتها، قال: فرق عمر رضي اللّٰه عنه بينهما، وقال: كان النكاح حرامًا، فجعل الصداق حرامًا، فجعل الصداق في بيت المال. (سنن سعيد بن منصور / باب المرأة تزوج في عدتها ۱۸۸/۱ رقم: ۶۹۴)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير لا تجب حتى لا يحرم على الزوج وطئها. (الفتاویٰ الهندية ١/ ٢٨٠)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل، ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير، فوطئها [تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير فوطئها] لا تجب العدة حتى لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح / ما يجوز من الأنكحة ومال ٦٦/٤ رقم: ٥٥٤٤ زكريا)

وفي الكافي: هي تربص يلزم المرأة بزوال النكاح المتأكد. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٢٦/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۳/۲۰ ۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقتول کی بیوی قتل کے وقت سے عدت شمار کریگی یا اِطلاع ملنے سے؟

سوال (٦١٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ملزم کہتا ہے کہ میں نے نزاکت حسین کو مارچ ۱۹۹۲ء میں قتل کردیا تھا، مندرجہ بالا تاریخ میں یہ کیس عمل میں آیا، اب اس کی بیوہ کے سنگار وعدت کے بارے میں تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قتل کے وقت سے مقتول کی بیوہ کی عدت شمار ہوگی اور ۴؍مہینہ دس دن گزرنے کے بعد عدت ختم ہوجائے گی، حاصل یہ کہ عدت کے لئے قتل کی اطلاع کا نہیں؛ بلکہ قتل کے وقت کا اعتبار ہے۔

ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما أي بالطلاق والموت؛ لأنهما أجل فلا يشترط العلم بمضيه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار / باب العدة ٣/ ٥٢٠ دار الفكر بيروت، ٢٠٢/٥ زكريا، كذا في

البحر الرائق ١٤٤/٢ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۰/۱۴۱۳ھ

غائب شوہر کی وفات کی خبر پہنچنے پر عدت کا حکم

سوال (٦١٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر مجھے چھوڑ کر چار سال قبل دہلی چلے گئے، اور مجھے اُنہوں نے طلاق نہیں دی تھی، اور نہ میں نے ان سے طلاق طلب کی تھی، ان سے مجھے اولاد بھی ہے، اب پچیس روز قبل مجھے اُن کے انتقال کی خبر ملی ہے، تو کیا مجھ پر عدت گزارنا واجب ہے؟ جب کہ میں دوسروں کے گھر جا کر کام کاج کر کے بچوں کی پرورش کرتی ہوں، اور کوئی میرا خرچ برداشت کرنے والا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب شوہر کے انتقال کی خبر مل چکی ہے، تو آپ پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا واجب ہے، اور یہ عدت وفات کے دن سے شمار ہوگی۔

المرأة إذا بلغها طلاق زوجها الغائب أو موته تعتبر عدتها من وقت الموت والطلاق عندنا لا من وقت الخبر. (فتاویٰ قاضي خان ٥٥٢/١، مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ٢٩٣/١٠)

ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما أي بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم مضيه.

(الدر المختار، باب العدة / مطلب: في وطء المعتدة بشبهة ٥٢٠/٣ دار الفكر بيروت، كذا في الهداية / باب العدة ٤٢٥/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خودکشی کرنے والے کی لاش برآمد ہونے کے وقت سے عدت شمار ہوگی یا مرنے کے وقت سے؟

سوال (۶۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر نے ریل سے کٹ کر خودکشی کرلی تھی، اُن کی لاش پانچ دن بعد پوسٹ مارٹم کرکے گھر لائی گئی اور پھر اُن کو دفن کیا گیا، اب میری عدت کا حساب کس دن سے لگے گا، موت کے دن سے یا دفن کے بعد سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: موت کے دن سے عدت کا حساب لگے گا۔

المرأة إذا بلغها طلاق زوجها الغائب أو موته تعتبر عدتها من وقت الموت والطلاق عندنا لا من وقت الخبر. (فتاویٰ قاضي خان ٥٥٢/١، مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ٢٩٣/١٠)

ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما أي بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم مضيه.

(الدر المختار، باب العدة / مطلب: في وطء المعتدة بشبهة ٥٢٠/٣ دار الفكر بيروت، كذا في الهداية / باب العدة ٤٢٥/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی وفات کے ۱۰ر مہینے بعد بیوی کو خبر ملی؟

سوال (۶۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شبینہ کے شوہر کا ممبئی کے ایک ہسپتال میں پندرہ ماہ قبل انتقال ہوگیا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شبینہ کو عدت گذارنا پڑے گا یا عدت گذر چکی، شرعی حکم کیا ہے؟ اب دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں شبینہ کے شوہر کا انتقال واقعۃً اگر پندرہ ماہ پہلے ہو چکا ہے اور اس دوران شبینہ کو اس کی کوئی خبر نہ ملی ہو، تو اس کی عدت گذر چکی ہے، اب مزید عدت کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ لہٰذا اگر عورت چاہے تو دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۴۰۸ ڈابھیل)

ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، والوفاة عقيب الوفاة، فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة، فقد انقضت عدتها؛ لأنها سبب وجوب العدة الطلاق أو الوفاة فيعتبر ابتدائها من وقت وجود السبب الخ. (الهداية ۲/ ٤٢٥، الفتاویٰ الهندية ۱/ ۵۳۱- ۵۳۲ زکریا)

وقال العلامة الحصكفي: ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما، أي بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضية. (شامي ۳/ ٥٢٠ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/ ۲/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے انتقال کے بعد عدت وفات کیلئے ۴۰/ دن نفاس کا انتظار کرنا؟

سوال (۶۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۸/ اگست رات کو ۱۰/ بجے ہماری لڑکی کے شوہر کا انتقال ہوا تھا، انتقال سے ۲۲/ دن پہلے ان کی لڑکی پیدا ہوئی تھی، ۴/ ماہ ۱۰/ دن کے اعتبار سے عدت کا ٹائم پورا ہو گیا، اور ہم نے اس کو چوڑیاں وغیرہ پہنا دیں، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ۴۰/ روز تک عورت ناپاک رہتی ہے، اس کے بعد عدت شروع ہوئی ہے، اس لئے ابھی عدت کا ٹائم باقی ہے، جب کہ ہم نے شوہر کے انتقال کے فوراً بعد ہی عدت شروع کرا دی تھی، مسئلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں شوہر کی وفات کے بعد ۴/ مہینہ

۱۰؍دن گذرتے ہی بیوہ کی عدت پوری ہوچکی ہے، اب عدت کی تکمیل کے لئے کسی انتظار کی ضرورت نہیں ہے، جولوگ ۴۰؍دن ناپاکی وغیرہ کی بات کررہے ہیں، وہ ناواقف ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۱۰؍۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچی کی پیدائش کے ایک دن بعد مرنے والے شوہر کی بیوی عدت کیسے گذارے گی؟

سوال (٦٢٠):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کی ایک بچی دن میں پیدا ہوئی، اس کے دوسرے دن شام کے وقت ہندہ کے شوہر زید کا انتقال ہوگیا، ہندہ کو چالیس دن بعد والے طفل کے کامل طہارت کے لئے پورے کرنے ہیں، ایسی حالت میں ہندہ کے لئے عدت پوری کرنی لازم ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندہ پر عدتِ وفات چار ماہ دس دن عدت پورا کرنا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

والعدة للموت أربعة أشهر بالأهلة ولو في الفور وعشرة من الأيام. (شامي ١٨٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹؍۷؍۱۴۱۹ھ

عدتِ طلاق کے دوران شوہر کی وفات ہوگئی؟

سوال (٦٢١):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مطلقہ کی عدت طلاق کے دوران شوہر کی وفات ہوجائے، تو وہ عدت کس حساب سے پوری کرے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مطلقہ رجعیہ ہے، تو بہرحال عدتِ طلاق عدتِ وفات سے بدل جائے گی، اور از سرِ نو اسے عدت وفات گذارنی پڑے گی، اور اگر مطلقہ بائنہ ہے، تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ عورت مرحوم شوہر کی وارث بن رہی ہے یا نہیں؟ اگر وارث نہیں بن رہی ہے، یعنی اسے حالتِ صحت میں شوہر نے طلاق دی تھی، تو اس صورت میں اس پر عدتِ وفات لازم نہ ہوگی؛ بلکہ صرف عدتِ طلاق گذارے گی، اور اگر وہ وارث بن رہی ہے، مثلاً اسے مرض الوفات میں طلاق دی گئی ہے، تو اس صورت میں اس پر عدتِ طلاق اور عدتِ وفات میں جو لمبی ہو وہ عدت گذارنا لازم ہوگا۔

قال الكاساني: إذا طلق امرأته ثم مات، فإن كان الطلاق رجعيا انتقلت عدتها إلى عدة الوفاة، سواء طلقها في حالة المرض أو الصحة، وانهدمت عدة الطلاق، وعليها أن تستانف عدة الوفاة في قولهم جميعا؛ لأنها زوجته بعد الطلاق إذ الطلاق الرجعي لا يوجب زوال الزوجية، وموت الزوج يوجب على زوجته عدة الوفاة، لقوله تعالىٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ كما لو مات قبل الطلاق وإن كان بائنا أو ثلاثا، فإن لم ترث بأن طلّقها في حالة الصحة لا تنتقل عدتها، لأن اللّٰه تعالىٰ أوجب عدة الوفاة على الزوجات بقوله عز وجل: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ وقد زالت الزوجية بالإبانة والثلاث، فتعذر إيجاب عدة الوفاة، فبقيت عدة الطلاق على حالها، وإن ورثت

بأن طلقها في حالة المرض، ثم مات قبل أن تنقضي العدة فورثت، اعتدت بأربعة أشهر وعشر فيها ثلاث حيض، حتى أنها لو لم تر في مدة أربعة أشهر، والعشر ثلاث حيض، تستكمل بعد ذٰلک، وهٰذا قول أبي حنيفة ومحمد. (بدائع الصنائع / فصل وأما بيان انتقال العدة وتغيرها ۳۱۷/۳ زكريا، وكذا في الفتاویٰ الهندية ۵۳۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر عدتِ وفات کے دوران معتدہ کے لئے حج کی منظوری آجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۶۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالدہ نے اپنے بھائی کے ساتھ سفر حج کی درخواست دی تھی، منظوری اور ٹکٹ جانے کی تاریخ طے ہوچکی تھی، اچانک خالدہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ خالدہ عدت کی حالت میں اپنے سفر حج پر جائے یا سفر موقوف کردے، جب کہ سفر میں نہ جانے کی صورت میں کافی نقصان ہوگا اور ٹکٹ کینسل کرانے میں بھی دشواریاں پیش آئیں گی۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حج کا اِرادہ کرنے والی بیوہ عورت پر عدت وفات گذارنی لازم ہے، وہ اس سال حج کا ارادہ موقوف کردے اور حج کمیٹی سے اپنی درخواست واپس لے لے، ایسی حادثاتی صورت میں درخواست اور روپیہ کی واپسی کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتی۔

عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه كان يرد التوفى عنهن أزواجهن من البيداء، يمنعهن الحج. (الموطأ للإمام مالك، الطلاق / باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل ۳۷۷ رقم: ۸۸، المصنف لابن أبي شيبة، الطلاق / ما قالوا في المطلقة، لها أن تحج في عدتها من كرهه ۱۶/۱۰ رقم: ۱۹۱۷۸، شرح معاني الآثار ۴۵/۲ ۴ رقم: ۴۴۸۲)

ومع عدم عدة عليها مطلقاً أية عدة كانت (الدر المختار) أي فلا يجب عليها الحج إذا وجدت. (الدر المختار مع الشامي ٣/٤٦٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کیسے پوری ہوتی ہے؟

سوال (۶۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت پوری کرنے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیسے پوری ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عدت ایک مدت کا نام ہے، یہ مدت مثلاً عدتِ وفات میں (چار مہینہ دس دن) پوری ہوجائے، تو عدت خود بخود ختم ہوجاتی ہے، اسے ختم کرنے کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، عدت پوری کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنا پردہ کو توڑنا اور دیگر رسومات کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے اِن امور کا اہتمام نہ کرنا چاہئے، ہاں عدت کا وقت پورا ہوجانے کے بعد عورت اپنی ضرورت سے بلا کسی اہتمام واجتماع کے باہر جاسکتی ہے، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ جس وقت شوہر مرا ہے، اُسی وقت بیوی باہر نکلے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آیت: ٢٣٤]

هي تربص يلزم المرأة بزوال النكاح المتأكد، وسببها نكاح متأكد بالدخول أو بالموت. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٢٢٦ رقم: ٧٧٢٢ زكريا)

والعدة: في اللغة أيام أقراء المرأة، وفي الشريعة: تربص يلزم المرأة عند زوال ملك المتعة متأكدًا بالدخول، أو الخلوة أو الموت. (العناية شرح الهداية ٤/١٣٥، كذا في هامش الهداية ٣/٢٨١ مكتبة البشریٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۷/۲۹ھ

عدت مکمل ہونے کے بعد کیا میکے جانا ضروری ہے؟

سوال (۶۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے بہنوئی کا انتقال ۱۳؍ جنوری بروز جمعہ ساڑھے دس بجے ہوا، عدت کب پوری ہوگی؟ اور کہاں جانے سے عدت پوری ہوگی؟ کیا میکہ جانے سے عدت پوری ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں انگریزی حساب سے ۲۲؍ مئی کو انتقال کے وقت ساڑھے دس بجے ایک سوتیس دن پورے ہوں گے، اور عدت کی مقدار پوری ہوجائے گی، اس کے بعد آپ کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور خوشبو لگانا جائز ہے، باہر جانے میں میکہ ہی جانا ضروری نہیں ہے، کہیں بھی جاسکتی ہے، اور کہیں نہ بھی جائیں، پھر بھی عدت مکمل ہوجائے گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٣٤]

هي تربص يلزم المرأة بزوال النكاح المتأكد، وسببها نكاح متأكد بالدخول أو بالموت. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٢٦/٥ رقم: ٧٧٢٢ زكريا)

والعدة: في اللغة أيام أقراء المرأة، وفي الشريعة: تربص يلزم المرأة عند زوال ملك المتعة متأكدًا بالدخول، أو الخلوة أو الموت. (العناية شرح الهداية ١٣٥/٤، كذا في هامش الهداية ٢٨١/٣ مكتبة البشریٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۲/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کی پابندیاں

معتدہ کے لئے کن لوگوں سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

سوال (٦٢٥): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۱۴ر جنوری کو محمد جہانگیر کا انتقال ہوگیا، ان کی بیوہ سفینہ بیگم جو عدت میں ہیں، اب بیوی سفینہ بیگم اپنے مرحوم شوہر کے عزیزوں اور سفینہ بیگم کا خود اپنے کن کن عزیزوں سے پردہ لازم ہے؟

کیا عزیزوں میں پردہ کے لئے عدت میں عمر کی بھی قید ہے؟

کیا عمر دراز خسر سے بھی پردہ کے لئے شریعت میں حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے پردہ کرنا ہر حالت میں ضروری ہے، خواہ وہ عدت میں ہو یا نہ ہو، صرف عدت میں پردہ کرنے کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اور پردہ اُن لوگوں سے ہے جو عورت کے لئے اَجنبی اور غیر محرم ہیں؛ البتہ اگر کسی جگہ پورا خاندان ایک ساتھ ہو اور غیر محرم رشتہ داروں مثلاً: دیور، جیٹھ وغیرہ کی آمد ورفت بکثرت رہتی ہو، تو ایسی صورت میں ضرورت اور حرج کی وجہ سے صرف چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے، اور بقیہ جسم کا چھپانا واجب ہے۔ اسی طرح غیر محرم کے ساتھ خلوت کرنا اور بلاضرورت اُن کے سامنے چہرہ کھولنا ناجائز ہے، اور عورت کے جو محرم ہیں، جیسے خسر، چچا وغیرہ تو اُن سے پردہ نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ

الْـمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ، ذٰلِکَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٥٩]

قال أبوبكر: في هٰذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن. (أحكام القرآن للجصاص ٣٧٢/٣ لاهور)

عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء، فقال رجل: يا رسول اللّٰه! أرايت الحمو؟ قال: الحمو الموت. (مسند أحمد بن حنبل ١٤٩/٤ رقم: ١٧٤٨٠)

المراد بالحمو هنا أقارب الزوج غير اٰبائه؛ لأن الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع لتمكنهم من الوصول إليها والخلوة بها من غير نكير عليهم بخلاف غيرهم، وعادة الناس المساهلة فيه وتخلي الأخ بامرأة أخيه فهٰذا هو الموت. (مرقاة المفاتيح ١٩٦/٦ أشرفية)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. والمعنى تمنع من الكشف بخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة؛ لأنه مع الشكف قد يقع النظر إليها بشهوة. (الدر المختار مع الشامي / باب شروط الصلاة، مطلب: في ستر العورة ٧٩/٢ زكريا)

لا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان / حكم الأجنبيات الحرائر ٢٩٣/٤ زكريا، كذا في الهندية ٣٢٩/٥ زكريا، مجمع الأنهر / الكراهية ٢٠٢/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱؍۳؍۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دورانِ عدت شوہر سے پردہ لازم ہے

سوال (٦٢٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ نے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ: لا وارث منکوحہ عورت کو طلاق دینے کے بعد عدت کا کفیل شوہر اول ہوگا، مگر شوہر اول اپنے مکان پر اس کی عدت سے گریز کرتا ہے، اب کیا کیا جائے، دورانِ عدت اس کی نیت بد بھی ہوسکتی ہے، جب کہ وہ اس کے مکان میں عدت گزارے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کے دوران دونوں کے درمیان پردہ کرادیا جائے یا کوئی ایسی عورت ساتھ رہے جو شوہر اور مطلقہ کے مابین ملاپ سے روکنے پر قادر ہو یا مرد خود اس گھر سے نکل کر دوسری جگہ رہے۔

عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: الرجل يطلق المرأة فلا يبتها، أيستأذن؟ قال: لا، ولكن يستأنس، وتحذر هي، وتشوف له، فإن كان له بيتان، فيجعلها في أحدهما، وإن لم يكن له إلا بيت واحد، فليجعل بينه وبينها سترًا. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب استأذن عليها ولم يبتها ٦/٣٢٤ رقم: ١١٠٢٧)

وفي الطلاق إلى حيث شاء الزوج ...... ولا بد من سترة بينهما لئلا يختلي بالأجنبية ...... أو كان الزوج فاسقًا فخروجه أولىٰ؛ لأن مكثها واجب لا مكثه، وحسن أن يجعل القاضي بينهما امرأة ثقة قادرة على الحيلولة بينهما. وفي المجتبى: الأفضل الحيلولة بستر، ولو فاسقاً فبامرأة. (الدر المختار مع الشامي ٥/٢٢٦-٢٢٧ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٥/٢٤٥ رقم: ٧٧٦٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۸ھ

معتدہ کا خالہ اور ماموں زاد بھائیوں سے پردہ کرنا؟

سوال (٦٢٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: دورانِ عدت معتدہ کے خالہ زاد یا ماموں زاد بھائی یا اُس کے کسی بھی رشتہ کے بہنوئی یا اُس کے کسی بھی رشتہ کے بھتیجے یا بھانجے یا اُس کے خالو کے رشتہ کے یا اُس کے کسی بھی رشتہ کے ماموں آ ئیں، تو وہ اُن سے پردہ کرے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے اپنے خالہ زاد، ماموں زاد بھائیوں سے اِسی طرح بہنوئی اور خالو سے پردہ ضروری ہے؛ البتہ اپنے سگے بھانجے اور بھتیجے اور ماموں کے سامنے بغیر پردہ کے رہ سکتی ہے، غرضے کہ عورت کے لئے اپنے شوہر باپ بیٹے خسر شوہر کے بیٹے اور اپنے سگے بھائی بھانجے بھتیجے ماموں، چچا، نانا اور دادا کے علاوہ دیگر تمام مردوں سے پردہ ضروری ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ...... وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۳]

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

قال أبوبكر: في هٰذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن. (أحكام القرآن للجصاص ۳۷۲/۳ لاهور)

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة؛ بل لخوف الفتنة. والمعنى تمنع من الكشف بخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة؛ لأنه مع الشكف قد يقع النظر إليها بشهوة. (الدر المختار مع الشامي / باب شروط الصلاة، مطلب: في ستر العورة ۷۹/۲ زكريا)

لا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين. (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان / حكم الأجنبيات الحرائر ۲۹۳/٤ زكريا، كذا في

الهندية ۳۲۹/۵ زكريا، مجمع الأنهر / الكراهية ۲۰۲/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت ساس کا داماد سے پردہ؟

سوال (۶۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے خسر کا انتقال ہوگیا، میری ساس عدت کررہی ہیں، وہ مجھ سے پردہ کررہی ہیں، کیا اُن کا مجھ سے پردہ کرنا جائز ہے؟ اور اُنہیں کس کس سے پردہ کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داماد ساس کے لئے محرم ہے؛ لہٰذا عدت یا بعد عدت وہ ساس کے سامنے جاسکتا ہے، اُس سے اَجنبی کی طرح پردہ نہیں، اور عورت کو بہر حال خواہ عدت میں ہو یا نہ ہو، سبھی نامحرموں سے پردہ کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ﴾ [النور، جزء آیت: ۳۱]

وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وجداتها مطلقًا بمجرد العقد الصحيح. (الدر المختار ۱۰٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت میں بہنوئی سے پردہ کا حکم؟

سوال (۶۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری عمر پچاس سال ہے، میرے سارے بہنوئی مجھ سے چھوٹے ہیں، سب مجھے ماں کی طرح سمجھتے ہیں، تو کیا اُن سے عدت کے زمانہ میں پردہ کرنا لازمی ہے؟ اِسی طرح بتائیے کہ بھانجوں کا کیا حکم ہے؟ کیا بھانجوں سے بھی پردہ کرنا لازمی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہنوئی نامحرم ہے اس سے ہر حال میں پردہ کرنا چاہئے، خواہ عدت ہو یا عام حالت، اور اگر اُن کی گھر میں کثرت سے آمد ورفت ہو کہ مکمل پردہ کرنا گھر میں دشوار ہو، تو کم ازکم اتنا اہتمام ضرور کیا جائے کہ چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ اُن کے سامنے کوئی حصۂ بدن ظاہر نہ ہو۔ اور سگے بھانجے محرم ہیں، اُن سے کسی حال میں پردہ نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۳۴۷، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۶۹)

لا ببنات أختہ. (فتح القدیر ۳/۱۹۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۱ھ

دورانِ عدت دیور، نندوئی، اور جیٹھ سے پردہ کا حکم؟

سوال (۶۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کے خسر، دیور اور نندوئی کمرہ میں موجود ہیں، ہندہ دوپٹہ سے چہرہ کو چھپا کر درمیان سے گذر کر باورچی خانہ میں اور دیگر ضروریات کے لئے جاتی ہے، دورانِ عدت یہ طریقہ درست ہے، جوان دیور کے سامنے بھی آتی رہتی ہے، ازروئے شرع مسئلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کو اپنے نامحرم لوگوں سے بہر حال پردہ کرنا چاہئے، خواہ عدت میں ہو یا نہ ہو، مسئولہ صورت میں دیور اور نندوئی اُس کے لئے نامحرم ہیں، اُن کے درمیان سے چہرہ چھپا کر گذرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور دیور سے بھی شرعی پردہ بہرحال کرنا چاہئے، بالخصوص اُس کے سامنے اپنے سر کے بال اور دیگر اعضاء ظاہر نہ ہونے دیں۔

وللحرة جمیع بدنها حتی شعرها النازل في الأصح. (شامي ۲/۷۷ زکریا)

یحرم نظر الرجل بغیر عذر شرعي إلی وجه المرأة الأجنبیة وکفیها وکسائر

أعضائها، سواء أخاف الفتنة عن النظر أم لم يحنث ذٰلک. (الموسوعة الفقهية ٣٤٣/٤٠)

ذهب الحنفية في الصحيح إلى أن نظر المرأة إلى أي عضو من أعضاء الرجل الأجنبي يكون حراماً إذا قصدت به التلذذ وعلمت أو غلب على ظنها وقوع الشهوة أو شكت في ذٰلک. (الموسوعة الفقهية ٣٥٥/٤٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت منہ بولے بھائی اور لڑکے کے برادرِ نسبتی سے پردہ کرنا؟

سوال (۶۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہو چکا ہے اور زید کی بیوی عدت گزار رہی ہے، ان کا ایک منہ بولا بھائی اور اُن کے لڑکے کا ایک برادر نسبتی ہے، جن کی آمد و رفت بغرض کاروبار ہے، دونوں حضرات سے کسی حد تک پردہ کرنا ہوگا یا اس عمر کو پہنچ جانے کے بعد اُن حضرات کے سامنے آنے کی اِجازت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منہ بولا بھائی اور لڑکے کا برادر نسبتی دونوں زید کی بیوی کے لئے اَجنبی ہیں؛ لہٰذا اگر ضرورت کے موقع پر بات کرنی ہو تو پردہ کے ساتھ بات کر سکتے ہیں، سامنے نہ آیا کریں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ [الأحزاب، جزء آیت: ۵۳]

وإن كان لا يأمن على نفسه أو عليها فليجتنب. (شامي ٣٦٨/٦ کراچی، الفتاویٰ الهندية ٣٢٩/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۴/۱۰ھ

مطلقہ عورت کا عدت کے بعد شوہر کے گھر میں پردہ سے رہنا؟

سوال (۶۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مطلقہ بیوی ہمارے ہی گھر میں رہے اور کسی الگ کمرہ میں رہے، تو کیا شرعاً اِس کی اِجازت ہے؟ مطلقہ بیوی ہمارے ہی گھر میں اس لئے رہنا چاہتی ہے کہ ہماری ایک بیٹی ۱۸ر سال کی ہے، اس کی وجہ سے رہنا ضروری ہے، تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مطلقہ عورت گھر میں اس طرح رہے کہ سابق شوہر سے اس کا بالکل آمنا سامنا نہ ہو اور تنہائی بھی نہ ہو، اور کسی طرح کا کوئی ربط وضبط نہ ہو، تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن جہاں اس معاملہ میں تھوڑی بے احتیاطی کا خطرہ ہو، جیسا کہ عام طور پر ماحول ہے، تو پھر اس عورت کے لئے اِس مکان میں رہنا جائز نہ ہوگا۔

ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت واحد إذا لم يلتقيا إلتقاء الأزواج ولم يكن فيه خوف فتنة، انتهى. (شامي ۲۲۷/۵ زکريا)

والأفضل أن يحال بينهما في البيتوتة إلا أن الزوج فاسقًا فيحال بامرأة ثقة تقدر على الحيلولة بينها، وإن تعذر فلتخرج هي وتعتد في منزل آخر، وكذا لو ضاق البيت وإن خرج هو كان أولىٰ، ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت إذا لم يلتقيا الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة، وهٰكذا صرّح في الهداية بأن خروجه أولىٰ، من خروجها عند العذر، ولعل المراد أنه أرجح. (البحر الرائق ۱۵۴/۴ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معتدہ گھر کے صحن میں آسکتی ہے

سوال (۶۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ مکان نہایت چھوٹا ہے، اور گھر میں کافی ممبر دیور جیٹھ ہیں، اور گرمی بہت ہے، رات رات بھر بجلی نہیں آتی ہے، اِس صورت میں اندر کمرے میں رُک پانا محال ہے، اِس پر بھی روشنی ڈالیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں گھر کے کمرہ میں رہنا ہی ضروری نہیں؛ بلکہ وہ معتدہ صحن میں بھی آسکتی ہے، یعنی گھر کے اندر رہتے ہوئے ہر حصہ میں جا سکتی ہے۔

بخلاف ما إذا كانت له فإن لها أن تخرج إليها وتبيت في أي منزل شاء ت؛ لأنها تضاف إليها بالسكنىٰ. (شامي ۵۳۵/۳ كراچی، ۲۲۴/۵ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۴٦/۵ زكريا)

وقال محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ: لا بأس أن تغيب من منزلها أقل من نصف الليل دفعًا للوحشة عنها. (الفتاوىٰ الولوالجية، الطلاق / الفصل الرابع ۸٦/۲ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في البحر الرائق / فصل في الحداد ۱۵۳/٤ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ۵۳٤/۱ زكريا)

للمعتدة أن تخرج من بيتها إلى صحن الدار وتبيت في أيِّ منزل شاء ت إلا أن يكون في الدار منازل لغيره، بخلاف ما إذا كانت المنازل له. (الفتاوىٰ الهندية / فصل في الحداد ۵۳۵/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۱۱/۱۴۱۴ھ

عدت میں بیٹھی ہوئی عورت کا تبلیغ کرنا؟

سوال (٦۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغ والی عورت ایامِ عدت میں تبلیغ کر سکتی ہے؟ اور اِسی طرح حدیث اور بہشتی زیور پڑھ کر سنا سکتی ہے؟ اور ایسی عورت آیتِ کریمہ میں شرکت کر سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کے ایام میں اپنے گھر رہتے ہوئے تبلیغ ووعظ کرنے یا آیتِ کریمہ کے اندر شرکت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ البتہ اِس مقصد سے گھر سے باہر نہ جائے۔

عن سعید بن المسیب أن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه کان یرد المتوفی عنهن أزواجهن من البیداء، یمنعهن الحج. (الموطأ للإمام مالك، الطلاق / باب مقام المتوفی عنها زوجها في بیتها حتی تحل ۳۷۷ رقم: ۸۸، المصنف لابن أبي شیبة، الطلاق / ما قالوا في المطلقة، لها أن تحج في عدتها من کرهه ۱۰/۱۶ رقم: ۱۹۱۷۸، شرح معاني الآثار ۲/۴۵ رقم: ۴۴۸۲)

لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة. (شامي / باب العدة، مطلب: الحق علی المفتي أن ینظر في خصوص الوقائع ۵/۲۲۵ زکریا، البحر الرائق / فصل في الإحداد ۴/۱۵۳ کراچی)

المعتدة لا تسافر لا للحج ولا لغیره الخ. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۵۳۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱۰/۱۴۱۳ھ

کیا عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے عدت کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں؟

سوال (۶۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر نے بچوں کے جھگڑے میں زبردست غصہ کی حالت میں کئی بار طلاق کا لفظ ادا کردیا، مگر بعد میں بہت پشیمان ہوئے، ہم نے جسمانی تعلق تو اُسی دن بند کردیا اور پردہ کرلیا، مگر یہ پردہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے، وہ آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس چیز کو نہیں مانتا، یہ تمہارے اوپر نہیں لاگو ہوتا ہے، تم ۴۵-۵۰/ سال کے قریب ہو، بچے کے شک کی وجہ سے یہ عدت ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال آپ پر طلاق واقع ہوچکی ہے، اور شوہر

کے ساتھ اِزدواجی تعلق قائم کرنا جائز نہیں رہا، نیز عدت گذارنا بھی ضروری ہے، عمر زیادہ ہونے سے عدت کا حکم ختم نہیں ہوجاتا؛ البتہ اس گھر میں عدت گذارنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو، تو کسی اور جگہ جاکر عدت گذار سکتی ہے، اور اگر اسی گھر میں عدت گذاریں تو اِس کا خیال رکھیں کہ شوہر کے ساتھ کبھی تنہائی اور یکجائی نہ ہو۔ (مستفاد: معارف القرآن ۴۸۹/۸)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

[البقرة، جزء آيت: ٢٢٨]

وفي رواية أن قوما منهم: أبي ابن كعب وخلاد بن نعمان لما سمعوا قوله تعالىٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ﴾ قالوا: يا رسول اللّٰه! فما عدة من لا قروء لها من صغر أو كبر، فنزل: ﴿وَاللَّائِيْ يَئِسْنَ﴾ (روح المعاني ٢٠٢/١٥)

وإن كانت ممن لا تحيض من صغرٍ أو كبرٍ فعدتها ثلاثة أشهرٍ بقوله تعالى: ﴿وَالّٰئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَآءِ كُمْ﴾ (الهداية ٤٢٣/٢)

إن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / باب الرجعة ٤٧٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زلزلہ کے ڈر اور حکومت کے اعلان کی وجہ سے معتدہ کا گھر سے باہر نکالنا؟

سوال (۶۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ کو معلوم ہے کہ زلزلہ کے جھٹکے پورے ہندوستان میں تقریباً محسوس کئے گئے، اِس طرح ہمارے شہر میں یہ اعلان ہوگیا کہ آئندہ بھی ممکن ہے کہ زلزلہ آئے، اس لئے سرکاری اعلان ہوگیا

کہ سب اپنے اپنے مکان چھوڑ کر باہر آجائیں؛ لہٰذا ہم لوگ باہر ہوگئے؛ لیکن اس زلزلہ سے تقریباً ۶۴/دن پہلے میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا تھا، اور میری والدہ عدت میں تھیں؛ لہٰذا اُن کو زلزلہ کی وجہ سے دوسرے کے کچے مکان میں ایک دن کے لئے ٹھہرایا، اب جب ایک دن کے بعد گھر واپس آیا تو عورتیں کہنے لگیں کہ عدت ٹوٹ گئی، اب دوبارہ عدت گذارنی پڑے گی۔

سوال یہ ہے کہ عدت دوبارہ گذارنی پڑے گی یا وہی عدت جو چل رہی ہے کافی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ میری والدہ کے پیر کا آپریشن ہونا ہے، کیا عدت میں آپریشن کے لئے لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زلزلہ کے ڈر اور حکومت کے اعلان کی بنا پر آپ کی معتدہ والدہ کے گھر سے نکلنے کی وجہ سے عدت نہیں ٹوٹی، جتنی راتیں بھی گھر سے باہر رہیں وہ بھی عدت میں شمار ہوں گی، اور ازسرنو عدت شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور چوں کہ یہ نکلنا ایک ہنگامی عذر کی بنا پر ہوا ہے، اس لئے امید ہے کہ گناہ بھی نہ ہوگا۔ اور آپریشن کے لئے اگر ناگزیر ضرورت ہو تو گھر سے باہر جانے کی اِجازت ہے، بلاضرورت نہ جائیں۔

ومعتدة الموت تخرج – فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذٰلك.

(البحر الرائق ٤/١٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۵/۱۱/۱۴۲۱ھ

کیا معتدہ اپنا ضروری سامان لینے دوسرے گھر جاسکتی ہے؟

سوال (۶۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب بیوی اور بچوں کے ساتھ محلّہ کرولہ میں رہتے تھے، کچھ دنوں کے لئے وہ والدہ کے مکان محلّہ سیدھی سرائے میں آگئے، اُس وقت اُن کی حالت خراب ہوگئی اور یہیں انتقال ہوگیا، تو

اب وہ عورت عدت کی حالت میں ہے اور کرولہ سامان لینے جانا چاہتی ہے، اور وہ سامان عورت ہی جانتی ہے، ایسی صورت میں وہ عورت سامان لینے جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اپنا ضروری سامان لانے کے لئے دن کے وقت میں معتدہ عورت کرولہ والے مکان میں جاسکتی ہے؛ لیکن وہاں قیام نہ کرے؛ بلکہ ضرورت پوری ہوتے ہی واپس لوٹ آئے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي الله عنهما أنه كان يقول: لا تبيت المتوفى عنها زوجها، ولا المبتوتة إلا في بيتها. (الموطأ للإمام مالك / باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل ٣٧٨ رقم: ٩٠)

والمتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها ولا تبيت في غير منزلها. (شامي ٥٣٦/٣ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۶/۲۶ھ

کیا شدید ضرورت کی بنا پر معتدہ دن میں اپنے گھر سے نکل سکتی ہے؟

سوال (۶۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا اچانک انتقال ہوگیا، اُن کے وارثوں میں زید کی بیوہ اور دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، زید چوں کہ کاروباری آدمی تھے، نیز کاروباری معاملات زید کی بیوی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور زید کے وارثوں میں کوئی اِس قابل نہیں جو زید کے کاروباری معاملات کو انجام دے سکے، زید کی بیوی جو کہ عدت میں ہے، کیا اِن حالات میں زید کے کاروباری معاملات کو انجام دے سکتی ہے یا نہیں؟ نیز زید کا زندگی بیمہ بھی ہے اور بینک بیلنس بھی ہے، اگر اِن حالات میں زید کی بیوی عدت میں رہے، تو ہزاروں روپیوں کے نقصان ہونے کا اندیشہ ہے؛ لہٰذا اِس مسئلہ کا حل قرآن وحدیث اور کتبِ معتبرہ سے واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ضرورت کی بناء پر زید کی معتدہ بیوی کا دن میں اپنے گھر سے نکل کر کاروباری اُمور انجام دینے کی اِجازت ہے؛ لیکن جیسے ہی ضرورت پوری ہوجائے فوراً اپنے عدت والے گھر میں لوٹ آئے۔

عن ابن جريج أخبرني إسماعيل بن كثير عن مجاهد: "أن رجالاً استشهدوا بأحد، فقال نساؤهم: يا رسول اللّٰه! إنا نستوحش في بيوتنا، أفنبيت عند إحدانا؟ فأذن لهن أن يتحدثن عند إحداهن، فإذا كان وقت النوء تأوي كل امرأة إلى بيتها". رواه الإمام العلامة الشافعي. (التلخيص الحبير ۳۳/۲، إعلاء السنن / باب جواز الخروج للمتوفى عنها زوجها بعذر ۲۹۰/۱۱ رقم: ۳۳۷٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قال في الفتح: ولا حاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره فمتى انقضت حاجتها لايحل لها بعد ذٰلك صرف الزمان خارج بيتها. (كذا في الشامي ۵۳٦/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱۰/۱۵ھ

عدت کے دوران رجسٹری کارروائی کے لئے کچہری جانا

سوال (٦۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی ۱۸؍جنوری ۱۹۹۳ء کو نعمت اللہ عرف چندا میاں ولد نعیم اللہ ساکن مغل پورہ دوئم کے ہمراہ ہوئی تھی، میرے شوہر نے بعوض دین مہر مبلغ دس ہزار کے عوض میں ایک مکان رجسٹری کرایا تھا، جہاں معزز حضرات کے بیچ یہ طے ہوا تھا کہ ان کا مکان مع بذریعہ رجسٹری واپس کردوں گی، لہٰذا انہوں نے مجھے چار معزز حضرات کے بیچ ۲۸؍ مارچ ۱۹۹۷ء کو شرعاً وقانونی طور پر طلاق دے دی ہے، اس وقت یعنی دورانِ عدت کیا میں کچہری جاکر رجسٹری کے اس کام کو انجام دے سکتی ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ رجسٹری کرانے کی کوئی جلدی نہیں ہے، اورتاخیر سے رجسٹری کی کارروائی کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے، اِس لئے عدت کے دوران رجسٹری کے لئے کچہری جانے کی اجازت نہیں ہے، یا تو رجسٹرار کو گھر پر بلا کر رجسٹری کرالی جائے، یا عدت گذرنے کے بعد رجسٹری کرائیں۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي الله عنه أن رجلاً جاء ه فقال: إني طلقت امرأتي ثلاثًا، وهي تريد أن تخرج، قال: أحبسها، قال: لا أستطيع، قال: فقيدها، فقال: لا أستطيع أن لها أخوة غليظة رقابهم، قال: استعد عليهم الأمير. (السنن الكبریٰ للبيهقي / باب مقام المطلقة في بيتها ١١/٤٠٤ رقم: ١٥٨٩٥)

عن حماد بن إبراهيم قال: المطلقة ثلاثًا، والمختلعة، والمتوفى عنها زوجها والملاعنة، لا تختضبن، ولا تطيبن، ولا يلبسن ثوبًا مصبوغًا، ولا يبرجن من بيوتهن. (شرح معاني الآثار للطحاوي، الطلاق / باب المتوفى عنها زوجها هل لها أن تسافر في عدتها ٢/٤٤٦ رقم: ٤٤٩٥)

ولا تخرج معتدة رجعي وبائن لو حرة مكلفة من بيتها أصلاً. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ٣/٥٣٥ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت مکان کی رجسٹری کرانے کے لئے باہر نکلنا؟

سوال (۶۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گذارش ہے کہ میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، ابھی عدت پوری نہیں ہوئی ہے، میرے شوہر پر بینک کا قرضہ ہے، اوراس قرضہ سے بینک میرے نام کی زمین نیلام کررہا ہے، یہ زمین شوہر نے

میرے نام سے خریدی تھی، مگر اَخیر تک اُنہیں کے قبضہ میں رہی، اگر میں اپنی زمین بیچ دوں تو میرے ورثہ کی پرسانِ حال......اور میرے شوہر وارثان کی عزت نہیں رہے گی؛ لہٰذا آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میں ایام عدت میں اپنی ضرورت سے جاکر کے دفتر رجسٹرار سے بیع نامہ کرادوں؛ تاکہ میری مجبوری وعدت بچ جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر رجسٹری میں تاخیر سے نقصان کا سخت اندیشہ ہے تو مجبوری کی بناپر مال تلف ہونے سے بچانے کے لئے اور سودی قرضہ سے نجات کی نیت سے آپ مذکورہ مکان کی رجسٹری کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔

المستفاد: وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه لایخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل. (الدر المختار مع الشامي ۵۳۶/۳ کراچی، ۲۲۵/۵ زکریا، البحر الرائق ۱۵۴/۴، الهدایة ۴۲۸/۲-۴۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۲۰ھ

ملازمت پیشہ عورت عدت کیسے گذارے؟

سوال (۶۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کے زمانہ میں عورتیں بے پردہ ہوکر مردوں کے ساتھ ملازمت کرتی ہیں، اور دوسری اپنی ضرورت کی چیزیں بازار سے لاتی ہیں، اُن کی عدت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور عورت ضعیفہ کی اور وہ بھی بے پردہ رہتی ہو، تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت اصل میں وقتِ مقررہ کے گذرنے کا نام ہے، اور اس میں گھر سے باہر نہ نکلنے وغیرہ کے احکامات معتدہ پر واجب ہیں، جن کے بلاعذر ترک کرنے

سے معتدہ گنہگار ہوگی؛ لیکن اس کوتاہی کے باوجود وقتِ مقررہ کے گذرنے پر عدت پوری ہو جائے گی، اور اس عورت کے لئے دوسرے نکاح کی پابندی ختم ہو جائے گی۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰه عنه قال: طُلِّقت خالتي فأرادت أن تجُدَّ نخلَها فزجرها رجل أن تخرج، فأتت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: بلىٰ فجُدِّي نخلَكِ، فإنک عسى أن تصدَّ في أو تفعلي معروفًا. (صحيح مسلم / باب جواز خروج المعتدة البائن، والمتوفىٰ عنها زوجها في النهار لحاجتها رقم: ١٤٨٣)

قال أبوحنيفة: ذٰلک في المتوفى عنها، وأما المطلقة فلا تخرج ليلاً و لا نهارًا، وقال محمد: لا يخرج الجميع بليل و لا نهارًا. (شرح الأُبي والسنوسي على صحيح مسلم ٥/٢٣٦ دار الكتب العلمية بيروت)

لأن معنى العدة وجوب الانتظار بالتزوج وهو مضي المدة. (شامی ۵۰۳/۳ کراچی)

والخوف شديداً و إلا فلا. (شامي ٥/٢٢٥-٢٢٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت دوسرے کے گھر جا کر ملازمت کرنا

سوال (۶۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مجھ پر عدت واجب ہے، تو کیا میں عدت کے زمانہ میں دوسروں کے گھر جا کر کام کاج کر سکتی ہوں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی مجبوری کی حالت میں عورت عدت گذرنے تک دن میں اور رات کے بعض حصہ میں دوسروں کے گھر کام کرنے جا سکتی ہے؛ لیکن رات اپنے گھر ہی پر آ کر گذارے۔

عـن عـمـر بـن الخطاب وزيد بن ثابت رضي اللّٰه عنهما قالا: في المتوفى عـنهـا زوجهـا، وبها فاقة شديدة، فلم يرخصا لها أن تخرج من بيتها إلا في بياض نهـارهـا، وتـصيـب مـن طـعامهم، ثم ترجع إلى بيتها فتبيت فيه. (شرح معاني الآثار للطحاوي، الطلاق / باب المتوفى عنها زوجها هل لها أن تسافر في عدتها ٢/٤٥ ٤ رقم: ٤٤٨٣)

عـن يـحيـىٰ بن سعيد أنه بلغه أن السائب بن خباب توفي، وأن امرأته جاء ت إلـى عبـد الـلّٰـه بن عمر، فذكرت له وفاة زوجها، وذكرت له حرثًا لهم بقناة، وسـألته هل يصلح لها أن تبيت فيه؟ فنهاها عن ذٰلک، فكانت تخرج من المدينة سحرًا، فتصبح في حرثهم، فتظل فيه يومها، ثم تدخل المدينة إذا أمست، فتبيت في بيتها. (الموطأ للإمام ملك، الطلاق / باب مقام المتوفى عنها زوجها في بيتها حتى تحل ٣٧٧ رقم: ٨٨)

معتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكسب لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نـفـقة لهـا حتـى لـو كـان عـنـد مـا كـفـايتهـا صارت كالمطلقة. وفي الخانية: والـمتـوفـىٰ عـنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها إلى نفقتها ولا تبيت إلا في بيت زوجها. (البحر الرائق ١٥٣/١-١٥٤، الهداية ٤٢٨/١، الفتاوىٰ الهندية ٥٣٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت کسبِ معاش کے لئے باہر نکلنا؟

سوال (۶۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، اور وہ عدت میں بیٹھی ہوئی ہیں، اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اور اُن کا کوئی سہارا ذریعہ آمدنی نہیں ہے؛ اِس لئے اگر وہ عدت توڑ کر کہیں کام کرنے چلی جائے اور چار بجے آ کر پھر بیٹھ جائے، تو کیا وہ چار بجے تک کام کرنے جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بدرجہ مجبوری مذکورہ معتدہ عورت

دن میں گھر سے باہر جا کر حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے ذریعہ معاش اپنا سکتی ہے؛ تاہم اُس پر لازم ہے کہ رات ہونے سے قبل واپس لوٹ آئے اور اِس حال میں اُس کی عدت برابر جاری رہے گی، اور عدت کے دیگر احکامات اُس پر نافذ رہیں گے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ [الطلاق، جزء آیت: ۱]

عن زینب بنت کعب بن عجرة أن الفريعة بنت مالک بن سنان، وهي أخت أبي سعيد الخدري، أخبرتها أنها جاء ت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تسأله أن ترجع إلى أهلها في بني خدرة، وأن زوجها خرج في طلب أعبد له أبقوا، حتى إذا كان بطرف القدوم لحقهم فقتلوه، قالت: فسألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم أن أرجع إلى أهلي، فإن زوجي لم يترک لي مسكنًا يملكه، ولا نفقة، قالت: فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم: نعم! قالت: فانصرفت حتى إذا كنت في الحجرة، أو في المسجد، ناداني رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم أو أمر بي، فنوديت له، فقال: كيف قلت؟ قالت: فرددت عليه القصة التي ذكرت له من شأن زوجي، قال: امكثي في بيتک حتى يبلغ الكتاب أجله، قالت: فاعتدت فيه أربعة أشهر وعشرًا قالت: فلما كان عثمان أرسل إلي فسألني عن ذٰلک، فأخبرته، فأتبعه وقضى به. (سنن الترمذي ١٤٦/١-١٤٧ رقم: ١٢٠٤، إعلاء السنن / باب أين تعتد المتوفى عنها زوجها ٢٨٩/١١ رقم: ٣٣٧١ دار الكتب العلمية بيروت)

ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها؛ لأن نفقتها عليها، فتحتاج للخروج حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة، فلا يحل لها الخروج. (شامي ٢٢٤/٥ زكريا)

ومعتدة الموت تخرج اليوم وبعض الليل؛ لأن نفقتها عليها، فتحتاج

إلى الخروج للتكسب وأمر المعاش بالنهار وبعض الليل. (تبيين الحقائق ۲۷۱/۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت اِسکول پڑھانے کے لئے جانا؟

سوال (۶۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی کا نکاح ۱۸/نومبر ۲۰۰۰ء کو ہوا تھا، نکاح کے کچھ دن کے بعد ہی سے لڑکا اور لڑکے کے تمام گھر والوں کی طرف سے لڑکی کے ساتھ ایسا بدترین سلوک کیا گیا کہ حالات خراب سے خراب تر ہوتے ہوئے کل ۱۶/مارچ ۲۰۰۳ء بروز اتوار بوقت عصر دوسرے کے گھر جس جگہ فیصلہ ہوا لڑکی کو طلاق ہوگئی، اور وہاں سے چل کر لڑکی اپنے میکہ تک بذریعہ سواری آئی، طلاق کے بعد لڑکی کو دین مہر وعدت کا کوئی خرچ نہیں دیا گیا، آج سے ایک سال اور آٹھ ماہ قبل ۱۸/جولائی ۲۰۰۱ء کو ایک بچی کی پیدائش عمل میں آئی، اور اسی دن سے لڑکی میکہ میں ہے، سسرال نہیں گئی ہے، ان دنوں میری لڑکی جس کو طلاق ہوئی ہے، ایک پرائیویٹ اسکول میں درس دیتی ہے؛ لہٰذا ایسے حالات میں لڑکی کی عدت کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جو فیصلہ ہو، بیان فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں طلاق کے بعد تین ماہواری کی عدت گذارنا عورت پر لازم ہے، اس دوران بلا عذر شدید گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے، اِسکول میں پڑھانے بھی نہیں جاسکتی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

[البقرة، جزء آیت: ۲۲۸]

عن حماد بن إبراهيم قال: المطلقة ثلاثًا، والمختلعة، والمتوفى عنها

زوجها والملاعنة، لا تختضبن، ولا تطيبن، ولا يلبسن ثوبًا مصبوغًا، ولا يبرجن من بيوتهن. (شرح معاني الآثار للطحاوي، الطلاق / باب المتوفى عنها زوجها هل لها أن تسافر في عدتها ٢/٤٤٦ رقم: ٤٤٩٥)

وهي في حق حرة تحيض لطلاق أو فسخ بعد الدخول حقيقة أو حكمًا ثلاث حيض كوامل لعدم تجزّي الحيضة، فالأولىٰ تعرف براءة الرحم، والثانية لحرمة النكاح، والثالثة لفضيلة الحرية. (الدر المختار مع الشامي / باب العدة ٥/١٨٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱/۱۴۲۴ھ

معتدہ معلّمہ کا مدرسہ میں درس کے لئے جانا؟

سوال (۶۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مدرسہ کی معلّمہ کے شوہر کا انتقال ہوجائے، جس کی وجہ سے اُسے عدت گذارنا پڑے، تو کیا عدت کے دوران یہ معلّمہ مدرسہ میں تعلیم وتدریس کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ معتدہ کے لئے اگر دورانِ عدت نفقہ یعنی کھانے پینے کا انتظام ہے، تو اُس کو عدت میں گھر سے باہر مدرسہ میں جاکر درس دینا جائز نہیں ہے؛ البتہ اپنے گھر میں رہ کر بچیوں کو پڑھا سکتی ہے؛ تاہم اگر اُس کے لئے خرچہ کا کوئی انتظام نہ ہو اور گزارے کے لئے مدرسہ کی ملازمت ضروری ہو، تو ایسی عورت کے لئے دن دن میں تدریس کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی گنجائش ہے۔

معتدة الموت تخرج يومًا وبعض الليل، والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة، فيتقدر بقدره متى انقضت حاجتها لا يحل

لها بعد ذلک صرف الزمان خارج بیتها. (البحر الرائق، باب العدة / فصل الاحداد ١٥٣/٤ کوئٹہ، ١٥٣/٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عورت عدت میں عیادت کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۶۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوہ یا مطلقہ کو حالتِ عدت میں کن اُمور سے بچنا ضروری ہے؟ ہمارے یہاں ایک فاضل دارالعلوم دیوبند نے ماں باپ بھائی وغیرہ کی عیادت کو جانے کی اِجازت دی ہے، جو اس مکان سے تقریباً دو کلومیٹر دور ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات میں عیادت کے لئے معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے؛ لیکن کسی قریبی عزیز کی حالت نازک ہوجائے اور معتدہ اس کی وجہ سے اتنی بے چین ہو کہ اُس کے دیکھے بغیر چین ہی نہ آئے، تو علاج ومعالجہ کے لئے گھر سے نکلنے کی رخصت پر قیاس کرتے ہوئے دن میں کسی وقت عیادت کر کے آنے کی گنجائش ہے؛ لیکن رات عدت والے گھر ہی میں گذارنی ضروری ہوگی۔

عن ابن جریج قال: قلت لعطاء: الرجل یطلق المرأة فلا یبتها، أیستأذن؟ قال: لا، ولکن یستأنس، وتحذر هي، وتشوف له، فإن کان له بیتان، فیجعلها في أحدهما، وإن لم یکن له إلا بیت واحد، فلیجعل بینه وبینها سترًا. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب استأذن علیها ولم یبتها ٣٢٤/٦ رقم: ١١٠٢٧)

وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بیت وجبت فیه، ولا یخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف إنهدامه أو تلف مالها أو لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إلیه. (الدر المختار مع الشامي،

بـاب الـعـدة / فصل في الحداد ٢٢٥/٥ زكريا، ٥٣٦/٣ كراچی، الهداية ٤٢٨/٢-٤٢٩ تهانوي ديوبند، مجمع الأنهر ١٥٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ويـعـرف مـن التعليق أيضًا أنها إذا لها قدر كفايتها، صارت كالمطلقة فلا يـحل لها أن تخرج لزيارة ونحوها ليلاً ونهارًا. (فتح القدير / فصل على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها الحداد ٣٤٣/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معتدہ کا علاج کے لئے گھر سے نکلنا

سوال (٦٤٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے بھتیجہ کی بیوی عدت میں ہے چھوٹا گھر ہے دل کی مریض ہے، ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے کسی بھی وقت ضرورت پیش آسکتی ہے اور اس کا کوئی سرپرست نہیں ہے، چار بچے ہیں: دو لڑکے دو لڑکیاں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صورتِ مسئولہ میں اگر ڈاکٹر کسی وجہ سے گھر نہ آسکتا ہو تو معتدہ عورت کے لئے بوقتِ ضرورت دن میں ڈاکٹر کو دکھانے کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے۔

لا تـخـرج الـمـعـتـدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة؛ فإن المطلقة تخرج للضرورة ليلاً أو نهاراً. (شامي ٥٣٦/٣ كراچی، ٢٢٥/٥ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٥٣/٤ كراچی)

وإن اضطرت إلى الخروج فلا بأس بذٰلک. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الطلاق / الفصل الرابع ٨٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۱/۲۸ھ

دورانِ عدت علاج کے لئے باہر نکلنا اور اتنے ایام کی عدت بعد میں پوری کرنا؟

سوال (٦٤٨):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرادآباد کی ایک لڑکی نینی تال میں بیاہی گئی، بدقسمتی سے بیوہ ہوگئی، دورانِ عدت بیمار ہوئی، تو سسرال والوں نے حسبِ استطاعت اس کا علاج کرایا دورانِ عدت ہی اس کے بہنوئی اور تایا زاد بھائی نامحرم اور سگا بھائی کار لے کر آئے علاج کی غرض سے، اب وہ یہ کہتی ہے کہ جتنی مدت اس نے مرادآباد آ کر گذاری اتنے دن عدت کے بیچ میں جوڑ کر متعینہ مدت پوری کرے گی نینی تال جا کر؟

(۱) مندرجہ بالا عمل سے کون کون گنہگار ہوا؟ اور اسے عذاب سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

(۲) کیا بیوہ کو عدت از سرنو نینی تال میں شروع کرنی ہوگی، یا جہاں سے ترک کی اُس کے آگے سے شروع کر کے عدت پوری کرسکتی ہے؟

(۳) کن حالات میں بیوی گھر چھوڑ کر دوران عدت گھر سے یا شہر سے باہر جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکم شرعی یہ ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد بیوہ اسی مکان میں عدت گذارے جہاں وہ پہلے سے شوہر کے ساتھ رہتی تھی، اور دورانِ عدت بلاشدید ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلے، صورتِ مسئولہ میں اگر سسرال میں علاج ومعالجہ کا معقول نظم نہ ہورہا ہو اور بیماری شدید ہو، تو وہاں سے بیوہ کو اپنے میکہ آنا شرعاً درست تھا؛ لیکن اگر کوئی ایسی بات نہیں تھی تو اسے وہاں سے نہیں آنا چاہئے تھا، بلامعقول عذر کے سسرال سے آنا گناہ کا کام ہوا جس پر توبہ واستغفار لازم ہے، اب رہ گئی عدت کی بات تو وفات کی عدت شوہر کے انتقال کے وقت سے خودبخود شروع ہوجاتی ہے، اور چار مہینے دس دن یا اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر ختم ہوجاتی ہے، اس درمیان میں عدت کے احکامات میں اگر کوئی کوتاہی کی تو اس سے عدت کی مدت میں کوئی تبدیلی

نہیں ہوتی، لہٰذا جو عدت نینی تال میں رہ کر شروع ہوئی تھی وہ بدستور جاری ہے، اور اب جبکہ وہ میکے منتقل ہوچکی ہے، تو اسے یہیں عدت کے مابقیہ ایام پورے کرنے چاہئے، واپس نینی تال جاکر عدت پوری کرنا ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳/۴۸۷، کفایت المفتی ۶/۳۹۳)

ویبدأ العدة بعد الطلاق، وبعد الموت علی الفور. (الدر المختار مع الشامي ۵/۲۰۲ زکریا)

وتعتدان أي معتدة طلاق، وموت في بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه إلا أن تخرج، أو یهدم المنزل، أو تخاف انهدامها، أو تلف مالها، أو لاتجد کراء البیت، ونحو ذٰلک من الضرورات. (الدر المختار مع الشامي ۵/۲۲۵ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۵/۲٤۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معتدہ کا باراتیوں کے ساتھ دُلہن لینے جانا؟

سوال (۶۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے نکاح ہونے میں ابھی صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا کہ اس کے والد خالد کا انتقال ہوگیا، اُس کی والدہ عدت گذار رہی ہیں، وقتِ مقررہ پر زید کا نکاح ہوگیا، کیا زید کی والدہ باراتیوں کے ساتھ دلہن لانے کے لئے اپنی عدت چھوڑ کر جاسکتی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: بیوہ عدت کے دوران باراتیوں کے ساتھ دلہن لانے کے لئے گھر سے باہر نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو سخت گنہگار ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۳۹۹ ڈابھیل)

عن حماد بن إبراهیم قال: المطلقة ثلاثًا، والمختلعة والمتوفی عنها زوجها، والملاعنة ...... ولا یخرجن من بیوتهن. (شرح معاني الآثار للطحاوي / باب

المتوفى عنها زوجها هل لها أن تسافر في عدتها ٤٤٦/٢ رقم: ٤٤٩٥)

حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة، فلا يحل لها الخروج، وفي الشامي: والحاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعشية، فيتقدر بقدره ...... وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه، ولايخرجان منه إلا أن تخرج، أو ينهدم المنزل، أو تخاف إنهدامه، أو تلف مالها، ونحو ذلک من الضرورات. (الدر المختار مع الشامي ٢٢٤/٥-٢٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معتدہ کا بہن کی شادی میں شرکت کرنے کے لئے باہر نکلنا؟

سوال (۶۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جس کے بچہ کی پیدائش بذریعہ آپریشن ہوئی تھی، پیدائش کے دس دن بعد اس کے شوہر کا اچانک انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد وہ موقع بموقع ضرورت کے تحت ڈاکٹر کے یہاں آتی جاتی رہی، اَب شوہر کے انتقال کو چالیس دن ہوچکے ہیں وہ چاہتی ہے کہ چھوٹی بہن کی شادی میں شرکت کے لئے مرادآباد سے رتن پورا اپنے گاؤں جائے، کیا عدت کے دوران اُسے وہاں جانے کی اجازت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے انتقال کے وقت عورت کی عدت شروع ہوچکی ہے اور عدت کے ختم ہونے تک اسے شوہر کے گھر رہنا ضروری ہے، علاج جیسی ضرورت کے لئے وہ گھر سے باہر جاسکتی ہے؛ لیکن محض شادی میں شرکت کی غرض سے اس کے لئے اپنے میکے جانا جائز نہ ہوگا۔

وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه لايخرجان منه إلا أن

تخرج أو ينهدم المنزل. (درمختار مع الشامي ۵۳٦/۳ كراچی، ۲۲۵/۵ زكريا، البحر الرائق ۱۵٤/٤، الهداية ۲/٤۲۸-٤۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۴/۳۰ھ

عدت میں گھر کو آراستہ کرنا؟

سوال (٦٥١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت کے دوران عورت گھر کی صفائی ستھرائی کرسکتی ہے، گھر کو پوت کراُسے مہمانوں وغیرہ کے لئے آراستہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عدت میں رہتے ہوئے عورت کیلئے اپنے بدن کوسنوارنا تو جائز نہیں؛ البتہ گھر کوسجانا، سنوارنا، آراستہ کرنا اور خوشنما چادر اور قالین پر بیٹھنا سب جائز ہے۔

مقتضى اقتصارهم على منعها مما مر أن الإحداد خاص بالبدن، فلا تمنع من تجميل فراش وأساس بيت وجلوس على حرير. (شامي ٦٧١/٢ رشيدية، البحر الرائق ١٥١/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳٦/۵/۱۴ھ

عدت والی عورت کا غسل اور سر دھونا؟

سوال (٦٥٢): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا معتدہ کے لئے غسل کرنا اور سر دھونا منع ہے؟ کیا عدت والی عورت بدن کے میل پسینہ صاف کر کے ٹھنڈک اور برودت حاصل نہیں کرسکتی؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عدت والی عورت کے لئے غسل کرنا اور نہانا اور سر کو

گندگی اور پسینوں کی بووغیرہ دور کرنے کے لئے صاف کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن محض بالوں کو خوب صورت بنانے کے لئے کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں۔

ونقل في المعراج: أن عند الأئمة الثلاث لها أن تدخل الحمام وتغسل رأسها بالخطمي والسدر ......الخ. ولم يذكر حكمه عندنا، قال في البحر: واقتصار المصنف على ترک ما ذکر يفيد جواز دخول الحمام لها. (شامي ٦٧١/٢ رشيدية، البحر الرائق ١٥١/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۵/۱۴ھ

عدت میں زیب وزینت منع ہے

سوال (۶۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورانِ عدت معتدہ کے لئے زیب وزینت کی کون کونسی چیزوں کا استعمال کرنا منع ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کے دوران معتدہ کے لئے زیب وزینت کرنا ممنوع ہے؛ لہٰذا عرف میں جن چیزوں پر زیب وزینت کا اطلاق ہوتا ہے وہ سب کام معتدہ کے لئے جائز نہ ہوں گے، مثلاً زیور پہننا، میک اَپ کرنا، خوشبو لگانا، بھڑک دار یا ریشمی کپڑے پہننا، مہندی لگانا، باریک کنگھی سے کنگھی کرنا، سرمہ لگانا وغیرہ؛ البتہ اگر عذر ہو مثلاً آنکھ دکھنے آ رہی ہے تو اس بناء پر سرمہ لگانا یا سر میں خارش ہو رہی ہو، جس کی وجہ سے سر میں بغیر خوشبو والا تیل ڈالا، اسی طرح سر کو صابون وغیرہ سے دھویا تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ زینت کے طور پر نہیں ہے؛ بلکہ ضرورت کے طور پر ہے۔

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها زوج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: المتوفى عنها زوجها لا تلبس المعصفر من

الثياب، ولا الممشقة ولا الحلي ولا تختضب ولا تكتحل. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب فيما تجتنبه المعتدة في عدتها ۱/ ۳۱۵ رقم: ۲۳۰٤، صحيح البخاري ۲/ ۸۰٤ رقم: ۵۱۳۳)

تحد مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة بنكاح صحيح……، إذا كانت معتدة بتّ أو موت ……، بترك الزينة بحليّ أو حرير أو امتشاط بضيق الأسنان والطيب والدهن والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر …… إلا بعذرٍ (الدر المختار) وفي الشامية: فإن كان وجع بالعين فتكتحل أو حكة فتلبس الحرير أو تشتكي رأسها فتدهن وتمشط بالأسنان الغليظة المتباعدة من غير إرادة الزينة؛ لأن هٰذا تداوٍ لا زينة. (الدر المختار مع الشامي ۵/ ۲۱۷-۲۱۸ زكريا، ۳/ ۵۳۰-۵۳۱ کراچی، تبيين الحقائق ۳/ ۲٦۷، الفتاویٰ الهندية ۱/ ۵۳۳ زكريا، البحر الرائق ٤/ ۱۵۰ کراچی)

المعتدة تجتنب عن كل زينة نحو الخضاب ولبس المطيب. (شامي ۵/ ۲۱۷ زكريا، ۳/ ۵۳۰ کراچی)

وبه ظهر أن الممنوع استعماله على وجه يكون فيه زينة فلا تمنع من مسّه بيد لعصر أو بيع أو أكل. (شامي ۵/ ۲۱۸ زكريا، ۳/ ۵۳۱ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱٤۳٦/۵/۲٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا عدت میں چوڑی وغیرہ توڑ دینی چاہئیں؟

سوال (٦۵٤): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عدت والی عورت عدت کے دوران چوڑی پہن سکتی ہے؟ اور کیا شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ کی چوڑیاں توڑ دینی چاہئیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دورانِ عدت زیور یا کوئی بھی چوڑی پہننا درست نہیں ہے؛

لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معتدہ کی چوڑیاں توڑدی جائیں؛ لہٰذا بہت سے علاقوں میں شوہر کے انتقال پر بیوی کی چوڑیاں توڑدی جاتی ہے، یہ طریقہ غلط اور ناجائز ہے، ایسا نہ کریں؛ بلکہ اُن کو اُتار کر حفاظت سے رکھ دیں، اور عدت پوری ہونے کے بعد وہ اُن کو پہن لے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۱۲ ۴۱ ڈابھیل)

تحد الخ، مكلفة مسلمةٌ الخ، إذا كانت معتدة بتّ أو موت الخ، بترك الزينة بحليّ. (الدر المختار مع الشامي ٥/٢١٧-٢١٨ زكريا، البحر الرائق ١٥٠/٤ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۵/۱۴ھ

عدت میں چوڑیوں کا استعمال

سوال (۶۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عدت والی عورت عدت کے دوران چوڑی پہن سکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوڑی پہننا زیب وزینت میں داخل ہے، اور معتدۂ طلاق ووفات کو دورانِ عدت زینت اختیار کرنا منع ہے؛ لہٰذا اُن کے لئے عدت میں چوڑی پہننا درست نہ ہوگا۔

على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد في عدتها، والحداد الاجتناب عن الطيب، ولبس الحلي والتزين. (الفتاوىٰ الهندية ٥٣٣/١ زكريا)

تحد أي وجوبًا مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة بنكاح صحيح، إذا كانت معتدة بتّ أو موت، وفي الشامية: أي المبتوت طلاقها وهي المطلقة ثلاثًا أو واحدةً بائنة - إلى قوله - المعتدة تجتنب عن كل زينة نحو الخضاب ولبس

المطيّب . (الدر المختار مع الشامي ۲۱۸/۵ زکریا، ۳/ ۵۳۰ - ۵۳۱ کراچی)

وتترك أنواع الحلي والزينة. (تبیین الحقائق ۲۶۷/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۵/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت میں کس رنگ کے نئے کپڑے جائز ہیں؟

سوال (۶۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عدت والی عورت نئے کپڑے پہن سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت میں نئے کپڑوں کا پہننا بھی ایک طرح کی زینت میں داخل ہے، اس لئے دورانِ عدت نئے کپڑے نہ پہنے جائیں؛ البتہ پرانے دھلے ہوئے کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہیں، جب کہ وہ بھڑک دار نہ ہوں۔

ولا بأس بأسود وأزرق ومعصفر خلق لا رائحة له. (الدر المختار) قال الشامي رحمه اللّٰه: وذكر الحلواني: أن المراد بالثياب المذكورة الجديدَ منها، أما لو كان خَلِقًا لا تقع فيه الزينة فلا بأس به. (الدر المختار مع الشامي ۶۷۱/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۵/۱۴ھ

دورانِ عدت سر میں مہندی لگانا؟

سوال (۶۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرض یہ ہے کہ جس کا خاوند زندہ ہو اور اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہو، تو ایسی عورت عدت کی حالت میں سر میں مہندی لگا سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ سر میں مہندی درد ہونے کی وجہ سے لگائی ہے، زینت کی وجہ سے نہیں، اِسی طرح سوتی نئے کپڑے گرمی کی وجہ سے پہننے کی اِجازت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتدہ عورت کے لئے زینت کی غرض سے سر کے بالوں میں مہندی لگانا درست نہیں ہے؛ لیکن حسب تحریر سوال اگر سر کے درد کے علاج کے طور پر مہندی لگائی، تو اِس کی گنجائش ہے۔ اور نئے کپڑوں کو پہننے سے بھی احتراز کرے، اور پرانے دھلے ہوئے کپڑے بھی بس وہی پہنے جو بھڑک دار رنگ والے نہ ہوں۔

عن أم عطية قالت: كنا ننهى أن نحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرًا، ولا نكتحل ولا نطيب، ولا نلبس ثوبًا مصبوغًا إلا ثوب عصب، وقد رخص لنا عند الطهر إذا اغتسلت إحدانا من محيضها في نبذة من كست ظفار. (صحيح البخاري، الطلاق / باب القسط للحادة عند الطهر ٤/٢ ٨٠ رقم: ٥١٣٢، صحيح ١/٤٨٨ رقم: ١٤٩٠، ٩٣٨)

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها زوج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: المتوفى عنها زوجها لا تلبس المعصفر من الثياب، ولا الممشقة ولا الحلي ولا تختضب ولا تكتحل. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب فيما تجتنبه المعتدة في عدتها ١/٣١٥ رقم: ٢٣٠٤)

وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد، والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب إلا من عذر. (الهداية ٢/٤٢٧)

تحد مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة إذا كان معتدة بت أو موت بترك الزينة والطيب والدهن والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر إلا بعذر، راجع للجميع، إذ الضرورات تبيح المحظورات. (درمختار) وتحته في الشامية: والمراد بالثوب ما كان جديداً تقع به الزينة وإلا فلا بأس به. (الدر المختار

مع الشامي / باب العدة، فصل في الحداد ٥/٢١٧-٢١٨ زكريا)

واعتادت الدهن فخافت وجعاً، فإن كان ذٰلک أمرًا ظاهرًا يباح لها؛ لأن الغالب كالواقع، وكذا لبس الحرير إذا احتاجت إليه لعذر لابأس به. (الهداية ٤٢٨/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ عدت سرسوں کا تیل لگانا؟

سوال (۶۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عدت کے زمانہ میں سرسوں کا تیل لگانے کا کیا حکم ہے؟ عدت کے زمانے میں زیادہ سے زیادہ شغل کیا ہونا چاہئے؟ اور کیا پڑھنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عدت کے دوران زینت کے لئے کسی بھی طرح کا تیل استعمال کرنا منع ہے؛ البتہ اگر کوئی عذر ہو، مثلاً بال بہت زیادہ اُلجھ جائیں، یا سر میں سخت درد ہونے لگے، تو بوجہ ضرورت بقدر ضرورت تیل لگا سکتی ہیں۔ اور عدت کے دوران ذکر واذکار اور تلاوت کے ساتھ دینی کتابوں کا مطالعہ کثرت سے کریں۔

عن أم حكيم بنت أسيد عن أمها أن زوجها توفي وكانت تشتكي عينها، فتكتحل بالجلاء، قال أحمد: الصواب بكحل الجلاء، فأرسلت مولاة لها إلى أم سلمة، فسألتها عن كحل الجلاء، فقالت: لا تكتحلي به إلا من أمر لابد منه يشتد عليک، فتكتحلين بالليل، وتمسحينه بالنهار، ثم قالت عند ذٰلک أم سلمة: دخل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم حين توفي أبو سلمة، وقد جعلت على عيني صبرًا، فقال: ما هٰذا يا أم سلمة؟ فقلت: إنما هو صبر يا رسول

اللّٰہ! لیس فیه طیب، قال: إنه یشب الوجه فلا تجعلیه إلا باللیل وتنزعیه بالنهار، ولا تمتشطي بالطیب، ولا بالحناء فإنه خضاب، قالت: قلت: بأي شيء أمتشط یا رسول اللّٰه! قال: بالسدر تغلفین به رأسک. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب فیما تجتنبه المعتدة في عدتها ۱/ ۳۱۵ رقم: ۲۳۰۵، سنن النسائي ۱/ ۱۰۱ رقم: ۳۵۳۶)

والدهن ولو بلا طیب أي ولو بلا استعمال طیب. (الدر المختار مع الشامي ۵/ ۲۱۸ زکریا)

والحداد أن تترک الطیب والزینة والکحل والدهن المطیب وغیر المطیب إلا من عذر، وفي الجامع الصغیر إلا من وجع. (فتح القدیر ۴/ ۳۰۵)

وتجتنب الدهن والکحل. (بدائع الصنائع ۳/ ۳۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۱ھ

عدت میں پان کھانے کا حکم

سوال (۶۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا عدت والی عورت پان کھاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی عورت عدت میں محض شوقیہ طور پر برائے زینت پان استعمال کرے، تو اُس سے منع کیا جائے گا؛ اس لئے کہ اِس سے ہونٹوں پر سرخی ظاہر ہونے سے ایک طرح کی زینت پیدا ہوجاتی ہے؛ لیکن جو عورت پان کھانے کی عادی ہو اور پان کھائے بغیر اُس کے لئے وقت گزارنا مشکل ہو تو ایسی عورت کے لئے عدت میں پان کھانا ممنوع نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ زینت میں داخل نہیں ہے۔

عن أم سلمة زوج النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم: المتوفی عنها زوجها لا

تـلبـس المعصفرة من الثياب ...... ولا تختضب ولا تكتحل. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ۴۲۸/۷ رقم: ٢٦٠٤١)

علـى الـمبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد في عـدتهـا، والـحداد: الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب، ولبس الحلي والتزين. (الفتاوىٰ الهندية ٥٣٣/١، تبيين الحقائق ٢٦٦/٢-٢٦٧، الهداية ٤٢٧/٢، الدر المختار مع رد المحتار ٢١٧/٥-٢١٨ زكريا)

وبه ظهر أن الممنوع استعماله على وجه يكون فيه زينة فلا تمنع من مسه بيد لعصر أو بيع أو أكل. (شامي ٢١٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۶/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفقہ کے مسائل

مطلقہ کے نفقہ کا شرعی حکم

سوال (۶۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نفقہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ اگر نفقہ دیا جائے گا تو کتنا اور کب تک؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کے ذمہ زمانۂ عدت کا نفقہ (کھانا، کپڑا، رہائش کے لئے مکان) حسبِ حیثیت لازم اور ضروری ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں عدت تک نفقہ دینا ضروری ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتَاهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ۷]

عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده معاوية القشيري قال: أتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، قال: فقلت: ماتقول في نساء نا؟ قال: أطعموهن مما تأكلون، واكسوهن مما تكتسون، ولا تضربوهنّ ولا تقبحوهنّ. (سنن أبي داؤد، النكاح / باب في حق المرأة على زوجها ۲۹۲/۱ رقم: ۲۱٤٤)

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن، قال الشامي: أطلق فشمل الحامل وغيرها. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۳/۵ زكريا)

وأما على المفتي به فتجب نفقة الوسط إلىٰ اٰخره. (شامي ۲۸٤/۵ زكريا)

ثم النفقة إنما تجب على قدر يسار الرجل وعسرته. (خانية مع الهندية

٤٢٦/١، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ٣٩٩/٥ زکریا)

الـمعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيًا أو بائنًا أو ثلاثاً. (الفتـاویٰ الهـنـدية ٥٥٧/١، كـذا في مجمع الأنهر ١٩٠/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، البحر الرائق ١٩٨/٤ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٦/٤/١٤٢٠ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد شوہر پر بیوی اور بچوں کے کیا حقوق ہیں؟

سوال (٦٦١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلاق کے بعد بیوی اور بچوں کے کیا حقوق ادا کرنے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: باپ کے ذمہ اپنے بچوں کا نان ونفقہ تو واجب ہی ہے، اور عورت کی عدت پوری ہونے تک اس کا نان نفقہ بھی مرد ہی کے ذمہ ہے، اور عدت گذارنے کے لئے اس کو ٹھکانا دینا بھی لازم ہے؛ البتہ عدت گذارنے کے بعد وہ بیوی کے نفقہ کا ذمہ دار نہیں ہے۔

وتفرض النفقة بأنواعها الثلاثة لزوجة الغائب وطفله ومثله كبير من زمن وأنثى مطلقاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب النفقة / مطلب: في منع النساء من الحمام ٣٢٦/٥ زكريا)

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن، قال في الشامية: وأطلق فشمل الحامل وغيرها والبائن بثلاث أو أقل كما في الخانية. (الدر المختار مع رد المحتار / باب النفقة، مطلب: في نفقة المطلقة ٣٣٣/٥ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢٩/٢/١٤٢٠ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ کا نفقہ بعدِ عدت

سوال (٦٦٢):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعد عدت اگر لڑکی نکاح نہ کرے، تو کیا لڑکے کو اس کے اِخراجات برداشت کرنے ہوں گے؟ اگر ہاں تو کس طرح اور کتنے دینے ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت گذرنے کے بعد کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہ ہوگا۔

عن عمر رضي اللّٰہ عنہ إني سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: للمطلقة الثلاث النفقة والسکنیٰ ما دامت في العدة. (نصب الرایة ۲۷۳/۳)

کان لها النفقة إلی أن تنقضي عدتها بالحیض أو تصیر آیسةً فتنقضي عدتها بالأشهر، کذا في فتاویٰ قاضي خان. (الفتاویٰ الهندیة ۵۵۸/۱ زکریا)

وما شرط وجوب هٰذه النفقة فلوجوبها شرطان: أحدهما یعم النوعین جمیعاً أعني نفقة النکاح ونفقة العدة، والثاني یخص أحدهما وهو نفقة العدة. (البدائع الصنائع ۱۸/٤)

تجب لمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصیة النفقة والسکنی والکسوة إن طالت المدة (الدرالمختار) وقال ابن عابدین تحت قوله: تجب لمطلقة الرجعي الخ، کان علیه إبدال المطلقة بالمعتدة؛ لأن النفقة تابعة للعدة. (الدر المختار مع الشامي / باب النفقة، مطلب: في نفقة المطلقة ۳۳۳/۵ زکریا، ۶۰۹/۳ دار الفکر بیروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۴/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

زمانۂ ماضی کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں

سوال (٦٦٣):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: سلطانہ بیگم ولد سرور بیگ کی شادی ناظم بیگ ولد حنیف بیگ سے ہوئی تھی؛ لیکن ناظم دو سال قبل طلاق دے چکا ہے، اِس کے علاوہ بھی کئی مرتبہ طلاق دے چکا ہے، اَب آپ جواب تحریر فرمائیں کہ ایسی حالت میں یہ عورت ناظم بیگ کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟ طلاق کے بعد بھی ہزاروں ظلم بیوی پر کرتا رہتا ہے، دو سال سے گھر سے بے گھر کر دیا اور ہر طرح سے پریشان کیا، اس درمیان نان نفقہ مہر وغیرہ بھی نہیں دیا مہر وغیرہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جب کہ شوہر ناظم بیگ نے دو سال قبل اپنی بیوی سلطانی بیگم کو طلاق دے دی ہے تو عدت گزرنے کے بعد وہ اس کے نکاح سے خارج ہوچکی ہے، مہر کی ادائیگی شوہر پر ضروری ہے؛ البتہ عدت کا نفقہ دینا لازم نہیں ہے؛ اس لئے کہ زمانۂ ماضی کے نفقہ کے لزوم کے لئے آپس کی رضامندی یا قضاء قاضی ضروری ہوتی ہے جو یہاں نہیں پائی گئی۔

عن النخعي قال: إذا ادّانت أخذ به حتی يقضي عنها، وإن لم تستدن فلا شيء لها عليه، إذا أكلت من مالها، قال معمر: وسألت ابن شبرمة عنها؟ قال: إذا شكت إلى الجيران من يومئذ يؤخذ بالنفقة، قال معمر: ويقول آخرون: من يوم ترفع أمرها إلى السلطان. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها ٩٤/٧ رقم: ١٢٣٤٩)

والنفقة لا تصير دينًا إلا بالقضاء أو الرضاء أي اصطلاحهما على قدر معين، أصنافًا أو دراهم. (الدر المختار على هامش رد المحتار / باب النفقة، مطلب: لا تصير النفقة دينًا ٦٨٢/٢ نعمانية، ٣١١/٥ زكريا)

إذا خاصمت المرأة زوجها في نفقة ما مضى من الزمان قبل أن يفرض القاضي لها النفقة، وقبل أن يتراضيا على شيء؛ فإن القاضي لا يقضي لها بنفقة ما مضى عندنا. (الفتاویٰ الهندية ٥٥١/١، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ٣٨٢/٥ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱/۲۸ھ

عدت میں نان نفقہ کا خرچ کتنا ہے؟

سوال (۶۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلاق کے بعد جو عورت عدت گذارے گی اُس کے نان ونفقہ کے کتنے روپئے ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کے نفقہ کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، شوہر کی وسعت اور باہمی رضامندی سے انصاف کے ساتھ جو مقدار طے ہوجائے وہ جائز ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتَاهَا﴾ [الطلاق: ۷]

عن معاوية القشيري رضي اللّٰه عنه قال: أتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فقلت: ما تقول في نسائنا؟ قال: أطعموهن مما تأكلون، واكسوهن مما تكتسون، ولا تضربوهن ولا تقبحوهن. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب في حق المرأة على زوجها ۱/۲۹۲ رقم: ۲۱٤٤)

عن عمر رضي اللّٰه عنه إني سمعت رسول اللّٰه يقول: للمطلقة الثلاث النفقة والسكنىٰ ما دامت في العدة. (نصب الراية / باب النفقة ۳/۲۷۳)

ويقدر بقدر الغلاء والرخص، ولا تقدر بدراهم ودنانير، أي يراعي كل وقت، أو مكان بما يناسبه، وفي البزازية: إذا فرض القاضي النفقة، ثم رخص تسقط الزيادة، ولا يبطل القضاء، وبالعكس لها طلب الزيادة، وكذا لو صالحته على شيء معلوم. (الدر المختار مع الشامي ۵/۲۹۷-۲۹۶ زكريا، فتاوى دارالعلوم ۱۱/۱٤۰)

ثم فى ظاهر رواية الأصل المعتبر في فرض النفقة حال الزوج في اليسار والإعسار، وفي الكافي: وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۵/۳۷۱ رقم: ۸۲۳۰ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۶/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مطلقہ عورت شوہر سے زیبائش کی چیزیں طلب کرسکتی ہے؟

سوال (۶۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طلاق کے بعد کوئی مطلقہ عورت اپنے اس شوہر سے جس نے طلاق دی ہو، کسی حد تک کھانے، خرچ، رہائش، زیبائش کی طلب گار ہوسکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلقہ عورت عدت کا نان ونفقہ شوہر کی وسعت کے مطابق لے سکتی ہے، البتہ آرائش وزیبائش کی چیزوں کا مطالبہ نہیں کرسکتی، یہ نان ونفقہ میں داخل نہیں ہے۔

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصية كخيار عتق ...... النفقة والسكنى والكسوة إن طالت المدة. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۳/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۹ھ

طلاق کے بعد بیوی کی عدت کا نفقہ واجب ہے علاج معالجہ واجب نہیں

سوال (۶۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابو الکلام ولد محمد اسلام کا نکاح مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۷ء کو سلمی پروین دختر محمد یاسین سے بالعوض مہر فاطمی عمل میں آیا، اول دن سے ہی اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں تھی، لیکن پھر بھی دو سال تک کسی طرح اس کو نبھایا اس کے بعد اس کی حالت دن بدن بگڑتی ہی چلی گئی، حسبِ مقدر اس کا علاج بھی کرایا، جس کی وجہ سے میں کافی زیر بار بھی ہوا؛ لیکن کوئی اِفاقہ نہیں ہوا، حتی کہ عرصہ تقریباً ۶ سال سے اس کو پاخانہ پیشاب کا بھی ہوش نہیں ہے، نہ ہی وہ حق زوجیت ادا کرنے کے قابل ہے، اسی وجہ سے اس کے بطن سے کوئی بچہ بھی پیدا نہیں ہوا، جو اس کی خدمت کرسکے، میری شادی شدہ بہن بھاوج اب اس کی خدمت کرتے کرتے تھک چکی ہیں، میری والدہ تقریباً ۷۰-۷۲ سال کی ایک بوڑھی اور معذور عورت ہیں، اور میں ایک مزدور آدمی ہوں، اس کی دیکھ ریکھ اور صفائی ستھرائی

میرے لئے ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے، اس کے میکہ میں اس کی حقیقی خالہ زاد بہن جو اس کی بھاوج بھی تھی اس کو کسی طرح بھی اپنے پاس رکھنے کو کبھی تیار نہ تھی، اس کا بھائی قطعی طور پر یہ ذمہ داری اٹھانا نہیں چاہتا، میں نے اس کے خاندان والوں کے سامنے یہ بات رکھی تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے تم اس کو نمٹو یا پھر اگر اپنے نکاح سے آزاد کرنا چاہتے ہو، تو علاوہ اس کے سامان جہیز کے مبلغ پچاس ہزار روپیہ اس کے مہر اور علاج ومعالجہ کے لئے ادا کرو، جس کے لئے وہ مجھ پر ناجائز دباؤ ڈال رہے ہیں، اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے، مذکورہ بیماری اس کو اس کے ننہال سے ملی ہے، اس کی حقیقی بہن بھی جس کے بچے بھی جوان ہیں کافی عرصہ سے اسی مرض میں مبتلا ہیں، اور بھی کئی لوگ اس کے خاندان کے اس مرض میں مبتلا تھے اور ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر آپ اپنی دماغی معذور بیوی کو طلاق دیں گے تو سامان جہیز (اس وقت جس حال میں موجود ہو) اور مہر اور عدت کا نان ونفقہ اسے دینا ہوگا، اس سے زیادہ علاج ومعالجہ وغیرہ کے خرچ کا آپ سے مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔

بل کل أحد یعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه کلها، وإذا ماتت یورث عنها. (شامي ٤/٣١١ زکریا)

فالمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین سواء کان مسمی، أو مهر المثل حتی لایسقط شيء منه بعد ذٰلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (بدائع الصنائع ٢/٥٨٤ زکریا)

إن الفرقة إذا کانت من قبل الزوج بطلاق فلها النفقة والسکنیٰ، سواء کان الطلاق رجعیًا أو بائنًا. (بدائع الصنائع ٣/٤١٩ زکریا)

کما لایلزم مداواتها أي إتیانه لها بدواء المرض ولا أجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة. (شامي ٥/٢٨٥ زکریا)

ولا یجب الأداء للمرض ولا أجرة الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة، کذا

في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ٥٤٩ زكريا)

بـخلاف المريضة فإنه لا نفقة لها، وهي في بيتها مطلقًا. (البحر الرائق ٤/ ١٨٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۱/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد مہر، عدت اور بچے کی پرورش کا حکم

سوال (۶۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) تسلیم نے اپنی بیوی نرگس صبا کو تین طلاق دے دیا ہے، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق واقع ہوجانے کے بعد مطلقہ کے نان نفقہ اور عدت کا خرچ شوہر پر لازم ہے یا نہیں؟

(۲) مہر اور جہیز کے سامان کی واپسی ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) ایک بچی ایک سال کی ہے اس کا خرچ شوہر یعنی بچی کے باپ پر لازم ہے یا نہیں؟

(۴) مطلقہ حاملہ ہے عنقریب ولادت ہونے والی ہے اس کا خرچہ کس پر ہے؟ ہر جز وکا جواب تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عدت کا نان ونفقہ اور سکنٰی شوہر پر واجب ہے۔

وتـجـب لـمـطلقة الرجعي والبائن، والفرقة بلا معصية كخيار عتق – إلى قوله – النفقة والسكنى والكسوة إن طالت المدة. (شامي ٥/ ٣٣٣ زكريا)

(۲) اگر شوہر نے ابھی تک مہر نہیں دیا ہے، اور طلاق بلا شرط ہوئی ہے، تو مہر کی ادائیگی اُس پر لازم ہے، اور جہیز کا سامان اس وقت جس حالت میں ہے اسی حالت میں اس کا واپس کرنا بھی لازم ہے۔

وإنما يتاكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه. (شامي ٤/ ٢٣٣ زكريا)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة، وأنه إذا طلّقها تأخذه كله. (شامي ٥/ ٢٩٩ زكريا)

(۳) بچی کی لازمی ضروریات کی کفالت بھی اس کے باپ کے ذمہ ہے، اور بچی کے بالغ ہونے تک پرورش کا حق ماں کو ہے، بشرطیکہ بچی کی ماں کسی اور سے نکاح نہ کرے، اگر ماں نے کسی اور سے نکاح کرلیا، تو اُس کا حقِ پرورش ساقط ہوجائے گا۔

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثى والجمع. (الدر المختار مع الشامي ٣٣٦/٥ زكريا)

والأم والجدة أحق بها بالصغيرة حتى تحيض أي تبلغ. (الدرالمختار مع الشامي ٢٦٨/٥ زكريا)

والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها بالصغيرة حتى تحيض أي تبلغ في ظاهر الرواية. (الدر المختار ٥٦٦/٣ كراچی، شامي ٢٦٨/٥ زكريا)

والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمه أي الصغير. (الدر المختار ٥٦٥/٣ كراچی، ٢٦٦/٥ زكريا)

يجب على الاب ثلاثة ...... ونفقة الولد. (شامي عن البحر ٥٦١/٣، شامي ٢٦٠/٥ زكريا)

(۴) مطلقہ حاملہ کے وضعِ حمل میں جو ضروری مصارف آئیں گے، اُس کا خرچ شوہر کو دینا ہوگا، کیوں کہ یہ بچہ شوہر ہی کا ہے، اُس کا نسب اُسی سے ثابت ہے۔

الغرم بالغنم. (قواعد الفقه ٩٤، مستفاد احسن الفتاوی ٤٦١/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴؍سال تک شوہر سے الگ رہنے والی عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں

سوال (٦٦٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ہندہ سے شرعی نکاح کیا، اور ہندہ نے اپنے شوہر کے پاس دس سال تک اپنی زندگی کا حصہ صرف کیا، اور ایک لڑکا بھی اُسی کے بطن سے پیدا ہوا، پھر ہندہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر کسی دوسری

جگہ کرایہ کے مکان پر مستقل رہنے لگی، اور اس کا شوہر کہہ رہا ہے کہ تم میرے پاس چلی آؤ؛ لیکن اِسی ٹال مٹول میں چار سال گزر جاتا ہے، اور وہ شوہر کے پاس نہیں آتی ہے، شوہر کہتا ہے کہ طلاق لے لو؛ لیکن عورت طلاق پر رضامند نہیں ہے، نیز شریعت کی روشنی میں یہ بتلائیں کہ طلاق دینے کے بعد شوہر پر اس چار سال کا کرایہ ونان ونفقہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ عورت ناشزہ اور اپنے شوہر کی نافرمان ہے؛ لہٰذا جب تک وہ اپنے شوہر سے الگ رہے گی شوہر پر اُس کا نان ونفقہ واجب نہ ہوگا۔

عن الشعبي أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، وإن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطلاق / ما قالوا في المرأة تخرج من بيتها وهي عاصية لزوجها ١٥٢/١٠ رقم: ١٩٣٦٩، المصنف لعبد الرزاق ٩٥/٧ رقم: ١٢٣٥٢)

عن عامر قال: ليس على الرجل أن ينفق على امرأته، إذا كان الحبس من قبلها. (المصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في الرجل يتزوج المرأة ١٥٢/١٠ رقم: ١٩٣٦٨)

لا نفقة لأحد عشر ...... وخارجة من بيت بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب النفقة ٢٨٦/٥ زكريا، البحر الرائق ١٧٩/٤ كراچی)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه. (الفتاویٰ الهندية ٥٤٥/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ

طلاق کے کئی مہینہ بعد لڑکی والوں کا نفقہ عدت مانگنا؟

سوال (٦٢٩): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی ۸؍جون ۱۹۹۱ء کو ہوئی تھی؛ لیکن کچھ گھریلو کشیدگی کی وجہ سے بیوی کو اس کے گھر والے صرف ڈیڑھ مہینہ کے بعد بلا کر لے گئے، اور اُنہوں نے مقدمہ دائر کردیا، ڈیڑھ سال مقدمہ

چلا اور تین چار مہینہ ہوئے اُن لوگوں نے طلاق لے لی، اب جب کہ یہ سب کچہری میں ہوا، اِس پر وہ لوگ عدت کا خرچ مانگ رہے ہیں، اَب آپ سے عرض یہ ہے کہ کیا وہ لوگ اِس کے حق دار ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ اُنہوں نے تین چار مہینہ کے بعد یہ مسئلہ اٹھایا ہے، جب کہ عدالت کے کاغذات میرے پاس ہیں، اس میں میرا کیس بالکل فائنل ہوگیا تھا، اور اس میں یہ لکھ دیا تھا کہ اب ہمارا ایک دوسرے پر کوئی لین دین باقی نہیں رہا؛ لہٰذا آپ اِس مسئلہ کا حل نکال دیں کہ میں کیا کروں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ تحریر میں یہ طے ہوچکا ہے کہ ہمارا ایک دوسرے پر کوئی لین دین باقی نہیں ہے، نیز عدت سے پہلے یا عدت کے دوران نہ تو لڑکی والوں نے نفقہ کا مطالبہ کیا ہے اور نہ قاضی شرعی نے شوہر پر نفقہ کا حکم کیا ہے، تو اب کئی مہینہ گزرنے کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے عدت کے نفقہ کا جو مطالبہ کیا جارہا ہے اس کا پورا کرنا شوہر پر شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے۔

والنفقة لا تصير دينًا إلا بالقضاء أو الرضاء أي إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها أو كان حاجزًا فامتنع فلا يطالب بها؛ بل تسقط بمضي المدة. (شامي ۵۹۴/۳ کراچی، ۳۱۱/۵ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۳۸۲/۵ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۵۵۱/۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۴/۳/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کر کے طلاق اور نفقہ طلب کرنا؟

سوال (۶۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی نے عدالت میں خرچہ حاصل کرنے وجہیز واپسی کا دعویٰ کردیا ہے، ۲۷؍ جنوری مقدمہ کی تاریخ ہے، اس طرح ۶؍ ماہ ہوئے بیوی کے اِن حالات سے مجبور ہوکر شوہر دوسری شادی کرلیتا ہے اور پہلی بیوی کو بھی طلاق دینا نہیں چاہتا، تو بیوی شوہر کو خرچہ دینے اور طلاق دینے پر مجبور کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعاً آپ طلاق اور نفقہ دینے پر مجبور نہیں ہیں؛ البتہ جہیز کا سامان عورت کا حق ہے وہ اُسے دینا ہوگا۔

عن الشعبي أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، وإن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطلاق / ما قالوا في المرأة تخرج من بيتها وهي عاصية لزوجها ١٠/١٥٢ رقم: ١٩٣٦٩، المصنف لعبد الرزاق ٧/٩٥ رقم: ١٢٣٥٢)

عن عامر قال: ليس على الرجل أن ينفق على امرأته، إذا كان الحبس من قبلها. (المصنف لابن أبي شيبة / ما قالوا في الرجل يتزوج المرأة ١٠/١٥٢ رقم: ١٩٣٦٨)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة. (شامي ٥/٢٩٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ عورت کا دس سال بعد نفقہ طلب کرنا

سوال (۱۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی طاہرہ بیگم بنت جناب محمد مقبول صاحب مرحوم کو تین سے زیادہ مرتبہ طلاق دے دی، وہ بے انتہاء نافرمان اور ناشزہ تھی، اِس لئے اُس کو میں نے اپنی زوجیت سے الگ کردیا تھا، آج تقریباً دس سال ہوچکے ہیں، اب میری مطلقہ بیوی مجھ سے نان نفقہ حاصل کرنا چاہتی ہے، کیا اُسے نان ونفقہ لینے کا حق حاصل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں مطلقہ کے لئے صرف عدت تک شوہر پر نان ونفقہ دینا ضروری رہتا ہے، عدت گزرنے کے بعد اُس کی طرف سے نان ونفقہ کے مطالبہ کی اجازت نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق کے دس سال بعد آپ کی مطلقہ بیوی کا آپ سے

نان ونفقہ کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے۔

المعتدة عن الطلاق يستحق النفقة والسكنٰى، كان الطلاق رجعيًا أو بائنًا أو ثلاثًا حاملاً كانت المرأ ة أو لم تكن. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۵۵۷)

ولو أقام الزوج البينة على إقرارها بانقضاء العدة سقطت نفقتها. (فتاویٰ قاضي خان ۴۴، شامي ۵/ ۳۳۴ زكريا، البحر الرائق ۴/ ۳۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلا عذر شرعی کے شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کرنے والی عورت کا نفقہ؟

سوال (۶۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر اپنی بیوی کو کہیں بھی اپنے ساتھ میں رکھنا چاہتا ہے، تو بیوی کہتی ہے کہ آپ کہیں جائیں گے تو میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی، اگر آپ میرے ماں باپ کے یہاں رہیں گے تو میں آپ کے ساتھ رہوں گی، ورنہ تو آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی، اور آپ کہیں بھی رہیں گے تو مجھ کو کھانا، کپڑا، تیل، صابن وغیرہ دینا ہوگا، ورنہ تو عدالت میں جاؤں گی، اور طلاق دلوا کر دین مہر لوں گی، شوہر یہ کہتا ہے کہ میں تم کو طلاق نہیں دوں گا، میں جہاں رہوں گا تم کو وہاں رہنا ہوگا تو بیوی انکار کر دیتی ہے، تو ایسی صورت میں اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو دین مہر دینا پڑے گا یا نہیں، اور اگر شوہر بغیر طلاق دئے ہوئے دوسری شادی کرلے تو پہلی بیوی کو خرچ دینا پڑے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی بغیر کسی عذر شرعی کے شوہر کے ساتھ جانے اور رہنے سے انکار کرتی ہے اور اپنے میکے ہی میں شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو وہ نافرمان کے حکم میں ہوگی، اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں؛ البتہ شوہر طلاق دے دے تو کل مہر دینا ضروری

ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲۰/۱)

وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (الدر المختار مع الشامي ٥٧٦/٣ كراچی، ٢٨٦/٥ زكريا)

وإذا تأكد المهر بما ذكر لايسقط بعد ذٰلك وإن كانت الفرقة من قبلها؛ لأن البدل بعد تأكده لا يحتمل السقوط إلا بإبراء. (شامي ١٠٢/٣ كراچی، ٢٣٣/٤ زكريا)

قال: وإذا تعنتت المرأة عن زوجها وأبت أن تتحول معه إلى منزله، أو حيث يريد من البلدان، وقد أوفاها مهرها، فلا نفقة لها عليه ...... وفي قولهما لا نفقة لها، سواء أوفاها المهر أم لا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۷/۲۹ھ

ناشزہ کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں

سوال (۶۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے وقار کی لڑکی عالیہ خاتون سے نکاح کے بعد تین چار مرتبہ میرے گھر میں آئی، اس سے ایک لڑکا بھی ہوا، اس کے بعد وقار نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر روک لیا، اور نہیں بھیجا اور انکار بھی کردیا کہ اب ہم نہیں بھیجیں گے، اور میں نے اس کو طلاق نہیں دیا اور مجبور ہوکر دوسرا نکاح کرلیا، دوسرا نکاح کرنے کے بعد وقار نے مقدمہ دائر کردیا اور وہ اپنی بیٹی کا نان نفقہ گھر بیٹھے مانگ رہے ہیں، اور آٹھ نو سال ہوگئے ہیں، مقدمہ برابر جاری ہے، میں نے ان کے نہ بھیجنے کے آٹھ سال بعد شادی کی ہے۔ تو دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ پہلی بیوی کا نان نفقہ اور جو اس کے بطن سے میرا لڑکا ہے اس کا نان نفقہ مجھ پر لازم ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں چوں کہ عورت شوہر کی نافرمان اور ناشزہ ہے؛ لہٰذا شوہر پر اُس کا نان نفقہ شرعاً واجب نہیں ہے، اور نہ اس سے لڑکی

والوں کونفقہ کا مطالبہ کرنے کا حق ہے۔

ولا خارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (كذا في الدر المختار ٥٨٦/٣ كراچی، ٢٧٨/٥ زكريا، البحر الرائق ١٧٩/٤)

وإذا تأكد المهر بما ذكر لايسقط بعد ذٰلک وإن كانت الفرقة من قبلها؛ لأن البدل بعد تأكده لا يحتمل السقوط إلا بإبراء. (شامي ١٠٢/٣ كراچی، ٢٣٣/٤ زكريا)

قال: وإذا تعنتت المرأة عن زوجها وأبت أن تتحول معه إلى منزله، أو حيث يريد من البلدان، وقد أوفاها مهرها، فلا نفقة لها عليه ...... وفي قولهما لا نفقة لها، سواء أوفاها المهر أم لا. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٧/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میکہ میں عدت گذارنے والی عورت کا نفقہ؟

سوال (۶۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صغریٰ کا نکاح عبد اللہ سے ہوا، چند ایام کے بعد صغریٰ کی ذہنی کیفیت خراب ہوگئی، عبد اللہ نے صغریٰ کا علاج وغیرہ نہیں کرایا، صغریٰ کے والد صغریٰ کو اپنے گھر لے گئے، اور علاج ومعالجہ کیا، صغریٰ صحت یاب ہوگئی، عبد اللہ بعد صحت صغریٰ کو پھر اپنے گھر لے آیا، کچھ ماہ کے بعد صغریٰ دوبارہ علیل ہوگئی، اور سابقہ بیماری عود کر آئی، اب صغریٰ کے بیمار ہونے پر عبد اللہ نے کوئی علاج وغیرہ قطعاً نہیں کرایا، اور صغریٰ کو اپنے گھر کے مکان میں محصور کردیا، حتیٰ کہ تقاضہ بشریہ کے لئے بھی صغریٰ کو نہ نکلنے دیا، اور غسل وغیرہ کا بھی کوئی خیال نہیں کیا، جس سے صغریٰ کا برا حال ہوگیا، اور موت وزیست کے مابین ہوگئی۔ معلومات ہونے پر صغریٰ کے والد صغریٰ کو اپنے گھر لے آئے، اور عبد اللہ نے اسی وقت صغریٰ کو طلاق دے دی تین بار، اور نان ونفقہ سے محروم کردیا، اور اپنے ذمہ میں واجب شدہ مہر بھی بالکل ادا نہیں کئے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ صغریٰ کا فی الحال عبد اللہ پر نان نفقہ وغیرہ کے سلسلہ میں کیا حق ہے؟ اور واجب شدہ مہر کے متعلق کیا حکم ہے، اور کیا مہر کی ادائیگی

کے لئے صغریٰ کے والد کوئی کارروائی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبداللہ نے جب اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دی، تو تین طلاق واقع ہوکر صغریٰ عبداللہ پر حرام ہوگئی، اور صغریٰ نے چوں کہ بذاتِ خود شوہر عبداللہ کے گھر عدت نہیں گذاری؛ بلکہ طلاق کے وقت والد کے گھر چلی گئی، اس لئے نفقہ وسکنیٰ کی حق دار نہیں رہی؛ لیکن مہر صغریٰ کا حق ہے، جو بغیر معاف کئے معاف نہیں ہوتا؛ اس لئے صغریٰ اپنے والد کے ذریعہ شوہر عبداللہ کے خلاف کارروائی کر کے اپنا مہر و دیگر سامان وصول کر سکتی ہے۔

وبخلاف حرة نشزت فطلقت فعادت (الدر المختار) أي إن الحرة إذا نشزت فطلّقها زوجها فلها النفقة والسكنىٰ إذا عادت إلى بيت الزوج. (الدر المختار مع الشامي / باب النفقة، قبيل مطلب: في سكنى الزوجة ۵/۳۱۹ زكريا)

طلقت أو مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت إليه فوراً لوجوبه عليها.

(الدر المختار مع تنوير الأبصار / باب العدة، مطلب: الحق على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع ۵/۲۲۵ زكريا)

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة حتى لا يسقط منه شيء بعد ذٰلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (الفتاویٰ الهندية ۱/۳۰۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی مرضی کے بغیر میکہ میں بیٹھ جانے والی عورت کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں

سوال (۶۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی میری والدہ سے لڑ جھگڑ کر اپنے والدین کے پاس چلی گئی ہے جس کو دو سال دو ماہ

ہونے والے ہیں، اب تک ہم لوگ اس کو بلانے کی کوشش کرتے رہے؛ لیکن اس کے والدین کا کہنا ہے کہ لڑکی جانا نہیں چاہتی، اس کو طلاق دے دو، اور میں طلاق دینا نہیں چاہتا؛ لیکن اس کے والد کا کہنا ہے کہ ہم طلاق ضرور لیں گے، نیز اس کے والد کا کہنا ہے کہ مہر کی رقم نہیں لیں گے، لیکن اس کا نان ونفقہ اور عدت کا خرچہ لیں گے، حال یہ ہے کہ میری کاروباری پوزیشن بہت خراب چل رہی ہے، میرا اس بیوی سے ایک لڑکا بھی ہے، تو ایسی صورت میں جب کہ وہ میری مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے اپنے میکے میں رہ رہی ہے اگرچہ میری کوشش یہی ہے کہ وہ اپنے گھر آجائے، تو ایسی صورت میں بھی وہ نان نفقہ لینے کی حق دار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال صحیح ہے اور عورت واقعی بغیر شوہر کی اجازت وشرعی عذر کے اپنے میکے گئی ہے تو جب تک وہ واپس شوہر کے گھر نہ آجائے اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہ ہوگا، اور وہ عورت اس مدت کا نفقہ اپنے شوہر سے لینے کی مستحق نہیں ہے۔

(لا) الخ خارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (الدر المختار مع الشامي ۵۷۶/۳ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۱/۸/۳ھ

نافرمان بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے

سوال (۶۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی منکوحہ اپنے خاوند کے ساتھ کسی بھی صورت میں رہنے کو تیار نہیں ہے، جبکہ زید بہر صورت حدودِ شرعیہ میں رہ کر اپنی منکوحہ کو رکھنا چاہتا ہے، زید کی منکوحہ اس سے الگ رہ کر خرچہ کی طلب گار اور دعوے دار ہے، کیا اس صورت میں شرعاً زید پر کسی قسم کا خرچہ اور گذارہ واجب ہے؟

(۲) زید اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا ہے اور سرکاری کورٹ جبراً طلاق دلواتا ہے، تو کیا اس صورت میں شرع کے مطابق شوہر پر مہر اور خرچہ واجب ہوتا ہے؟

(۳) زید کی منکوحہ سرکاری کورٹ میں قطعی غلط مثلاً موٹر سائیکل، رنگین ٹی وی اور ایذارسانی کا دعوی کرکے زید سے الگ اپنے میکہ میں رہ کر خرچہ اور گذارا شوہر سے چاہتی ہے، اور شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، کیا شریعت میں ایسی عورت کا کچھ حق بنتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو عورت شوہر کے مکان سے بغیر اجازت دوسری جگہ چلی جائے تو وہ نفقہ کی حقدار نہیں، نہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، جب تک کہ شوہر کی مرضی کے مطابق اس کی متعینہ جگہ پر زندگی نہ گذارے۔

لا نفقة لأحد عشر: خارجة من بيته بغير حق، وهي الناشزة حتى تعود.

(الدر المختار مع الشامي ٢٨٦/٥ زكريا، فتاوى محموديه ٣٥٦/١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۶/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط بیانی کرکے شوہر سے اخراجات لینا؟

سوال (٦٧٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر جائز اخراجات میں کمی کرے تو بیوی غلط بیانی سے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے لے سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غلط بیانی کی اجازت نہیں، حقیقت حال بیان کرے اور واقعی خرچ کا اظہار کرے۔

وإياكم والكذب. (مشكاة المصابيح ٤١٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسرال والوں کی بدمزاجی اورزیادتیوں کی وجہ سے بیوی کا شوہر سے الگ مکان رہنے کے لئے مطالبہ کرنا

سوال (۶۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی رخسانہ کی شادی حافظ شرف الدین بن حاجی قمرالدین چمن گنج کانپور کے ساتھ مورخہ ۲۴/۷/۲۰۰۰ء کو ہوئی، اورتقریباً دو سالوں میں دو بچیاں بھی ہوئیں، بچیوں کی پیدائش سے پہلے تک کچھ حالات صحیح رہے، لیکن بچیوں کی پیدائش کے بعد شوہراورگھر والوں کی طرف سے مسلسل گالیاں ودھمکیاں ملنے لگیں، اورلڑکی کو ہرطرح سے ٹارچر کرنے لگے، اور ہرطرح کی جہیز کی مانگ باربارکرنے لگے، جس سےلڑکی روکراب وہاں سسرال جانے کی ہمت نہیں کرپارہی ہے، اوراسے یہ خوف وڈر ہے کہ اگرلڑکی سسرال میں گئی تو وہ اپنے آپ کوغیر محفوظ سمجھے گی، اس لئے کہ لڑکی کے گھر والوں کو جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی تھی، کیا اس حال میں الگ مکان لے کر شوہر کے ساتھ رہنے کا مطالبہ کرنا بیوی کا شرعی حق ہے یانہیں؟

(۲) شوہر کی طرف سے بارہا افہام وتفہیم کے بعد اور موقر علماء کے سامنے قول وقرار کے بعد کسی بات پر شوہر کا نہ جمنا او ہر بات پر پلٹ جانا اورکسی عالم ومولانا کی بات بھی نہیں ماننا، نیزلڑکی کوسسرال میں غیر محفوظ زندگی کے ساتھ رہنا، کیا ایسے حالات میں رشتہ برقرار رکھنا بہتر ہے؟ یا ختم کرنا بہتر ہے؟

(۳) ایسے ظالم شوہر وخسر وساس جنہوں نے ہرطرح کی بہتان تراشی کی اور گندی گالی سے بیوی اوراس کے گھر والوں کو باربار نوازا اور بارہا طلاق کی دھمکیاں شوہر کی طرف سے ملتی رہیں، اورساس ونند کی طرف سے جہیز نہ لانے کے طعنے برابر ملتے رہے، سسرال والوں کی طرف سے چوری کا الزام لگاکر طلاق کی دھمکی دینا بھی شامل ہے، ایسے لوگ شریعت کی نگاہ میں کیسے ہیں، اوران کو کیا کہا جائے گا، کہ جن لوگوں نے طلاق کی دھمکی کے ساتھ ۱۶/۶/۲۰۰۶ء کی شب ۱۱ر بجے

کچھ کپڑوں کے ساتھ نکال دیا ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) سائل کے اس مسئلہ میں کانپور کے شہر قاضی ومفتی اعظم حضرت مولانا منظور احمد صاحب مظاہری مدظلہ کو بھی بیچ میں ڈالا، اور انہوں نے صلح وصفائی کی حتی الامکان کوشش کی اور ملانے کی بھرپور وکالت کی آخر میں حضرت مفتی صاحب بھی شوہر اوران کے گھر والوں کے رویے سے مایوس ہوکر کنارہ کش ہوگئے ،اور اپنا آخری فیصلہ سنایا کہ اب میری بھی رائے نہیں ہے کہ لڑکی اس گھر میں جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں چونکہ شوہر کے گھر والوں سے بیوی کا مزاج نہیں ملتا، اس لئے اگر وہ اپنے لئے ایسے گھر کا انتظام کرے جس میں رہنےسہنے کھانا پکانے اورانسانی ضرورت کے لئے دیگر گھر والوں سے الگ نظم ہو، تو اس مطالبہ میں وہ بیوی حق بجانب ہے، اورشوہر کو اپنی وسعت کے بقدر اس کا مطالبہ پورا کرنا لازم ہے۔

ومراده لزوم كنيف و مطبخ، وينبغي الافتاء به (الدر المختار) أي بيت الخلاء وموضع الطبخ بأن يكونا داخل البيت، أو في الدار لا يشاركها فيهما أحد من أهل الدار. (شامي ۵/۳۲۱ زكريا)

وفي البدائع: ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وأخته وبنته فأبت فعليه أن يسكنها فى منزل منفرد؛ لأن إبائها دليل الأذى والضرر.

(شامي ۵/۳۲۱ زكريا)

جہاں تک ممکن ہو رشتہ برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اورجب نبھاؤ کی کوئی صورت نہ رہے، تبھی طلاق اورمفارقت پر اقدام کرنا چاہئے ،مسئولہ صورت میں لڑکی کی طرف سے خلع کی پیشکش ہوسکتی ہے، یعنی مہر کی معافی کے عوض طلاق حاصل کی جائے۔

الأصل فيه الحظر والإباحة للحاجة إلى الخلاص. (شامي ۴/۴۲۸ زكريا)

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق. (الدر المختار ٤/٨٧)

گالم گلوج اور ظلم وزیادتی کسی کے لئے جائز نہیں ہے، جو لوگ ایسی حرکتیں کریں وہ گنہگار ہیں، ان پر توبہ لازم ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق، وقتالہ کفر.

(مشکاۃ المصابیح ٢/٤١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رخصتی سے قبل شوہر پر بیوی کا نفقہ اور طلاق کی صورت میں مہر کا حکم

سوال (٦٧٩):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا کو ٦٧٣ کیس میں زبردستی پھنسایا گیا اس کے بعد گاؤں والے لوگوں نے لڑکا پر میٹنگ کی جس میں لڑکے کو مجبور کر کے اس لڑکی سے عقد کروادیا، اور یہ بھی طے ہوا کہ کمرمائز دونوں ملک کر لیں، اس کے بعد رخصتی کرادی جائے؛ لیکن لڑکی والوں نے ٹال مٹول کر کے تھانہ والوں سے مل کر لڑکے کو جیل کروادیا، اس کے بعد پنچ لوگ سندیس وغیرہ کے ساتھ لڑکی والوں کے یہاں گئے اور رخصتی مانگی؛ لیکن رخصتی سے لڑکی والوں نے انکار کردیا کہ ہم رخصتی نہیں دیں گے، اب ہم کورٹ میں فیصلہ لیں گے، جس میں لڑکا کو جیل میں تقریباً دس مہینے رہنا پڑا، اس بیچ میں لڑکی نے ایک مرتبہ بھی کورٹ میں بیان نہیں دیا، تب لڑکا والے لوگوں نے بہت دقت اور پریشانی سے پٹنہ ہائی کورٹ کا نمبر لگایا تب وہاں سے لڑکے کا باپ بیل کرایا، پھر اس کے بعد ۴۹۸ کیس لڑکا پر دائر کیا گیا بعد میں کھانا کپڑا کے مطلق جب سے عقد مسنونہ ہوا ہے، تب ہی سے لڑکی اپنے میکہ میں رہتی ہے، عقد کے بعد ایک دن بھی لڑکے کے یہاں لڑکی نہیں گئی، تو بتائیں کہ لڑکی کا حق لڑکا پر، دین مہر اور کھانا کپڑا کا کیا حق بنتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جب کہ مذکورہ لڑکی کے ساتھ لڑکے کا

نکاح ہو چکا ہے، تو وہ اس کی شرعی بیوی ہے، جب تک لڑکا طلاق نہ دے یا شرعی تفریق نہ ہو جائے اس وقت تک اس لڑکا کا نکاح کسی اور شخص سے نہیں ہوسکتا، اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ لڑکے کی طرف سے تقاضے کے باوجود لڑکی کی رخصتی نہیں کرائی گئی ہے، اس لئے لڑکے پر اس کا نان نفقہ واجب نہیں ہے، اور اس حالت میں اگر بلاشرط جدائی کی نوبت آتی ہے، تو صرف آدھی مہر دینا واجب ہوگا۔

ولو هي في بيت أبيها إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة، وفي الشامی: فتجب النفقة من حين العقد الصحيح، وإن لم تنتقل إلى منزل الزوج إذا لم يطلبها، به يفتى إذا لم تمتنع من النقلة بغير حق. (شامي ٢٨٤/٥-٢٨٥ زكريا)

ويجب نصفه بطلاق قبل وطوء أو خلوة. (الدر المختار على هامش رد المحتار ٢٣٥/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۴؍۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ فسخ ہو جانے پر بہو کے نام زمین رجسٹری کرانے کا خرچہ واپس لینا؟

سوال (٦٨٠): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے لڑکی کے والدین کے مزید اصرار پر اپنے لڑکے کا رشتہ فصیح الدین صاحب کی دختر کے ساتھ طے کر کے منگنی کی تھی، اور لڑکی ہی کے گھر والوں کے مزید اصرار پر منگنی کر کے پچاس گز زمین کا بیع نامہ بھی لڑکی کے نام کرایا تھا، جس میں میرا کافی روپیہ خرچ ہوا ہے، اب لڑکی کے والدین لڑکی کی غیر رضامندی ہونے پر شادی سے انکار کر رہے ہیں، میں نے جو کچھ روپیہ لڑکی کے نام زمین کی رجسٹری کرانے اور منگنی میں خرچ کیا ہے اس کے مطالبہ کا مجھے شرعی طور سے حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں لڑکی کے باپ پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ زمین آپ کے نام دوبارہ منتقل کرائے اور اس میں جو صرفہ آئے اسے ادا کرے، اس کے

علاوہ کسی اور صرفہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم. (الدر المختار ۱۵۳/۳ كراچی، ۳۰٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی سے پہلے تک لڑکی کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے

سوال (٦٨١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک چھوٹی لڑکی تھی، اُس کی اِس وقت عمر اٹھارہ سال ہوگی، اُس کی شادی میں نے دو سال پہلے کردی ہے، اور ایک بڑی لڑکی ہے جس کی شادی نہیں ہوئی ہے؛ لیکن اپنی ماں کے ساتھ اُسی کی مرضی کے مطابق رہتی ہے اور نہ کہنا مانتی ہے، اور یہ کہتی ہے کہ میرا باپ تو مرچکا ہے، اُس کا اپنے باپ سے خرچہ مانگنا یا تعلیم کے نام پر موٹی رقم کا مطالبہ کرنا شرعا کیسا ہے؟ جب کہ دونوں لڑکیوں میں سے ایک کی شادی ہوگئی اور دوسری اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہے، اور باپ کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہے، اور میری چھوٹی سی گوشت کی دکان ہے۔ شریعت میں نافرمان لڑکی کو خرچہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی کی آپ نے شادی کردی ہے، اُس کا خرچہ اُس کے شوہر پر لازم اور ضروری ہے نہ کہ آپ پر؛ البتہ جس لڑکی کی ابھی شادی نہیں ہوئی، اُس کا خرچہ حسبِ استطاعت وگنجائش آپ پر لازم ہے، اور اُس کو آپ جہاں تعلیم دلانا چاہیں اور جس طرح کپڑا پہنانا چاہیں وہ آپ کو اختیار ہے۔ وہ اپنی مرضی سے تعلیم یا نفقہ کا بہانا بناکر آپ سے

بڑی رقم کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

ونفقة الإناث واجبةُ مطلق على الأباء مالم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال.

(الفتاویٰ الهندية ١/٥٦٣، الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٤٩١ رقم: ٨٣٥٢ زكريا)

ثم قدر محمد نفقة الصغير وكسوته على المعسر بالدراهم، وهٰذا ليس بتقدير لازم. إنما المعتبر ما تحصل به الكفاية. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٤١٨ رقم: ٨٣٨٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۴/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلالہ کے نکاح میں بیوی کا نفقہ اور مہر شوہرِ اول پر ہوگا یا شوہرِ ثانی پر؟

سوال (۶۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر حلالہ کیا جائے تو لڑکی کا کھانا کپڑا شوہرِ اول پر ہوگا یا شوہرِ ثانی پر، اور اگر شوہرِ ثانی طلاق دے تو مہر واجب ہوگی یا نہیں اور کم ازکم کتنا مہر باندھا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلالہ کی صورت میں چوں کہ شوہرِ ثانی کی بیوی ہوگئ؛ لہٰذا شوہرِ ثانی پر ہی کھانا کپڑا واجب ہوگا۔

والنفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة، إذا أسلمت نفسها إلى منزله، فعليه نفقتها وكسوتها ومسكنها. (الهداية ٢/٤٣٧، الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٣٥٨ زكريا)

جب شوہرِ ثانی جماع یا خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دے گا تو پوری مہر واجب ہوگی اور کم ازکم مہر کی مقدار دس درہم چاندی ہے، اس سے کم مہر باندھنے کی صورت میں بھی دس درہم لازم ہوجاتا ہے، جو کہ موجوہ گراموں کے حساب سے ۳۰/گرام ۶۱۸/ملی گرام چاندی ہوتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۲۹، احسن الفتاویٰ ۵/۳۲)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ [النساء، جزء آیت: ۲٤]

عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قضى في المرأة إذا تزوجها الرجل أنه إذا أرخيت الستور فقد وجب الصداق. (المؤطا للإمام مالك، النكاح / باب إرخاء الستور ۳٤۲، سنن الدار قطني ۲۱۲/۳ رقم: ۳۷۷۸)

و أقل المهر عشرة دراهم. (الفتاویٰ الهندية ۳۰۲/۱، الهداية ۳۲٤/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد پیدا ہونے والے بچہ کے اخراجات باپ کے ذمہ ہیں

سوال (۶۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کو جو حاملہ تھی، تین طلاق دی، پھر اس سے بچہ پیدا ہوا، پیدائش کے بعد جو اخراجات ہیں، اس کو لڑکی کے والدین کب تک برداشت کرتے رہیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پر بچے کے سبھی اخراجات باپ کے ذمہ ہیں، لڑکی یا اس کے والدین پر نہیں ہیں، لڑکی کے والدین بچے پر جو بھی خرچ کریں گے وہ تبرع واحسان ہوگا۔

نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد. (الفتاویٰ الهندية ۵۶۰/۱، كذا في الهداية مع فتح القدير ٤۱۰/٤ دار الفكر بيروت)

وتجب النفقة على الحرّ لطلفه يعم الأنثى والجمع الفقير الحرّ ...... أي إن لم يبلغ حد الكسب. (الدر المختار / باب النفقة، مطلب: الكلام على نفقة الأقارب ۳۳۶/۵ زكريا)

هي لغة ما ينفق الإنسان على عياله ونحو ذٰلک، وشرعًا: هي الطعام والكسوة والسكنى. (مجمع الأنهر / باب النفقة ۱۷۳/۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۹/۱۱ھ

کیا مطلقہ بیوی کی وفات کے بعد وارثین نفقہ عدت کے مستحق ہونگے ؟

سوال (۶۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی شادی 26/05/2001 میں ہوئی، زید اپنی اہلیہ کو گھر لایا، اس وقت بیوی کی طبیعت خراب تھی، تقریباً آٹھ ماہ تک زید نے علاج کیا، اس کے بعد مزید طبیعت خراب ہونے سے لڑکی کے والدین اپنی بیٹی کو گھر لے گئے، وہ تین ماہ تک تقریباً علاج کرتے رہے، بعدہٗ زید سے طلاق کا مطالبہ کیا، مطالبہ کی بنا پر زید نے 22/04/2002 کو طلاق دے دی، اور کل جہیز واپس کردیا، طلاق کے دو دن بعد لڑکی کا انتقال ہوگیا، اب لڑکی کے متعلقین زید سے عدت کے چار ہزار روپیہ طلب کررہے ہیں، اس عدت کی رقم جو انہوں نے چار ہزار متعین کی تھی، اس کی ادائیگی زید پر ضروری ہے یا نہیں، مزید زید نے پندرہ سو روپیہ ادا کردیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کے دو دن بعد جب عدت گذرنے سے پہلے ہی بیوی کا انتقال ہوگیا، تو اب شوہر سے عدت کا نفقہ خود بخود ساقط ہو چکا ہے، متوفی بیوی کے وارثین کی طرف سے زید سے عدت کا نفقہ وصول کرنے کا مطالبہ کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے۔

وبموت أحدهما وطلاقها يسقط المفروض؛ لأنها صلة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۳۱۲/۵-۳۱۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۲/۲۰ھ

متوفی عنہا زوجہا اور اُس کے بچہ کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

سوال (۶۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابوالحسن کی عمر جب تقریباً اٹھارہ یا بیس سال تھی، اس وقت والد کا انتقال ہوا، جب سے ہی

لڑکا مزدوری کرتا تھا جو کچھ کما تا تھا وہ سب ماں کے حوالہ کردیتا، بہرحال مذکورہ بالا شخص کی والدہ گھر کی ضروریات کے تکفل کی ذمہ دار تھی اور ہے، مذکورہ شخص نے باپ کے انتقال کے تقریباً سولہ یا سترہ سال بعد اپنی شادی کی مکان وغیرہ بنایا، پھر ابوالحسن بھی اپنی شادی کے ایک سال پانچ ماہ بعد انتقال کرگیا، مرحوم ابوالحسن سے متعلق ایک ماہ کی بچی، تین بھائی اور دو بہنیں سب غیر منکوحہ ہیں، اور ایک ماں ہے، اب اس حالت میں مرحوم ابوالحسن کی بیوہ اور ایک ماہ کی بچی کا نان نفقہ مرحوم کی ماں بھائی وغیرہ پر ہے یا نہیں؟ مرحوم ابوالحسن کی ماں بھائی بہن وغیرہ کا کھانا پینا سب مشترک چلتا آرہا ہے، اس صورت میں مسئلہ کو مفصل و مدلل قلم بند فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم ابوالحسن کی بیوی اب اپنے شوہر کی وارث ہوگئی، ترکہ میں سے جتنا اس کو ملے گا اس سے اپنا خرچ چلائے گی، اب اس کا نان نفقہ مرحوم کی ماں اور بھائی بہنوں پر نہیں رہا۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: في الحامل المتوفیٰ عنها زوجها: لا نفقة لها. (السنن الکبریٰ / باب من قال لا نفقة للمتوفی عنها حاملاً کانت أو غیر حامل ۱۱/۴۰۳ رقم: ۱۵۸۸۹)

لا تجب النفقة والسکنی لمعتدة الموت مطلقاً سواء کانت حاملاً أو لا.

(مجمع الأنهر ۱/۵۰۴ دار إحیاء التراث العربي بیروت)

والمعتدة عن وفاة تکون نفقتها في مالها. وفي الزاد: واختلف السلف فیما إذا کانت والصحیح أنه لا نفقة لها. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۵/۴۰۶ زکریا)

اور مرحوم کی بچی پر آنے والے نفقہ کا تہائی حصہ بچی کی ماں پر اور دو تہائی حصہ اس کے تینوں چچاؤں پر آئے گا؛ کیوں کہ وہی لوگ اس کے وارث اور محرم ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ﴾ [البقرة، معارف القرآن ۵۲۷/۱]

وإذا ثبت هٰذا فظاهر الاٰية يقتضي وجوب النفقة والكسوة على كل وارث أو على مطلق الوارث إلا من خص أو قيد بدليل. (بدائع الصنائع، النفقة / فصل في نفقة الأقارب ۴۴۱/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد بھی بیوی مہر، نفقہ اور زیورات کی حق دار ہے

سوال (۶۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق طلاق طلاق کا لفظ ادا کیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کا دین مہر اور نان ونفقہ اور وہ زیور جو لڑکی والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے، اس کا جائز حق دار کون ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: مہر بہر حال بیوی کا حق ہے، نیز وہ عدت کے نفقہ کی بھی مستحق ہے، جو زیور لڑکی والوں کی طرف سے دیا گیا ہے وہ صرف لڑکی کی ملکیت ہے، اور لڑکے والوں کی طرف سے جو زیور دیا گیا ہے اس میں برادری کے عرف کا اعتبار ہے، یعنی اگر واپسی کا عرف ہے تو واپسی ہوگی ورنہ نہیں۔

والعادة الفاشية الغالب في أشراف الناس وأوساطهم دفع ما زاد على المهر من الجهاز تمليكًا الخ. (شامی ۱۵۶/۳-۱۵۷ کراچی، فتاویٰ قاضی خان ۴۴۰/۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۴ھ

بچہ کی پرورش سے متعلق مسائل

طلاق دینے کے بعد بچے کی پرورش کا ذمہ دار کون ہوگا؟

سوال (۶۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۳ کو اپنی بیوی نغمہ خانم کو یہ لکھا کہ میں اپنی بیوی کو طلاقِ شرعی طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں، تو اس صورت میں میری بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوئیں، اور کیا وہ میری زوجیت سے نکل گئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوگئی تو بچہ کا کیا ہوگا؟ اس کی عمر چار سال ہے؛ لیکن میری بیوی کا کسی سے معاشقہ چل رہا ہے، اس وجہ سے وہ بچہ پر بالکل بھی دھیان نہیں دیتی ہے۔ رات دو بجے تک اپنے عاشق سے بات کرتی رہتی ہے، بچہ کی بچپن سے میں ہی دیکھ ریکھ کرتا رہا ہوں، اس کی ہر ضرورت حتی کہ استنجاء وغیرہ بھی میں ہی کراتا ہوں، اور میرے لئے خطرہ ہے کہ اگر میں بچہ کو اس کے حوالے کردوں تو وہ بچہ کو ضائع کردے گی اور اس کی تربیت نہیں کرسکے گی۔ اور اس کے گھر والے بھی بہت بے پرواہ ہیں۔ تو کیا اس صورت میں بچہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟ شرعی حکم سے آگاہ کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوچکی ہیں۔ اب آپ سے ان کا ازدواجی تعلق ختم ہوچکا ہے، اب رہ گئی بچہ کی پرورش کی بات، تو شرعاً سات سال تک بچہ کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہوگا، اگر وہ خود پرورش نہ کرے تو نانی کو حاصل ہے۔ اس کے بعد دادی کا حق ہے، اس لئے اگر آپ کی مطلقہ بیوی یا اس کی ماں بچہ کو آپ کے حوالے کرنے پر تیار نہ ہو، تو آپ زبردستی بچہ کو اپنی پرورش میں نہیں لے سکتے؛ البتہ اگر وہ اپنا حق چھوڑ دینے پر راضی ہوجائے تو آپ کو لینے کا حق حاصل ہوگا اور بچہ سے ملنے جلنے میں آپ کے لئے

بہرحال کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عبد اللّٰه بن عمرو: أن امرأة قالت: يا رسول اللّٰه! إن ابني هٰذا كان بطني له وعاءٌ وثديي له سقاء، وحجري له حواء، وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني، فقال لها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أنت أحق به ما لم تنكحي. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب من أحق بالولد ۱/ ۳۱۰ رقم: ۲۲۷۶)

إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد فأنت طالق، فكما كتب هٰذا يقع الطلاق. (شامي / مطلب في الطلاق بالكتابة ٤/ ٤٥٦ زكريا ۳/ ۲٤٦ دار الفكر بيروت، كذا في الفتاوىٰ الهندية / الفصل السادس في الطلاق بالكتابة ۱/ ۳۷۸، خانية على الهندية ۱/ ٤۷۱ دار الفكر بيروت)

إن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحًا صحيحًا، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۳-٤، الاشباه والنظائر ۲۱۹، مجمع الأنهر ۲/ ۸۸)

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع، وبه يفتى؛ لأنه الغالب. (الدر المختار مع التنوير الأبصار ٥/ ۲٦۷ زكريا، ۳/ ٥٦٦ دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر / باب الحضانة ۲/ ۱٦۹ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاوىٰ الهندية ۱/ ٥٤۲، الفتاوىٰ التاتارخانية ٥/ ۲۷۳ رقم: ۷۸۳۲ زكريا)

الولد متى كان عند أحد الأبوين لا يمنع الأخر عن النظر إليه وعن تعاهده. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥/ ۲۷٤ رقم: ۷۸۳٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۱/ ٥٤۳)

وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت غير أهل للحضانة ...... فأم الأم ...... فإن لم يكن للأم أم، فأم الأب أولى ممن سواها وإن علت. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ٥٤۱، الدر المختار مع تنوير الأبصار ٥/ ۲٦۲ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اولاد کی پرورش اور اس کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں؟

سوال (٦٨٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شوہر نے اپنی بیوی سے شادی کے بعد شروع ہی میں ظالمانہ رویہ اپنایا اور بغیر کسی غلطی کے بری طرح سے مارا پیٹا، اور مسلسل جسمانی ایذاء دی، لڑکی کے والدین سے مختلف مزید جہیز کی مانگ کی، لڑکی کے لئے حاملہ صورت میں بھی اپنے شوہر کے ظالمانہ رویہ میں قطعاً فرق نہ آیا، تو ناقابل برداشت حالات ہونے پر لڑکی نے اپنے میکہ اپنی بیکراں مسلسل پریشانی کی اطلاع دی، لڑکی کا بڑا بھائی اس لڑکی کو اپنے گھر لوا کر لے گئے، لڑکی مستقل طور سے میکے میں رہی، لڑکی کے والدین نے ہی جملہ اخراجات روزانہ اور اخراجات ولادت، اس کے بعد لڑکی اور اس کے لڑکے کی مستقل پرورش کی، کیوں کہ اس لڑکی کا کسی صورت میں بھی اس شوہر کے ساتھ اس کے مال کی ہوس اور ظالمانہ عادت کی وجہ سے قطعاً نبھاہ کی صورت نہیں تھی، لڑکے کی پیدائش کے بعد اس لڑکی کو طلاق ہوگئی، اس لڑکی کے شوہر نے شروع سے اب تک اس لڑکی (اپنی بیوی) اور اس کے چھوٹے بچے پر نہ کسی قسم کی پریشانی برداشت کی اور نہ ایک پیسہ خرچ کیا، اس وقت لڑکا دو سال کی عمر کا ہو چکا ہے، اس بچہ کے مستقبل کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ اس لڑکے نے اپنی دوسری شادی کر لی ہے، اس دوسری بیوی پر بھی وہی ظالمانہ رویہ ہے، ایسے حالات میں سوتیلی ماں جو کہ اپنے شوہر سے خود ہی پریشان وعاجز ہے، اس بچہ کی پرورش ہمدردانہ طریقہ سے کرنا ناممکن ہے، اس لڑکے اور اس کے گھر والوں کو اس چھوٹے لڑکے سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ اور رغبت نہیں؛ کیوں کہ اس بچہ کے باپ نے آج تک کبھی بھی اس اپنے لڑکے کو دیکھنے تک کی خواہش نہیں کی، اس بچہ کا مستقبل اپنے ظالم باپ کے پاس جانے سے پوری طرح خراب وافسوس ناک ہو جائے گا۔ ان تمام حالات میں جو کہ اصلیت پر مبنی ہیں، اس بچے کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ بچے کی پرورش کا شرعی حق کسے حاصل ہے، اس لڑکی کی زندگی کا یہی بچہ سہارا ہے، جس کو پرورش کر کے سکونِ قلب حاصل کر رہی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماں کو سن شعور تک شرعاً پرورش کا حق حاصل ہے، اور

بچہ سات سال تک ماں کے پاس رہ سکتا ہے، اور بچہ کے مصارف نفقہ باپ کے ذمہ ہوں گے، اگر اس سے معاہدہ کرلیا جائے اور سات سال کے بعد باپ کو بچہ لینے کا اختیار رہوگا، اور بالغ ہونے کے بعد بچہ والدین میں سے جس کے پاس چاہے رہ سکتا ہے، خاندان کے سنجیدہ حضرات کو درمیان میں ڈال کر معاملہ حل کرنے کی کوشش کریں۔

أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها في التربية والإمساك لما قدمناه. ولما روي أن امرأة قالت: يا رسول اللّٰه! إن ابني هٰذا كان بطني له وعاء وحجري له حواء وثدي له سقاء، وزعم أبوه لينزعه مني، فقال عليه السلام: أنت أحق به، ولأن الأم أشفق وإليه أشار الصديق رضي اللّٰه تعالىٰ عنه بقوله ريقها خير له من شهد وعسل عندكيا عمر، قاله حين وقعت الفرقة بينه وبين امرأته الصحابة رضي اللّٰه عنهم حاضرون. (البحر الرائق ١٦٧/٤، تبيين الحقائق ٤٦/٣، بدائع الصنائع ٤١/٤)

والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع سنين. (الفتاویٰ الهندية ٥٤٢/١، خانية ٤٢٢/١)

ولا يملك أحدهما إبطال حق الولد من كونه عند أمه قبل السبع وعند أبيه بعدها. (شامي ٥٦٦/٣ كراچی)

ولا خيار للولد عندنا مطلقاً ذكراً كان أو أنثى، قلت: وهٰذا قبل البيوع إما بعدها فينحيز بين أبويه، وإن أراد الانفراد فله ذٰلک. (الدر المختار على هامش رد المحتار ٥٦٧/٣ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بچی کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

سوال (٦٨٩): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں ایک مطلقہ عورت ہوں، میری ایک پانچ سال کی بچی ہے اس کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالغ ہونے تک بچی کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے؛ البتہ اگر اس درمیان ماں نے بچی کے کسی غیر محرم سے نکاح کرلیا، تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا اور نانی کو یہ حق ملے گا، اور بالغ ہونے کے بعد باپ اپنی نگرانی میں رکھ سکتا ہے۔

والأم والجدة أحق بالجارية حتی تحیض، وفي نوادر هشام عن محمد: إذا بلغت حد الشهوة فالأب حق فهٰذا صحیح. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۵٤۲)

والحاضنة یسقط حقها بنكاح غیر محرمة أي الصغیر، وفي الشامي أي سواء دخل بها أو لا. (الدر المختار مع الشامي / باب الحضانة ۵/۲٦٦ زكریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/۵٤۱ زكریا)

تثبت للأم إلا أن تكون ...... متزوجة بغیر محرم الصغیر ...... ثم أي بعد الأم؛ بأن ماتت أو لم تقبل أو أسقطت حقها، أو تزوجت بأجنبي أُمُ الأمِّ. (تنویر الأبصار مع الدر المختار / باب الحضانة ۵/۲۵۳-۲٦۲ زكریا، وكذا في الفقه علی المذاهب الأربعة مكمل ۱۰۹٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۱/۵/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کو کتنے سال تک بچے کی پرورش کا حکم ہے؟

سوال (٦٩٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ فردوس جہاں کا نکاح محمد ایوب کے ساتھ ۳۰؍جنوری ۲۰۰۳ میں ہوا تھا۔ ان سے ان کے دو بچے پیدا ہوئے، جن میں چھوٹے بچے کا انتقال ہوگیا تھا، اور بڑا بچہ اس وقت ۸؍سال کا ہے، جس کا نام محمد ارحم ہے، ۲۸؍اگست ۲۰۱۳ کو مسماۃ کے شوہر محمد ایوب کا انتقال ہوگیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب اس لڑکے پر ماں کا حق ہے یا کسی اور کا حق ہے؟ شرع شریف اس لڑکے کو کس کے پاس رہنے کا حکم دیتی ہے؟ اس مسئلہ کا شرح وبسط کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعاً لڑکے کی پرورش کا حق سات سال تک ماں کو رہتا ہے، اس کے بعد یہ حق باپ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کو حق پرورش حاصل ہوگا، اور دادا بھی نہ ہو تو چچا کو یہ حق حاصل ہوگا؛ لہٰذا اَب جب کہ بچہ کی عمر آٹھ سال کی ہوگئی ہے اور والد انتقال کرگئے ہیں اور بچہ کے دادا موجود ہیں، تو ان کو ہی اس بچہ کی پرورش کا حق ہوگا، اور دادا کے نہ ہونے کی صورت میں چچا اس بچہ کے زیادہ حق دار ہوگا؛ لیکن بچہ کسی کے پاس بھی رہے، ماں کو اس سے ملنے جلنے سے روکا نہیں جائے گا، اور بالغ ہونے کے بعد بچہ جہاں چاہے رہ سکتا ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عبد اللّٰه بن عمرو: أن امرأة قالت: يا رسول اللّٰه! إن ابني هٰذا كان بطني له وعاءٌ وثديي له سقاء، وحجري له حِواء، وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني، فقال لها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أنت أحق به ما لم تنكحي. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب من أحق بالولد ١/ ٣١٠ رقم: ٢٢٧٦)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: طلّق عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه امرأته الأنصارية، أم ابنه عاصم فلقيها تحمله بمحسر، ولقيه قد فطم ومشى، فأخذ بيده لينتزعه منها، ونازعها إياه، حتى أوجع الغلام وبكى، وقال: أنا أحق بابني منك، فاختصما إلى أبي بكر، فقضى لها به، وقال: ريحها، وحرها، وفرشها خير له منك، حتى يشب ويختار لنفسه. (المصنف لعبد الرزاق، الطلاق / باب أي الأبوين أحق بالولد ٧/ ١٥٤ رقم: ١٢٦٠١)

والأم والجد أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع؛ لأنه إذا استغنى يحتاج إلى تأديب والتخلق بآداب الرجال وأخلاقهم، والأب أقدر على التأديب والتعنيف. (البحر الرائق / باب الحضانة ۲۸۷/٤ زكريا، ١٦٩/٤ كوئٹه)

إنتقلت الحضانة إلى عصبته من الرجال فيقدم الأب ثم أبو الأب، وإن علا ...... فإذا كان الولد في حضانة أمه فلأبيه أن يأخذه بعد هٰذا السن، فإذا بلغ الولد عاقلاً رشيداً كان له أن ينفرد ولا يبقى في حضانة أبيه إلا أن يكون فاسد الأخلاق فلأبيه فهمه وتأديبه، وإذا لم يكن له أب فلأحد أقارب أن يضمه إليه ويؤدبه متى كان مؤتمنا. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٩١٩٤-٩١٩٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۲/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کی پرورش کا حق کب ساقط ہوتا ہے؟

سوال (۶۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت نے ماں کے لئے برائے پرورش عمر کی جو حد مقرر کی ہے، کیا ایسی صورت میں اور کوئی وجہ بھی نکلتی ہے، جس سے ماں کے پرورش کا حق وقت سے پہلے ساقط ہوجاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماں اگر بچے کے غیر محرم سے نکاح کرے، تو بچی کی پرورش کا حق اس سے ساقط ہوجاتا ہے، اِسی طرح اگر ماں پرورش سے انکار کردے تو بھی اس کا حق ختم ہوجائے گا۔

والحضانة يسقط حقها بنكاح غير محرمه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ۲٦٦/٥ زكريا، ٥٥٥/٣ كراچی، الفتاویٰ الهندية ٥٤١/١)

وإذا اسقطت الأم حقها صارت كميتة أو متزوجة فتنقل للجدة. (الدر

المختار مع رد المحتار ٥/٢٥٨ زكريا)

ولا للمتزوجة بغير محرم. (البحر الرائق ٤/١٦٧ كوئٹه، ٤/٢٨٥ زكريا، كذا في مجمع الأنهر ٢/١٦٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ عورت کے پاس پرورش کے لئے بچی کتنے سال رہے گی؟

سوال (۶۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی ہے، مطلقہ کے پاس اس کی ایک تین سالہ بچی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچی اپنی ماں کے پاس کتنے سال تک رہے گی، یعنی کتنی عمر تک رہے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچی کے بالغ ہونے تک ماں کو حق پرورش حاصل ہے۔

والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض. (الفتاوىٰ الهندية ١/٥٤٢، شامي ٢/٥٥٥ كراچی، البحر الرائق ٤/١٦٧-١٧٠ زكريا، مجمع الأنهر ١/١٦٦ دار الكتب العلمية بيروت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیر پرورش بچی کو ددھیالی رشتے داروں سے ملنے سے روکنا؟

سوال (۶۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بچی برائے پرورش ماں کے پاس رہ رہی ہے، اور پرورش کا خرچ بھی باپ دے رہا ہے، تو باپ اور باپ کا قریبی رشتے دار یعنی دادا دادی چچا پھوپھی کو درمیان پرورش لینے کا حق ہے یا نہیں؟ نیز بچی کی ماں یا ماں کے دیگر رشتے دار بچی سے نہ ملنے دیں، اور نہ ملنے دینے کے لئے غلط سلط حیلے

بہانے کریں، حتی کہ کبھی جان سے مارنے کی اور کبھی دیگر نقصانات پہنچانے کی دھمکی دیں، تو یہ عمل اُن لوگوں کا شریعت کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچی کو ماں کے پرورش میں رکھنے کی وجہ سے بچی کا اپنے باپ دادا دادی چچا وغیرہ سے رشتہ ختم نہیں ہوجاتا؛ لہٰذا اِن رشتے داروں کو بچی سے ملنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی، اور سوال میں بچی کے نہ ملنے کے لئے جس طرح کی باتیں لکھی گئی ہیں، وہ شرعاً درست نہیں ہے، ماں کو چاہئے کہ وہ بچی کے ددھیالی رشتے داروں کو اس سے ملنے سے نہ روکے۔

الولد متی کان عند أحد الأبوین لایمنع الأخر عن النظر إلیه وعن تعاهده. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۷٤/٥ رقم: ۷۸۳٥ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ٥٤۳/۱)

له إخراجه إلی مکان یمکنها أن تبصر ولدها کل یوم کما في جانبها. (الدر المختار) أي کما أنها إذا کان الولد عندها لها إخراجه إلی مکان یمکنه أن یبصر ولده کل یوم. (الدر المختار مع الشامي / قبیل باب النفقة ۲۷٤/٥ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۵/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ثبوتِ نسب کے مسائل

لے پالک کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

سوال (٦٩٤): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی کسی کی اولاد کو لے کر اس کی پرورش کرے، تو کیا وہ اس کی سگی اولاد میں شامل ہوگی یا نہیں؟ اس کا نسب پرورش کرنے والے خاندان سے جوڑا جائے گا یا اس کے حقیقی والد سے، جیسا کہ آج کے دور میں لے پالک اولاد کو سگی اولاد کا درجہ دیا جاتا ہے۔ مہربانی کرکے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لے پالک اَولاد کسی بھی حال میں گود لینے والے کی حقیقی اور صلبی اَولاد میں شامل نہیں ہوسکتی؛ لہٰذا لے پالک کا نسب اس کے حقیقی باپ سے ہی ثابت ہوگا۔ اس کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ. اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [الاحزاب: ٥٤]

هٰذه الآية ناسخة لما كانوا من التبني وهو من نسخ السنة بالقرآن فأمره أن يدعو من دعوه إلى أبيه المعروف. (تفسير القرطبي ١٤/١١٩)

عن أنس ابن مالک رضي اللّٰه عنه قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من ادعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة اللّٰه

المتتابعة إلى يوم القيمة. (سنن أبي داؤد ٦٩٧/٢)

عن سعد ابن مالک رضي اللّٰه عنه قال: سمعته أذناي ووعاه قلبي من محمد صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام. (صحيح البخاري ٩٧٢/٢ رقم: ٤٥٢٦، صحيح مسلم ٥٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جدید تکنیک سے حاصل شدہ اولاد کے نسب کا حکم

سوال (٦٩٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اگر جدید تکنیک (ٹیسٹ ٹیوب) سے اولاد حاصل کرلی تو یہ اولاد کس طرح کی ہوگی؟ زید اور اس کی بیوی کیا گنہگار رہوں گے، یہ گناہ کون سا گناہ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ طریقہ خلافِ فطرت اور ناجائز ہے، اور اس کا ارتکاب کرنے والے گنہگار ہیں؛ تاہم اگر ایسا کرلیا گیا تو بچہ کا نسب شوہر سے ہی ثابت ہوگا۔ (مستفاد: فقہی مضامین ٣٠٦)

الولد للفراش وللعاهر الحجر. (صحيح البخاري ٢٧٦/١)

النسب الثابت بالنكاح لاينقطع الا باللعان. (بدائع الصنائع ٣٩١/٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متبنّٰی لڑکی کی نسبت حقیقی باپ کی طرف کرنا ضروری ہے

سوال (٦٩٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک لڑکی کا نکاح کرنا ہے، اس کا باپ پیدائشی اور ہے، اور پالنے والا اور ہے، اس کے نکاح میں پیدائش والے باپ کا نام لکھا جائے گا یا پالنے والے باپ کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ لڑکی کی نسبت حقیقی باپ کی طرف کی جائے گی، پالنے والے کی طرف نہیں کی جائے گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ. (الاحزاب، جزء آیت: ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۷/ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچے کی ولدیت پرورش کرنے والے کی طرف منسوب ہوگی یا اصل باپ کی طرف؟

سوال (۶۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد طیب کے لڑکے عبد الخالق اور محمد شاہد، پھر عبد الخالق کا انتقال ہوگیا، اس کی بیوی سے محمد شاہد نے نکاح کرلیا، عبد الخالق مرحوم کے ایک لڑکی ایک لڑکا ہے، ان دونوں کو محمد شاہد نے پالا ہے۔ یکم جنوری کو لڑکے کی شادی ہورہی ہے، شادی کارڈ میں ولدیت اور نکاح میں لڑکے کی ولدیت کیا لکھی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے کی نسبت اصل والد کی طرف ہونی لازم ہے، کسی دوسرے کی طرف نسبت کرکے اس کا نام لکھنا جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ. (الاحزاب، جزء آیت: ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلم خاندان کی نسل مرد سے چلتی ہے یا عورت سے؟

سوال (٦۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسلم خاندان کی نسل مرد سے چلتی ہے یا عورت سے؟ برائے مہربانی فتویٰ صادر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِسلام میں نسب کا سلسلہ باپ سے چلتا ہے ماں سے نہیں۔

مستفاد: عن سعید بن أبي وقاص و أبي بکرۃ رضي اللّٰہ عنہما قالا: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من ادعی إلی غیر أبیہ وھو یعلم، فالجنۃ علیہ حرام. (مشکاۃ المصابیح ۲۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۸/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح کے بعد چھ مہینے سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

سوال (٦۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بشریٰ کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ کس کا ہوگا؟ اور کس کے مال سے میراث پائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بشری کا نکاح کسی شخص سے ہو جائے، اور نکاح کے چھ مہینہ کے بعد وضع حمل ہو تو بچہ کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا، اور اسی کی میراث پائے گا، اور اگر چھ مہینہ سے پہلے وضع حمل ہو تو بچہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا، شوہر یا زانی کی طرف منسوب نہ

ہوگا،اور ماں کی ہی میراث پائے گا۔

وإذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه. (الهداية ٢/٤٣٢)

ويرث ولد الزنا واللعان بجهة الأم فقط. (شامي ١٠/٥٥٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۸/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کے پستان پر ہاتھ لگا یا ہو اُس کی بیٹی سے پیدا شدہ اولاد کا نسب؟

سوال (۷۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر زید نے ہندہ کی بیٹی سے شادی کرلی، تو اس سے جو اولاد ہوئی وہ زید کی ہوگی یا حرامی کہلائے گی، لیکن ہندہ کے ساتھ زید نے کبھی بھی صحبت نہیں کی ہے، ہندہ کی لڑکی سے زید کا نکاح ہوجائے اس کی کوئی صورت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید نے ہندہ کی بیٹی سے شادی کرلی تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا؛ البتہ اس نکاح کے بعد جو اولاد ہوئی ہے اس کا نسب زید سے ثابت ہوگا؛ لیکن دونوں میں تفریق فوراً ضروری ہے، اور ہندہ کی لڑکی زندگی بھر کبھی بھی زید کے لئے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔

ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد. (الفتاویٰ الهندية ١/٣٣٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۳/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان بیوی کوطلاق دے کر غیر مسلم عورت سے نکاح کرنا اوراُس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب

سوال (۱۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جو کہ مسلمان ہے اور اس نے ایک مسلم لڑکی سے شادی بھی کی اور اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد اس نے اس لڑکی کو شرعی طلاق دیدی، پھر اس لڑکے نے ایک ہندو لڑکی سے شادی کر لی اور اس لڑکی کو مسلمان بھی نہیں کرایا گیا اور وہ لڑکی آج بھی اس کے گھر میں بیوی کی حیثیت سے رہ رہی ہے اور وہ شخص جو اس فعل بد میں گرفتار ہے یہ شخص مسلمانوں کی کسی بھی طرح کی رہنمائی کرسکتا ہے، اور اب اس ہندو لڑکی سے جو اولاد ہورہی ہے، کیا وہ اولاد جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر غیر مسلم لڑکی کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کیا ہے، تو شرعاً کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر غیر مسلم لڑکی سے اس کے مسلمان ہوئے بغیر نکاح کیا ہے، جیسا کہ سوال میں درج ہے، تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، اور اس سے جو اولاد ہوئی ہے ان کا نسب بھی اس شخص سے ثابت نہ ہوگا، دونوں میں فوراً تفریق لازم ہے، ورنہ سخت گنہگار ہوتے رہیں گے۔

فلا یجوز للمسلم أن ینکح المشرکة لقوله تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (بدائع الصنائع ۲/ ۵۵۲)

وحرم نکاح الوثنیة بالإجماع الخ. (الدر المختار ٤/ ۱۲۵)

مستفاد: وفي مجمع الفتاوی: نکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه، ولا تجب العدة؛ لأنه نکاح باطل (الدر المختار) أي فالوطأ فیه زنا

لا يثبت به النسب. (الدر المختار مع الشامي ٥/٢٠٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عدت کے اندر عورت سے نکاح کرنا اور اُسکے بعد پیدا شدہ بچہ کا نسب؟

سوال (۷۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حافظ محمد پھول حسن ولد مرحوم محمد یٰسین اور محمد ابوالحسن ولد محمد یٰسین یہ دو بھائی ہیں، جب یہ دونوں چھوٹے تھے، ان کے والد کا انتقال ہوگیا یہ دونوں یتیم ہوگئے، پھول حسن کو ان کے بڑے ماموں عبداللطیف جو بہار پولیس میں تھے پرورش اور پڑھائی لکھائی کی ذمہ داری لی اور یہ ارادہ کرلیا اس کو پڑھا کر اپنی بڑی لڑکی کی شادی کردیں گے، اور ہوا بھی یہی کہ پھول حسن کی پڑھائی میں جو بھی خرچ ہوا ان کے ماموں عبداللطیف نے برداشت کیا، چوں کہ عبداللطیف کو لڑکا نہیں تھا صرف تین لڑکیاں تھیں، اسی لئے عبداللطیف نے سوچا بڑا داماد رہے گا آخری ذمہ داری کو نبھائے گا، فراغت کے بعد حافظ پھول حسن سے عبداللطیف نے اپنی لڑکی کی شادی بخوشی کردی، اللہ نے بڑھاپے میں عبداللطیف کو اولاد سے نوازا، شادی سے پہلے اور شادی کے بعد حافظ پھول حسن وابوالحسن دونوں کی نظر ماموں کی زرِ زمین پر تھی، مگر لڑکا ہونے کے بعد ان کے ارمان کا خون ہوگیا، جوزمینعبد اللطیف کی لڑکی اور حافظ پھول حسن کی بیوی نور جہاں کے نام تھی اس کے بارے میں دباؤ ڈالنا شروع کردیا کہ تم اپنے شوہر کے نام کردو، مگر نور جہاں اس کے لئے تیار نہ تھی، اس درمیان دو اولاد بھی ہوئی، نور جہاں کو مگر وہ انتقال کرگئی، جب نور جہاں کی زمین لکھوانے وہ لوگ کامیاب نہیں ہوئے تو طرح طرح سے اذیتیں دینی شروع کردیں، اسی درمیان حافظ پھول حسن کو دوسری لڑکی جو شادی شدہ تھی اس کے ساتھ ناجائز تعلقات ہوگئے، ادھر ماموں کی زمین ہاتھ نہ آنے کا غم ادھر ناجائز تعلقات طرح طرح کی تکلیف دے کر حافظ پھول حسن اپنے بھائی کی مدد سے عبداللطیف کی لڑکی نور جہاں کو طلاق دیدیا اور اس کا کوئی سروسامان واپس نہیں کیا، یہاں تک کہ اس کا مہر دین بھی واپس نہیں

کیا اور جس لڑکی سے تعلقات تھے، اس کے شوہر کو بہ زور طاقت طلاق دلوایا اور بے غیر عدت پوری کئے ہوئے نکاح کرلیا جو ابھی تک موجود ہے، وہ ماموں جس نے انسان بنایا، اپنی زندگی کی کمائی حافظ پھول حسن پر خرچ کیا، اس ماموں کو دونوں بھائیوں نے ذلیل ورسوا کیا، اس بے عزتی کو برداشت نہ کرسکے اور فکر میں وقت سے پہلے انتقال کرگئے، ویسے موت برحق ہے مگر وہ فکر میں انتقال کرگئے، کیا ان کی اولاد سے شادی بیاہ جائز ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال اگر واقعتاً پھول حسن نے عدت کے اندر مذکورہ عورت سے نکاح کیا ہے، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور دونوں سخت گنہگار ہوئے، دونوں کے درمیان تفریق کرکے دوبارہ ازسرنو شرعی نکاح ہونا لازم ہے؛ تاکہ آئندہ کی زندگی جائز طریقہ سے گذرے؛ تاہم اس طرح کے نکاح کی وجہ سے چوں کہ وطی بالشبہ کا ثبوت ہوتا ہے؛ اس لئے اس کے ذریعہ پیدا ہونے والی اولاد کا نسب پھول حسن ہی سے ثابت ہوگا اور ان اولادوں سے شادی بیاہ فی نفسہ جائز ہے۔

لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذلک المعتدة. (الفتاویٰ الهندية ۲۸۰/۱)

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل أحد بجوازہ ، فلم ینعقد أصلاً. (شامي ۲۷٤/٤ زکریا)

ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد، ویثبت النسب احتیاطاً بلا دعوة. (الدر المختار) **والحاصل أنه لا فرق بینهما في غیر العدة.** (الدر المختار مع الشامي ۲۷٤/٤ زکریا)

وفاسد النکاح فی ذلک أي ثبوت النسب کصحیحه. (شامي ۲۳۱/٥ زکریا)

والنسب یثبت في الثانیة، أي في شبهة المحل. (فتح القدیر ۲۵۰/٥ دار الفکر بیروت)

تزوج محرمه أو منکوحة الغیر، أو معتدته ...... لاحد. وفي الشامي: وحرر في الفتح: بأن الشبهة في المحل، وفیها یثبت النسب. (الدر المختار مع

الشامي ٦/ ٣٣ زکریا، ٤/ ٢٤ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۸/ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مطلقہ کے نکاحِ ثانی سے ہونے والی اولاد کا نسب

سوال (۷۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فردوسی خاتون کی جو اولاد نکاح ثانی سے ہوگی وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فردوسی خاتون کی جو اولاد نکاح ثانی سے ہوگی وہ زنا کی اولاد ہوگی، ثابت النسب نہیں ۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/ ۴۶۷-۵۱۸)

الولد للفراش وللعاهر الحجر. (مشکاة المصابیح ٢/ ٢٨٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۷/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مطلقہ عورت کے زنا سے پیدا شدہ بچہ کا نسب، اور فاحشہ عورت کو توبہ کے بعد رکھنا؟

سوال (۷۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر نے طلاق دے دی تو وہ بچہ جو شوہر کے علاوہ سے پیدا ہوا تو اس کی کفالت کس کے ذمہ ہوگی، شوہر بیوی یا دونوں کے؟ یا اگر عورت اس فعل بد وحرکت فاحشہ سے توبہ کرے، اور پختہ قول وقرار کرے کہ آئندہ وہ ایسی غلطی نہیں کرے گی، تو کیا اس عورت کو شوہر کے لئے اپنے نکاح میں برقرار رکھنا خلافِ تقویٰ ہوگا یا ناجائز؟ اور کیا ایسا شخص امامت اور دوسرے دینی منصب پر فائز رہ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ بچہ کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہو؛ لہٰذا اس

کی کفالت کی ذمہ داری باپ پر ہوگی اور وہی اس کا خرچ دے گا، اور اگر فاحشہ عورت سچی توبہ کرلے اور آئندہ پاک دامنی کے ساتھ زندگی گذارنے کا وعدہ کرے تو شوہر پر طلاق دینا لازم نہیں ہے، اور ایسی عورت کو رکھنے والے شخص کی امامت پر بھی کوئی حرف نہ آئے گا۔

كذا ثبوته مطلقاً إذا جاء ت به لستة أشهر من النكاح لاحتمال علوقه بعد العقد وإن ما قبل العقد كان انتفاخاً لا حملاً ويحتاط في إثبات النسب ما أمكن.

(شامي ٤/ ١٠٤ بيروت، ١٤٢/٤ زكريا)

لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة. (الدر المختار ١٤٣/٤-١٤٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/ ۸/ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتاب الایمان والنذور

قسم سے متعلق مسائل

تحقیقِ حال کے لئے مخاطب کو قسم کھلانا؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی سے کوئی بات معلوم کرنی ہو اور اُس سے کہا جائے کہ تم قسم کھاؤ! تو کیا یہ جائز ہے؟ اگر کوئی جھوٹی قسم کھالے تو اس کا گناہ کتنا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تحقیق حال کے لئے ضرورت کے وقت قسم کھلانے کی گنجائش ہے؛ البتہ بلاضرورت کسی سے قسم نہ لی جائے اور جھوٹی قسم کھانا بہرحال سخت ترین گناہ ہے، اگر کسی نے جھوٹی قسم کھالی ہو تو اس سے صدق دل سے توبہ کرنا ضروری ہے، ورنہ دنیا وآخرت میں سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه كنا نعد الذنب الذي لا كفارة له اليمين الغموس أن يحلف الرجل على مال أخيه كاذبًا ليقتطعه. رواه آدم بن أبي إياس في سند شعبة، وإسماعيل القاضي في الأحكام، وقال: ولا مخالف له من الصحابة. قد طعن ابن حزم في صحة الأثر عن ابن مسعود. (فتح الباري ۱۱/۴۸۴، إعلاء السنن ۱۱/۳۶۲ رقم: ۳۴۵۸ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه مرفوعاً: من الكبائر الإشراک باللّٰه، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس. (رواه البخاري رقم: ۶۶۷۵، كذا في فتح الباري ۱۱/۴۸۴، إعلاء السنن ۱۱/۳۴۲ دارالكتب العلمية بيروت)

وهـي ثـلاث: غـمـوس: وهـي حـلـفه على أمر ماض أو حال كذبًا عمدًا، وحـكمها الإثم و لا كفارة فيها إلا التوبة. (ملتقى الأبحر مع المجمع الأنهر / كتاب الأيمان ۲۵۹/۲ كوئٹه، كذا في تبيين الحقائق / كتاب الأيمان ۴۲۰/۳ كراچی)

وإن الجلاف مجترئ على الله لا يكون برًا متقيًا و لا موثوقًا به في إصلاح ذات البين. (تفسير المظهري ۳۱۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دل میں قسم کا ارادہ کر لینے سے بیوی سے ہم بستری نہ کرنا؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بیوی کی کسی بات یا کسی حرکت پر اپنے دل میں طے کرلیا- زید کی بیوی کو اس کا علم نہیں- کہ اگر میری بیوی اس بات یا عادت یا حرکت کو نہیں کرے گی یعنی یہ کام نہیں کرے گی، تو میں بات نہیں کروں گا، جس کی وجہ سے زید اور اس کی بیوی ایک بستر پر رات گذارتے رہے؛ لیکن ۶/ ماہ تک ہم بستری نہیں کی، بات نہیں کی کا مطلب ہم بستری نہیں کی، زید کی بیوی نے راضی کرنے کی کوشش کی، اس وقت سے آج تک ایک بستر پر رات گذارتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ درکار ہے کہ زید اور زید کی بیوی کو جواب تحریر فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: محض دل کا ارادہ کرنے سے قسم لازم نہیں ہوتی، اِسی طرح لمبے عرصے تک میاں بیوی میں اِزدواجی تعلق قائم نہ ہونے سے بیوی حرام نہیں ہوگی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ دونوں بے تکلف ایک ساتھ رہ سکتے ہیں، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عـن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الـلـه تجاوز عن أمتي ما وسوست به صدورها ما لم تعمل به أو تتكلم. (مشكاة المصابيح / باب في الوسوسة، الفصل الأول ۱۸)

ومنها: أن يتلفظ باليمن فإذا جرى اليمين على قلبه بدون تلفظ لا ينعقد.

(الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٤٤٥)

لو أجرى الطلاق على قلبه، وحرك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع.

(حاشية الطحطاوي / باب شروط الصلاة وأركانها ١٧٧ مصر، شامي / أول كتاب الطلاق ٥٣٥/١ كراچی، ٤٣١/٤ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الطلاق ١٥٧/١ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کی طلاق کے نام پر جھوٹی قسم؟

سوال (۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے چوری کا فعل نہیں کیا؛ لیکن عدالت یا کسی اور وجہ سے اس کا نام سرکاری دفتر میں دے دیا گیا، اور پولیس والے نے اس کو گرفتار کر کے جیل میں لے گئے، اور چاروں طرف سے مارنا شروع کیا اور کہا قسم کھا کر بول کہ میں نے چوری کی ہے، تو زید نے اپنے کو مار سے بچانے کے لئے اقرار کیا اور کہا کہ میں اپنی بیوی کی طلاقوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے چوری کی ہے، حالاں کہ حقیقت میں اس نے چوری نہیں کی ہے، تو اِس صورت میں کیا زید کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعۃً صرف بیوی کی طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اس قسم کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں؛ لہٰذا زید کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

لو قال أحلف بالطلاق ليس بتطليق؛ لأن الناس لم يتعارفوه يميناً بالطلاق. (الفتاوى الهندية / الباب الثاني فيما يكون يميناً الخ ٥٨/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۳/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر اللہ کی قسم کھانا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا صرف اللہ کی قسم کھانے کی گنجائش ہے؟ شریعت کا اِس بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں قسم کھانا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے، پھر بھی اگر کوئی ضرورت یا مجبوری ہو، تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کی ہی قسم کھانا جائز ہے، غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں، حتیٰ کہ فقہاء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲۰/۵ ۱۷ میرٹھ)

أخرج البخاري تعليقًا: قال أبو قتادة: قال أبوبكر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم لاها الله إذا يقال: والله، وبالله، وتالله. (صحيح البخاري / باب كيف كان يمين النبي ﷺ رقم الباب: ٢-٣/ ٩٨١)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: أدرک عمر بن الخطاب وهو يسير في ركب يحلف بأبيه، فقال: ألا إن اللّٰه ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، من كان حالفًا فليحلف بالله أو ليصمت. (صحيح البخاري رقم: ٦١٠٨، إعلاء السنن ٣٨٧/١١ دارالكتب العلمية بيروت)

اليمين بالله تعالىٰ لا تكره ولكن تقليله أولىٰ من تكثيره. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الثاني فيما يكون يمينًا ومالا يكون الخ ٥٢/٢ زكريا)

ولا يقسم بغير اللّٰه كالنبي والقرآن والكعبة. (الدر المختار) وفي الشامية: بل يحرم كما في القهستاني؛ بل يخاف منه الكفر. (شامي، الأيمان / مطلب في القرأن ٤٨٥/٥ زكريا)

لا يكون اليمين بغير الله تعالىٰ فإنه حرام. (مجمع الأنهر ٢/٢٦٩ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۲/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنی برأت کے لئے قرآن کی قسم کھانا؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک فیکٹری میں ٹھیکہ پر کام کرتا ہے، فیکٹری مالک کے نوکر نے زید پر مالک کے بارے میں جھوٹا الزام لگایا اور مالک سے شکایت بھی کی، مالک زید سے سخت ناراض ہے، اور زید سے کہتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو قرآن کی قسم کھالو، کیا ایسے حالات میں زید قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا سکتا ہے، کوئی گناہ یا نقصان تو نہیں ہے؟ اور جھوٹا الزام لگانے والے پر کیا گناہ عائد ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید اگر واقعۃً اپنی بات میں سچا ہے تو اس کے لئے قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا جائز ہے، اور کسی پر جھوٹا الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ (کفایت المفتی ۲/۱۹۳)

ولايخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً. (الدر المختار مع الشامي، الأيمان / مطلب في القرآن ٥/٤٨٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۳/۱۴۲۶ھ

قرآن کی جھوٹی قسم کھانا حرام ہے؟

سوال (٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید عزت کی خاطر قرآن کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھوٹی قسم کھانا کسی حال میں جائز نہیں، دنیا کی معمولی

عزت کے مقابلہ میں آخرت کی ذلت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، قرآن شریف میں وہاں کی بے عزتی کو ﴿ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ﴾ فرمایا ہے؛ اس لئے آخرت کی بے عزتی سے حفاظت کے لئے دنیا میں جھوٹی قسم سے بچنا لازم ہے۔

عن عمران بن حصين رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من حلف على يمين مصبورة كاذباً، فليتبوأ بوجهه مقعده من النار. (سنن أبي داؤد / باب التغليظ في اليمين الفاجرة ۲/۱۰۶)

اليمين يمينان: يمين تكفر، ويمين فيها الاستغفار، فاليمين التي تكفر فالرجل يقول: واللّٰه! لأفعلن، والتي فيها الأستغفار، فالذي يقول: واللّٰه لقد فعلت. (كتاب الأثار / باب من حلف وهو مظلوم ۱۴۱ كراچی)

ولا يقسم بغير اللّٰه تعالىٰ كالنبي والقرآن والكعبة، قال الكمال: ولا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان / مطلب في القرآن ۵/۴۸۴ زكريا، كذا في فتح القدير / باب ما يكون يميناً وما لا يكون يميناً ۵/۶۹، مجمع الأنهر / كتاب الأيمان ۲/۲۷۶ کوئٹه)

وهي غموس، تغمسه في الإثم ثم النار، وهي كبيرة مطلقًا إن حلف على كاذب عمدًا، كواللّٰه ما فعلت كذا عالما بفعله يأثم بها فتلزمه التوبة. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الأيمان / مطلب في حكم الحلف بغيره تعالىٰ ۵/۴۷۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرض خواہ کو قسم کھلانا کہ اُس نے میت سے قرض وصول نہیں کیا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پرچہ لے کر آئے کہ پندرہ ہزار مجھے کسی کام میں لگانے کے لئے دئے تھے، پرچہ میں

یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ انتقال کے بعد دوا خانہ ادا کرے گا، جب کہ دوا خانہ میں مع فرنیچر اور دوا کا پورا سرمایہ دو ہزار کا بھی نہیں ہے، اُن کا کہنا ہے کہ دوکان کی پگڑی لے کر قرض ادا کرنا جائز ہے، پرچہ دو سال پہلے کا ہے، اور دو ماہ ہوئے یعنی انتقال سے دو ماہ پہلے ان کی بیوی نے معلوم کیا تھا کہ ان صاحب کا نقد کچھ نہیں، نہ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ کچھ تھا، میں نے دے دیا، وہ شخص رشتے دار بھی ہیں، تو کیا ان کو قسم کھلائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ معاملہ قاضی شریعت کے سامنے پیش ہو، تو قاضی کو حق ہوگا کہ وہ مدعی یعنی قرض کا مطالبہ کرنے والے سے اس بات پر قسم کھلوائے کہ یہ قرض مرحوم نے اسے واپس ادا نہیں کیا ہے۔

وأجمعوا على أن من ادعى دينًا على الميت يحلفه القاضي بلا طلب الوصي والوارث باللّٰه ما استوفيت من المديون. (البحر الرائق ۲۰۳/۷ کراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۹/۱۴۱۷ھ

لوگوں سے ووٹ مانگتے وقت کلام اللہ کی قسم کھلانا؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید بلدیاتی انتخاب میں وارڈ ممبری کا امیدوار ہے، زید کا مقابلہ بکر سے ہے، بکر لوگوں سے ووٹ مانگنے سے پہلے اپنے حق میں ووٹروں سے کلام اللہ کی قسم کھانے کو کہتا ہے کہ تمہارا اطمینان جب کروں گا جب تم لوگ کلام اللہ ہاتھ پر رکھ کر قسم کھاؤ کہ ووٹ ہم تمہیں ہی دیں گے، کیا بکر کا یہ فعل درست ہے کہ ووٹ کے لئے کلام پاک کی قسم کھائی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے، جس کا ہر

حال میں عزت واحترام کرنا لازم اور ضروری ہے، محض دنیا کے نفع کے لئے قرآنِ کریم کی قسم نہ کھانی چاہئے اور نہ کھلانی چاہئے؛ البتہ جب قرآنِ کریم کی قسم کھالی تو اس کا اعتبار ہوگا، اس پر قسم کے احکام جاری ہوں گے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۸۸/۵)

لا یقسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ کالنبي والقراٰن والکعبة، قال الکمال: ولا یخفی أن الحلف بالقراٰن الاٰن متعارف فیکون یمینًا. (الدر المختار مع الشامي / کتاب الأیمان ۱۸۵/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر ترکِ تعلق کی قسم کھانا؟

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے بکر پر کسی بات سے ناراض ہوکر قرآنِ پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ قسم کھائی کہ ’’آج سے نہ تو میرا بھائی اور نہ میں تیرا بھائی، اور اگر میں اپنی زندگی میں تجھ سے کوئی واسطہ رکھوں تو کافر کی موت مروں‘‘، اب دوسرے احباب کے کہنے پر زید وبکر اپنا رشتہ قائم کرنا چاہتے ہیں، تو اس میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کو ایسی قسم نہ کھانی چاہئے تھی، اسے چاہئے کہ اپنی قسم توڑ دے یعنی بکر سے تعلقات قائم کرلے اور پھر قسم کے کفارہ کے بطور دس غریبوں کو کھانا کھلا دے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ، فَکَفَّارَتُہٗ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسَاکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ، فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ، ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ، کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیَاتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ [المائدۃ: ۸۹]

عـن عبـد الرحمن بن سمرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه علـيـه وسـلـم: إذا حـلـفت على يمين فرأى غيرها خيرًا منها فأت الذي هو خير وكـفر عن يمينك. (صحيح البخاري رقم: ٦٦٢٢، صحيح مسلم / الأيمان رقم ١٦٥٢، إعلاء السنن ٣٩٣/١١ دارالكتب العلمية بيروت)

وكـفـارته …… تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين. (شـامي ٧٢٥/٣ كراچی، ٥٠٢/٥-٥٠٣ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۲۷ھ

’’آئندہ تجھ سے بات نہیں کروں گا‘‘ قسمیہ جملہ نہیں؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرفِ عام میں لوگ آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کسی بات پر ایک دوسرے سے کہہ دیتے ہیں کہ آئندہ تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا، یا آئندہ کبھی تیرے گھر نہیں آؤں گا، آئندہ تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا، وغیرہ۔ ان جملوں میں الفاظ قسم کا استعمال نہیں ہوتا؛ بلکہ یوں ہی بلاقسم کے کہہ دیتے ہیں، اور ان جملوں کے کہتے ہوئے قسم کی نیت وارادہ بھی نہیں ہوتا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا محض ان جملوں کے کہنے سے قسم ہوجائے گی، اور دوبارہ ان افعال کے کرنے پر حانث ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: محض ’’آئندہ تجھ سے بات نہ کروں گا‘‘ وغیرہ الفاظ قسم کے لئے مستعمل نہیں ہیں؛ اس لئے کہ ان میں اللہ کا نام نہیں لیا گیا؛ لہٰذا اِن سے قسم نہ منعقد ہوگی اور بعد میں کسی مصلحت سے اُس کے خلاف کرنے سے کہنے والا حانث نہیں قرار پائے گا۔

واليـمـيـن بـالـلّٰـه أو بـاسـم اٰخر من أسماء اللّٰه تعالىٰ كالرحمٰن الرحيم أو

بصفة من صفاته التي يحلف بها عرفًا. (الهداية مع الفتح ٦٦/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسم کھائی ''فلاں کو بیدار نہ کروں گا'' پھر الارم گھڑی لگادی؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے قسم کھائی کہ ''اَب فلاں شخص کو کبھی بیدار نہیں کروں گا''، پھر ایک مرتبہ اسی شخص کو بیدار کرنے اٹھانے کے لئے اس کے کان کے پاس الارم (بیل والی گھڑی) رکھ کر بجادی، جس سے وہ سونے والا بیدار ہوگیا، تو کیا قسم کھانے والے کی قسم ٹوٹے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ حالف کا مقصد فلاں کو بیدار کرنا ہے، تو جب اس نے الارم کی گھڑی اس کے پاس رکھ کر بجادی، جس کی وجہ سے وہ بیدار ہوگیا، تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی؛ اس لئے کہ بیدار کرنا حقیقت میں اسی کی جانب سے پایا گیا۔

ولو قال لا أبشره فكتب إليه حنث. (البحر الرائق / باب اليمين في الأكل والشرب واللبس والكلام ٣٣٣/٤ كراچی)

ولوحلف أن لا يدعوا فلاناً فدعاه بكتاب أو رسالة روى هشام عن أبي يوسف أنه لا يحنث، وفي ظاهر الرواية: أنه يحنث. (الفتاویٰ التاتارخانية ٧٤/٤ رقم: ٨٨٦٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسم ٹوٹنے کا کفارہ؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کسی شخص نے کسی کام کو نہ کرنے کی غصہ میں اللہ کی قسم کھالی کہ ''میں ایسا نہیں کروں گا''؛ لیکن کسی کے منانے یا غصہ اتر جانے پر وہ اُس کام کو کر لیتے ہیں، تو کیا ایسے میں قسم ٹوٹ جاتی ہے؟ اور قسم ٹوٹنے کا کیا کفارہ ہوگا؟ اور کس حساب سے دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں قسم ٹوٹنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے؛ البتہ اگر کوئی شخص ایسا فقیر ہو کہ اس میں کھانا کھلانے کی استطاعت ہی نہ ہو، تو وہ ایک قسم توڑنے کے بدلے میں لگاتار تین روزے رکھ سکتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ، فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [المائدة: ۸۹]

عن يعلى ابن عطاء عمن سمع أبا هريرة رضي اللّٰه عنه يقول: إنما الصوم في كفارة اليمين على من لم يجد. (المصنف لابن أبي شيبة ٤/٧ ٦١ رقم: ١٢٦٩٦)

عن حميد بن قيس المكي أنه قال: كنت أطوف مع مجاهد، فجاء إنسان يسأله عن صيام الكفارة، أتتابع، قال حميد: فقلت: لا، فضرب مجاهد في صدري، وقال: إنها في قراءة أبي متتابعات.

عن الأعمش أن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه كان يقرأ: ﴿فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ﴾ متتابعات. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الأيمان / باب التتابع في صوم الكفارة ٤ ٥١٦/١-٥١٧ رقم: ٢٠٥٨٢-٢٠٥٨٦)

عن علي رضي اللّٰه عنه أنه كان لا يفرق صيام اليمين الثلاثة أيام.

عن أبي العالية قال: كان أبيٌّ يقرأها: ﴿فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ﴾ متتابعات.

عـن هشـام عـن الـحسـن أنـه كـان يـقول: في صوم كفارة اليمين يصومه متتـابـعـات، فـإن أفطر من عذرٍ قضى يومًا مكان يومٍ. (الـمـصنف لابن أبي شيبة، الأيمان والنذور / في الصيام ثلاثة أيام في كفاة اليمين: يفرق بينها أم لا؟ ۸۸/۳-۸۹ رقم: ۱۲۳۶۳ - ۱۲۳۶٦ - ۱۲۳٦۷ دار الكتب العلمية بيروت)

وكفارته تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم، وإن عجز عنها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاء. (تنوير الأبصار مع الشامي ۵۰۵/۵ زكريا)

وهٰـذا بـإجـماع العلماء المستند إلى صريح الآية القرآنية. (الـفقه الإسلامي وأدلته ۲۵۷۵/٤)

كفارة اليـميـن مـا ذكـره الله تعالىٰ ...... إن كان الحالف موسرًا فكفارته أحـد الأشياء الثلاثة: ولا يجزيه الصوم، وإن كان معسرًا فكفارته الصوم. (الفتاوىٰ التاتاخانية ۳۰۰/٦ رقم: ۹٤۲۷ زكريا، شامي ٤۲/۵-٤۳ زكريا، المسائل المهمة ۲۵۱/۳-۲۵۳، دینی مسائل اور ان کا حل ۳۸٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۸/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعدد بار قسم ٹوٹنے پر کتنے کفارے واجب ہوں گے؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک گناہ کے بارے میں قسم کھائی کہ نہیں کروں گا، مگر کرلیا پھر میں نے اس کا کفارہ دے دیا، تین متواتر روزے رکھے، پھر وہ گناہ کرلیا، پھر ندامت ہوئی، توبہ بھی کرتا رہا، اور قسم کھاتا رہا کہ اب نہیں کروں گا، مگر پھر ہوجاتا ہے، اب تقریباً پانچ مرتبہ قسم کھا کر اس کے خلاف کرلیا، یا اس سے زائد؟ اب سوال یہ ہے کہ میں کتنی قسم کا کفارہ ادا کروں؟ پانچ اور زائد میں جو تردد ہے اس کا کیا کروں، خلاصہ یہ کہ تمام قسموں کا الگ الگ کفارہ دوں یا کیا کروں، نیز یہ کہ اب اگر میں توبہ کروں

تو معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؛ اس لئے کہ بار بار نقض توبہ ہوا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر قسم کا الگ الگ کفارہ واجب ہے، زیادہ سے زیادہ جتنی بار قسم ٹوٹنے کا گمان غالب ہو اتنی مرتبہ کفارہ ادا کرو، اللہ سے الحاح وزاری کے ساتھ توبہ کریں، انشاء اللہ معافی ہوگی۔

وتتعدد الكفارة لتعدد اليمين. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان / باب كفارة اليمين ٤٨٦/٥ زكريا)

إذا وجد الشرط انحلت اليمين وانتهت. (الفتاویٰ الهندية ٤١٥/١)

ورجحه الرافعي بقوله: ومعلوم أن ما انفرد به لا يعول عليه فلا يعتمد على القول بالتداخل؛ بل يعتمد على ما ذكره غيره من عدم التداخل حتى يوجد تصحيح لخلافه ممن يعتمد عليه في نقله. (تقريرات رافعي ١٣/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دس سے زائد فقراء پر تقسیم کرنا؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پر قسم کا کفارہ واجب ہوگیا تو کیا وہ دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت یعنی دس صدقہ فطر کے بقدر رقم تھوڑی تھوڑی کر کے دس سے زائد مختلف فقراء کو دے سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دس سے زائد فقراء پر تھوڑی تھوڑی کر کے تقسیم کر دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا، چوں کہ اس کفارے سے اصل مقصد ہر

فقیر کی ایک دن کی غذائی ضرورت پوری کرنا ہے، جو اس شکل میں پوری ہوسکتی ہے جب کہ ایک صدقہ فطر کی مقدار پوری ایک ہی شخص کو دی جائے، خواہ وہ جنس کی شکل میں ہو یا قیمت کی شکل میں؛ لہٰذا اس سے کم دینے میں مقصود حاصل نہ ہوسکے گا۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۳؍۱۷)

وربما لم يحصل له بثمنه من الخبز ما يكفيه ليومه فيفوت المقصود مع حصول الضرر. (إعلاء السنن ۱۱/ ۴۹۰، و بمثله في أحكام القرآن ۲/ ۴۵۹، شامي ۵/ ۵۰۳ زكريا)

ثم اعلم أن الكفارات كلها لا يجوز إعطاء فقير فيها أقل من نصف صاع.

(البحر الرائق / كتاب الأيمان ۴/ ۱۰۸ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲؍۵؍۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نذر سے متعلق مسائل

درود شریف کی منت ماننا؟

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہشتی زیور میں مرقوم ہے کہ ہزار مرتبہ درود کی منت ماننا صحیح ہے، کیا درود فرائض یا واجبات کی جنس میں سے ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکم قرآنی: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ الخ﴾ کے بموجبِ عمر میں کم ازکم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے؛ لہٰذا اُس کی نذر ماننا شرعاً جائز اور نافذ ہے، پس اگر شرط پائی جائے تو مقررہ مقدار میں درود شریف پڑھنا ضروری ہوگا۔

ولو نذر أن يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم كل يوم كذا لزمه، قال الشامي: لأن من جنسه فرضًا، وهو الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم مرة واحدة في العمر، وتجب كلما ذكر. (شامي، كتاب الأيمان/ مطلب في أحكام النذر ٥/ ٥٢٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مزار پر بھینس کی جیب (زبان) چڑھانے کی نذر ماننا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا بچہ تین سال تک کی عمر تک صاف نہیں بول پاتا تھا، تو کسی سے سن کر میں نے منت مان لی

تھی کہ اگر میرا بچہ بولنے لگا، تو سرسی میں ایک مزار ہے، وہاں بھینس کی جیب (زبان) چڑھاؤں گی، آج میرے بچے کی عمر ۱۳؍سال ہے؛ لیکن میں نے ابھی تک جیب نہیں چڑھائی، تو کیا یہ شرک ہے، یا اس کے بدلے کسی غریب کو پیسہ دے دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نذر صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو نذر مانی جارہی ہے وہ عبادت مقصود ہو، معصیت کی نذر نہ ہو، اور مذکورہ سوال میں مزار پر ''جیب'' چڑھانے کی منت معصیت اور موجبِ شرک ہے، اس لئے یہ منت منعقد ہی نہیں ہوئی؛ لہٰذا اِس کا پورا کرنا نہ صرف یہ کہ لازم نہیں؛ بلکہ معصیت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۵۴۹)

عن أبي ثعلبة الخشني رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا وفاء لنذر في معصية. (المصنف لابن أبي شيبة / باب من قال لا نظر في معصية اللّٰه ٣/ ٧٠ رقم: ١٢١٥٧ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من نذر أن يطع اللّٰه فليطعه، ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه. (صحيح البخاري / باب النذر في الطاعة ٢/ ٩٩١ رقم: ٦٦٩٦)

ومنها أن يكون قربة فلا يصح النذر بما ليس بقربة رأسًا كالنذر بالمعاصي الخ. (بدائع الصنائع ٤/ ٢٢٨ زكريا)

واعلم بأنهم صرحوا بأن شرط لزوم النذر ثلاثة كون المنذور ليس بمعصية، وكونه من جنسه واجب، وكون الواجب مقصوداً لنفسه، قالوا: فخرج بالأولى النذر بالمعصية الخ. (البحر الرائق، كتاب الصوم / فصل عقد لبيان ما يوجبه العبد الخ ٢/ ٢٩٤ كراچی)

وأما كون المنذور معصية يمنع انعقاد النذر فيجب أن يكون معناه إذا كان حراماً لعينه أو ليس فيه جهة قربة. (شامي، كتاب الأيمان / مطلب في أحكام النذر

۷۳٦/۳ دار الفکر بیروت، ٥١٨/٥ زکریا، فتح القدیر ٩١/٥، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ٢٨١/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نذر مانی کہ اگر فلاں صحت یاب ہوگیا تو جیون کے بدلہ جیون دوں گا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر فلاں شخص صحت یاب ہوگیا، تو میں جیون کے بدلہ جیون دوں گا، یعنی جان کے بدلے جان دوں گا، پھر الحمد للہ وہ شخص صحت یاب ہوگیا، تو کیا مرغا یا مرغی کے صدقہ سے نذر کی ادائیگی ہوجائے گی یا بکرا بکری ضروری ہے؟ اور بکرا بکری ضروری ہونے کی صورت میں ایک سال کی عمر والا جانور ہو یا سال بھر سے کم عمر کے جانور سے بھی کام چل جائے گا؟ برائے کرم مدلل جواب سے آگاہ فرمائیں، دلیل بھی ساتھ میں تحریر فرمائیں تو بہتر ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمارے عرف میں جان کے بدلہ جان کا لفظ بول کر جانور کو ذبح کر کے صدقہ کرنے کی نذر مراد ہوتی ہے۔ بریں بنا مذکورہ نذر منعقد مانی جائے گی، اور صحت یابی کے بعد قربانی کی شرائط کے مطابق بکرا یا بکری ذبح کر کے اُسے فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کرنا لازم ہوگا۔ مرغا یا مرغی ذبح کرنے سے نذر پوری نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۲/۱۰۴)

عن نافع أن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنه کان یقول: في الضحایا، والبدن الثني فما فوقه. (المؤطا للإمام مالك، الحج / باب العمل في الهدي حین یساق ٢٦١)

أجمع أصحابنا رحمهم اللّٰہ أن الشاة تصیر واجبة الأضحیة بالنذر بأن قال: للّٰہ علي أن أضحي بهذه الشاة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٤١١/١٧ رقم: ٢٧٦٦٦ زکریا)

والنذر بالشيء إنما یصح إذا کان من واجب أو مشتملاً علی الواجب.

(شـامي، كتاب الأيمان / مطلب في أحكام النذر ٧٣٦/٣ دارالفكر بيروت، ٥١٦/٥ زكريا، كذا في الفتاوى التاتارخانية ٢٨١/٦ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب النذر / شروط النذر ٢٢٨/٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

وبـه يـعـلـم أن الأصـح أن الـمـراد بـالواجب ما يشمل الفرض والواجب الاصطلاحي لا خصوص الفرض فقط. (شامي ٥٢٣/٥ زكريا)

ولـو قـال إن بـرئت من مرضى هٰذا ذبحت شاة أو علي شاة أذبحها فبرئ لايلزمه شيء؛ لأن الذبح ليس من جنسه فرض؛ بل واجب كالأضحية فلا يصح إلا إذا زاد وأتصدق بلحمها فيلزمه؛ لأن الصدقة من جنسها فرض وهي الزكاة. (الـدر الـمـختـار، كتـاب الأيـمان / قبيل: النذر غير المعلق لا يختص بزمان الخ ٧٤٠/٣ دارالفكر بيروت، ٥٢٣/٥ زكـريـا، كـذا فـي فتح القدير، كتاب الأيمان / فصل في الكفارة ٩٢/٥ دارالفكر بيروت، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٨٣/٦ زكريا)

قـال الشـامـي بـحثًـا: وبـه يـعلم أن الأصح أن المراد بالواجب ما يشمل الـفـرض والـواجـب الاصـطـلاحـي لا خصوص الفرض فقط، والحاصل أن نذر الأضحية صحيح. (شامي ٥١٩/٥ زكريا)

وفـي مجموع النوازل: لو قال وهو مريض إن برئت من مرضي هٰذا ذبحت شاةً، أو عـلي شاة أذبحها فبرئ لايلزمه شيء، ولو قال: عليّ شاة أذبحها وأتصدق بلحمها لزمه. (البحر الرائق، كتاب الأيمان / قبيل باب اليمين في الدخول ٢٩٦/٤ كراچی)

والثـنـي مـن الـغـنـم الذي تم له سنة وطعن في الثانية. (الـفـتـاوىٰ التـاتـارخانية ٤٢٥/١٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۲/۱۴۱۰ھ

نذر مانی کہ اگر میرا جانور ٹھیک ہوگیا تو اتنا روپیہ صدقہ کروں گا؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے یہاں جامع مسجد میں لوگ چندہ دیتے ہیں، جس میں کوئی آدمی اپنے جانوروں کی طرف سے دیتا ہے؛ جب کہ اس کے جانور بیمار رہوں، اسی طرح اگر کسی کا بچہ بیمار ہوتو اس کی طرف سے یعنی اس بیمار کی طرف سے لوگ مسجد میں روپیہ دیتے ہیں، عرض یہ ہے کہ اس قسم کا روپیہ صدقہ مانا جائے گا یا نہیں؟ اور یہ رقم مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص نے یہ نذر مانی ہو کہ میرا بچہ یا جانور ٹھیک ہوگیا، تو میں اتنے پیسے صدقہ کروں گا، پھر وہ بچہ یا جانور ٹھیک ہو جائے تو اس روپیہ کو مسجد میں دینا درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ صدقۂ واجبہ ہے، جس کا مسجد میں لگانا درست نہیں ہے؛ البتہ نذر کے بغیر اگر ویسے ہی مسجد میں روپیہ نفلی صدقہ کے طور پر دیا تو ایسا روپیہ مسجد میں استعمال کرنا درست ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن الثوري قال: لا يعطى زكاة ماله من يحبس على النفقة من ذوي أرحامه و …… لا بناء مسجد الخ. (المصنف لعبد الرزاق ١١٣/٤ رقم: ٧١٧٠)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد وتحته في الشامي قوله: نحو مسجد كبناء القناطير والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج وكل مالا تمليك فيه. (شامي ٢٩١/٣ زكريا، الفتاویٰ الهندية ١٨٨/١)

كذا في الشامي تحت باب المصرف وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلك من الصدقات الواجبة. (شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٣٣٩/٢ دار الفكر بيروت، ٢٨٣/٣ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ٣٣٩/٢ كراچی)

وفي الدر المختار: ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً، لا إباحة كما مر

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد. (الدر المختار، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳٤٤/۲ کراچی، ۲۹۱/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۲/۴ھ

نذر مانی کہ فلاں کام ہوا تو جامع مسجد میں سنگ مرمر کا فرش بنوا دوں گا؟

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے منت مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا، تو میں جامع مسجد میں سنگ مرمر کا فرش بنوا دوں گا؛ لیکن بکر نے پہلے ہی سمنٹ کا فرش بنوا دیا، اب زید پریشان ہے کہ میں نے منت مانی ہے، کیا کروں؟ تو بعضے لوگ کہتے ہیں کہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جامع مسجد کے اندر ہی سنگ مرمر بنایا جائے؛ بلکہ کسی اور مسجد کا فرش سنگ مرمر کا بنوا دو، تو اب آیا زید کسی دوسری مسجد کا فرش بنا دے تو جائز ہے یا نہیں، اور ایسی منت ماننا کیسا ہے؟ اگر کوئی ممانعت ہو تو وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں نذر کی تکمیل کے لئے جامع مسجد میں فرش بنوانا ہی ضروری نہیں؛ بلکہ کسی بھی مسجد کا فرش بنوا سکتے ہیں، اور تعمیری فنڈ میں بھی وہ رقم لگا سکتے ہیں۔

عن جابر بن عبد اللّٰه: أن رجلاً قام يوم الفتح فقال: يارسول اللّٰه، إني نذرت للّٰه إن فتح اللّٰه عليک مكة أن أصلي في بيت المقدس ركعتين، قال: صلّ هٰهنا، ثم أعاد عليه، فقال: صل هٰهنا، ثم أعاد عليه فقال: شأنک إذن. وفي رواية زاد فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: والذي بعث محمداً بالحق لو صليت هٰهنا، لأجزأ عنک صلاة في بيت المقدس. (سنن أبي داؤد، الأيمان والنذور / باب من نذر أن يصلي في بيت المقدس ٤٦٨/٢ رقم: ٣٣٠٥-٣٣٠٦، المستدرك للحاكم / النذور ٤/٨ ٢٧٩ ق ٣٠٤/٤ رقم: ٧٨٣٩)

ومن شروطه أن يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر ...... ودخول المسجد ومس المصحف والأذان وبناء الرباطات والمساجد. (شامي، الأيمان / مطلب في أحكام النذر ٥١٦/٥ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب النذر / فصل وأما شرائط الركن ٨٢/٤ زكريا)

أما المكان والدراهم والفقير فهي باقية على الأصل من عدم التعيين. (كذا في الشامي، كتاب الأيمان / مطلب: النذر غير المعلق لا يختص بزمان الخ ٧٤١/٣ کراچی، ٥٢٥/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۲۲ھ

نذر مانی کہ فلاں کام ہوگیا تو ہر دن دو رکعت نماز پڑھے گا؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا، تو ہر دن دو رکعت نماز پڑھے گا، اب وہ کام تو ہوگیا؛ لیکن اس سے ہر دن نماز نہیں پڑھی جارہی ہے؛ لہٰذا اَب وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ نذر منسوخ ہوجائے اور کفارہ وغیرہ دے کر اس کا ذمہ بری ہوجائے، تو شرعاً کیا کوئی شکل نکل سکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صورتِ مسئولہ میں مذکورہ نذر صحیح اور نافذ ہے، اور شرط پائی جانے کے بعد ہر دن دو رکعت نماز پڑھنا اُس پر واجب ہے، اور اگر کسی دن یہ نماز چھوٹ جائے تو دوسرے دن قضا کرنی ہوگی؛ تاہم اگر موت کے وقت تک نذر کی سب نمازیں ادا نہ کرسکے، تو اس کے لئے یہ وصیت کرنا ضروری ہے کہ انتقال کے بعد ہر دو رکعت کے بدلہ میں ایک صدقہ فطر یا اس کی قیمت بطور فدیہ ادا کی جائے، اور زندگی میں فدیہ ادا کرکے مذکورہ نماز سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/۱۰۸، فتاویٰ رحیمیہ ۹/۲۳)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ [الحج: ۲۹]

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما في حديث طويل ...... فيه: فلما بلغ ذٰلک نـذرت إن الـلّٰـه جـاء بـابـنـي أن أمش إلى الكعبة، فجاء مريضًا فمات فما تـرى؟ فـقال ابن عمر : أو لم تنتهوا عن النذر أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: النذر لا يقدم شيئًا ولايؤخره، فإنما يستخرج به من البخيل، أوف بنذرک.

(المستدر للحاكم ٢٧٩٤/٨ ق ٣٠٤/٤ رقم: ٧٨٣٧)

وقـولـه عـلـيـه السلام: من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى، وكلمة على تفيد الإيجاب. (الفقه الإسلامي وأدلته ٤٧٧/٣)

ولـومـات وعـليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صـاع مـن بـرّ ...... وإنـمـا يـعـطى من ثلث ماله ...... وأما إذا لم يوصي فتطوع بها الـوارث، فـقـد قـال مـحـمـد فـي الزيادات: إنه يجزيه إن شاء اللّٰه تعالىٰ. (شـامي ٥٣٢/٢-٥٣٣ زكريا، البحر الرائق ١٦٠/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١٢٥/١ زكريا)

وكـذا إذا نـذر أن يـصـلـي نـافـلـة فـإنه يجب عليه الوفاء؛ لأن الصلاة من جـنسهـا واجـب، وإن كـان الـنذر معلقًا بشرط: إن شفى اللّٰه مريضي أو إن قدم فلان الغائب فللّٰه علي صوم شهر أو صلاة ركعتين، فإذا وجد الشرط فعليه الوفاء بـالـنذر نفسه؛ لأن المعلق بالشرط كالمنجز. (الـفقه الإسلامي وأدلته ٤٨٤/٣، الفقه على الـمذاهب الأربعة مكمل ٤٨٣، شامي ٥١٥/٥-٥١٦ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٨٢/٦ زكريا، تكملة فتح الملهم ١٧٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲۴/ ۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نیت کہ جب تک اولاد نہ ہوگی ہر جمعرات میں روزہ رکھوں گی؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت جس کی شادی تقریباً ٦ رسال پہلے ہوئی، اس کے یہاں کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی، کچھ مہینے پہلے اس کا شوہر اپنا گھر چھوڑ کر گھر سے دو مہینے غائب رہا، بعد ازاں شوہر اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور گھر پر تقریباً ایک مہینے رہا، اس عرصہ میں وہ اپنی بیوی سے استمتاع کرتا رہا، پھر وہ گھر سے بھاگ گیا، اور اس کی بیوی جو بچہ نہ ہونے کی بناپر بہت مایوس تھی، اس نے نیت کی کہ ہر جمعرات کو میں روزہ رکھتی رہوں گی، جب تک کہ مجھے کوئی اولاد نہ ہو، تو آیا اب یہ عورت اولاد کے ہونے تک روزہ رکھتی رہے گی، یا اس کا کوئی کفارہ ادا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نذر کے انعقاد کے لئے زبان سے تلفظ کرنا لازم ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر اس بے اولاد عورت نے صرف نیت کی ہے کہ ہر جمعرات کو روزہ رکھوں گی، اور زبان سے اُس کا تلفظ نہیں کیا ہے، تو اِس سے کوئی چیز اُس پر لازم نہیں ہوتی، اور اگر نذر کے الفاظ اس نے زبان سے ادا کئے تھے، تو ایسی صورت میں اس پر اولاد ہونے تک ہر جمعرات کو روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اور اگر ساری عمر اس کے یہاں اولاد نہ ہو اور وہ عمر کے اس مرحلہ میں پہنچ جائے کہ روزہ رکھنے کی قدرت نہ رہے، تو اب ہر واجب شدہ روزہ کے بدلہ ایک صدقۂ فطر کے بقدر فدیہ دینا ہوگا، اور جب تک روزہ رکھنے پر قدرت ہے فدیہ کافی نہ ہوگا۔

فركن النذر هو الصيغة الدالة عليه، وهو قوله: لله عزشانه عليّ كذا، أو عليّ كذا، أو هٰذا هدي، أو هٰذا صدقة، أو مالي صدقة. (بدائع الصنائع، كتاب النذر / قبيل فصل في شرائط الركن ٦/٣٣٣ دارالكتب العلمية بيروت)

قال العلامة ابن العربي: حقيقة النذر التزام الفعل بالقول مما يكون طاعةً لله عزوجل، ومن الأعمال قربة، ولايلزم نذر المباح. (أحكام القرآن للجصاص ٢/١٨، اٰل عمران: ٣٥ إدارة القرآن كراچی، وكذا في معارف القرآن ٦/٢٥٩ تفسير سورة الحج إدارة المعارف كراچی)

قال في شرح الملتقى: والنذر عمل اللسان. (شامي، الصوم / باب ما يفسد

الصوم وما لا يفسده ٤١٩/٣ زكريا)

هـو واجـب بـالـنذر بلسانه. (الدر المختار) فلا يكفى لإيجابه النية. (الدر المختار مع الشامي / باب الاعتكاف ٤٣٠/٣ زكريا)

ومـن نـذر نـذرا مـطلقاً أو معلقًا بشرط وكان من جنسه واجب، أو فرض وهـو عبـادة مـقصودة، ووجه الشرط لزم الناذر كصوم. (الدر المختار) إن كان معلقاً بشرط، وإلا لزم في الحال. (شامي، الأيمان / مطلب في أحكام النذر ٥١٦/٥ زكريا)

إن علق النذر بشرط يريد كونه لايخرج عنه بالكفارة. (الفتاویٰ الهندية ٦٥/٢ زكريا)

وإن علقه بما لم يرده وفٰى بنذره أو كفر على المذهب. (الدر المختار) بخلاف ما إذا علق بشرط يريد ثبوته. (شامي، الأيمان / مطلب في أحكام النذر ٥٢١/٥ زكريا)

ولـو قـال: لـلّٰه علي صوم جمع هٰذا الشهر، فعليه صوم كل يوم جمعة في ذٰلک الشهر. (بدائع الصنائع ٢٣٨/٤، كتاب الفتاویٰ ٤٧/٦ نعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۶/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی مقصد کی حصول یابی کیلئے تین دن اعتکاف کی منت ماننا؟

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ کا طالب علم ہے، اُس نے اپنے کسی مقصد کے لئے تین دن مسجد میں اعتکاف کرنے کی منت مانی، حصولِ مقصد کے دوران تعلیم زید کی چھٹی نہ ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ تین دن اعتکاف کرنے سے قاصر ہونے کی بنا پر ایک مرتبہ دو دن جمعرات اور جمعہ اور دوسری مرتبہ ایک دن صرف جمعہ کو مسجد میں اعتکاف کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعتکاف میں مواظبت شرط ہے یا نہیں؟ نیز زید کا یہ اعتکاف منت کے لئے کافی ہوگا یا اعادہ کرنا پڑے گا؟ اگر اعادہ کرنا پڑے تو رمضان میں اعتکاف کرنے سے ہو جائے گا یا غیر رمضان میں کرنا لازم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آدمی جتنے دن کے اعتکاف کی نذر مانے، اتنے دن لگاتار روزہ کے ساتھ اعتکاف کرنا ضروری ہے، اس لئے مسئولہ صورت میں زید پر دوبارہ تین دن لگاتار اعتکاف کرنا لازم ہوگا۔

عن الحسن في رجل جعل عليه صوم شهر، قال: إن سمّى شهرًا معلومًا فليصمه وليتابع، وإذا لم يسم شهرًا معلومًا، أو لم ينوه فليستقبل الإيام، فليصم ثلاثين يومًا، وإن صام على الهلال وأفطر على رؤيته فكانت تسعة وعشرين يومًا أجزأه ذٰلک، وإن فرق إذاً استقبل الأيام. (المصنف لابن أبي شيبة، الأيمان والنذور / في رجل جعل عليه صوم شهر ۲/۷ ٦٠ رقم: ۱۲٦۳٤)

ولزمه الليالي بنذره بلسانه اعتكاف أيام ولاء أي متتابعة، وإن لم يشترط التتابع. (الدر المختار مع الشامي ۳/٤۳٤، وكذا في الهداية ۱/۲۳۱)

اور جب چاہے اعتکاف کرسکتا ہے، رمضان اور غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وألغينا تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير؛ لأن النذر إيجاب الفعل في الذمة من حيث هو قربة لاباعتبار وقوعه في زمان ومكان وفقير وتعيينه للتقدير به أو التأجيل إليه (مراقي) قال في التنوير وشرحه: والنذر من اعتكف أو حج أو صلاة أوصيام أو غيرهما غير المعلق، ولو معيناً لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير.

(طحطاوي على المراقي، كتاب الصوم / باب ما يلزم الوفاء به الخ ۳۸۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نذر کے جانور کے گوشت کا مصرف؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: نذر کے گوشت کا استعمال ’’تاریخ قربانی‘‘ مصنفہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ میں درست لکھا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نذر کے طور پر جانور ذبح کیا جائے، اس میں سے مالداروں کو کھانا جائز نہیں ہے۔ اور حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا تعلق نذر مطلق سے نہیں ہے؛ بلکہ اس صورت سے ہے جب کہ ابتدا ہی سے مال داروں کو کھلانے کی نیت کی ہو، اور اس بارے میں بھی فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، بعض نے اس نذر کو صحیح کہا ہے، اور بعض نے اس کی صحت کا انکار کیا ہے۔ علامہ رافعی کے حاشیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نذر تو صحیح ہوجائے گی؛ لیکن مال داروں کو کھانا پھر بھی صحیح نہیں ہوگا؛ بلکہ فقراء اور مستحقین ہی کو کھلانا پڑے گا۔

مصرف الزكاة الخ، كذا في الشامي تحت باب المصرف، وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلک من الصدقات الواجبة. (شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ۳۳۹/۲ دار الفكر بيروت، ۲۸۳/۳ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ۳۳۹/۲ كراچی)

قال الشامي: نذر أن يتصدق بدينار على الأغنياء، ينبغي أن لا يصح، قلت: وينبغي أن يصح إذا نوى أبناء السبيل؛ لأنهم محل الزكاة. (شامي، كتاب الأيمان / مطلب في أحكام النذر ۵۳۰/۵ زكريا)

قال الرافعي تحت قوله قلت: بل نذره أن يتصدق بدينار صحيح، وقوله بعده على الأغنياء: الرجوع فلا يصح. (تقريرات الرافعي على الشامي ۱۵/۵)

ولا يجوز أن يصرف ذٰلک أى النذر لغني. (شامي/ قبيل باب الاعتكاف ۴۳۹/۲ دار الفكر بيروت)

قال العلامة الشامي: قوله ويأكل من لحم الأضحية: هذا في الأضحية

الـواجبة والسـنة سـواء، إذا لـم تـكن واجبة بالنذر، وإن وجبت به فلا يأكل منها شيـئـاً ولا يـطعم غنياً، سواء كان الناذر غنياً أو فقيراً؛ لأن سبيلها التصدق وليس لـلـمتصـدق ذلك، ولـو أكـل فعليه قيمة ما أكل، زيلعي. (شامي / كتاب الأضحية ٣٢٧/٦ كراچی، ٤٧٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۵/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بکرے کی قیمت صدقہ کرنے سے نذر کی ادائیگی؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکرا بکری ضروری ہونے کی صورت میں بجائے جانور دینے کے اگر اس کی قیمت غرباء اور فقراء میں دے دی جائے، تو نذر کی ادائیگی ہوگی یا نہیں؟ برائے کرم مدلل جواب سے آگاہ فرمائیں، دلیل بھی ساتھ میں تحریر فرمائیں تو بہتر ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بکرے کی قیمت صدقہ کرنے سے بھی نذر ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ۲۱۱/۱۲)

رجـل قـال: إن نـجـوت من هٰذا الغم، فللّٰه علي أن أتصدق بهٰذه الدراهم خبزاً، ثم أراد أن يتصدق بالقيمة لا بالخبز، جاز. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الزكاة / فصل في النذر ٢٦٩/١ زكريا)

كما قال العلامة الشامي وكذا النظير منه أنه لايتعين فيه المكان والدرهم والفقير. (ردالمحتار ٧٤١/٣ كراچی، ٥٢٤/٥ زكريا، البحر الرائق / قبيل باب الاعتكاف ٢٩٨/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ
۱۴۱۰/۱۲/۱۸ھ

منت اور نذر کی مٹھائی امام کھا سکتا ہے؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً مساجد میں جمعہ کو جو منت وغیرہ کی مٹھائیاں آتی ہیں، کیا بلا تفریق ہر مصلی مع امام کے اس کو کھا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: منت اور نذر کے مستحق صرف فقراء ہیں، مال دار لوگ اس میں سے نہ کھائیں۔ اور اگر یہ چیزیں منت کی نہ ہوں، تو ان میں سے عام لوگ بھی کھا سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ صدقہ نافلہ ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلك من الصدقات الواجبة. (شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢/٣٣٩ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۲۷ھ

نذر اور منت کی رقم ضرورت مند غیر مستحقِ زکاۃ کو دینا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے منت مانی اور اس کی منت پوری ہوگئی، تو یہ منت کی رقم کسی ایسے ضرورت مند کو دی جاسکتی ہے جو زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نذر اور منت کی رقم فقراء اور مساکین وغیرہ مصارف

زکوٰۃ کو دینی لازم ہے، اغنیاء غیر مستحقین زکوٰۃ کو دینے سے منت ونذر ادا نہ ہوگی؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ ضرورت مندکو دینا درست نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

مصرف الزكاة والعشر هو فقير (وهو من له أدنى شيء) أي دون نصاب. كذا في الشامي تحت باب المصرف وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلک من الصدقات الواجبة. (شامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٣٣٩/٢ دار الفكر بيروت، ٢٨٣/٣ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب المصرف ٣٣٩/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۵/۲۳ھ

مزارات پر چادر، مرغ وغیرہ چڑھانا؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مزارات کے اوپر نذریں چڑھانا اور چادریں چڑھانا اور مرغا بکرا ذبح کرنا یا فاتحہ کرنا درست ہے یا نہیں، اور اگر کوئی اپنے گھر پر ایک خوراک کھانا فاتحہ کرائے تو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ مذکورہ اُمور سے اصل مقصد غیر اللہ سے تقرب ہوتا ہے، اور یہ نیت ہوتی ہے کہ نعوذ باللہ اِس عمل سے قبر والے شخص کو خوشنودی حاصل ہوگی، بریں بنا یہ سب اُمور ناجائز ہیں، اور یہ سب چیزیں مردار کے حکم میں ہیں، اُن کا کھانا امیر غریب کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ (معارف القرآن ۳۶۵/۱، امداد الفتاویٰ ۳۰۷/۵، کفایت المفتی ۲۱۲/۱)

ولا يجوز لخادم الشيخ أخذه ولا أكله ولا التصرف فيه بوجه من الوجوه

إلا أن يكون فقيرًا، أو له عيال فقراء عاجزون من الكسب وهم مضطرون، فيأخذونه على سبيل الصدقة المبتدأة فأخذه أيضا مكروه مالم يقصد به الناذر التقرب إلى اللّٰه تعالى، وصرفه إلى الفقراء، ويقطع النظر عن نذر الشيخ، فإذا علمت هٰذا فما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت وغيرها وينتقل إلى ضرائح الأولياء تقربًا إليهم، فحرام بإجماع المسلمين ما لم يقصدوا بصرفها للفقراء الأحياء قولا واحداً. (البحر الرائق / قبيل باب الاعتكاف ۲۹۸/۲ کراچی)

لو ذبح شاة على النصب من الأنصاب أو على قبر من القبور، وقصد به التقرب إلى صاحب البقر أو على صاحب النصب وذكر اسم اللّٰه عليها لا تحل.

(فتاوى عزيزي ٣٦/١ رحيميه ديوبند، امداد الفتاوى ٩٩/٤ زكريا)

واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الٰى ضرائح الأولياء الكرام تقربًا إليهم فهو باطل وحرام. (طحطاوي / باب ما يلزم الوفاء به ٥٧١ مصر، البحر الرائق / قبيل باب الاعتكاف ٢٩٨/٢ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی جماعت کو کھلانے کے نام پر مرغا پالنا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی جماعت والوں کے نام پر مرغا پالنا کہ جب جماعت آئے گی تو ان کو کھلاؤں گا، کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگر صدقہ کی نیت سے جماعت والوں کو کھلانے کی نذر مانی ہے، تو درست ہے، مگر جماعت والوں کی تخصیص کچھ نہیں ہے؛ بلکہ کار

ثواب سمجھ کر جس کو چاہے کھلا دے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۲۶)

وألغينا تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير؛ لأن النذر إيجاب الفعل في الذمة من حيث هو قربة لاباعتبار وقوعه في زمان ومكان وفقير وتعيينه للتقدير به أو التأجيل إليه (مراقي) قال في التنوير وشرحه: والنذر من اعتكف أو حج أو صلاة أوصيام أو غيرهما غير المعلق، ولو معيناً لا يختص بزمان ومكان ودرهم وفقير. (طحطاوي على المراقي، كتاب الصوم / باب ما يلزم الوفاء به الخ ۳۸۰)

كما قال العلامة الشامي: وكذا النظير منه أنه لا يتعين فيه المكان والدرهم والفقير. (ردالمحتار ۳/ ۷٤۱ كراچی، ٥/ ٥٢٤ زكريا، البحر الرائق / قبيل باب الاعتكاف ۲/ ۲۹۸ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بکرے پر ''بیمار'' کا ہاتھ پھروا کر جان کے بدلے ذبح کرنا؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کے بیمار ہو جانے پر اکثر عوام میں یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ جان کے بدلے جان ایک بکرا قربان کر دیں، بکرے پر مریض کا ہاتھ رکھوا کر یا اس کو بیمار کی پلنگ کی پٹی سے بندھوا کر اس کی قربانی کر دی جاتی ہے، کیا اس طرح بکرے کے اوپر صدقہ کرنا جائز ہے، اس کی کیا اصل ہے؟

کسی بیمار کی صحت یابی کے لئے کسی بکرے کے صدقہ کرنے سے بہتر کسی مستحق نادار کی بکرے کی قیمت کے برابر مالی امداد کرنا جس سے وہ کچھ دنوں کھانے پینے کی تنگی سے محفوظ ہو جائے افضل نہ ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مصیبت یا بیماری وغیرہ کو دفع کرنے کے لئے مطلق

صدقہ کرنے میں تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن صدقہ میں بکرے کی تخصیص بے اصل اور من گھڑت ہے، اب اگر بکرا زندہ ہی کسی غریب کو دے دیا جائے، تو فی نفسہٖ صدقہ درست ہو جائے گا، اور غریب کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے اس کو ذبح کر کے استعمال کرلے، یا بیچ ڈالے وغیرہ؛ لیکن اگر صدقہ کے بجائے بکرے کو ذبح کیا جائے، اور اس نیت سے ذبح کرے کہ بکرے کی جان کے بدلہ میں مریض کی جان بچ جائے گی تو یہ عقیدہ رکھنا ناجائز ہے، اور یہ بکرا حرام اور مردار قرار پائے گا، اس لئے اس بدعقیدگی سے بچنا ضروری ہے، اور بکرے کے بجائے روپیہ پیسہ سے صدقہ کرنا چاہئے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۵۷۰، ایضاح المسائل ۱۳۹)

عن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حصنوا أموالكم بالزكاة، وداؤوا مرضاكم بالصدقة، أعدوا للبلاء الدعاء.

(المعجم الكبير للطبراني ۱۲۸/۱۰ رقم: ۱۰۱۹٦)

﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ وظاهره أنه ما ذبح به لغير الله مثل أن يقول: هٰذا ذبيحة لكذا، وإذا كان هٰذا هو المقصود فسواء لفظ به أو لم يلفظ، وتحريم هٰذا أظهر من تحريم ما ذبحه ألحم. (إعلاء السنن ۹۹/۱۷ دار الكتب العلمية بيروت)

ثم إن المعتبر عند محمد الأنفع للفقير من القدر والقيمة. (شامي/ باب زكاة الغنم ۲۱۱/۳ زكريا)

فلا بد من اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم. (المبسوط للسرخسي ۱۹۱/۲ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ یا مسجد میں منت کا تیل یا روپیہ دینا؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا، تو میں مسجد میں یا مدرسہ میں منت کا تیل یا روپیہ دوں گا، جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسجد کے لئے تیل یا روپیہ دینے کی منت مان لی ہے، تو اس کا مسجد میں دینا درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

إن قال إني نذرت لک أن أطعم الفقراء ...... أو اشتری حصرًا لمساجدهم أو زيتًا لوقودها أو دراهم ...... فيجوز بهٰذا الاعتبار. (شامي، الصوم / باب ما يفسد الصوم الخ، مطلب في النذر الذي يقع للأموات ٤٣٩/٢ کراچی، ٤٢٧/٣ زکریا، کذا في البحر الرائق / قبيل باب الاعتكاف ٢٩٨/٢ کراچی، طحطاوي على مراقي الفلاح / باب ما يلزم الوفاء به ٢٧٨-٧٩ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتاب الحدود والقصاص

قصاص اور دیت سے متعلق مسائل

دیت اور قصاص کی تعریف؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''جنت کی کنجی ۱۴۴'' پر اقسامِ شہادت لکھے ہیں، اپنے مال یا جان یا اہل وعیال کی طرف سے مدافعت کرنے میں مارا جائے، یہ سب شہید ہیں، بشرطیکہ اُن کے قتل پر دیت واجب نہ ہوتی ہو؛ بلکہ اس قتل کا موجبِ قصاص ہو، دیت اور قصاص کا مطلب کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیت خون بہا کی وہ رقم ہے جو قتلِ خطاوغیرہ کی صورت میں قاتل پر واجب ہوتی ہے، اور قصاص کے معنی یہ ہیں کہ قاتل کو مقتول کے قتل کے عوض قتل کر دیا جائے، دیت کی مقدار سواونٹ یا ایک ہزار اشرفی یا دس ہزار درہم چاندی ہے۔

الدية في الشرع: اسم للمال الذي هو بدل للنفس. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الديات ۲۳۰/۱۰ زكريا)

وموجبه القود أي القصاص. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الجنايات ۱۵۸/۱۰ زكريا)

ويجب القود أي القصاص بقتل كل محقون الدم بالنظر لقاتله. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الجنايات / فصل فيما يوجب القود وما لا يوجبه ۱۶۲/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۵/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کدال کو پیٹ میں گھسا کر قتل کرنا قتلِ عمد ہے؟

سوال (۲): -کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابن معشوق احمد نے ماہِ رمضان المبارک میں عبدالستار قریشی کی اولاد کو روزہ نہ رکھنے پر نکیر کی، جس سے آپس میں بحث ومباحثہ ہوا۔ عبدالستار کے بھائیوں اور عبدالستار نے گڑھا کھودنے کا آلہ جسے کدال کہتے ہیں، ابن معشوق کے پیٹ میں گھسا دیا، ایک ہفتہ بعد دورانِ علاج زخموں کی تاب نہ لاکر معشوق کا بیٹا انتقال کرگیا۔ اِس قتل کو کونسی قسم سے تعبیر کریں گے، اور شریعت میں اس کی سزا یا دیت کیا ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال کیوں کہ دھاردار آلہ یعنی کدال کو پیٹ میں گھسا کر مقتول کا قتل کیا گیا ہے، اِس لئے یہ قتلِ عمد میں داخل ہے اور اِسلامی حکومت میں ثبوت کے بعد اِس طرح کے قتل پر قصاص کا حکم ہوتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلٰى﴾

[البقرة، جزء آیت: ۱۷۸]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: العمد قود إلا أن يعفو ولي المقتول. (المصنف لابن أبي شيبة ۳۶۵/۹، إعلاء السنن، كتاب الجنايات / باب وجوب القصاص في العمد وجواز العفو عنه ۸۶/۱۸ رقم: ۵۸۳۱ دار الكتب العلمية بيروت)

عمدٌ وهو أن يتعمد ضربه أي ضرب الآدمي في أي موضع من جسده بآلة تفرق الأجزاء، مثل سلاح ومثقل لو من حديدٍ. جوهرة (الدر المختار) عبارتها: العمد ما تعمد قتله بالحديد كالسيف والسكين والرمح والخنجر والنشابة والإبرة والإشفي وجميع ما كان من الحديد؛ سواء كان يقطع أو يبضع كالسيف ومطرقة

الحداد. (شامي / أول كتاب الجنايات ١٠/١٥٥-١٥٦ زكريا، الهداية / كتاب الجنايات ٥٤٣/٤ إدارة المعارف ديوبند، البحر الرائق / أول كتاب الجنايات ٤/٩ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قتلِ عمد میں بدل صلح مقتول کے ورثہ کا حق ہے یا معاونین کا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک مقتول مرحوم غریب شخص تھا، عوام نے جمع ہوکر قاتل کے خلاف مقدمہ کرنے کا فیصلہ کیا اور مقتول مظلوم کی مالی مدد کی، بعد میں قاتلین اپنی غلطی پر شرمندہ ہوئے، اور مقتول کے اولیاء ورثہ اور مقدمہ کی پیروی کرنے والے سرپرستان سے مصالحت ہوئی، دونوں فریق مسلمان ہیں۔ مصالحت اس پر ہوئی کہ مقتول کے فریق کا مقدمہ سے متعلق جو خرچ ہوا ہے، وہ قاتل ادا کرے، قاتل نے وہ رقم ادا کردی، اب یہ بدلِ صلح کس کو دیا جائے؟ مقتول کے ورثہ کو یا جن لوگوں نے عمومی یا خصوصی تعاون کیا تھا، یہ رقم اُن کو واپس دی جائے؟ اِس کی شریعت کی روشنی میں جو صورت ہو تحریر کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قتلِ عمد کے بدلہ میں مصالحت جائز ہے، اور یہ بدلِ صلح مقتول کے وارثین کا حق ہے، اور اس بارے میں مقدمہ میں جن لوگوں نے تعاون کیا، وہ اُن کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا؛ کیوں کہ خرچ کرتے وقت اُن کے ذہن میں واپسی کا کوئی خیال نہ تھا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ [البقرة، جزء آیت: ١٧٨]

وموجبه القود عينا فلايصير مالاً إلا بالتراضي فيصح صلحًا ولو بمثل الدية أو أكثر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الجنايات ١٠/١٥٨ زكريا)

عن أبي شريح الكعبي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

قال: من قتل له قتيل فأهله بين خيرتين: إن أحبوا فلهم العقل، وإن أحبوا فلهم القود. (إعلاء السنن، كتاب الجنايات / باب ثبوت الخيار لولي المقتول بين القصاص والدية بعد رضاء القاتل بالدية ۸۸/۱۸ رقم: ۵۸۳۲ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عمر ابن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن العقل ميراث بين ورثة القتيل على قرابته. (السنن الكبریٰ للبيهقي ۹۳/۱۲ رقم: ۱٦٤۹۷ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله: "إلا أن يعفوا" يعني يجب القصاص إلا أن يعفوا الأولياء فيسقط القصاص يعفوهم ولا يجب شيء، هٰذا إذا كان العفو بغير بدل، وإن كان ببدلٍ يجب المشروط ويتعين بالصلح لا بالقتل. (البحر الرائق / كتاب الجنايات ۹/۹ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۶/۲/ ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا قتل خطا کرنے والے کی مغفرت ہوسکتی ہے؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے قتل خطا کیا، تو کیا اس صورت میں اس کی مغفرت ہوسکتی ہے؟ جب کہ اُس کے ورثہ نے معاف کردیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مقتول کے وارثین نے زید کو معاف کردیا، تو اللہ تعالیٰ سے بھی امید ہے کہ زید کی مغفرت ہوجائے گی؛ البتہ زید کو کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، وہ یہ کہ دومہینہ مسلسل روزہ رکھے درمیان میں روزہ توڑ دینے سے ازسرنو دوبارہ روزے رکھنے ہوں گے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ

يَشَآءُ﴾ [النساء، جزء آيت: ٤٨]

عـن جـابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من نفس تموت لا تشرك بالله شيئًا إلا حلت لها المغفرة، إن شاء عذبها وإن شـاء غـفـرلهـا، ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(رواه ابن حاتم، كذا في التفسير لابن كثير مكمل ۳۳۲ دار السلام رياض)

واعـلـم أن توبة القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط؛ بل يتوقف على إرضاء أولياء المقتول ...... فإن عفوا عنه كفته التوبة. (شامي / كتاب الجنايات ٥٤٩/٦ كراچی، ١٩٥/١٠ زكريا)

وكـفـارتهـا أي الـخـطـاء وشبـه الـعمد عتق قن مؤمن؛ فإن عجز عنه صام شهرين ولاء، ولا إطعام فيهما. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الديات ٥٧٤/٦ كراچی، ٢٣١/١٠-٢٣٢ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ١٩/١٠-١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قتل شبہِ عمد کا حکم؛ گناہ، کفارہ اور دیت

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا عمر کے ذمہ کافی روز سے کچھ قرض ہے، عمر اس میں جان بوجھ کر ٹال مٹول اور وعدہ خلافی کرتا رہتا ہے، ایک روز زید نے جب اپنے قرض کا مطالبہ کیا تو عمر نے اس کو ٹالنے کے لئے دھوکہ دیا کہ ابھی لے کر آ رہا ہوں، اور شام تک نہ لایا تو زید نے دھوکہ دہی کی وجہ سے غصہ میں اس کی پٹائی کردی، جس کے سبب مار پیٹ کے درمیان پیچھے گر کر عمر کا سر دیوار میں لگ گیا، جس کے صدمہ سے پندرہ روز کے بعد عمر کا انتقال ہوگیا، زید کا مقصد نہ ضرب شدید تھی نہ ارادۂ قتل، تو عمر کی اس موت کو از روئے شرع کس نام سے موسوم کریں گے، اور شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور زید پر اس سلسلہ

میں دنیا وآخرت میں کیا مواخذہ ہوسکتا ہے، جس کو وہ ادا کر کے بری الذمہ ہوجائے؛ تاکہ عنداللہ مواخذہ سے بچ جائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں زید نے عمر کی قصداً پٹائی کی؛ لیکن اس کا مقصد ہلاک کرنا نہیں تھا؛ بلکہ تنبیہ مقصود تھی، جس کی بناپر اس کے سر میں چوٹ لگ جانے کی وجہ سے انتقال ہوگیا، تو شبہ عمد ہوا، جس میں گناہ ہوتا ہے اور کفارہ بھی دینا پڑتا ہے، اور اسلامی حکومت میں دیت بھی لازم ہوا کرتی ہے، زید کو کفارہ دے کر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور مرحوم کے وارثین سے معافی مانگنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ معاف فرمائے گا، اور عمر کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے جائیں۔ (معارف القرآن ۲/۵۱۶)

عن إبراهيم قال: ما كان من قتل بغير سلاح فهو شبه العمد، وفيه الدية على العاقلة. (المصنف لابن أبي شيبة ١٥٩/١٤ رقم: ٢٧٣٠٩)

والثاني شبهة، وهو أن يقصد ضربه بغير ما ذكر أي بما لا يفرّق الأجزاء، ولو بحجر وخشب كبيرين عنده خلافاً لغيره، وموجبه الإثم والكفارة ودية مغلظة على العاقلة لا القود. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الجنايات ٥٣٠/٦ کراچی، زکریا ١٥٨/١٠)

يشترط عند أبي حنيفة أي في شبه العمد أن يقصد التاديب دون الإتلاف. (شامي / كتاب الجنايات ٥٣٠/٦ کراچی، ١٥٨/١٠ زكريا)

وكفارته تحرير رقبة؛ فإن لم يجد فصيام شهرين متتابعين. (الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الجنايات ٣/٦ زكريا)

ومن حكمه: وجوب الكفارة، وفي شرح الطحاوي: بالإجماع والكفارة تحرير رقبة في حق الواجد، وصيام شهرين متتابعين في حق غير الواجب، حتى

لو أفطر يومًا يجب الاستقلال ...... ولا إطعام فيه، وهٰذه الكفارة تفارق سائر الكفارات من وجهين، أحدهما: أن هٰذه الكفارة يشترط الإيمان في الرقبة، وفي سائر الكفارات لا يشترط. والثاني: أنه لا مدخل للإطعام في هٰذه الكفارات حتى أنه إذا عجز عن الصوم لا يجزيه الإطعام. ولا قصاص في هٰذا القتل اجتمعت الأمة عليه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۹/۱۰۱–۱۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قتل عمد کی دیت کتنی ہے؟

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے بالقصد بکر کو قتل کردیا ہے، قتل کی وجہ آپسی تعلقات کے اختلاف کا ہونا ہے، قاتل اس گناہ سے شرمندہ ہے؛ لہٰذا معلوم یہ کرنا ہے کہ مقتول بکر کے ورثہ کو قاتل زید شرعی حکم کے مطابق کتنی دیت ادا کرے گا، اور اس قتل کی دیت کی ادائیگی کے بعد قاتل زید کو آخرت میں اس قتل کی کوئی سزا تو نہیں ملے گی، اور دیت کی ادائیگی کے بعد قاتل زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جان بوجھ کر قتل کرنے کی شکل میں اصل حکم قصاص کا ہے، یعنی قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا؛ لیکن اِس سزا کے اجرا کے لئے اسلامی حکومت شرط ہے، کوئی آدمی اپنی طرف سے اس سزا کو جاری نہیں کرسکتا؛ البتہ اولیاء مقتول سے مالی مصالحت کی شکل نکل سکتی ہے، اور اس کی مقدار فریقین کی رضامندی سے کچھ بھی طے ہوسکتی ہے، جس کی شرعاً کوئی تحدید نہیں ہے، ویسے قتلِ خطا میں دیت کی مقدار سو اونٹ یا اس کی قیمت ہے اس سے زیادہ پر بھی مصالحت ہوسکتی ہے، اور آخرت کے مؤاخذہ سے بچنے کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے، جب تک توبہ نہ کرے ایسے شخص کی امامت مکروہ رہے گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [النساء: ١١٠]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآئُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا﴾ [النساء، جزء آيت: ٦٤]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ [مريم: ٦٠]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿قُلْ يَا عِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [الزمر: ٥٣]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ يُکَفِّرَ عَنْکُمْ سَيِّئَاتِکُمْ وَيُدْخِلَکُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِیْ اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ، نُوْرُهُمْ يَسْعٰی بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ، يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا، اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [التحريم: ٨]

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: في دية الخطأ عشرون حقة، وعشرون جذعة، وعشرون بنت مخاض، وعشرون بنت لبون، وعشرون بنی مخاض ذکر. (سنن أبي داؤد رقم: ٤٥٤٥، إعلاء السنن / باب دية الخطأ ١٦٨/١٨ دار الکتب العلمية بيروت)

روی عبد الرزاق عن ابن جريج، عن ابن طاؤس، قال: في الکتاب الذي هو عند أبي، وهو عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: "إذا اصطلحوا في العمد فهو علی ما اصطلحوا عليه". (المحلي ٣٦٣/١، المصنف لعبد الرزاق ٢٨٣/٩ رقم: ١٧٢١٦، إعلاء السنن ٩١/١٨ دار الکتب العلمية بيورت)

فإنه لو قتل القاتل عمداً أجنبي عن المقتول يقتص من الأجنبي للقاتل إن

قتله الأجنبي عمدًا. (شامي، كتاب الجنايات / فصل فيما يوجب القود وما لا يوجبه ١٦٢/١٠ زكريا)

قتل رجلا عمداً وله وليان فصالح مع أخ عن الدية على خمسين ألفاً له خمسة وعشرون ألفا، ولغير المصالح خمسة آلاف نصف الدية، وعن الإمام أن الصلح في العمد أيضا على أكثر من الدية لو من جنس الواجب باطل كما في الخطا؛ لكن المشهور المنصور أن ذلک في الخطا، وفي العمد يصح كما ذكرنا. (بزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحدود / نوع آخر في الصلح ٤٠٠/٦، مستفاد احسن الفتاوى ٥٣٧/٨، كفايت المفتى ١٧٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فضائی حادثہ میں متأثرین کو کمپنی کی طرف سے دی جانے والی رقم کا حکم؟

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مقصد تحریر یہ ہے کہ سال گذشتہ سعودیہ اور قزاقستان کے طیاروں کا حادثہ ہوا، جس پر سعودی طیارہ کمپنی کی وکیل کمپنی جولندن میں ہے، مسافرین کا جانی ومالی معاوضہ ادا کررہی ہے، اس کے متعلق چند اُمور قابلِ توجہ ہیں:

(۱) اس رقم کے لینے کا جواز وعدم جواز بہر دو صورت حکم کی تنقیح۔

(۲) یہ ذمہ دار کمپنی عاقلہ کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر بہر دو صورت مثبت پہلو ہو تو اس رقم پر حکم دیت کا اجراء جب کہ مبصرین کی تحقیق کے مطابق یہ محض سماوی حادثہ ہے، جس میں طرفین کی تعدی کا ثبوت نہیں ملتا، نیز یہ تبرعانہ کارروائی بیمہ کی بنیاد ہے، ان جملہ امور پر غور فرماکر جواب عنایت فرمائیں؟

نوٹ: - یہ سوال بغرض تحقیق ارسال ہے، احقر کو اِن اجزاء میں کچھ الجھن ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں فضائی حادثہ کے متأثرین کو رقم ادا

کرنے والی فضائی کمپنی نہ تو عاقلہ ہے اور نہ اس کی ادا کردہ رقم پر ''دیت'' کی تعریف صادق آتی ہے؛ بلکہ یہ اس کی طرف سے صرف تبرع ہے، جو اس کے اپنے بنائے ہوئے قانون پر مبنی ہے، یعنی اس نے خود اپنے اوپر یہ لازم کرلیا ہے کہ اگر اس کا کوئی مسافر دورانِ سفر حادثہ کا شکار ہو جائے، تو کمپنی اس کے ورثہ کو متعینہ رقم ادا کرے گی؛ لہٰذا اس رقم کو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

كذا تستفاد من العبارة الآتية: لو قال: وهبت جاريتي هٰذه لأحدكم، فليأخذها من شاء، فأخذها رجل منهم تكون له وكان أخذه قبولاً. (البحر الرائق ۲۸۵/۷)

اب رہ گیا بیمہ کا مسئلہ، تو واقعہ یہ ہے کہ ہوائی جہاز کے ٹکٹ کے ساتھ بیمہ کے نام سے لی جانے والی رقم کی نوعیت ''لائف انشورنش'' سے بالکل جداگانہ ہے، مثلاً لائف انشورنش میں اگر حادثہ پیش نہ آئے تو رقم مع سود واپس ملتی ہے، اور ہوائی ٹکٹ میں سے مذکورہ شکل میں کوئی رقم واپس نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ لائف انشورنش میں جمع شدہ رقم کے اختلاف سے واپس ملنے والی رقم کی مقدار میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، جب کہ ہوائی حادثہ میں مطلقاً ایک رقم مقرر ہوتی ہے، خواہ سفر چھوٹا ہو یا طویل، بہرحال اس بیمہ پر لائف انشورنش کا حکم جاری کرکے اسے ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا؛ بلکہ ہوائی ٹکٹ کی کل رقم (کرایہ اور بیمہ وغیرہ) سفر کا معاوضہ ہی قرار دی جاتی ہے، اور عام مسافرین کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ان سے بیمہ کی رقم لی گئی ہے، وہ تو ساری رقم کو ٹکٹ کی قیمت ہی سمجھتے ہیں، اور بیمہ کا تصور بھی ان کے ذہن میں نہیں ہوتا؛ لہٰذا حادثہ کے وقت دی جانے والی رقم کو صرف کمپنی کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، اور تبرع کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ نظامیہ ۲۹۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۸/۳/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹرک حادثے میں مرنے والے کو عدالت سے ملنے والی رقم کا مالک کون ہوگا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محمد عثمان کا ایک سڑک حادثہ میں ایک ٹرک سے ٹھوکر لگ کر انتقال ہوگیا تھا، پھر محمد عثمان کے گھر والوں نے ٹرک کے مالک پر مقدمہ کردیا تھا، اب مقدمہ فائنل ہوا، تو مالک ٹرک کی طرف سے عدالت نے محمد عثمان کے ورثہ کو کچھ رقم دلوائی ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اس رقم کا حق دار کون ہے، والدین یا بھائی بہن؟ ابھی مرحوم کی شادی نہیں ہوئی تھی، تو شرعاً اس رقم کو لینا کیسا ہے؟ اور اس رقم سے والدین حج کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ٹرک کے مالک کی طرف سے جو رقم بذریعہ عدالت موصول ہوئی ہے، یہ دیت کے حکم میں ہے، اور اُسے عثمان کے شرعی ورثہ یعنی اُس کے والدین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، والدہ کو کل رقم کا چھٹا حصہ دیا جائے گا، اور مابقیہ پوری رقم والد کو ملے گی، یہ دونوں اگر چاہیں تو اپنے اپنے حصہ کی رقم کو سفر حج میں بھی لگا سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ مال اُن کے لئے حلال اور طیب ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وصح في الجناية العمد مطلقًا بأكثر من الدية والأرش أو بأقل لعدم الربا. وفي الخطأ كذٰلک لا تصح الزيادة؛ لأن الدية في الخطاء مقدرة، حتى لو صالح بغير مقاديرها صح، كيف ما كان بشرط المجلس؛ لئلا يكون دينًا بدين. (الدر المختار) حتى لو صالح، أفاد أن الكلام فيما إذا صالح على أحد مقادير الدية، وصح مائة بعير أو مائتا بقرة أو مائتا شاة أو مائتا حلة أو ألف دينارٍ أو عشرة آلاف درهم، كما في العزمية عن الكافي. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الصلح ٦٣٤/٥-٦٣٥ كراچی، ٤١٤/٨ زكريا)

ثم الصلح في فصل الخطاء إن كان بعد القضاء بنوع من أنواع الدية، أو

بعد تراضيها على ذلک – إلى قوله – وإن كان بعينه يجوز، سواء قبض في المجلس أو لم يقبض، هٰذا الذي ذكرنا إذا اصطلحا بعد القضاء والرضاء.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الجنايات / الباب السادس في الصلح والعفو والشهادة فيه ٢٠/٦ زكريا)

كانت الدية في مال القاتل لورثته المقتول. (خانية على هامش الهندية ٤٤٥/٣)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کے انتقال پر گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی رقم کا استعمال؟

سوال (۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے لڑکے کا ۱۲/ مئی ۲۰۱۲ء کو انتقال ہوگیا، اُس کی بیوی اور دو بچے ہیں، ایک لڑکا ۱۲/ سال کا اور لڑکی ۴/ سال کی ہے، بیوہ کو بیس ہزار روپئے گورنمنٹ سے ملے ہیں، ان پیسوں کا کس طرح استعمال کریں، جو اس بچی کو مستقبل میں بالغ ہونے کے بعد کام آسکیں:

(۱) بینک سے ایف ڈی کرالیں۔

(۲) لائف انشورنش میں اسکیم ہے کہ ۳۰/ ہزار جمع کرنے پر سولہ سال میں سوا لاکھ روپئے ملیں گے اور ۲۸/ ہزار روپیہ جمع کرنے پر بیس سال میں سوا لاکھ روپیہ ملے گا، مذکورہ شکلوں میں کون جائز ہے اور کون ناجائز ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور شکل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے کی وفات پر گورنمنٹ کی طرف سے جو رقم ملتی ہے وہ دیت کے مشابہ ہے، اس لئے اس میں مرحوم کے سب وارثین کا حصہ ہے، اس میں والدین بیوہ لڑکا اور لڑکی سب شامل ہیں، یہ رقم سب وارثین کو حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کردینی چاہئے، اور نابالغ بچوں کے حصے کی جو رقم آئے یا تو اُسے بعینہٖ امانت کے طور پر محفوظ رکھا جائے، یا کسی جائز

کاروبار میں لگا کر اُسی کی آمدنی جمع کی جاتی رہے، اس رقم کو بینک میں ایف ڈی کرانا یا لائف انشورنش میں جمع کرا کر سود حاصل کرنا قطعاً حرام ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم آکل الربوا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه، وقال: هم سواء. (صحیح مسلم ۲/ ۷۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۱/ ۲۲۹ رقم: ۱۲۰۶، مشکاة المصابیح، البیوع / باب الربا ۲۴۴، مرقاة المفاتیح ۶/ ۴۳ رقم: ۲۸۰۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

کل قرض جر منفعة فهو ربا. (المصنف لابن أبي شیبة ۱۰/ ۶۴۸ بیروت)

کل قرض جر نفعًا حرام أي إذا کان مشروطًا. (شامي ۵/ ۱۶۶ کراچی، ۷/ ۳۹۵ زکریا)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إن العقل میراث بین ورثة القتیل علی قرابتهم. (السنن الکبریٰ للبیهقي ۱۲/ ۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۷/۳/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناحق رپورٹ میں نام درج کرانے والے کو قتل کرنا؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید الیکشن میں ایک آدمی کی حمایت کررہا تھا، عمر دوسرے آدمی کی حمایت کررہا تھا، دونوں آدمی الیکشن ہار گئے، اب زید اور عمر میں دشمنی پڑ گئی، اتفاق سے زید کے ایک دوست کا قتل ہوگیا، جن لوگوں نے زید کے دوست کو قتل کیا، ان کو بہت لوگوں نے دیکھا؛ لیکن رپورٹ میں زید نے دوسرے آدمیوں کے ساتھ عمر کا بھی نام درج کرادیا، جو قتل کرنے میں شریک نہیں تھا، جب کہ مقتول کے ماں باپ زید کی اِس حرکت سے راضی نہیں تھے؛ لیکن اُن کو سمجھایا تو وہ مان گئے، عمر نے چند بااثر لوگوں کو زید کے پاس بھیجا کہ وہ رپورٹ سے اُس کا نام خارج کرادے، مگر زید نہیں مانا، دشمنی بڑھتی گئی، دونوں ایک دوسرے کے قتل کے درپے تھے، موقع پا کر عمر نے زید کو قتل کردیا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ عمر کا زید کو قتل کرنا کیسا ہے؟

زید اور عمر میں سب سے زیادہ قصوروار کون ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمر کا زید کو قتل کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾

[بنی اسرائیل، جزء آیت: ۳۳]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ [النساء: ۹۳]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۳۲]

زید نے اپنے دوست کے قتل میں غلط طریقہ پر عمر کا نام لکھوا کر اگرچہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے؛ لیکن اس کے اس گناہ کے مقابلہ میں عمر کا زید کو قتل کرنے کا گناہ زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ قتل نفس کو احادیثِ شریفہ میں بڑے ہلاکت آمیز گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ عمر پر زید کے وارثین سے مصالحت کرنا اور سچے دل سے اس گناہ عظیم پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم في الكبائر قال: الشرک باللّٰہ، وعقوق الوالدين، وقتل النفس...... الخ.

عن أبي هريرة رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول اللّٰہ! وما هن؟ قال: الشرک باللّٰہ، ...... وقتل النفس التي حرم اللّٰہ إلا بالحق ...... الخ. (صحيح البخاري رقم: ٢٧٦٦، صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب الكبائر وأكبرها ٦٤/١ رقم: ٨٩، كذا في الترغيب والترهيب مكمل ٤١٧ رقم: ٢٨٦٤ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسرال والوں کے تہمت لگانے پر بیوی کا خودکشی کرنا اور سسرال والوں سے دیت وصول کرنا؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ نے زید کے ساتھ نکاح کیا، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے؛ لیکن ہندہ نے کہا کہ اِسی مرد کے ساتھ رہوں گی، طلاق لے کر دوسرے مرد کے پاس نہیں جاؤں گی، چند سال گذرنے کے بعد ہندہ کے پیٹ سے ایک بچی پیدا ہوئی، تو ہندہ کے سسرال والوں نے اس پر لعن طعن کیا، اور تہمت بھی لگائی کہ یہ بچی تو کہاں سے لائی؟ تیرا شوہر تو جماع کے بھی قابل نہیں ہے؟ تو اس نے عار اور شرم کی وجہ سے دوسرے کے گھر میں جا کر خودکشی کر لی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں ہندہ کے سسرال والے اُس کے قتل کا اور موت کا سبب بنے، تو اِن سسرال والوں پر کوئی تاوان وغیرہ لازم ہوگا یا نہیں؟ ہمارے سماج میں اس طرح کی خودکشی پر عورت کے سسرال والوں سے تاوان کے طور پر لاکھوں روپئے وصول کئے جاتے ہیں، یہ وصول کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کو لوگ نامرد سمجھتے ہوں، وہ علاج وغیرہ کے ذریعہ بعد میں صحت مند ہوسکتا ہے؛ لہٰذا اُس کے نکاح میں رہتے ہوئے ہندہ سے جو بچی پیدا ہوئی ہے، وہ زید ہی کی کہلائے گی، اس کی وجہ سے ہندہ پر تہمت لگانا کسی کو جائز نہ ہوگا، اور جن لوگوں نے اس بناء پر ہندہ پر تہمت لگائی ہے وہ سخت گنہگار ہیں، اُن پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ تاہم بعد میں شرم کی بنا پر ہندہ نے جو خودکشی کی ہے، وہ بھی گناہ کا کام ہوا، جس کی وہ خود ذمہ دار ہے، اِس خودکشی کی بنیاد پر تہمت لگانے والوں سے مالِ تاوان وصول کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اجتنبوا

السبع الموبقات، قالوا يا رسول الله! وما هن؟ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل الربا وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات. (صحيح البخاري رقم: ٢٧٦٦، صحيح مسلم رقم: ٨٩، كذا في الترغيب والترهيب مكمل ٤١٧ رقم: ٢٨٦٤ بيت الأفكار الدولية)

عن عائشة رضي الله عنها قالت في حديث: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (مشكاة المصابيح ٢٨٧)

قال القاري تحت قوله عليه السلام: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه...... الخ" أي بالشتم واللعن والغيبة والبهتان والنميمة. (مرقاة المفاتيح ١٤٣/١ رشيدية)

إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر. (الأشباه والنظائر ٢٣٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱۰/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹر کو بیمار کے موت کا انجکشن لگانے کا مشورہ دینا؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ کے نانا صاحب مرحوم ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے، ان کا وارث اس وقت میں ہی تھا، اور میری عمر کم تھی، کالج میں پڑھتا تھا، نانا صاحب (حالت نزع) میں مبتلا ہوگئے، ڈاکٹروں نے مجھ سے کہا کہ کئی روز اس بے ہوشی کی حالت میں ہوگئے، یا تو اپنا مریض ہسپتال سے لے جاؤ یا ہمیں اجازت دو کہ ہم ان کو ایسا انجکشن لگا دیں، جس سے ان کی موت واقع ہوجائے، میں نے کہا کہ آپ کو جو کرنا ہو کرو، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، اُنہوں نے چند بار ایسا ہی کہا، میں نے یہی جواب دیا، اُنہوں نے کہا ہم آپ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، میں نے بمجبوری بادلِ ناخواستہ کہہ دیا کہ جو کرنا ہے کرلو، اِس کے بعد اُنہوں نے انجکشن لگا دیا جس کے لئے مجبوری

میں میرا حکم تھا اور اُن کی موت واقع ہوگئی، کیا اس صورت میں میرے اوپر قتل کا الزام آئے گا، یا یہ قتل عمد ہوگا یا قتل خطا؟ (یہ سب کچھ بادل ناخواستہ مجبوری میں ڈاکٹروں کے مجبور کردینے کی وجہ سے ہوا ہے، میرے علاوہ نانا صاحب کے پاس خدمت کے لئے کوئی نہ تھا) اب اس گناہ عظیم سے دینا وآخرت میں نجات پانے کے لئے شریعت نے میرے متعلق جو راستہ یا فیصلہ طے کیا ہے، وضاحت سے بیان فرمادیں، نیز دیت کتنی واجب ہوگی اور یہ دیت کس کو دی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے اپنے بیمار نانا کی زندگی کو ختم کرنے کے لئے ڈاکٹروں کو موت کا انجکشن لگانے کی اجازت دی ہے، جس کی وجہ سے آپ سخت گنہگار ہوئے ہیں، اور عند اللہ آپ اپنے نانا کے قتل میں شریک شمار ہوں گے، آپ پر لازم ہے کہ آپ دل سے توبہ واستغفار کریں، اور نانا کے وارثین کے ساتھ حسن سلوک کرکے انہیں راضی کرنے کی کوشش کریں۔

(مستفاد: نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ۱۹۸)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۹۳]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدة، جزء آیت: ۳۲]

عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآله وسلم: والذي نفسي بیده لقتل مومن أعظم عند اللّٰہ من زوال الدنیا. (سنن النسائي ۱٤٥)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا یحل دم امرئ مسلم یشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وأني رسول اللّٰہ إلا بإحدی ثلاث: النفس بالنفس، والثیب الزاني، والمارق لدینه التارک للجماعة، متفق

عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب القصاص / الفصل الأول ۲۹۹)

القتـل الذي يتعلق به الأحكام الآتية من قود ودية وكفارة وإثم، وحرمان إرث خمسة، الأول: عمد، وهو أن يتعمد به أي ضرب الآدمي في أي موضع من جسـده بآلة تفـرق الأجـزاء مثـل سلاح ومثقل لو من حديد ومحدد من خشب وزجـاج وحجر وإبرة في مقتل برهان، وليطة ونار، وموجبه الإثم. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الجنايات ۱۰/۱۵۵–۱۵۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدود سے متعلق مسائل

غیر اسلامی حکومت میں اپنے طور پر زانی کو قتل کرنا؟

سوال (۱۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں جب شادی شدہ جوڑے سے زنا کا صدور ہوجاتا ہے، تو اسے سنگ سار کیا جاتا تھا، اور اس حکم پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، اب یہاں ہندوستان میں چوں کہ غیر اسلامی حکومت ہے، اور کوئی ایسی شرعی عدالت بطور خاص مسلمانوں کے لئے قائم نہیں ہے، جہاں ایسے دونوں مجرموں کو شرعی سزا سنگ سار کی دی جائے، تو کیا شوہر اس شخص کو زنا کے جرم میں قتل کروا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر قتل کروادے تو وہ عند اللہ ماخوذ تو نہ ہوگا؛ کیوں کہ ایسے شخص کا وجود معاشرہ کے لئے نہایت ہی خطرناک وباعث فساد وبگاڑ ہے، مرد اپنی بیوی کو طلاق دے کر سزا تو دے سکتا ہے؛ لیکن یہ کمبخت اپنی اس حرکت پر نازاں وفرحاں رہتا ہے، اور پاکیزہ معاشرہ کے لئے ان لوگوں کی صفائی ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنگ ساری کی سزا صرف اسلامی حکومت ہی میں نافذ ہوسکتی ہے، جب کہ حاکم وقت اپنی نگرانی میں اس سزا کو نافذ کرنے کا حکم دے، غیر اسلامی حکومتوں میں اپنے طور پر زانی کو قتل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، ایسے بدکار لوگوں کو معاشرہ سے پاک کرنے کی ذمہ داری حکومت کی ہے، انفرادی طور پر کسی کو سزائیں جاری کرنے کا حق نہیں ہے۔

فیشترط الإمام الاستیفاء الحدود. (شامي / کتاب الجنایات ۶/۵۴۹ دار الفکر بیروت، الفتاویٰ الهندیة / أول کتاب الحدود ۲/۱۴۳ زکریا، فتح القدیر / فصل في الحد ۵/۲۳ دار الفکر بیروت)

وزاد الكمال في دار الإسلام؛ لأنه لاحد بالزنا في دار الحرب. (الدر المختار / كتـاب الـحدود ٦/٦ زكريا، كذا في مجمع الأنهر / باب الوطئ الذي يوجب الحدّ ٣٤٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق / باب الوطئ الذي يوجد الحدّ ١٧/٥ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا جرائم پر قانونی سزا پانے کی وجہ سے آخرت کی سزا سے معافی ہو جائے گی؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعتِ اسلامیہ میں ہر جرم کی سزا مقرر ہے، اور یہ عقیدہ ہے کہ سزا کاٹنے کے بعد انسان جرم اور گناہوں سے پاک مانا جاتا ہے، ہمارے ملک کے قانون کے حساب سے ملنے والی سزائیں مختلف ہیں، کیا اُن سزاؤں کو کاٹنے کے بعد شریعت کے رو سے بھی پاک صاف مانا جائے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں، اُن کا مقصد معاشرہ سے جرائم کی روک تھام ہے، اُن سزاؤں کی وجہ سے آخرت میں معافی اُس وقت ہوگی جب کہ مجرم سچے دل سے توبہ اور استغفار کرے، جب اسلامی سزاؤں سے بذاتِ خود گناہوں کی صفائی نہیں ہوسکتی، تو ہمارے ملکی قانون میں جو جرائم کی خود ساختہ سزائیں مقرر ہیں، اُن سے بدرجۂ اولیٰ آخرت کی معافی ہرگز نہیں ہوگی، اس کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے۔ (مستفاد: دینی مسائل اور ان کا حل ۳۹۳)

وليس مطهرًا عندنا؛ بل المطهر التوبة، فإذا حد ولم يتب يبقى عليه إثم المعصية. (شامي / كتاب الحدود ٤/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا محض دنیوی سزا آخرت میں معافی کا سبب بن سکتی ہے؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن حضرات کو دنیا میں کسی جرم کے بدلہ میں اسلامی حکومتیں سزا دے دیتی ہیں، تو کیا اُن مجرمین کو آخرت میں اِس جرم کی سزا ملے گی اور اُن پر عذاب ہوگا یا نہیں؟ یا دنیا میں سزا پانے کے بعد آخرت میں گرفت نہیں ہوگی، شریعت میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آخرت میں معافی کا مدار سچی توبہ پر ہے، محض دنیوی سزا جاری ہونے سے آخرت میں معافی نہیں ہوگی۔ اَحناف کا موقف یہی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ [المائدۃ: ۳۹]

عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يحب العبد المؤمن المفتن التواب. (مشكاة المصابيح / باب الاستغفار والتوبة ٢٠٦)

وليس (الحد) مطهرًا عندنا؛ بل المطهر التوبة، قال الشامي: فإذا حد ولم يتب يبقى عليه إثم المعصية. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الحدود ٤/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵؍۱؍۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ویڈیوگرافی سے زنا کا ثبوت ہوسکتا ہے؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: باب الزنا میں چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اگر کوئی آدمی مرد وعورت کو زنا کرتے دیکھ کر تصویر کھینچ لے یا ویڈیو میں محفوظ کرلے، تو کیا یہ چیز ثبوت زنا میں کافی ہوگی، نیز اگر یہ تصویر یا ویڈیو کو

چار آدمی دیکھ کر پھر قاضی کے سامنے گواہی دیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سزاؤں کے سلسلے میں شریعت کا اہم ترین ضابطہ یہ ہے کہ حدود کا حکم معمولی شبہ سے بھی ساقط ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اِس طرح کے کسی بھی مقدمہ میں فیصلہ کے لئے اصل گواہوں کا ہونا ضروری ہے، تصویر یا ویڈیو پر فیصلہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا؛ کیوں کہ اس میں تلبیس اور تبدیلی کی کافی گنجائش ہے، اِسی شبہ کی بنیاد پر شریعت نے تحریری شہادت کو بھی معتبر نہیں مانا؛ کیوں کہ اس میں بہرحال اشتباہ کا خطرہ موجود ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَوْلَا جَآءُوْا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْکَاذِبُوْنَ﴾ [النور: ۱۳]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَآءِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِنْکُمْ﴾ [النساء: ۱۵]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن سعد بن عبادة قال: يا رسول اللّٰه! إني وجدت مع امرأتي رجلاً، قال: أمهّله حتى أتى بأربعة شهداء؟ قال: نعم. (صحيح مسلم / كتاب اللعان ۴۹۱/۱ رقم: ۱۴۹۸)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إدرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم؛ فإن كان له مخرج فخلوا سبيله؛ فإن الإمام لأن يخطئ في العفو خير من أن يخطئ في العقوبة. (سنن الترمذي، الحدود / باب ما جاء في درء الحدود ۲۶۳/۱ رقم: ۱۴۴۴)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ادرؤا الحدود بالشبهات. (مسند الإمام الأعظم أبي حنيفة ۱۸۴/۱-۱۸۵ رقم: ۱۲۷ المكتبة الإمدادية مكة المكرمة)

ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد بلفظ الزنا، وعد لو سرًّا وعلنًا، ويثبت أيضًا بإقراره أربعًا في مجالسه. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الحدود ٦/١٧-١٨ زكريا، الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني في الزنا ١٤٣/٢ زكريا، ملتقى الأبحر / كتاب الحدود ٢٣٢/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

أجمع فقهاء الأمصار على أن الحدود تندرأ بالشبهات. (الأشباه والنظائر ١٩٣/١، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٥٧/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانی کے معاون کی سزا کیا ہے؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک زانی کے معاون کی اِسلام میں کیا سزا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالات کا جائزہ لے کر مسلم حاکم مناسب سزا تجویز کرسکتا ہے، اس کے لئے کوئی سزا متعین نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۸/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ہندوستان میں زانی اور زانیہ کو قتل کی سزا دے سکتے ہیں؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) اگر کوئی ہندوستان کے اندر زنا کرلے تو اس کی سزا کیا ہوگی، اور اگر اس کی سزا ۸۰/ کوڑے

ہیں، تو ۸۰؍ کوڑے کس چیز سے لگائے جائیں گے۔

(۲) کیا ماں اور باپ کو حق ہے کہ اپنی اولاد پر کوئی بھی قانون نافذ کریں، جیسا کہ کسی کی اولاد زنا کر لے، تو کیا ماں اور باپ کو حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل بھی کر سکتا ہے؟ اور کیا لڑکی کے ماں اور باپ اور بھائی وغیرہ عبرت کے طور پر لڑکے کو بھی قتل کر سکتے ہیں؟ جس نے زنا کیا ہے، جب کہ انہوں نے اپنی لڑکی کو قتل کر دیا ہو۔

(۳) جس لڑکے اور لڑکی نے زنا کیا ہے، اُن کے درمیان کوئی غیر مسلم یا مسلمان عورت ہے، جس نے جادو یا ٹونا وغیرہ کے ذریعہ لڑکے اور لڑکی میں ملاقات کرائی ہے، جب کہ لڑکی والوں کو پختہ یقین ہے کہ غیر مسلم عورت ہی کی مدد سے وہ اس حد تک پہنچے ہیں کہ انہوں نے زنا کر لیا ہے، تو کیا اس کو قتل کر سکتے ہیں؟ ہندوستان میں قصاص کا بدلہ کیا ہے؟ کیا وہی ہے جو قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے یا اور کچھ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدود وقصاص کا اجراء صرف اُن ممالک میں ہوسکتا ہے جہاں اِسلامی قوانین نافذ اور جاری ہوں؛ لہٰذا جن ممالک میں اسلامی قوانین نافذ نہیں ہیں، جیسے کہ ہمارا ملک ہندوستان، تو وہاں کسی شخص یا جماعت کو اپنے طور پر کسی مجرم پر خواہ وہ اس کا قریبی عزیز یا اولاد ہی کیوں نہ ہو؟ اسلامی سزا جاری کرنے کا حق نہیں ہے، ایسے ممالک میں مجرمین کو ملکی قانون کے تحت سزا دلائی جاسکتی ہے، اور بہرحال اُنہیں اپنے جرم پر سچی توبہ اور استغفار لازم ہے۔

وزاد الكمال في دار الإسلام؛ لأنه لا حد في دار الحرب. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الحدود ٦/٦ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٦/٣٣٩ زكريا، مستفاد كفايت المفتى ١٨٠/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۲۷/۵/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہندوستانی حکومت میں زانی کو رجم یا سوکوڑے کی سزا دینا کیسا ہے؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیثِ پاک کے مطابق اور شرعی حکم کی رو سے زانی کو ’’اگر شادی شدہ ہے تو رجم اور شادی شدہ نہیں ہے تو سو کوڑے‘‘ اب ہندوستان میں احکاماتِ شرعیہ لاگو نہیں ہیں، تو یہاں ان کی سزا کیا ہوگی، اور اس جرم عظیم سے چھٹکارے کا طریقہ کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِسلامی حکومت میں شرعی ثبوت (چار مردوں کی واضح گواہی یا ملزم کے اقرار) پائے جانے پر زانی پر حد جاری ہوتی ہے؛ لیکن جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں انفرادی طور پر یہ سزا جاری کرنے کا کسی کو حق نہیں، ایسے جرائم کو روکنے کے لئے برادری والے علماء کے مشورہ سے مناسب لائحہ عمل اپنا سکتے ہیں، نیز ملکی قانون کا بھی سہارا لیا جاسکتا ہے، اور بہر حال مجرمین کو اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنا لازم ہے۔ (کفایت المفتی ۲/۱۷۹)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تاخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على صحيح مسلم ۲/۳۵٤)

وقال الحصكفي: لأنه لا حد في دار الحرب. (الدر المختار / كتاب الحدود ٤/٥ دار الفكر بيروت، البحر الرائق / باب الوطء الذي يوجب الحد ٥/٢٩ زكريا، الهداية ٢/٥١٧ إدارة المعارف ديوبند)

ويثبت بشهادة أربعة رجال، ويثبت أيضًا بإقراره صريحًا صاحيًا. (شامي / كتاب الحدود ٦/٨-١٠، البحر الرائق / كتاب الحدود ٥/٧-١٠ زكريا، فتح القدير / كتاب الحدود ٥/٢١٣ دار الفكر بيروت)

وكل مرتكب معصية لا حد فيها، فيها التعزير. (شامي ٦/١١٣ دار الفكر بيروت)

فيشترط الإمام الاستيفاء الحدود. (شامي / كتاب الجنايات ٦/٥٤٩ دار الفكر

بیـروت، الـفتـاوىٰ الهـنـدية / أول كتاب الحدود ٢/ ١٤٣ زكريا، فتح القدير / فصل في الحد ٥/ ٢٣٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانی اور مزنیہ میں سے ایک زنا کا اقرار کرے دوسرا اِنکار کرے تو سزا کس پر ہوگی؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زانی اور مزنیہ میں سے صرف ایک شخص بھی زنا کا اقرار کرے اور دوسرا انکار کرے، اور گواہ بھی موجود نہ ہو، تو سزا کس پر جاری ہوگی اور کس پر نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئولہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر زانی ومزنیہ کسی پر ''حدِ زنا'' جاری نہ ہوگی؛ اس لئے کہ ثبوت میں شبہ پایا گیا، اور صاحبینؒ وغیرہ کے نزدیک اقرار کرنے والے پر اِسلامی حکومت میں حد جاری ہوگی، اور جو منکر ہو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

ولا بـد أيـضًا أن لا يكذبه الآخر حتى لو أقر بالزنا فكذبته، أو هي فكذبها فلا حد عليهما عند الإمام، كذا في النهر الفائق. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الحدود / الباب الثاني في الزنا ٢/ ١٤٣ زكريا)

وكـذبته في الزنا أصلاً، وقالت: لا أعرفه فلا حد عليه في قول أبي حنيفة، وفـي جـامـع الجوامع: وكذا لو سكتت، وقال أبو يوسف ومحمد وزفر رحمهم اللّٰـه: يـحد الرجل، وعلى هٰذا الاختلاف إذا أقرت المرأة بالزنا وكذبها الرجل أصلاً، وقال: لا أعرفها. (الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الحدود ٥/ ١٠٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیرمردوں سے جنسی تعلقات کرنے پر بہن کو قتل کرنا؟

سوال (۲۱):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی ہمشیرہ کے اخلاق وعادات اچھے نہ تھے، غیرمردوں سے جنسی تعلقات رہتے تھے، بار بار سمجھانے کے باوجود بات نہیں مانی پھر سختی بھی کی گئی، پٹائی بھی ہوئی؛ لیکن نہ ماننے پر زید نے برسر عام چوراہے پر بلاکر لوگوں کی عبرت کے لئے اپنی ہمشیرہ کو خنجر مار کر قتل کردیا، مذکورہ حالات کی وجہ سے زید عنداللہ ماجور ہوگا یا ماخوذ ہوگا، اگر ماجور ہے تو اور لوگوں کو بھی ایسا کرنا چاہئے، اور اگر ماخوذ ہے تو اس کی تلافی کی کیا شکل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی جرم پر حد اور سزا جاری کرنے کا حق صرف اسلامی حکومت کے شرعی حاکم کو حاصل ہے، کسی بھی فرد کو اپنے طور پر سزا جاری کرنے کا حق ہرگز نہیں ہے، بریں بنا زید نے اپنی ہمشیرہ کو بے راہ روی کے شبہ میں قتل کرکے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اگر اس نے سچی توبہ نہ کی تو آخرت میں سخت مؤاخذہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾

[بنی اسرائیل، جزء آیت: ۳۳]

في دار الإسلام؛ لأنہ لا حد بالزنا في دار الحرب. (درمختار) وعلیہ فکان الأولی أن یقول في دار العدل. (شامي / کتاب الحدود ۶/۶ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تاوان وضمان سے متعلق مسائل

بہتان تراش اور تہمت لگانے والے کی سزا کیا ہے؟

سوال (۲۲):-کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: ذیل کے درج شدہ گناہوں کی حدیث وقرآن کی روشنی میں سزا بتائیں: کسی بے گناہ ایسے شخص پر جواُن برائیوں سے پاک ہواوراُس پر بہتان تراشی کی جائے، جادوگر ہے، کرواتا ہے، قاتل ہے، ناجائز کاروبار کرتا ہے، عیاش ہے، زانی ہے۔

نوٹ:- الزام لگانے والا شخص چاہے عورت ہو یا مرد، وہ قرآن کی جھوٹی قسمیں متعدد بار کھا چکا اور الزام بالا کا خود مرتکب بھی ہے، اُس کے لئے دو جواب صادر فرمائیں، ایک الزام لگانے کی سزا، دوسرے وہ خود جو مرتکب ہے اُس کی سزا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اسلامی حکومت اور مسلمان شرعی حاکم موجود ہو، تو دوسرے مسلمان کو جادوگر، قاتل اور ناجائز کاروباری کہنے کی وجہ سے حاکم مسلم کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق اُسے سزا دے۔

عن أبي قلابة رضي اللّٰه عنه أن ثابت سن الضحاک رضي اللّٰه عنه بايع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم تحت الشجرة وأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ...... ولعنُ المؤمنِ كقتله، ومن رمى مؤمنًا بكفر فهو كقتله، ومن ذبح نفسهٗ بشيء، عُذِّب به يوم القيامة. (صحيح البخاري رقم: ١٣٦٣، صحيح مسلم رقم: ١١٠، الترغيب والترهيب مكمل ٥٨٧ رقم: ٤٢١٤ بيت الأفكار الدولية)

من قـذف مسلمًا بـ: يا فاسق! وهو ليس بفاسق الخ. عزر. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٨/٢ زكريا، كذا في فتح القدير / باب حد القذف ٣٢٢/٥ دار الفكر بيروت، بدائع الصنائع، الحدود / فصل: وأما الذي يرجع إلى المقذوف فنوعان ٥٠١/٥ المكتبة النعيمية ديوبند)

اور اگر کسی مسلمان پر زنا کا الزام لگائے اور شرعی ثبوت اس کے زنا کے مہیا نہ کرسکے تو اس پر حدقذف لگے گی جس کی تعداد ۸۰/کوڑے مقرر ہیں۔

قـال الـلّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا، وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ [النور: ٤]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول اللّٰه! وما هن؟ قال: الشرک باللّٰه، والسحر، وقتل النفس التي حرم اللّٰه إلا بالحق، وأكل الربا وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات. (صحيح البخاري رقم: ٢٧٦٦، صحيح مسلم رقم: ٨٩، كذا في الترغيب والترهيب مكمل ٤١٧ رقم: ٢٨٦٤ بيت الأفكار الدولية)

هو (أي القذف) لغةً: الرمي، وشرعًا: الرمي بالزنا، وهو من الكبائر بالإجماع ...... هو (حد القذف) كحد الشرب كميّةً وثبوتًا (در مختار) قوله: ''كمية'': أي قدرًا، وهو ثمانون سوطًا. (الدر المختار، كتاب الحدود / باب حد القذف ٤٤/٤ دار الفكر بيروت، البحر الرائق، كتاب الحدود / الباب السابع في حد القذف والتعزير ١٦٠/٢ زكريا)

إذا قذف الرجل رجلاً محصنًا أو امرأةً محصنةً بصريح الزنى بأن قال: زنيت أو يا زاني وطالب المقذوف بالحد حده الحاكم ثمانين سوطاً. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / الباب السابع في حد القذف والتعزير ١٦٠/٢ زكريا، بدائع الصنائع، الحدود / فصل: وأما الذي يرجع إلى المقذوف فنوعان ٥٠١/٥ المكتبة النعيمية ديوبند)

اوراگر کوئی شخص خود جادوگر ہو یا سودی کا روبار کرتا ہو، تو مسلم حاکم اس کو سزا دے گا اگر قاتل ہو، تو قصاص یا دیت لازم ہوگی، اگر زانی ہو تو اس کی حد شرعی جاری ہوگی، مگر یہ سب تفصیل اِسلامی حکومت میں ہے، ہندوستان جیسے ممالک میں یہ حدود جاری نہیں کی جاسکتیں؛ البتہ گناہ ضرور ہوگا، اوران اعمال سے توبہ لازم ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ [النساء: ١١٠]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ [مريم: ٦٠]

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن اللّٰه يحب العبد المؤمن المفتّن التواب. ...... وقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (مشكاة المصابيح / باب الاستغفار والتوبة ٢٠٦)

فيتشرط الإمام لاستيفاء الحدود. (رد المحتار / كتاب الجنايات، مبحث شريف ٥٤٩/٦ كراچی، فتح القدير، كتاب الحدود / فصل في كيفية الحد وإقامته ٢٣٥/٥-٢٣٦ مصطفي البابي الحلبي مصر، النهر الفائق، كتاب الحدود ١٣٣/٣ إمدادية ملتان)

والتعزير الذي يجب حقاً للعبد بالقذف ونحوه فإنه لتوقفه على الدعوىٰ لا يقيمه إلا الحاكم. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٧/٢ زكريا)

وأما الذي يعم الحدود كلها فهو الإمامة وهو أن يكون المقيم للحدّ أو من ولاه الإمام وهٰذا عندنا. (بدائع الصنائع / كتاب الحدود ٥٧/٧ كراچی)

وكنيه إقامة الإمام أو نائبه في الإقامة. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الحدود ١٤٣/٢ زكريا، وكذا في الفقه على المذاهب الأربعة / كتاب الحدود ٢٤٩/٥ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۲/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلبہ سے غیر حاضری پر مالی جرمانہ لینا؟

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: گجرات میں بعض دارالعلوم میں اور شہروں کے بعض مکاتب میں طلبہ سے غیر حاضری کے وجہ سے مالی جرمانہ جبراً مختلف مقدار میں وصول کیا جاتا ہے، اور مالی جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں طالب علم کا اخراج کیا جاتا ہے، جرمانہ وصول کی ہوئی رقم کی للہ رسید بنا کر دی جاتی ہے، تو کیا ایسا جرمانہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے؛ اس لئے مدرسہ کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر طلبہ سے جبراً مالی جرمانہ لینے کا ضابطہ درست نہیں ہے، مذکورہ اہل مدارس کو اس طریقہ سے باز آنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۱۳۵ ڈابھیل، کفایت المفتی ۲/۱۶۶)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل مال إمرء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ۵/۷۲، شعب الإيمان للبيهقي ۲/۷۶۹، مشكاة المصابيح ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳/۳۵۰)

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (شامي / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ۶/۱۰۶ زكريا)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ۶/۱۰۶ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۷/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقررہ تاریخ پر رقم جمع نہ کرنے کی وجہ سے مالی جرمانہ لینا؟

سوال (۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک اسکیم کا اُصول یہ ہے کہ مقررہ تاریخ پر رقم جمع نہیں کی گئی تو ممبر پر جرمانہ عائد ہوتا ہے، جرمانے کی رقم فیصل کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالی جرمانہ حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

لا یأخذ مال في المذهب. (تنویر الأبصار مع الدر المختار علی الشامي، باب التعزیر / مطلب في التعزیر بأخذ المال ٤/٦١ کراچی، ٦/١٠٥ زکریا)

والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال. (شامي، باب التعزیر / مطلب في التعزیر بأخذ المال ٦/١٠٥ زکریا، البحر الرائق، کتاب الحدود / باب التعزیر ٥/٤١)

ولا یکون التعزیر بأخذ المال من الجاني في المذهب. (مجمع الأنهر، کتاب الحدود / باب التعزیر ١/٦٠٩ بیروت)

وفي شرح الآثار: التعزیر بأخذ المال کانت في ابتداء الإسلام ثم نسخ. (البحر الرائق / باب التعزیر ٥/٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام صاحب کا غیر شرعی شادی رچانے والوں کو سزا دینا؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم جموں کشمیر ریاست پہاڑی ضلع راجوری کے پسماندہ گاؤں کے رہنے والے ہیں، ایک جگہ گاؤں میں شادی تھی، لڑکے کے گھر سے بارات لڑکی والے کے گھر میں جانی تھی، یہاں کی رسم ورواج کے مطابق شادی کا کاروبار ہوا، یعنی شادی میں گانا بجانا سہرا ڈھول اور ویڈیو فلم بڑی دھوم دھام سے بنائی گئی، بارات لڑکی والے کے گھر چلی گئی، ویڈیو فلم آخر تک بنتی رہی، ڈھول باجے کو چند آدمیوں کے کہنے پر گھر میں نہیں آنے دیا، ڈھول وغیرہ مکان سے چند گز کے فاصلہ پر کھلے آسمان کے نیچے رکھ دیا گیا، شادی میں تقریباً ۴۰۰ر مرد وزن شریک تھے، ہمارے گاؤں میں جامع

مسجد ہے، اور لوگ نماز بھی پڑھتے اور روزے بھی رکھتے آئے ہیں، اِسی مسجد کے امام صاحب فارغ التحصیل ہیں، مفتی کی سند اُن کے پاس نہیں ہے، پھر بھی امام صاحب نے سرفہرست نکاح خواں کو ۱۲۵/آدمیوں کو کھانا کھلانے کی تعزیر لگائی ہے، اور دولہا کے والد کو ۱۲۰/آدمیوں کی تعزیر، اور بالترتیب دیگر پانچ چھ اشخاص کو ۶۰-۶۰/آدمیوں کو کھانا کھلانے کی تعزیر لگائی، دیگر جتنے بھی لوگ شادی میں موجود تھے، جن کو امام صاحب نے کچھ نہیں کہا، اور نہ ہی کوئی فتویٰ لگایا ہے، اور نہ ہی امام صاحب نے کسی بھی شخص سے کوئی بیان لیا۔ اب مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ اسے امام صاحب کو تعزیر لگانے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر حق ہو تو بھی صرف نامزد آدمیوں کے خلاف تعزیر لگائی جا سکتی ہے، اور ویڈیو فلم یا جو لاعلمی سے شادی میں پہنچ جائے، ان کے خلاف حد قائم ہو سکتی ہے، یا جو امام صاحب مفتی کی سند نہ رکھتے ہوں وہ تعزیر لگا سکتے ہیں، اگر ایسے امام تعزیر لگا سکتے ہیں تو پھر کوئی مقدار ہو سکتی ہے اور تعزیر ادا کرنی بھی پڑے تو حق دار کون ہو سکتا ہے، اور صرف فارغ التحصیل امام کو تعزیر لگانے کا حق ہے بھی یا نہیں؟ اور ان لوگوں نے توبہ بھی کر لی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر مسلمان بالخصوص امام مسجد، عالم دین اور مفتی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ محلّہ یا معاشرہ میں جب بھی کوئی گناہ برسرِ عام پایا جائے تو اس پر بروقت نکیر کرے، اس پر نکیر کرنے کے لئے مفتی ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ کوئی بھی با اثر شخص زبانی نکیر کر سکتا ہے؛ البتہ اس گناہ میں شریک لوگوں کو سزا دینے کا اختیار صرف اسلامی حکومت کو حاصل ہے، ہندوستان جیسے غیر اسلامی جمہوری ملک میں کسی امام یا مفتی کا اپنے طور پر گناہ کرنے والوں پر سزا جاری کرنے کا فیصلہ شرعاً صحیح نہیں؛ اس لئے مسئولہ صورت میں مذکورہ امام صاحب کو تعزیر کے بجائے گناہ میں شرکت کرنے والے لوگوں سے سچی توبہ کرانے کی ہی کوشش کرنی چاہئے تھی، اس کے علاوہ کا ان کو اختیار نہیں ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله

علیه وسلم یقول: من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه فإن لم یستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإیمان. (صحیح مسلم، کتاب الإیمان / باب بیان کون النهي عن المنکر من الإیمان رقم: ٤٩)

ویقیمه کل مسلم حال مباشرة المعصیة وأما بعده فلیس ذٰلک لغیر الحاکم، وفي الشامیة: ویقیمه أي التعزیر الواجب حقًا للّٰه تعالیٰ؛ لأنه من باب إزالة المنکر والشارع ولي کل أحد في ذٰلک حیث قال صلی اللّٰه علیه وسلم: من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده؛ فإن لم یستطع فبلسانه، بخلاف الحدود لم یثبت تولیتها إلا للولاة، وبخلاف التعزیر الذي یجب حقًا للعبد بالقذف ونحوه؛ فإنه لتوقفه علی الدعویٰ لا یقیمه إلا الحاکم إلا أن یحکما فیه. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الحدود / باب التعزیر، مطلب: یکون التعزیر بالقتل ٦/ ١١١ زکریا، فتح القدیر / فصل في التعزیر ٥/ ٣٤٦ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک عورت اور ۶/ ماہ کی بچی کو جلانے والوں کی کیا سزا ہے؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کو مع اُس کی چھ ماہ کی بچی کے اُس کے سسرالیوں نے ناحق قتل کر کے جلادیا؛ لہٰذا ہمارے اِس ملک ہندوستان میں اس سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان میں حدود وغیرہ کے اسلامی احکامات جاری نہیں ہیں؛ لہٰذا مسئولہ واقعہ میں ملکی قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے۔

بخلاف الحدود؛ فإنها لم یثبت تولیتها إلا للولاة. (فتح القدیر، کتاب الحدود / فصل في التعزیر ٥/ ٣٤٦ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۲/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جعلی رسید بک سے چندہ کرنے والے کی پٹائی کرنا؟

سوال (۲۷):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: اگر سفیر کی جعلی رسید بک اور وصول کی ہوئی رقم کو کسی نے پکڑا، تو کیا اُس کو شرعاً اِس بات کا حق ہے کہ سفیر کی پٹائی کرے، اور ہاتھ توڑے، ایسے ظالم شخص کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کیا کہتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی سفیر جعلی چندہ کرتا ہوا پکڑا جائے، تو اُسے بروقت تادیبِ ضربی کا حق ہے؛ لیکن یہ اتنا زیادہ نہ ہونا چاہئے کہ ہڈی وغیرہ متأثر ہو۔

قلت: ومقتضى التعليل بالأمر أن ذٰلك غير حاصل بالإمام، فقد مرَّ أن لكل مسلم إقامة التعزير حال مباشرة المعصية؛ لأنه مأمور بإزالة المنكر. (شامي، كتاب الحدود / فصل في التعزير ۱۳۱/٦ زكريا)

هو أي التعزير: تأديب دون الحد، أكثره تسعة وثلاثون سوطًا، وأقله ثلاثة. (الدر المختار) قوله: أكثر تسعة وثلاثون سوطًا، لحديث: من بلغ حدًا في غير حد فهو من المعتدين. وحد الرقيق أربعون، فنقص عنه سوطًا ...... وقوله: ثلاثة، أي أقل التعزير ثلاث جلدات، وهٰكذا ذكره القدوري. فكأنه يرى أن ما دونها لا يقع به الزجر، وليس كذٰلك؛ بل يختلف ذٰلك باختلاف الأشخاص، فلا معنى لتقديره مع حصول المقصود بدونه، فيكون مفوّضًا إلى رأى القاضي يقيمه بقدر ما يرى المصلحة فيه ...... فلو رآى أنه ينزجر بسوط واحد، اكتفى به. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحدود / باب التعزير ٦٠/٤ كراچی، فتح القدير، كتاب الحدود / باب حد القذف ۳٤٥/٥ مصطفى البابي الحلبي مصر، وكذا في منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الحدود / باب حد القذف، فصل في التعزير ٦٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اہلِ برادری کا کمیٹی بنا کر مجرمین کو سزا دینا اور بائیکاٹ کرنا

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں تقریباً ہر شہر میں باغبان برادری ہے، اور شہر میں تقریباً سو سے دو ہزار تک مکانات ہیں، ہر شہر میں ایک کمیٹی (باغبان پنچ کمیٹی) کے نام سے قائم ہے، اور پورے تقریباً سو شہر کی کمیٹیوں کو ملا کر ایک متحدہ (فیڈریشن) بنایا ہے، برادری میں جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو کمیٹی ان کے مابین فیصلہ کرتی ہے، کمیٹی کچھ اپنے طور پر قانون وغیرہ بناتی ہے، اور پوری برادری کو اس کی اطلاع کر کے اس پر عمل ہوتا ہے، اگر کوئی ان قوانین کو ماننے سے انکار کرتا ہے یا خلاف ورزی کرتا ہے تو سزا کے طور پر اس کا اور اس پورے گھرانے کا برادری سے بائیکاٹ کیا جاتا ہے، اس کمیٹی کی کارگذاری کے طور پر چند مسائل دریافت ہیں:

(۱) کمیٹی بنانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ صدر وممبران کے انتخاب کا صحیح طریقہ کیا ہے، اب تک ہمارے رسمی طور پر صدر اور ممبران کا انتخاب ہوتا آیا ہے، جب کہ ان سے زیادہ تجربہ کار اور دیندار لوگوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے؟

(۲) صدر اور ممبران کا انتخاب ہونے پر ان سے حلف نامہ لینا کہ وہ صحیح اور دیانت دارانہ طور پر کام کریں گے، کیا اس طرح حلف نامہ لینا صحیح اور اس کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

(۳) ہمارے برادری میں ایک واقعہ پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ برادری کے ایک لڑکے نے برادری کی ایک لڑکی کے ساتھ ناجائز کام کیا ہے، ہم نے علماء کرام سے معلومات کی تو انہوں نے بتایا کہ اس معاملہ میں چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے؛ لیکن اس واقعہ میں صرف ایک مرد اور ایک عورت گواہ ہیں؛ البتہ قرائن سے یہ بات معلوم ہوئی کہ لڑکے نے لڑکی سے یہ حرکت کی ہے، اب اس معاملہ میں کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ لڑکا اس لڑکی سے شادی کرے تو ٹھیک ہے ورنہ، اگر وہ نہیں مانے تو پوری برادری اس لڑکے کے گھر والوں سے بائیکاٹ کرے، تو کیا اس طرح کے معاملات وواقعات میں کمیٹی کا یہ فیصلہ تمام برادری کے لئے اور اس لڑکے کے گھر والوں کے لئے قابل قبول

ہونا چاہئے ،اورکیا یہ فیصلہ صحیح اور درست ہے؟

(۴) اگر ہم اس طرح نہیں کرتے ہیں تو برادری میں طرح طرح کے خرافات اور ایسے واقعات ہو سکتے ہیں، یقیناً ہمارے ایسا کرنے سے خرافات اوران واقعات پر روک لگ رہی ہے، دوسرے لوگ ڈرکراس طرح کوئی بھی معاملہ نہیں کرتے ،تو کیا اس مقصد کے لئے تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اس طرح کی کوئی کارروائی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۵) بائیکاٹ جوسزا کے طور پر کیا جاتا ہے اس میں ہر قسم کا بائیکاٹ ہوتا ہے (مثلا کوئی اپنی کسی بھی تقریب میں ان کو بلا نہیں سکتا) اور ان کی کسی بھی تقریب میں برادری کا کوئی بھی شخص جا نہیں سکتا، اور ان سے کسی قسم کا مال تجارت وغیرہ خرید وفروخت نہیں کر سکتے، برادری کے تقریباً سب ہی لوگ تاجر ہیں، تو گویا ان کی تجارت بالکل ٹھپ ہوجاتی ہے، اور جو سو مقامات ملاکر فیڈریشن بناتے ہیں) ان تمام مقامات پر لیٹر روانہ کر کے اطلاع کردی جاتی ہے، وہاں بھی ان کو تجارت کرنے کا موقع نہیں ہوتا، بائیکاٹ کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے علماء حضرات سے فتوی لیا ہے، جس میں ہے کہ کسی کو تجارت سے اور روٹی روزی سے روکنا ٹھیک نہیں ہے، ایسا معاملہ تو کافر کے ساتھ بھی نہیں کرنا چاہئے ؛ لیکن ہمارے صدر وممبران صاحبان کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی سزا نہیں ہے، اگر یہ سزا ختم کردیں گے تو لوگ کسی بھی بات کو نہیں مانیں گے، اور پنچ کمیٹی کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا ،اس طرح کی کارروائی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ شرعی گواہ موجود نہیں ہیں، اس لئے مذکورہ جرم تو ثابت نہیں ہوسکتا ؛ البتہ اگر قرائن سے جرم کے تحقق کا گمان غالب ہو،تو آئندہ ایسے واقعات پر روک لگانے کے لئے برادری کے لوگوں کا مذکورہ لڑکے لڑکی کے درمیان نکاح کا اور یہ فیصلہ نہ ماننے پر بائیکاٹ کا حکم سنانا شرعاً منع نہیں ہے؛ اس لئے کہ موجودہ پرفتن دور میں اگر برادری کی سطح پر ایسے سخت اقدامات نہ کئے جائیں، تو ایسی ناجائز حرکتوں پر بند لگانا بہت مشکل ہے ۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۳۵، فتاوی محمودیہ ۱۴/ ۹۷ ڈابھیل)

عن سعيد بن جبير رضي الله عنه أن قريباً لعبد الله ابن مغفل خذفَ، قال فنهاه، وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الخذف، وقال: إنها لا تصيد صيدًا ولا تنكأ عدوًّا، ولكنها تكسر السن وتفقأ العين. قال: فعاد، فقال: أحدثك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عنه ثم تخذف! لا أكلمك أبدًا. (صحيح مسلم / باب إباحة ما يُستعان به على الاصطياد والعدو وكراهة الخذف ۱۲۴۲ رقم: ۱۹۵٦ بيت الأفكار الدولية)

وحاصل ذٰلک أن الهجران إنما يحرم إذا كان من جهة غضب نفساني، أما إذا كان على وجه التغلظ على المعصية والفسق، أو على وجه التاديب كما وقع مع كعب بن مالک وصاحبيه، أو كما وقع لرسول الله صلى الله عليه وسلم مع أزواجه، أو لعائشة مع ابن الزبير، فإنه ليس من الهجران الممنوع. (تكملة فتح الملهم، كتاب البر والصلة والآداب / باب تحريم الهجر فوق ثلاث بلا عذر شرعي ۳۵۵/۵-۳۵٦ مكتبة دار العلوم كراچی)

قال الإمام البخاري رحمه الله: باب ما جوز من الهجران لمن عصى. وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله فيه: أراد بهٰذه الترجمة بيان الهجران الجائز؛ لأن عموم النهي مخصوصٌ بمن لم يكن لهجره مشروع، فتبين هنا السبب المسوغ للهجر، وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها. (فتح الباري، كتاب الأدب / باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ۶۰۹/۱۰، وكذا في شرح صحيح البخاري لا بن بطال، كتاب الأدب / باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ۲۷۲/۹ مكتبة الرشد الرياض، مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات ۷۵۸/۸ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر موت کی سزا دینا؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری وکاروبار وغیرہ پر حکومتیں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دے دیتی ہیں، شریعتِ اسلامیہ اس بابت کیا موقف رکھتی ہے؟

شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جب کہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہے، کیا موت کی سزا دی جاسکتی ہے؟ احادیث کی روشنی میں کیا رہنمائی ملتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی حکومت میں نشہ آور اشیاء کے استعمال پر ۸۰؍کوڑے مارنے کی سزا جاری کی جاتی ہے؛ لیکن اگر حکومت یہ محسوس کرے کہ یہ سزا نشہ خوری کے انسداد میں ناکافی ثابت ہورہی ہے، اور نشہ خور زیادہ ہی جری ہوتے جارہے ہیں، تو حاکم وقت خصوصی حالت میں تعزیری طور پر موت کی سزا جاری کرسکتا ہے؛ لیکن اس جرم پر علی الاطلاق حد کے طور پر سزائے موت کا ضابطہ نہیں بنایا جائے گا، اور آج کل جو حکومتیں اس طرح کا ضابطہ بنائے ہوئے ہیں، وہ بھی تعزیر کے طور پر ہیں؛ کیوں کہ یہ ایسا بھیانک ناسور ہے کہ اگر اُس میں کچھ بھی ڈھیل دی جائے تو پورا انسانی معاشرہ اُس سے متأثر ہوتا ہے۔

سمعت علي بن أبي طالب قال: ما كنت لأقيم حداً على أحد فيموت فأجد في نفسي إلا صاحب الخمر؛ فإنه لو مات وَدَيْتُه، وذٰلک أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يَسُنَّهُ. (صحيح البخاري، كتاب الحدود / باب الضرب بالجريد والنعال ۲/۱۰۰۲ رقم: ٦٧٧٨)

فيجوز للحاكم بعد النظر في أحوال القضية المعروضة لديه أن يترک الجاني بعد نظرة شزرة أو تهديد وتبكيت، ويجوز له أن يحكم عليه بما ناسبه من عقوبة أخرىٰ تصلح لزجره وردعه عن ارتكاب الجريمة مرة أخرىٰ، حتى لو بدا للحاكم أن الجاني ممن لا يرجىٰ صلاحه، ويخشىٰ منه أن يسري فساده إلى أعضاء المجتمع الاٰخرين، جاز أن يحكم عليه بالموت والإعدام. (تكملة فتح الملهم / كتاب يالقامة والمحاربين والقصاص والديات ۲/۲۵۹ أشرفي) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

باہمی انتفاع کے لئے لگائی گئی چیز کو توڑنے پر تاوان لینا؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالقیوم نے اپنے دروازہ میں بیت الخلاء کا گڈھا کھودا، اس کے عوض میں عبدالغفور نے عبدالقیوم کے یہاں ایک ٹنکی لگوادی، ایک ہزار روپیہ خرچ میں آیا، عبدالقیوم کے گڈھے میں عبدالغفور کا پائپ بھی پڑا ہوا تھا، ایک دن اچانک عبدالغفور سسرال گئے تھے، عبدالقیوم نے گڈھے اور ٹنکی کے پائپ کاٹ دئے، تو وہ خرچہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ عبدالغفور کو اس گڈھے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عبدالغفور نے اس شرط پر عبدالقیوم کی ٹنکی بنوائی تھی کہ وہ اس کے بنائے ہوئے بیت الخلاء کے گڈھے سے فائدہ اٹھائے گا، چناں چہ عبدالقیوم نے عبدالغفور کی ٹنکی سے فائدہ اٹھایا، اور عبدالغفور نے عبدالقیوم کے گڈھے سے فائدہ اٹھایا، یہ دونوں فائدے ایک دوسرے کے عوض ہوگئے، اب جب کہ عبدالقیوم نے عبدالغفور کو ٹنکی اور گڈھے کے انتفاع سے محروم کردیا ہے، تو وہ ٹنکی میں لگائی ہوئی رقم عبدالقیوم سے واپس لینے کا حق دار ہے۔

كما يستفاد من قواعد الفقه: لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي، لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه ۱۱۰ رقم القاعدة ۲۶۹-۲۷۰ المكتبة الأشرفية ديوبند)

الشرط لما صح به وجب الوفاء به شرعاً. (قواعد الفقه ۸۵ رقم القاعدة ۱۵۱ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۱/۵/۲۲ھ

چشمہ ٹوٹ جانے پر ضمان دینا؟

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر زید کے چشمہ کو عمر نے بغیر اجازت کسی جگہ رکھ دیا، اور چشمہ ٹوٹ گیا اور یہ نہیں معلوم ہوا کہ کس نے توڑا تو کیا عمر کے اوپر چشمہ کا بدلہ رہے گا یا نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عمر نے چشمہ اٹھا کر غیر محفوظ جگہ رکھ دیا، تو ٹوٹنے کی صورت میں اس پر ضمان ہوگا؛ کیوں کہ وہ ٹوٹنے کا سبب بنا ہے۔

المودع إذا وضع الوديعة في الجبانة فسرقت الوديعة ضمن. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الرابع ٣٤٣/٤ زكريا) سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

يلزم حفظ الوديعة في حرز مثلها، فوضع مثل النقود والمجوهرات في إصطبل الدواب أو التبن تقصيرٌ في الحفظ، وبهٰذه الحال إذا ضاعت الوديعة أو هلكت، لزم الضمان. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٣٣ رقم المادة ٧٨٢ المكتبة الحنفية كوئٹه)

المودع إذا وضع الوديعة في الجبانة فسرقت الوديعة ضمن، وإن توجّهت السراق نحو المودع فدفن الوديعة في الجبانة حتى لا يؤخذ من يده، وفر من خوفهم، ثم جاء فلم يظفر بالمكان الذي دفن الوديعة فيها، إن أمكنه أن يجعل له علامة فلم يفعل ضمن، وإن لم يمكنه أن يجعل له علامة وأمكنه العود في أقرب الأوقات بعد زوال الخوف فلم يعد وأخر، ثم جاء فلم يجد الوديعة كان ضامنًا. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الوديعة / الفصل الرابع فيما يكون تضييعًا للوديعة الخ ١٧/١٦ رقم: ٢٤٠١٩ زكريا)

سئلت عن المودع إذا قال: وضعتها بين يديّ وقمتُ ونسيت فضاعت، هل يضمن؟ فالجواب: نعم، كما في جامع الفصولين. (الفتاویٰ الكاملية / كتاب الوديعة ١٧٥ المكتبة الحقانية پشاور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۳ھ

جانور کے کھیت کا نقصان کردینے کی وجہ سے مالکان سے ضمان لینا؟

سوال (۳۲): -کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ملک میں جانوروں کی جیل (کانجی ہاؤس) ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ سرکار گاؤں کے کسی آدمی کو متعین کردیتی ہے کہ تم سال میں سرکار کو دو ہزار روپیہ دوگے اور باقی نفع نقصان جو ہوگا وہ تمہارا۔ اب یہ آدمی ایسا کرتا ہے کہ جو جانور کو جیل میں لاتے ہیں ان کو ہر جانور کے بدلہ میں ایک روپیہ دیتا ہے اور جن صاحب کا جانور ہے وہ جب اس جانور کو جیل سے چھڑانے آتا ہے تو اس سے ہر جانور کے بدلہ میں پانچ روپیہ وصول کرتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ جانور نے کھیت وغیرہ کا جو نقصان کیا ہے، جیل والا اس نقصان کے بقدر لے سکتا ہے یا اس سے کم وزیادہ لینا اس کے لئے جائز ہے، جب کہ سرکار کی طرف سے اس پر پابندی ہے کہ وہ پانچ ہی روپیہ وصول کرے گا۔ جو شرعی حکم ہو اس کو بیان فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس معاملہ کی اصل نوعیت مالی جرمانہ کی ہے، جو حنفیہ کے نزدیک درست نہیں ہے؛ لہٰذا کانجی ہاؤس کے ٹھیکہ کی آمدنی بھی شرعاً حلال نہ ہوگی۔

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ۱۰۶/۶ زكريا، ۶۱/۴ دار الفكر بيروت، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ۴۱/۵ كراچی)

البتہ اگر کوئی شخص کسی کے کھیت کا جان بوجھ کر اپنے جانور کے ذریعہ نقصان کرائے، تو کھیت والا اپنے نقصان کے بقدر اس جانور کے مالک سے ضمان لینے کا حق دار ہے۔

أدخل غنمًا أو ثورًا أو فرسًا أو حمارًا في زرع أو كرم أن سائقاً ضمن ما أتلف وإلا لا. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الجنايات / باب جناية البهيمة والجناية عليها ۶۱۲/۶ كراچی، ۲۸۵/۱۰ زكريا، كذا في البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الجنايات / باب جناية البهيمة

والجناية عليها ۹/۱۳۰ دار الکتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۰/۲۹ھ

اَمانت کا رکشہ مالک کی اِجازت کے بغیر دوسرے کو دینے پر ضمان؟

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس اپنے ۳۵/ سو روپئے تھے، جو میں نے اپنے پڑوسی کو دے کر رکشہ خریدنے کو کہا، اور وہ رکشہ میں نے اپنے پڑوسی کی فرم میں کھڑی کردی تھی؛ کیوں کہ ابھی اس کے کاغذات پورے بنے نہیں تھے؛ اس لئے وہ رکشہ ابھی میں نے چلانے کے لئے نہیں دیا تھا، مگر میرے پڑوسی نے وہ رکشہ میری بغیر اجازت اور بغیر پوچھے کسی کو دے دیا، اس کا ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے، اس ہوٹل والے نے وہ رکشا کسی اور کو دے دیا، جو رکشہ لے کر بھاگ گیا، میں آپ سے مشورہ لینا چاہتی ہوں کہ پیسے کس سے لوں، جس نے مجھ سے بغیر پوچھے رکشہ ایک ہوٹل والے کو دے دیا اُس پڑوسی سے لوں؟ وہ ہوٹل والا تو غریب ہے، اِس میں اُس کی کوئی غلطی بھی نہیں ہے، جب کہ میری امانت پڑوسی کے پاس رکھی تھی؛ اِس لئے اُس پڑوسی کو میرے بغیر پوچھے میری رکشہ دے دی، تو میں پیسہ کس سے وصول کروں؟ میں بیمار رہتی ہوں، میرا پڑوسی مال دار ہے، مگر نیت ٹھیک نہیں ہے، وہ سب کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے جس پڑوسی کے پاس بطور امانت رکشہ رکھوائی تھی، اور اُس نے آپ کی اجازت کے بغیر وہ دوسرے کو دے دی، اس کی وجہ سے رکشہ ضائع ہوگئی، تو آپ اس پڑوسی سے رکشہ کی قیمت وصول کرسکتی ہیں۔

عن شريح قال: من استودع وديعة فاستودعها بغير إذن أهلها فقد ضمن.

(المصنف لعبد الرزاق، كتاب البيوع / باب الوديعة ۱۸۲/۸ رقم: ۱٤۸۰۰)

والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن وإن فعل شيئًا منها ضمن.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول ٤/٣٣٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوديعة ٧/٢٧٥ كراچی)

وللمودع أن يحفظها بنفسه وبمن في عياله ...... فإن حفظها بغيرهم أو أودعها غيرَهم ضمن. (الهداية / كتاب الوديعة ٣/٢٥٧ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۵/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلا تعدی کے اَمانت کے ضائع ہونے پر ضمان نہیں؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گراہک میری دوکان پر سامان خریدنے آیا، میں اس کے کام کے لئے اس کی سائیکل لے کر دوسری دوکان پر پہنچا، میں اس دوکان میں مال دیکھنے لگا، اسی دوران اس دوکان پر ایک آدمی اور آیا، وہ قیمت معلوم کر کے واپس چلا گیا، اپنی سائیکل چھوڑ گیا اور میری سائیکل لے گیا، جو کہ دونوں ہی اوسط درجہ کی تھیں، میں نے اپنے گراہک سے آ کر کہا کہ آپ کی سائیکل بدل گئی ہے، میں نے اس سے یہ کہا کہ یہ سائیکل لے لو، تو اس نے سائیکل لینے سے انکار کر دیا، میں نے گراہک سے کہا کہ آپ کچھ دنوں انتظار کر لو میں ڈھونڈ کر آپ کی سائیکل واپس کر دوں گا، تلاش کرنے کے بعد جب میں نے اس سے بات کی تو میں نے ان کو چھ سو روپئے دینے کی کوشش کی، اُنہوں نے کہا کہ آپ کے جیسی سائیکل کی قیمت بارہ سو روپئے ہے، میں نے اُس سے کہا کہ آپ کے جیسی سائیکل خرید کر دے دوں، یا اس سائیکل کی مرمت کرادوں، وہ دونوں باتوں سے انکار کرتے ہیں، اور پھر میں نے اُن سے کہا کہ آپ جو تجویز کریں، میں اُس کے لئے تیار رہوں، وہ کہتے ہیں کہ آپ اِس بارے میں معلوم کرلیں کہ مجھے اِس صورتِ حال میں پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ گراہک نے آپ کو اپنی سائیکل بطور عاریت دی تھی، اور عاریت اَمانت ہوتی ہے؛ لہٰذا اگر آپ کی طرف سے کوتاہی کے بغیر ضائع ہوگئی، تو اس کا

کوئی ضمان اور تاوان آپ پر واجب نہیں ہے، اب وہ گراہک آپ سے صرف بدلہ والی سائیکل لینے کا مطالبہ کرسکتا ہے، ہاں اپنی خوشی سے کچھ رقم اسے دے دیں تو اور بات ہے۔

عن عمر بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس على المستعير غير المغلّ ضمان، ولا على المستودع غير المغلّ ضمان. (سنن الدار قطني / كتاب البيوع ٣٦/٣ رقم: ٢٩٣٩)

عن جابر رضي الله عنه أن أبا بكر الصديق رضي الله عنه قضىٰ في وديعة كانت في جراب، فضاعت من خرق الجراب، أن لا ضمان فيها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الوديعة / باب لا ضمان على مؤتمن ٤١٣/٩ رقم: ١٢٩٦٧)

والوديعة أمانة في يد الوديع، فإذا هلكت بلا تعدٍ منه وبدون صنعه وتقصيره في الحفظ، لا يضمن. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٣١ رقم المادة: ٧٧٧ المكتبة الحنفية كوئٹه)

الوديعة أمانة في يد المودع إذا هلكت لم يضمنها، لقوله عليه السلام: ليس على المستعير غير المغل ضمان، ولا على المستودع غير المغل ضمان. (الهداية / كتاب الوديعة ٢٧١/٣ مكتبه شركت علمية ملتان، البحر الرائق / كتاب الوديعة ٤٦٥/٧ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الوديعة ٤٦٦/٣-٤٦٧ المكتبة الغفارية كوئٹه، وكذا في رد المحتار / كتاب الإيداع ٦٦٢/٥-٦٦٣ كراچی)

الإيداع هو تسليط الغير على حفظ ماله، والوديعة ما يترك عند الأمين، وهي أمانة، فلا تُضمن بالهلاک. (زيلعي ٧٦/٥، تبيين الحقائق / كتاب الوديعة ١٧/٦-١٨ دار الكتب العلمية بيروت)

العارية أمانة إن مكث بغير تعد لم يضمن. (الهداية ٢٦٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۶/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گڈی میں روپئے کم نکلنے پر ضمان کس پر ہوگا؟

سوال (۳۵): - کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ کا محصل ہے، رمضان کے مہینہ میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور دس دس روپیہ کی تیس گڈیاں منجملہ تیس ہزار روپئے مدرسہ میں بمد زکوٰۃ دئے، رسید بھی محصل نے اُن کو دے دی، پھر محصل یعنی زید نے اُن گڈیوں میں سے ایک کو شمار کیا، بقیہ کی نوبت نہیں آئی، پھر زید نے اُن ہی گڈیوں کو مدرسہ کے خزانچی کے حوالہ کردیا، حسبِ اُصول ایک ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے بعد خزانچی نے بینک میں جمع کرنے کے واسطے وہ رقم بھیجی، جس پر بینک کے اہل کار نے جب گڈیوں کو تفصیل سے دیکھا، تو ان گڈیوں میں بیس نوٹ پانچ پانچ کے نکلے جس سے مذکورہ تیس ہزار روپیہ میں سے سو روپئے کم ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو رقم منجملہ رقم میں سے مبلغ ایک سو روپیہ کم نکلے، اس کا ضمان کس کے اوپر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ مسئولہ صورت میں مدرسہ کے محصل یا خزانچی کسی پر بھی کم ہوئی رقم کا ضمان نہیں ڈالا جاسکتا ہے؛ بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ چندہ دینے والے نے اتنی ہی رقم دی تھی؛ اس لئے کہ محصل اور خزانچی محض امین ہیں، اور گڈیوں میں ایسی کمی بیشی اُن کی طرف سے عام طور پر متصور نہیں، اس لئے رسید میں سو روپئے کی رقم کم کرکے بقیہ رقم مدرسہ کے حساب میں درج کردی جائے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان، ولا علی المستودع غیر المغل ضمان. (سنن الدار قطني ۳۶/۳ رقم: ۲۹۳۹، السنن الکبریٰ للبیهقي ۹۱/۶)

وهي أمانة فلا تضمن بالهلاک، واشتراط الضمان علی الأمین باطل.

(تنویر الأبصار مع الدر المختار / کتاب الإیداع ۴۵۵/۸-۴۵۶ زکریا)

والوديعة أمانة في يد الوديع، فإذا هلكت بلا تعد منه، وبدون صنعه وتقصيره في الحفظ لا يضمن. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۲/۲/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نگراں کی کوتاہی سے مدرسہ کا جانور گم ہوگیا؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کئی سالوں سے مدرسہ دارالعلوم مومن پورہ ناگپور میں قربانی کا نظم کیا جاتا ہے، امسال بھی دارالعلوم میں قربانی ہوئی، اور مجھ کو ہی قربانی کے جانوروں کے لئے چارا پانی اور دیکھ ریکھ کے لئے منتخب کیا، اور اِس سال بھی یہ خدمت میرے ذمہ آئی، بقرعید سے کچھ دن پہلے ناظم مدرسہ نے دارالعلوم کے اساتذہ کی ایک میٹنگ لی، اِس میٹنگ میں اساتذہ کو متفرق کام سونپا گیا، اور مجھ کو قربانی کے جانوروں کی دیکھ ریکھ اور چارا پانی کا کام دیا گیا، نیز میٹنگ میں ناظم صاحب نے جانوروں کو مدرسہ تک پہنچانے کی ذمہ داری قصائی اور طلبہ دارالعلوم کے سپرد کی تھی، اس سال میں اور میرے ساتھیوں نے مل کر بقرعید کے موقع پر جانوروں کی تجارت کی، جس جگہ مدرسہ کے جانور تھے اس جگہ پر چار لوگوں کے جانور بندھے ہوئے تھے، سب لوگ اپنا اپنا جانور بیچ رہے تھے، اور مدرسہ کے جانور بھی اسی جگہ بندھے تھے، مدرسہ کے جانوروں کی نگرانی میں میرے ساتھ مدرسہ دارالعلوم کے پانچ طلبہ بھی تھے، جو صبح سے شام تک جانوروں کی نگرانی اور چارا پانی کا نظم کرتے تھے، مدرسہ دارالعلوم سے متصل ایک چھوٹا سا میدان ہے، سب جانور وہیں پر بندھے ہوئے تھے، اور دوسرے بیچنے والے حضرات کے جانور بھی وہیں تھے، ناظم صاحب اور مجلسِ منتظمہ کے ایک رکن نے ایک بیوپاری سے ۴۰/ جانور خریدے، دوسرے بیوپاری سے ۸۶/ جانور خریدے، ناظم صاحب نے مجھ کو فون کیا کہ مدرسہ کے جانور خرید لئے ہیں، وہ رات میں آئیں گے، اور سب جانوروں پر نشان لگا ہے اور ڈی بھی لکھا ہوا ہے، ٹوٹل ۱۲۶/ جانور خریدے گئے ہیں، اور گنتی کرنے پر ۱۲۶/ جانور تھے،

یہ جانور بقرعید سے ۳ / یا ۴ / دن پہلے خریدے گئے تھے، میں اور طلبہ دار العلوم روزانہ جانوروں کی گنتی کرتے تھے، جانور برابر ۱۲۶ / رتھے، ناظم صاحب نے جانوروں کو مدرسہ تک پہنچانے کی ذمہ داری قصائی اور طلبہ کے سپرد کی تھی، مگر قصائیوں نے ایک بھی جانور مدرسہ تک نہیں پہنچایا، اور صرف کچھ جانوروں کی رسی کھول کر دی، اور میں بھی جانوروں کی رسی کھول کر دیتا تھا، اور طلبہ نے مدرسہ پہنچایا، اور میں نے میدان کے گیٹ پر ایک طالب علم کو متعین کردیا تھا، جو جانور گیٹ سے نکلے، اُس کو گنتے رہو، طلبہ جانوروں کو مدرسہ لا رہے تھے، سب جانور راستہ میں بیٹھ گئے، کچھ ہی جانور مدرسہ تک آئے، باقی جانور راستہ میں جگہ جگہ بیٹھ گئے، میں اور طلبہ نے مل کر اُن جانوروں کو ہاتھ ٹھیلے کے ذریعہ سے مدرسہ تک پہنچائیں۔ ہاتھ ٹھیلا بھی ٹوٹ گیا، تو کچھ جانور چھوٹی گاڑی سے لائے گئے (یعنی چار چکے والے سے) جس طالب علم کو میں نے میدان کے گیٹ پر گنتی کرنے کے لئے مقرر کیا تھا، وہ بھی کچھ جانوروں کی گنتی کر کے وہاں سے چلا گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کتنے جانور گنے؟ تو اس طالب علم نے جواب دیا کہ سب لڑکوں نے (یعنی طلبہ دار العلوم) آ کر کہا کہ جانور جگہ جگہ بیٹھ گئے ہیں، تو میں نے بھی ان کے ساتھ جانور دیکھنے چلا گیا، اور آپ جانوروں کو کھول کر لڑکوں کو دے رہے تھے، اور مجھ سے بھی طلبہ نے کہا کہ مولوی صاحب جانور سب بیٹھ گئے ہیں، جب میں نے دیکھا کہ سب جانور جگہ جگہ بیٹھے ہیں، تو میں نے اپنے ایک دوست کا ہاتھ ٹھیلہ لایا اور ہم سب نے مل کر ٹھیلا کے ذریعہ سے جانوروں کو دار العلوم میں پہنچایا، اور ایک جانور کو پہنچانے میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگتا تھا، اور ناظم صاحب نے قصائی کو جانور لانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ قصائی نے صرف کچھ جانوروں کی رسی کھول کر طلبہ کو دی اور قصائی بھی میدان سے چلا گیا، جس جگہ مدرسہ کے جانور رتھے اُس کو نورانی میدان کہتے ہیں، یہ جگہ مدرسہ دار العلوم سے تھوڑے فاصلہ پر ہے، اور یہ واقعہ ۹ / ذی الحجہ کا ہے۔ ۱۰ / ذی الحجہ کو دار العلوم کی انتظامیہ نے کھال کی وصولی کے لئے شہر میں کئی حلقہ بنائے ہیں، ایک حلقہ کا ذمہ دار مجھ کو بنایا ہے۔ ۱۰ / ذی الحجہ کو اپنے حلقہ میں طلبہ کے ساتھ کھال وصول کیا، کھال وصول کرنے کے بعد جو جانور بچے تھے، اُن کو چارا پانی کر کے میں اپنے

گھر آ گیا؛ کیوں کہ ۹-۱۰/ذی الحجہ کی محنت کی وجہ سے طبیعت وصول کرنا تھا، ۱۱/ذی الحجہ کو جتنے جانور بچے تھے وہ سب جانور چار چکے والی گاڑی سے میں اور طلبہ دار العلوم نے مل کر مدرسہ تک پہنچادئے۔ اس سال میں اور میرے ساتھیوں نے مل کر بقرعید کے موقع پر قربانی کے جانوروں کی تجارت کی، میرے ساتھیوں نے ہی پورا مال بیچا، میں نے زیادہ سے زیادہ وقت مدرسہ کے جانوروں کی دیکھ ریکھ اور چارا پانی میں صرف کیا؛ لیکن خلاصہ یہ کہ آخری وقت میں جب شمار کیا گیا تو مدرسہ کے جانوروں میں سے ۱۰/جانور کم نکلے، پتہ نہیں کہاں گئے۔ اَب سوال یہ ہے کہ:

(۱) قربانی کے جانور خریدنے اور ذبح کرنے سے متعلق انتظامیہ لوگوں کی وکیل ہوتی ہے، وہی اُن چیزوں کی ذمہ داری بذاتِ خود یا اساتذہ کے واسطے سے نبھاتی ہے، کمی زیادتی کی صورت میں ضامن کون ہوگا؟

(۲) جانوروں کی گنتی میدان سے بھیجنے کے وقت جانوروں کو کھولنے اور رسی بچوں کے ہاتھ میں دینے کی وجہ سے دشوار تھی؛ اس لئے ایک بچہ کو گیٹ پر گنتی کے لئے رکھا، کچھ دیر کے بعد جانوروں کے بیٹھ جانے کی اطلاع ملی، میں وہاں چلا گیا، بچہ نے بھی برابر گنتی نہیں کی، ایسی صورت میں ضامن کون ہوگا؟

(۳) ناظم صاحب نے کہا سب جانوروں پر نشانات ہیں، جب کہ اخیر میں آنے والے جانوروں پر نشانات نہیں تھے، جو جانور چھوڑے گئے تھے، کچھ جگہ پر بیٹھ گئے تھے، ایک جانور کے بارے میں بچہ کہہ رہا ہے کہ یہ مدرسہ کا ہے، جب کہ اس پر نشان نہ ہونے کی وجہ سے حاجی مرتضیٰ صاحب نے انکار کر دیا۔ اسی طرح ممکن ہے نشانات نہ ہونے کی وجہ سے کچھ جانور موجود ہونے کے باوجود اُن کو لے کر نہیں گئے، اس صورت میں ضامن کون ہوگا؟ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب جانوروں کو دیکھ ریکھ

کی پوری ذمہ داری آپ کی تھی، تو انتظامیہ نے میدان سے مدرسہ تک پہنچانے کی ذمہ داری قصاب اور طلبہ کے ذمہ کیوں کی؟ پھر میدان تک آپ کے بقول قصابوں کو گن کر حوالہ کرنے کی ذمہ داری آپ کی تھی؛ لیکن تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ ذمہ داری بھی آپ نہیں نبھا پائے، اور آپ حتمی طور پر یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ میدان سے کتنے جانور مدرسہ لائے گئے، اس لئے واضح طور پر آپ کی طرف سے کوتاہی نظر آتی ہے، بریں بنا گم شدہ جانوروں کا ضمان آپ کو دینا ہوگا۔

نگرانی میں یہ بھی داخل ہے کہ مدرسہ کے جانور دیگر جانوروں سے ممتاز رہیں، جس کے لئے جانوروں پر نشان لگانا ضروری تھا، اور نگراں ہونے کی بنا پر یہ ذمہ داری اصالۃً آپ کی تھی، جانوروں پر نشان نہ لگنے کی وجہ سے ہی گمشدگی کا واقعہ پیش آیا، یہ آپ کی طرف سے بڑی کوتاہی ہے، اس کا ضمان آپ کے اوپر لازم ہے۔

الأجير للحفظ يضمن بترك الحفظ، وذلک أن يغيب عن بصره حتى ضاع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الثامن والعشرون، قبيل الفصل الثاني في المتفرقات ٤/ ٥١٠)

وإن كان خاصا: فإن كانت الأغنام لواحد لا ضمان، وإن لاثنين أو ثلاثة ضمن. (شامي، كتاب الإجارة / باب ضمان الأجير ٩/٩٧ زكريا)

وفي فتاویٰ أبي الليث: ولو أن المودع قال: وضعت الوديعة بين يدي، فقمت ونسيت فضاعت يضمن؛ لأن نسبانه تضييع. (المحيط البرهاني / فيما يكون تضييعًا للوديعة ٦/ ٣١٤ كوئٹه، الفتاویٰ الهندية / الباب الرابع ٤/ ٣٤٢ زكريا، بزازية / الفصل الثاني من كتاب الوديعة ٦/ ٢٠٠ زكريا، فتاویٰ قاضي خان / فصل فيما يضمن المودع ٣/ ٣٧٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی رسید ضائع ہونے پر ضمان؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کو ایک دینی ادارہ نے رسید بک برائے وصولی چندہ دی گئی، اس میں سے ٦٨ اَوراقِ رسیدات استعمال ہوئے، اُن کی وصولی ادارہ میں جمع کردی، مابقیہ۳۲/ ورق سادہ رہے، اِسی درمیان گھر کی صفائی پتائی کی وجہ سے وہ رسید بک ضائع ہوگئی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ شرعاً اس کا کیا ضمان واجب ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو باحوالہ حکم شرعی کی رہبری پر بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ کی رسید زید کے پاس بطورِ اَمانت تھی؛ لہٰذا گھر کی پتائی وغیرہ کے وقت، اُس کو کسی محفوظ مقام پر رکھنا زید کے ذمہ لازم تھا؛ لیکن زید نے حفاظت نہیں کی، اور رسید کے کچھ اوراق ضائع ہوگئے، تو حفاظت میں کوتاہی کی وجہ سے زید شرعاً ضائع شدہ صرف ۳۲/ اوراق کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

وإذا تعدی المودع في الودیعة – إلی قوله – إذا نقصها ضمن. (شامي / کتاب الودیة ٤٦٤/٨ زکریا، الجوهرة النیرة ٢٣٥/٢)

یلزم حفظ الودیعة في حرز مثلها، فوضع مثل النقود والمجوهرات في إصطبل الدواب أو التبن تقصیرٌ في الحفظ، وبهٰذه الحال إذا ضاعت الودیعة أو هلکت، لزم الضمان. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ٤٣٣ رقم المادة: ٧٨٢ المکتبة الحنفیة کوئٹه)

الأجیر للحفظ یضمن بترک الحفظ، وذلک أن یغیب عن بصره حتی ضاع. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الإجارة / الباب الثامن والعشرون، قبیل الفصل الثاني في المتفرقات ٥١٠/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتاب البیوع

بیع کی جائز اور ناجائز صورتیں

اسلام کا اقتصادی نظام اور آج کی معیشت

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
اسلامی اُصولوں پر چلنے والی حکومت کے پاس اقتصادیات کے لئے کوئی ٹھوس اور دیرپا نظام نہیں ہے، اگر اس کا جواب یہ ہے کہ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کی حکومتوں میں کلی طور پر اسلامی نظام ہے اور وہاں پر اقتصادی طور پر بہت خوش حالی ہے، تو اس کی وجہ اقتصادی نظام نہیں؛ بلکہ بے تحاشہ تیل کی دولت کا نوکری اور تجارت کے بہانے حکومتوں کا اس دولت کا بٹوارہ ہے، اسلامی بینک کاری، ٹیکس انکم ٹیکس، کسٹم کا بھی کوئی بنیادی اصول نظر نہیں آتا، مثلاً بینک میں اپنا کوئی سرمایہ جمع کرے، تو ظاہر بات ہے کہ اس کو اس کا سود بھی ملنا چاہئے جیسا کہ قرض لینے والا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، دوسرے بینک کے اخراجات کہاں سے پورے کئے جائیں، ابھی تک الجیریا، مصر، سوڈان، شام، ترکی غرضیکہ کوئی ایسی جمہوریت نظر نہیں آتی، جس میں سود سے پاک کوئی اقتصادی نظام سامنے آیا ہو، پاکستان میں صدر ضیاء الحق کے دور میں اسلامی حکومت کا ایک نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی؛ لیکن بہت تگ ودو کے باوجود بھی سود سے پاک اقتصادی نظام قائم نہ ہوسکا، حالاں کہ اگر عالموں سے اس بات کی وضاحت طلب کی جائے، تو یہی کہیں گے کہ اسلام میں سب کچھ موجود ہے، اسلام کی پچھلی تاریخ میں جنگوں کے بعد لوٹ کے مال کو مالِ غنیمت جان کر بیت المال میں جمع کرکے اس سے سرکاری اخراجات کو پورا کیا گیا، ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ترقی پذیر ممالک کے لئے جہاں پر سرکاری آمدنی، انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، دولت ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی یا اکسائز ڈیوٹی پر منحصر ہو تو ایسی حکومت میں عوام ان بینکوں میں اپنا سرمایہ کیوں کر جمع کریں گے، جہاں کھاتوں میں

سے زکوٰۃ تو کٹ سکتی ہے؛ لیکن منافع ملنے کی کوئی شکل نہ ہوا اور ٹیکس بھی برقرار رہے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلام کا اقتصادی نظام مروجہ نظام معیشت سے بالکل مختلف ہے، موجودہ غیر منصفانہ نظام کو اسلام کے ''چوکھٹے'' میں فٹ نہیں کیا جاسکتا، اور چوں کہ اس وقت ہمارے سامنے صرف مروجہ نظام اور اس کے ثمرات ہی ہیں، اس لئے ہم اپنی کم فہمی کی بنا پر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اگر یہ نظام نہ ہو، تو دنیا کا معاشی ڈھانچہ بگڑ کر رہ جائے اور اقتصادی ترقی پر بند لگ جائے، درحقیقت یہ کم فہمی ہی اصل حقیقت تک پہنچنے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے؛ لہٰذا مسئلہ سمجھنے سے قبل اس غلط تصور کو دماغ سے نکالنا ضروری ہے کہ موجودہ سودی نظام کے علاوہ کوئی اور معاشی طریقہ کار زمانہ کی ضروریات کو پورا نہیں کرسکتا؛ بلکہ ذہن کے دروازے انصاف کے ساتھ کھولنے چاہئیں اور اس سے بہتر کوئی نظریہ سامنے لایا جائے تو اسے قبول کرنے میں تامل نہ ہونا چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ معاشرہ کے کسی بھی فرد کا نقصان روا نہیں رکھتا، خواہ وہ فرد امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا رعایا، حاکم ہو یا محکوم، اسلام سب کے لئے ایک ہی اصول مقرر کرتا ہے کہ نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔

عن عبادة بن الصامت رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم – في حديث طويل – لا ضرر ولا ضرار. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ٥/٣٢٧ رقم: ٢٢٦٧٧ دار الحديث القاهرة)

اِس بنا پر کسی فرد کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے مزید زیر بار کرنا اسلام کی نظر میں حق وانصاف سے قطعاً بعید اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے، اِسلام کسی ایسے اقتصادی نظام کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، جس میں کسی ایک فریق کا فائدہ ہی فائدہ اور دوسرے کا نقصان ہی نقصان ہو، یا کسی غریب اور ضرورت مند کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جائے، جب کہ یہی دونوں غیر معقول اُصول ''(۱) ایک کا فائدہ دوسرے کا نقصان ہی نقصان (۲) ضرورت مند کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا''۔

آج کے مروجہ سودی نظام کی بنیاد ہیں، اگر ان دونوں اصول کو مروجہ معاشی نظام سے نکال دیا جائے تو ہندوستان سے امریکہ تک سودی نظام بینکاری کی حمایت نہیں کرتا تو یہ اس کا نقص نہیں؛ بلکہ اس کی عظمت وحقانیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

ذرا غور کیا جائے جو روپیہ مال دار نے بینک میں جمع کیا ہے، اگر وہ بطور امانت ہے اور بینک اِس اَمانت کی حفاظت کا ضامن ہے، تو انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بینک کو اس کی حفاظت کی اُجرت دی جائے، نہ یہ کہ بینک سے اُلٹا سود وصول کیا جائے اور اگر یہ روپیہ بینک کو بطور قرض دیا گیا ہے تو قرض دار بینک سے اصل رقم قرض سے زائد وصول کرنا نہ صرف شرعاً؛ بلکہ اخلاقاً بھی برا ہے۔

فقہ اسلامی کا مشہور ضابطہ ہے:

كل قرض جر نفعًا حرام أي إذا كان مشروطًا. (شامي ١٦٦/٥ کراچی، ۳۹۵/۷ زکریا)

اِسی طرح بینک سے جو ضرورت مند قرض لیتا ہے، اور اس سے فیصدی کے حساب سے سود لیا جاتا ہے، یہ سراسر اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے، جو انسانیت کے قطعاً خلاف ہے، قرآنِ کریم اس ناانصافی کو جڑ سے اکھیڑ دینے کا اعلان کرتا ہے اور سودی طریقہ کار پر کاربند رہنے والوں کو سخت وعید سناتے ہوئے متنبہ کرتا ہے:

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٧٨]

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾

[البقرة، جزء آیت: ٢٧٩]

اور مصیبت کے وقت قرض دار کی مدد کرنے کی ترغیب اس طرح دیتا ہے:

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ، وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ٢٨٠]

الغرض اسلام سے اس غیر منصفانہ نظام کی حمایت یا تائید کی توقع ہرگز نہیں رکھی جاسکتی، جو

سود جیسے گھناؤنے استحصال اور ظلم پر مبنی ہو، اسلام مساوات اور برابری اور حقوق انسانی کے تحفظ کا علم بردار رہے۔اسی بنا پر اُس نے اپنے ماننے والوں کے سامنے اقتصادی ترقی کے لئے ایسے رہنما خطوط رکھے ہیں، جو نفع ونقصان دونوں میں شرکت کے اصول پر مبنی ہیں، جنہیں اصطلاح شرع میں شرکت اور مضاربت کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔

حضراتِ فقہاء کرام نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ شرکت اور مضاربت کے اصول متعین کئے ہیں اور جزئیات واقسام کی تخریج کی ہے، جنہیں سامنے رکھ کر ایسے معاشی نظام کو برپا کرنے کی پوری گنجائش ہے، جو سود سے پاک ہو اور جدید زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو اور بعض اسلامی ممالک میں یہ اسلامی نظام کامیابی کے ساتھ چل بھی رہا ہے، حتی کہ ملیشیا میں گذشتہ دنوں ''پہلی اسلامی شیئر مارکیٹ'' کا قیام عمل میں آچکا ہے، اس لئے سائل کا دعویٰ بے بنیاد ہے کہ اسلام کا معاشی نظام ملک یا قوم کی ترقی اور خوش حالی کا ضامن نہیں بن سکتا؛ بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اسلامی نظام ہی حقیقی خوش حالی اور پائیدار معاشی استحکام کی ضمانت ہے، اسلام کا نظام اگر اخلاص کے ساتھ رائج ہو تو ملک میں کوئی شخص بھوکا نہیں رہ سکتا، اسلام نے زکوٰۃ وعشر اور خراج کی تقسیم کا ایسا منصوبہ پیش کیا ہے کہ پیداوار سے انتفاع میں معاشرہ کا ہر فرد اپنی محنت اور صلاحیت کے اعتبار سے شریک ہوتا ہے۔

اِسی بنا پر اِسلامی حکومت کا سرکاری خزانہ ''بیت المال'' فقہ اسلامی کی رو سے چار مدات پر منقسم ہوتا ہے: (۱) خمس غنائم۔ (۲) زکوٰۃ وصدقات اور عشر، یعنی جو مال مسلمانوں سے بطور زکوٰۃ وعشر لیا جائے۔ (۳) گم شدہ اشیاء یعنی جن کا کوئی مستحق معلوم نہ ہو اور وہ بیت المال میں جمع کردی جائیں۔ (۴) جزیہ اور خراج یعنی جو بطور ٹیکس اسلامی حکومت میں رہنے والے ذمیوں یا امن لے کر آنے والے کفار سے لیا جائے۔

ان میں سے ابتدائی تین مدات کی رقمیں صرف فقراء ومساکین پر خرچ کی جائیں گی، اور تیسری مد کی رقومات دیگر امور سلطنت کی انجام دہی میں خرچ ہوگی۔

بیوت المال ومصارفها نظمها ابن الشحنة فقال:

بيـوت الـمـال أربـعة لـكـل ❖ مـصـارف بينتهـا العـالـمونـا

فـأولهـا الـغـنـائم والـكـنـوز ❖ ركـاز بـعـدهـا الـمتـصـدقـونـا

(الدر المختار، كتاب الزكاة / باب الركاز، مطلب في بيان بيوت المال ومصارفها ۲/ ۳۳۷ دار الفكر بيروت)

گویا کہ یہ تفصیل کرکے اسلامی حکومت نے اپنی ذرائع آمدنی میں سے کم ازکم دوتہائی حصہ اپنے ہی عوام کا حق رکھا ہے، جب یہ نظام رائج ہوگا تو عوام میں خوش حالی آنا بھی لازم ہوگا، بشرطیکہ اسے صحیح ڈھنگ سے نافذ کیا جائے، اور اسلامی اُصول وضوابط کی پابندی کی جائے۔

اِس بارے میں ہمارے سامنے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور کی مثال موجود ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے خراج وصول کرنے اور لگان حاصل کرنے کی غرض سے عراق کی تمام زمین کی پیمائش کا انتظام فرمایا، مزروعہ زمینیں تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب (ایک قصیب = ۱۳۶۶ مربع میٹر) (مجمع لغۃ الفقہاء ۱۶۳) قرار پائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر خراج نافذ کیا، جو پیداوار کے لحاظ سے مختلف اور نہایت معمولی تھا، چناں چہ اگلے سال محض اِس خراج سے حکومت کو دس کروڑ بیس ہزار دراہم کی آمدنی ہوئی، اِس کے علاوہ شام سے وصول ہونے والے خراج کی مقدار آپ کے زمانہ میں ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار یعنی پانچ کروڑ ۸۰/لاکھ درہم تھی، اور مصر سے سالانہ ایک کروڑ ۲۰/لاکھ دینار یعنی تقریباً پانچ کروڑ چھ لاکھ روپیہ چاندی خراج میں وصول کیا جاتا تھا۔ یہ زکوٰۃ وصدقات اور مسلمانوں سے لئے جانے والے عشر کے علاوہ رقم تھی، جو اسلامی بیت المال میں جمع ہوتی تھی، اور جسے حکومت کی ترقی اور فوجوں وغیرہ کی ترتیب میں صرف کیا جاتا تھا، اس کے علاوہ غیر ملکی تاجروں سے کسٹم ڈیوٹی لینے کا ثبوت بھی دورِ فاروقی سے ہوتا ہے، اور یہ بھی اسلامی حکومتوں کا بڑا ذریعہ آمدنی رہا ہے۔ (تفصیل دیکھئے: تاریخ ابن خلدون اُردو ۱/ ۳۸۹-۳۹۲)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دکھائی ہوئی راہ اور اسلام کے بتائے ہوئے اصول پر

بعد کے مسلم بادشاہ بھی عمل کرتے رہے، اس لئے اُن پر یہ الزام لگانا سراسر بے بنیاد ہے کہ اُن کی حکومتوں میں عام خوش حالی کا راز جنگوں کے لوٹے ہوئے سامان میں مضمر تھا، یہ تاریخ سے چشم پوشی اور حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اسلامی حکومت کی کامیابی جنگوں میں حاصل شدہ غنیمت پر منحصر نہ تھی؛ بلکہ اس معاشی مساوات کے نظریہ پر تھی، جس سے صرف نظر کرکے دنیا کے کسی بھی حصہ میں معاشی مساوات کا نمونہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی حکومت اپنے صنعت کاروں پر اکسائز ڈیوٹی لگاکر تاجروں اور سرمایہ داروں پر سیل ٹیکس اور انکم ٹیکس لگاکر نہ اُن کی ترقی پر بند لگاتی ہے، اور نہ ٹیکس چوری پر مجبور کرتی ہے، اسلامی حکومت کا ہر تاجر ہر صنعت کار ہر دوکان دار اور کارخانہ دار پوری طرح آزاد ہے، اور اپنی محنت وخراج کے علاوہ کوئی چیز ادا کرنی لازم نہیں، اور یہ معمولی صدقات بھی صرف اس لئے لازم ہیں؛ تاکہ معاشرہ کا معاشی توازن برقرار رکھا جاسکے، ورنہ یہ کوئی ٹیکس نہیں ہے۔

تعجب ہے کہ جو فاسد نظام ناجائز اور غیر اخلاقی طریقہ پر صنعت کار اور تاجر سے ٹیکس وصول کرکے اس کی آمدنی پر گویا کہ شب خون مارتا ہے، اسے تو مفید نظام کہا جائے، اور جو منصفانہ اسلامی نظام ان غیر منصفانہ ٹیکسوں کی اجازت نہیں دیتا ہو، اُسے ظالم قرار دیا جائے؟ یہ ظالمانہ سودی نظام ہی دراصل آج دنیا میں معاشی عدم توازن کا ذمہ دار ہے، اسی منحوس نظام نے ٹیکس چوری کو جنم دیا ہے، اِسی ظالمانہ رواج نے آج ترقی پذیر ہی نہیں؛ بلکہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ نظارے دکھائے ہیں کہ ایک طرف وہ سرمایہ دار ہیں، جو دنیا کی ہر عیش وآرام اور ہر دولت وراحت سے آراستہ ہیں، اور دوسری طرف فلک بوس عمارتوں کے سامنے اُن معصوم اور یتیم بچوں اور بے سہارا عوتوں کی آہیں اور سسکیاں ہیں، جو نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ آج ہزار ترقی کے باوجود ہر سال دنیا میں کروڑوں لوگ بھوک کی شدت سے مرجاتے ہیں، کوئی اُن پر آنسو بہانے والا نہیں ہوتا، اسلامی نظام معیشت سرزمین خداوندی میں اس ظلم وناانصافی کو ہرگز روا نہیں رکھ سکتا، آج بھی کل بھی؛ بلکہ قیامت تک بھی اسلام کے علاوہ کوئی بھی نظام دنیا کو معاشی تعاون عطا نہیں کرسکتا، اس لئے کہ

اسلامی نظام کے علاوہ سارے نام انسانی محدود عقل کی پیداوار ہیں، اور اسلام کا نظام اس رب کائنات کا مقرر فرمودہ ہے جو بڑی حکمت والا اور ماضی وحال اور مستقبل کو جاننے والا ہے۔

آج ہمارے سامنے چوں کہ سودی نظام کا پردہ پڑا ہوا ہے اور چند ٹکوں کی عارضی منفعت کو ہم منتہائے مقصود بنائے ہوئے ہیں، اس لئے ہمیں اسلامی نظام اچھا نہیں لگتا، جب ہم آنکھوں سے اس عارضی پردہ کو ہٹائیں گے اور انصاف کے ساتھ رائے قائم کرنے کی کوشش کریں گے، تو نہ صرف ہمارا دل؛ بلکہ بدن کا رُواں رُواں گواہی دے گا کہ حق وہی ہے جو خلاقِ عالم نے تجویز کیا ہے، بقیہ طریقے درحقیقت مکڑی کے جالے اور مٹی کے گھروندے ہیں، جنہیں معمولی ہوا کا جھونکا بھی پل بھر میں نسیاً منسیا کرسکتا ہے، کاش ہمیں انصاف کے ساتھ غور وفکر کی توفیق ہوسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، وعلمه أتم و أحكم۔

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱/۷/۱۴۱۴ھ

فروخت کرنے کی نیت سے غلہ روک کر رکھنا؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے فصل پر اس نیت سے غلہ ۲۰/ بوری گیہوں خریدا کہ اس میں سے گھر کا خرچ نکال کر جو بچے گا وہ بیچ دے گا، جس میں کبھی بیچنے پر نفع بھی ہوتا ہے اور کبھی نقصان بھی ہوتا ہے، کیا اس نیت سے غلہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اِس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وأما ما ذكر في الكتاب عن سعيد بن المسيب و معمر راوي الحديث أنهما كانا يحتكران، فقال ابن عبد البر و آخرون إنما كان يحتكر الزيت، وحملا الحديث على احتكار القوت عند الحاجة إليه و الغلاء، و كذا حمله الشافعي

وأبو حنيفة وآخرون. (المنهاج في شرح صحيح مسلم مكمل ١٠٢٠ بيت الأفكار الدولية)

قال أحمد : إذا أدخل الطعام في صنيعته فحبسه فليس بحكرة، وقال الحسن والأوزاعي : من جلب طعاماً من بلد فحسبه ينتظر زيادة السعر فليس بمحتكر، وإنما المحتكر من اعترض سوق المسلمين. (بذل المهود، كتاب الإجارة / بـاب في النهي عن الحكرة ١١ /١٦١ تحت رقم: ٣٤٤٧ مركز الشيخ أبي الحسن علي الندوي مظفرفور أعظم جراه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ریٹ مہنگا ہونے تک کولڈ اسٹور میں آلو جمع رکھنا؟

سوال (۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو لوگ آلو اسٹور وغیرہ میں رکھ کر مہنگا ہونے پر بیچتے ہیں، تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یہ بھی تجارت کی ایک شکل ہے اور جائز ہے۔

كان سعيد ابن المسيب يحدث : أن معمراً قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من احتكر فهو خاطئ. فقيل لسعيد: فإنک تحتكر؟ قال سعيد: إن معمراً الذي كان يحدث هذا الحديث كان يحتكر. (صحيح مسلم / باب تحريم الإتحكار في الأقوات ٢٠١٩ رقم: ١٦٠٥ بيت الأفكار الدولية)

فأما إذا جاءه من قرية أو اشتراه في وقت الرخص وادخره وابتاعه في وقت الغلاء لحاجته إلى أكله أو ابتاعه ليبيعه في وقته فليس باحتكار ولا تحريم فيه. (شرح النووي على المسلم ٣١/٢)

ثم إذا اشتراه وصار ملكه فله أن يحتكره أو لايحتكره، ثم قد يكون

احتكاره لذٰلک مصلحة ينتفع بها في وقت آخر، فلعل ذٰلک الشيء ينعدم أو يقل، فتدعو الحاجة إليه، فيوجد، فترتفع المضرة، والحاجة بوجوده، فيكون احتكاره مصلحة. وترک احتكاره مفسده، وأما الذي ينبغي أن يمنع ما يكون احتكاره مضرة بالمسلمين، وأشد ذٰلک في الأقوات لعموم الحاجة، ودعاء الضرورة إليها، إذ لا يتصور الاتغناء عنها، ولا يتنزل غيرها منزلتها، فإن أبيح للمحتكرين شراء ها ارفعت أسعارها، وعزّ وجودها، وشحت النفوس بها، وحرصت على تحصيلها، فظهرت الفاقات، والشدائد، وعمت المضار، والمفاسد، فحينئذ يظهر: أن الاحتكار من الذنوب الكبائر، وكل هٰذا فيمن اشترى من الأسواق؛ فأما من جلب طعاماً، فإن شاء باع وإن شاع احتكر. (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، البيوع / باب النهي عن الحكرة ٥٢١/٤ دار ابن كثير بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قیمت دے کر مبیع کو چھوڑے رکھنا اور ریٹ مہنگا ہونے پر بائع کا اُسے فروخت کرنا؟

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پارٹی سے تیل پیپرمنٹ کا بھاؤ طے کر کے خریدتے ہیں، اور اس کی قیمت پوری ادا کر دیتے ہیں؛ لیکن تیل اسی بائع کے پاس رہتا ہے، پھر جب بھاؤ بازار میں زیادہ ہوتا ہے تو مشتری بائع یعنی پارٹی سے کہہ دیتا ہے کہ اس کو فروخت کر دو، چناں چہ وہ اس کو فروخت کر دیتا ہے، اس کی قیمت بائع مشتری کو ادا کر دیتا ہے، گویا اس نے وکیل بالبیع بن کر مشتری کی طرف سے اس کو فروخت کر دیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے عدم جواز ہو تو کیا یہ صورت ممکن ہے کہ مشتری کمپنی کو اپنا برتن دیدے اور تیل اپنے سامنے نپوایا

تلوا کراسی کے پاس رکھ دے اور پھر اس کواس سے بکوائے۔تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ بینوا وتوجروا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبضہ سے پہلے مبیع میں مشتری کا تصرف شرعاً درست نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ معاملہ بحالتِ موجودہ ناجائز ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من ابتاع طعامًا فلا یبعه حتی یستوفیه، قال ابن عباس: وأحسب کل شيء مثله. (صحیح مسلم / باب بطلان بیع المبیع قبل القبض رقم: ۳۷۲۰)

لأنه نهي عن بیع ما لم یقبض. (الهدایة ۵۸/۳)

ومنها: القبض في بیع المشتري المنقول، فلا یصح بیعه قبل القبض، لما روي أن النبي علیه السلام نهیٰ عن بیع ما لم یقبض. (بدائع الصنائع، کتاب البیوع / الموضوع القبض في بیع المشتري المنقول ...... ۳۹٤/٤ زکریا، البحر الرائق ۱۱٦/٦)

عن حکیم بن حزام رضي اللّٰہ عنه أنه قال: قلت یا رسول اللّٰہ! إني رجل ابتاع هٰذه البیوع وأبیعها فما یحل لي هٰهنا وما یحرم؟ قال: لا تبیعن شیئًا تقبضه. (السنن الکبریٰ للنسائي ۱۳۷/٤ رقم: ٦۱۹۵)

وفي روایة عنه مرفوعًا قال: إذا ابتعت بیعًا فلا تبعه حتی تقبضه. (صحیح ابن حبان رقم: ٤۹۸۳، إعلاء السنن ۲٦۳/۱٤ دار الکتب العلمیة بیروت)

البتہ جواز کے لئے حسب ذیل دو طریقے اپنائے جاسکتے ہیں:

(۱) جب کہ تیل متعین اور موجود ہوتو مشتری اپنے برتن (ڈرم وغیرہ) بائع کے حوالہ کر کے اپنی موجودگی میں تلوا کر بائع ہی کے پاس رکھوادے، اس صورت میں وہ شرعاً قابض ہوجائے گا، اور بعد میں بائع کے ذریعہ اس کی بیع درست ہوگی۔

اشتریٰ من اٰخر دهناً معیناً ودفع إلیه قارورة لیزنه فیها فوزن بحضرة

الـمشتـري صـار الـمشتري قابضًا، وإن كان في دكان البائع أو في بيته. (الفتاویٰ الهندية / الباب الرابع في حبس المبيع بالثمن الخ ۱۸/۳ زكريا، فتاویٰ قاضي خان ۲۵۹/۲)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ بائع سے متعین برتن عاریت پر لے کر مشتری ان پر قبضہ کر لے اس کے بعد اپنی موجودگی میں ان میں متعین تیل بھروا کر بائع کے پاس ہی رہنے دے، اس صورت میں بھی قبضہ متحقق ہو جانے کی وجہ سے بعد میں بائع کا وکیل بالبیع ہونا درست ہو جائے گا، اور اس معاملہ سے حاصل شدہ منافع درست ہوگا۔

وفـي الـقـدوري: إذا اشتـرى حنطة بعينها فاستعار من البائع جوالق وأمره بـأن يـكيل فيها ففعل البائع، فإن كان الجوالق بعينها صار المشتري قابضًا بكيل البائع فيها. (كذا في الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع في حبسه / المبيع بالثمن الخ ۱۹/۳ زكريا)

وفـي الـخـانية: وقـال مـحـمـدؒ لايـكـون قـابضًا في الوجهين إلا أن يأخذ الـجـوالـق ثـم يدفعه إلى البائع وأمره أن يكيل فيه. (خـانية عـلى الفتاویٰ الهندية ۲۶۰/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۲/۱۴۱۲ھ

کم قیمت پر خرید کر زیادہ میں بیچنا

سـوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کپڑوں کا تاجر ہے، طریقۂ تجارت میں سے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کرتا ہے کہ خالد کو چند جوڑے کپڑوں کے دیتا ہے اور ہر ایک جوڑے کی قیمت متعین کر دیتا ہے جب کہ قیمت نقد نہیں لیتا؛ بلکہ ادھار کئے رہتا ہے، اب خالد محنت ومشقت کر کے متعینہ قیمت سے کچھ زیادتی کر کے ان کپڑوں کو فروخت کر لیتا ہے، کپڑا فروخت کرنے کے بعد زید کو ہر جوڑے کی وہی قیمت دیتا ہے جو زید نے اس کے لئے متعین کی تھی، اور جو کچھ بھی متعینہ قیمت پر اس نے زیادتی اور نفع حاصل کیا ہے، اس کا

تذکرہ بھی زید تاجر سے نہیں کرتا اور نہ زید کو اس سے مطلب کہ اس نے کتنے نفع کے ساتھ فروخت کیا، زید کو تو اپنے متعین کردہ قیمت سے مطلب ہے، ایسی صورت میں کیا خالد کے لئے اس طرح نفع کے ساتھ کپڑوں کا بیچنا درست ہے اور حاصل کردہ نفع اس کے لئے جائز ہے، جب کہ زید نے تو صرف اسے اس بات کا وکیل بنایا تھا کہ میرا کپڑا اگر تو نے دس روپئے کا فروخت کیا، تو یہ دس روپئے میرے ہیں اب مبلغ دس پر جتنی بھی زیادتی ہو جائے وہ سب تیری ہے، ایسا معاملہ از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ اور جو بھی درست شکل ہو اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ وکالت کا نہیں بلکہ بیع کا ہے، جبکہ زید اور خالد کے درمیان کپڑے کی بیع تام ہو چکی تو اب خالد کو اختیار ہے کہ وہ کپڑے کو چاہے جس قیمت پر بیچے سب نفع خالد ہی کو ملے گا زید کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، اور چوں کہ یہ معاملہ مطلق ہو رہا ہے اس میں اگرچہ قیمت بعد میں دی جا رہی ہے؛ لیکن ادھار کا کوئی ذکر نہیں ہے، اس لئے اسے نقد پر ہی محمول کیا جائے گا، اور زید جب چاہے خالد سے متعینہ قیمت وصول کر سکتا ہے۔

عن أبي بحر عن شيخ لهم، قال: رأيت على علي رضي الله عنه إزارًا غليظًا، قال: اشتريت بخمسة دراهم، فمن أربحني فيه درهمًا بعته إياه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، البيوع / باب المرابحة ۲۲۹/۸ رقم: ۱۰۹۴۴)

وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع. (الهداية ۲۰/۳)

المرابحة بيع ما ملكه بما قام وبفضل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب المرابحة ۱۳۳/۵ دار الفكر بيروت، كذا في الهداية / باب المرابحة ۷۳/۳)

المرابحة بيع ما شراه بما شراه به وزيادة. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ۱۰۶/۳ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۳/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جن مصنوعات پر بائیکاٹ کا فتویٰ لگا ہے اُن کی آمدنی کا حکم؟

سوال (٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارا کاروبار باہری ملکوں کے سامان کی تجارت کا تھا، ہندوستان لیبر لمٹیڈ اور ہیرو ہونڈا کی ایجنسی اور یہی ہمارا ذریعہ معاش ہے، دوسرا ہمارے پاس کوئی کاروبار نہیں، چوں کہ جن سامانوں کے بارے میں بائیکاٹ کا فتویٰ شائع ہوا ہے، غیر ملکوں کا، تو اب اس صورت میں کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کے فتویٰ سے ان مصنوعات کی آمدنی پر حرمت کا حکم نہیں لگایا جاتا؛ لہٰذا جب تک آپ کے پاس کوئی اور کاروبار نہیں ہے، تو آپ کو موجودہ ذریعہ معاش یعنی امریکی کمپنیوں کی ایجنسی سے نہیں منع کیا جائے گا۔

قال في الهداية: كل ذٰلک يكره ولا يفسد به البيع؛ لأن الفساد في معنى خارج زائد لا في صلب العقد ولا في شرائط الصحة. (الهداية، كتاب البيوع / فصل فيما يكره ٣/ ٥١ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۳/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بائع کا مشتری غیر قابض کی طرف سے بیع کرنا؟

سوال (٧):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے آلو کولڈ اسٹور میں رکھے ہیں، ایک صاحب نے ہم سے آلو بغیر دیکھے خرید لئے، پورا پیسہ دے دیا، پھر ہم سے کہہ دیا کہ بیچ دو، ہم نے اس کو بیچ کر اُن کا پیسہ دے دیا، خریدار نے نہ تو مال لیتے وقت دیکھا اور نہ بیچتے وقت دیکھا، اُن کو تو جو نفع نقصان ملنا تھا مل گیا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مذکورہ میں بائع کا مشتریٔ غیر قابض کی طرف

سے بیع کرنا درست نہیں ہے، اور اس سے حاصل شدہ نفع بھی درست نہیں ہے۔

البتہ جواز کی شکل یہ نکل سکتی ہے کہ بائع کولڈ اسٹور میں رکھے آلو مشتری کے ہاتھ بیچ کر اس سے بالکل بے دخل ہوجائے حتی کہ خود اسے وہ آلو نکالنے کا اختیار نہ رہے؛ بلکہ یہ حق مشتری کی طرف منتقل ہوجائے، تو ایسی صورت میں مشتری قابض مان لیا جائے گا، اب مشتری بائع کو وکیل بالبیع بنائے تو اس میں کوئی شرعی قباحت لازم نہ آئے گی۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنہما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من اشتری طعامًا فلا یبعہ حتی یستوفیہ ویقبضہ. (صحیح مسلم / باب بطلان المبیع قبل القبض رقم: ۳۷۲۷)

من حکم المبیع إذا کان منقولاً لایجوز بیعہ قبل القبض …… إذا قال المشتري للبائع قبل القبض بعہ لنفسک فقبل فہو نقض للبیع الأول، ولو قال بعہ لي لا یکون نقضًا ولو باعہ لم یجز بیعہ. (کذا في الفتاویٰ الہندیۃ / قبیل: الباب الثالث في الاختلاف الواقع بین الإیجاب والقبول ۱۳/۳)

الوکیل بالبیع یجوز بیعہ بالقلیل والکثیر والعرض عند أبي حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ. (الفتاویٰ الہندیۃ / الباب الثالث في الوکالۃ بالبیع ۵۸۸/۳)

ومنہا: القبل في بیع المشتري المنقول، فلا یصح بیعہ قبل القبض لما روي أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہی عن بیع ما لم یقبض. (بدائع الصنائع / من شروط صحۃ البیع ۳۹٤/٤ زکریا، البحر الرائق / التصرف في المبیع ۱۱٦/٦ کوئٹہ) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲/۹ھ

بھینس کے بدلے گائے خریدنا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے گائے خریدی اور ثمن کے طور پر ایک متعین بھینس کو دینا طے کیا، یا ثمن کے طور پر

اس نے اپنا مکان دو سال کے لئے رہائش کے طور پر دینے کے لئے طے کیا، تو یہ بیع صحیح ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گائے کو بھینس کے بدلے میں بیچنا خریدنا جائز ہے؛ لیکن چوں کہ دونوں کی جنس ایک ہے؛ اس لئے اس میں اُدھار معاملہ جائز نہ ہوگا، اگر متعین گائے کے مقابلے میں دو سال مکان میں رہائش کا معاملہ طے کیا گیا ہے، تو یہ معاملہ بیع کا نہیں؛ بلکہ اِجارہ کا کہلائے گا، گویا کہ مکان میں رہائش کی اُجرت گائے کی صورت میں متعین کی گئی ہے، اور اس معاملہ میں اگر اور کوئی مفسد عقد شرط نہ پائی جارہی ہو تو فی نفسہٖ عقد درست ہے۔

في حديث طويل أخرجه مسلم عن عبادة ابن الصامت قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فيه: فإذا اختلف هٰذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدًا بيدٍ. (صحيح مسلم / باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدًا ۱۲۵/۲ رقم: ۱۵۸۷)

فأما البقر والجواميس جنس واحد. (الهداية / باب الربا ۱۹۱/۵ مكتبة البشرىٰ كراچی)

أما نسيئة فلا؛ لأنها إن كانت في الحيوان أو في اللحم كان سلمًا، وهو في كل منهما غير صحيح. (شامي / باب الربا ٤١٤/٧ زكريا)

وكل ما صلح ثمنًا أي بدلاً في البيع صلح أجرة؛ لأنها عن المنفعة. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الإجارة ٥/٩ زكريا)

شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة. وفي الشامية: ولو كانت حيوانًا فلا يجوز إلا أن يكون معينًا. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الإجارة ٧/٩)

ولو باع حيوانًا بحيوان نسأ لا يجوز عندنا. (الفتاوىٰ التاتارخانية / بيع الجنس بالجنس ٣٥١/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرغی کا انڈا بطخ کے انڈے کے عوض فروخت کرنا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی مرغی کے انڈے کی بطخ کے انڈے کے عوض بیع کرے، تو اس میں کمی بیشی یا اُدھار کی اِجازت ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَنڈے چوں کہ عددی اشیاء میں داخل ہیں؛ اس لئے اُن میں مطلقاً تفاضل اور کمی بیشی کے ساتھ بیع درست ہے؛ لیکن اگر مرغی کے انڈوں کو بطخ کے انڈوں کے بدلہ میں بیچا جائے، تو اس میں اُدھار درست ہوگا یا نہیں؟ اس کا مدار اِس بات پر ہے کہ دونوں پرندوں کی جنس ایک ہے یا الگ ہے؟ اگر جنس الگ مانی جائے تو اُدھار بھی درست ہوگا، اور سب پرندوں کی جنس ایک مانی جائے تو جنس کے جنس سے تبادلہ میں اُدھار جائز نہ ہوگا، عام طور پر کتبِ فقہ میں مطلقاً اس صورت میں ناجائز لکھا گیا ہے اور پرندوں کے اعتبار سے انڈوں میں کوئی تفصیل نہیں کی گئی ہے؛ لیکن اُصولاً اس کا مدار عرف پر ہونا چاہئے، یعنی جن انڈوں کو عرف میں ایک جنس سمجھا جاتا ہے، مثلاً مرغی اور چھوٹی بطخ کے انڈے اُن میں اُدھار نا جائز ہے، اور جن انڈوں کو یکساں نہیں سمجھا جاتا، جیسے بڑی بطخ کے انڈے یا شتر مرغ کے انڈے یا چھوٹی مرغابی کے انڈے تو اُن کی جنس الگ ہونی چاہئے، اور الگ جنس ماننے کی شکل میں اُدھار بیع ناجائز نہ ہوگی؛ لیکن اِس بارے میں کوئی صریح فقہی عبارت نہیں مل سکی؛ اس لئے دیگر علماء ومفتیان سے بھی تحقیق کر لی جائے۔

في حديث طويل أخرجه مسلم عن عبادة ابن الصامت قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فيه: فإذا اختلف هٰذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدًا بيدٍ. (صحيح مسلم / باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدًا ٢/٢٥ رقم: ١٥٨٧)

وعن إبراهيم كان لا يرى بأسًا بالثوب بالثوبين نسيئةً إذا اختلفا ويكرهه من شيء واحد، قال الثوري عن مغيرة: لا بأس بالنسمة بالنسمتين إذا اختلفا.

(المصنف لعبد الرزاق / باب البز بالبز ۳۵/۸ رقم: ۱٤۱۹۷)

وعلى هٰذا يجوز بيع بيضة ببيضتين إذا كان يدا بيد؛ لأنه لا تتحقق فيه العلة ...... ويحرم بيع البيض بالبيض نساء. (الموسوعة الفقهية ٢٦٨/٨ كويت)

وإذا وجدا حرم التفاضل والنَّساء لوجود العلة، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النَّساء مثل أن يسلم هرويًا في هروي أو حنطة في شعير فحرمة ربا الفضل بالوصفين وحرمة النساء بأحدهما ...... قال: ويجوز بيع البيضة بالبيضتين، والتمرة بالتمرتين، والجوزة بالجوزتين لانعدام المعيار، وفي هامشه: (القدر) فلا يتحقق الربا. (الهداية / باب الربا ١٧٧/٥-١٨٣ مكتبة البشریٰ کراچی)

فليس الزرع والعد بربا (درمختار) أي لا يتحقق فيهما ربا، والمراد ربا الفضل لتحقق ربا النسيئة، فلو باع ...... بيضة ببيضتين جاز لو يدا بيد، لا لو نسيئة؛ لأن وجود الجنس فقط يحرم النسأ لا الفضل كوجود القدر فقط. (شامي / مطلب في الإبراء عن الربا ٤٠٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۴/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ڈیلر عوامی فنڈ سے بچی ہوئی چیز کو بلیک کر کے بیچ سکتا ہے؟

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید (ڈیلر) کے پاس تیل چینی وغیرہ کا کوٹہ ہے، کوٹہ میں اتنی ہی مقدار میں اجناس ملتی ہے جو شہر والوں پر تقسیم ہوجائے؛ کیوں کہ راشن کارڈ ہوتے ہیں انہیں کے حساب سے اشیاء ملتی ہیں جو زید کو سب تقسیم کرنی چاہئے؛ لیکن اکثر ڈیلر (زید پر کوئی منحصر نہیں) ایسا کرتے ہیں کہ سب مال تقسیم نہیں کرتے؛ بلکہ بچا لیتے ہیں، مثلاً زید ڈیلر نے عمر کو چینی فروخت کی ہے، اب بکر بازار میں چینی لینے گیا، اس کو معلوم ہے کہ عمر اور دیگر لوگوں کے پاس بھی چینی وہ ہی ہے جو زید نے فروخت کی ہے،

یعنی جو زید کو تقسیم کرنی چاہئے، اگر حیلہ ومکر سے بچا کر اپنے فائدہ کے پیش نظر عمر کو فروخت کی ہے، تو بکر کو عمر سے چینی خرید نا جائز ہے یا نہیں اور اس کو بلا کراہت استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راشن ڈیلر سے معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ ڈیلر مقررہ کوٹہ کو باقاعدہ حکومت سے خریدتے ہیں وہ عوام وحکومت کے وکیل ہوتے ہیں؛ لہٰذا خریدنے کے بعد وہ کوٹہ کے اگرچہ مالک ہوجائیں گے؛ لیکن عوام کا یہ حق ہوگا کہ ڈیلر اُنہیں معینہ قیمت پر کوٹہ کی چینی وغیرہ فراہم کرے اور جو بھی حق دار لینے آئے اسے مطلوبہ کوٹہ دے، اگر وہ انہیں کوٹہ ہوتے ہوئے انکار کرے گا یا باوجود مطالبہ کے کم دے گا، تو حق دار کو نہ دینے کی وجہ سے خائن اور گنہگار ہوگا؛ لیکن اگر کوئی اپنا کوٹہ نہ لے یا لینے نہ آئے اور وہ چیز بچ جائے، تو اب ڈیلر کو اختیار ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی وہ شئ جسے چاہے فروخت کرے؛ تاہم اگر حکومت کی طرف سے گرفت کا اندیشہ ہو، تو ایسا کام کرنے میں احتیاط لازم ہے۔

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ڈیلروں کا عوام کے حق کو نہ مارتے ہوئے چینی وغیرہ بلیک سے بیچنا فی نفسہٖ جائز ہوگا اور عوام کا حق نہ دے کر بیچنا دھوکہ اور فریب کی وجہ سے ممنوع ہوگا؛ لیکن چوں کہ کوٹہ پر اس کی ملکیت آگئی ہے، اس لئے بیع نافذ ہوجائے گی اور صورتِ مسئولہ میں بکر کے لئے معلوم ہونے کے باوجود ایسی چینی کو خریدنا اور اسے استعمال کرنا بکراہت درست رہے گا۔

قال في الهندية: فإن سعر فباع الخباز بأكثر مما سعر جاز بيعه كذا في فتاویٰ قاضي خان. (الفتاویٰ الهندية ۳/ ۲۱٤)

ويكره التسعير ...... ولأن الثمن حق العاقد، فلا ينبغي له أن يعترض لحقه.

(مجمع الأنهر / الكراهية ٤/ ٢١٥ كوئٹه)

ولأن الثمن حق البائع؛ لأنه يقابل ملكه، فيكون التقدير إليه. (المحيط البرهاني / الفصل الخامس والعشرون في البياعات المكروهة ٨/ ٢٦٨ كوئٹه)

ویکره التسعیر إلا إذا تعدی أرباب الطعام في القیمة تعدیًا فاحشًا، فلا بأس به بمشورة أهل الخبر. (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر ٤/٢٥ کوئٹه)

ویؤیده مسئلة کراهة الاحتکار؛ لأنه یضرّ به الناس. (ذکر في لفتاویٰ الهندیة ٣/٢١٣، وبعض أجزاء لجواب من فتاویٰ محمودیة ١٦/١٦٤ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیه ٦/٢٧٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۲/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹکٹ طعام فروخت کر کے مسلم اِداروں کی آمدنی؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ حالات میں اسلامی اداروں: مساجد، مکاتب اور اسلامک اسکول وغیرہ میں اپنے اخراجات کو مہیا کرنے نیز اپنے تعمیری وترقی کے منصوبوں کو بروئے کار لانے میں اقتصادی ومالی فراہمی میں دقتوں کا سامنا ہوتا ہے، ان اسباب کی فراہمی کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جارہے ہیں، جن میں سے بعض طریقے وہ ہیں جو ماضی قریب تک کے اسلاف کرام کی زندگیوں میں نیز ان کے اداروں میں ڈھونڈھنے سے بھی نظر نہیں آتے، یہ وہ طریقے ہیں جو انگریزی تمدن سے ماخوذ ومستفاد ہیں، مثلاً ظہرانہ (دوپہر کا کھانا) یا عشائیہ (شام کا کھانا) یا باربکیو (BARBECHE) وغیرہ اشیاء، طعام کو بیچنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے ان کے لئے پیشگی ٹکٹ بیچ دیا جاتا ہے یا موقع پر ہی ان اشیاء کو خرید لیا جاتا ہے اور جن حضرات نے ٹکٹ خریدا ہوتا ہے وہ ٹکٹ دے کر کھانا وصول کر لیتے ہیں، ان مواقع پر ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے احباب خام اشیاء اور طعام مثلاً مرغیاں، اناج وغیرہ بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، پھر ان چیزوں کو پکا کر بیچ دیا جاتا ہے اور اس طریقہ سے حاصل شدہ آمدنی کو مذکورہ بالا اسلامی اداروں وغیرہ کے منصوبوں میں صرف کیا جاتا ہے، اس مناسبت سے آپ کی خدمت میں چند سوالات ارسال ہیں: کیا کوئی مذکورہ بالا اسلامی ادارہ اپنے اقتصادی ومالی تعاون حاصل کرنے کے لئے مذکورہ طریقہ کو اختیار کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیشگی ٹکٹ فروخت کر کے حاصل کردہ رقم سے کھانا یا ناشتہ وغیرہ بنا کر فروخت کرنا اور اس کے منافع سے اسلامی اداروں کی ضروریات پوری کرنا فی نفسہٖ جائز ہے؛ کیوں کہ یہ تراضی کے ساتھ بیع وشراء کی شکل ہے، اس میں مال زکوٰۃ اور صدقات کی کوئی آمیزش نہیں ہے، اس طرح کے کھانے اور ناشتہ کی تیاری کے لئے جو لوگ اپنی خوشی سے خام اشیاء طعام پیش کریں، اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جب کہ دینے والوں کو پہلے ہی سے یہ معلوم ہے کہ یہ اشیاء کہاں خرچ کی جائیں گی، یہ اصل مسئلہ کا حکم ہے؛ لیکن اس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ بار بار اس طرح کے پروگرام کرنے اور اس میں عوام کی آمد ورفت کی وجہ سے ادارہ کے ماحول اور اس کے وقار پر منفی اثر نہ پڑے؛ اس لئے کہ بعض حضرات کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ مغربی ممالک میں ایسے پروگراموں میں شرکت کے لئے لوگ اپنی فیملی سمیت آتے ہیں، جس سے ادارہ کے دینی ماحول پر غلط اثر پڑتا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو اس طرح کے پروگراموں سے بچنا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۷۵]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

البيع هو مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق التجارة. (حاشية الهداية ۱۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایجنٹ کا نمونہ کی مفت تقسیم کردہ دواؤں کو فروخت کرنا؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دواساز کمپنیاں کچھ مقدار میں سمپل (نمونہ) کے لئے دوائیاں سپلائی کرتی ہیں، ان دوائیوں پر

یہ تحریر ہوتی ہے کہ یہ دوا مفت دی جائے، اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، مگر ایجنٹ اور ڈاکٹر حضرات اس کو فروخت کردیتے ہیں، مگر اس کی قیمت کم لیتے ہیں، تاجر حضرات کو اس میں فائدہ ہوتا ہے، اِسی طرح ڈاکٹروں کا بھی فائدہ ہوتا ہے، آیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نمونہ کی دوا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ نمونہ کی دوا بہ نسبت بازاری دوا سے اچھی ہوتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایجنٹ حضرات کمپنی کے وکیل ہوتے ہیں، وہ مفت تقسیم کردہ دواؤں کے مالک نہیں ہوتے، اس لئے اُن کے لئے اِن دواؤں کو فروخت کرنا بوجہ عدمِ ملک درست نہ ہوگا۔

من باع ملک غيره فللمالک أن يفسخه ويجيزه إن بقي العاقدان والمعقود عليه وبه لوعرضًا ...... والأصل فيه أن كل تصرف صدر من الفضولي وله مجيز مال وقوعه انعقد موقوفًا على الإجازة عندنا. (تبيين الحقائق / باب بيع الفضولي ٤/٤٨٣ دارالكتب العلمية بيروت)

البتہ اگر وہ ایجنٹ کسی ڈاکٹر کو مفت دوا دے دیں، پھر وہ ڈاکٹر اُن کو فروخت کرے، تو یہ جائز ہوگا؛ کیوں کہ وہ دوائیں ڈاکٹر کی ملک ہوگئیں، اب اسے اختیار ہے، مفت دے یا فروخت کرے۔

البيع مبادلة المال بالمال بالتراضي، وفي المعراج: ما يدل على أنها بمعنى التمليک؛ لأن بعضهم زاد على جهة التمليک فقال فيه: لاحجة إليه؛ لأن المبادلة تدل عليه، والمال في اللغة ما ملكته من شيء كذا في القاموس ...... في فتح القدير بأنه نفس حكمه وهو الملک؛ فإنه القدرة على التصرف ابتداء إلا لمانع، فخرج بالابتداء قدرة الوكيل والوصي والمتولي. (كنز الدقائق مع البحر الرائق / كتاب البيوع ٥/٢٥٧-٢٥٦ كراچی)

وشرط المعقود عليه ستة، كونه موجودًا مالاً متقومًا مملوكًا في نفسه

وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه. (شامي ۱۵/۷ زكريا)

وشرطه أمور منها: أن يكون المحل مقدور التسليم، ومنها: التراضي، وحكمه: الملك. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۱۲/۸ زكريا)

وكل عقد يضيفه إلى مؤكله ...... فإن حقوقه تتعلق بالمؤكل دون الوكيل؛ لأن الوكيل فيها سفير محض، ألا ترى أنه لايستغني عن إضافة العقد إلى المؤكل، فصار كالرسول. (الهداية / كتاب الوكالة ۸۱-۸۰ مكتبة البشریٰ كراچی)

وإذا وكّل غيره ولم يؤذن له في ذٰلک لايجوز؛ لأن الوكيل ليس بمستوفى العقد. (كذا في البناية ۱۲/۵ ۱، التعليقات على الهدية ۵۷۲/۵ مكتبة البشریٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۱۱/۱۴۱۰ھ

محکمۂ جنگلات کی اِجازت کے بغیر ''بن'' کی لکڑیاں اور درخت فروخت کرنا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے ملک ہندوستان میں زمین کا کچھ حصہ اس طرح کا ہے، جہاں قدرتی اُگے ہوئے پیڑ ہی پیڑ ہوتے ہیں، اس کو اصطلاح میں ''بن'' کہا جاتا ہے، وہ علاقہ کسی کی ملک نہیں ہوتا، جو حکومت بھی رہے وہ اس کی نگراں ہوتی ہے اور مستقل جنگلات سے متعلق وزیر ہوتا ہے، جس کی زیر نگرانی ہزاروں افراد اس محکمہ میں کام کرتے ہیں، اور وہ اُس کی حفاظت بھی کرتے ہیں، اور حسبِ صواب دید اس کو کٹواتے بھی ہیں، اور اس کا دوسروں کو بھی ٹھیکہ دیتے ہیں، بہت سے حضرات اس جنگل سے جنگلات کے ذمہ دار نگراں حضرات سے مل کر کچھ روپئے دے کر وہاں قیمتی لکڑی گری پڑی یا کاٹ کر لے جاتے ہیں، اور دوسروں کو اچھی قیمت میں فروخت کر دیتے ہیں، بعض حضرات بغیر ملے ہی لے جاتے ہیں، نیز ایک قوم گوجر نام کی صدیوں سے جموں سے لے کر کاٹھ گودام تک جنگل

ہی میں رہتی ہےاور وہ اپنے تمام کام جنگل ہی میں انجام دیتے ہیں، وہ لوگ کثیر تعداد میں بھینس پالتے ہیں، جہاں وہ اپنے گھر بناتے ہیں، وہاں کثیر تعداد میں لکڑی کا استعمال کرتے ہیں، اور جنگلات والوں کو مکھن وغیرہ دے کر لکڑی کاٹ کر استعمال کرتے ہیں، ویسے بھی اُن لوگوں کو دوسرے لوگوں کے مقابلہ گورنمنٹ کی طرف سے کچھ رعایت ہے۔ مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں جنگل کے نگراں حضرات سے مل کر جنگل سے نکالی ہوئی لکڑی فروخت کرنا اور اس کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں خودرو اور لگائی ہوئی دونوں قسم کی لکڑی ہوتی ہے، اِسی طرح اگر گوجر حضرات سے کوئی لکڑی اُن کے ملنے والے لے لیں تو اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنگلات کی زمین اور اُس میں پائی جانے والی لکڑی اور درخت خواہ خودرو ہوں یا قصداً اُگائے گئے ہوں، یہ سب حکومت کی ملکیت ہیں۔ اِسی وجہ سے باقاعدہ ٹھیکہ دیا جاتا ہے، اور جنگلات کے تحفظ کے لئے الگ قانون وضع کئے گئے ہیں، جن کی خلاف ورزی پر سزا مقرر ہے؛ لہٰذا بغیر حکومت کی اجازت کے اس لکڑی اور درختوں کا استعمال درست نہ ہوگا، اور چوں کہ جنگلات میں کام کرنے والے ملازمین بھی اس خطے کے خود مالک نہیں ہیں، اس لئے محض اُن کی رضامندی کافی نہیں؛ بلکہ حکومت کے قانون اور ضابطے کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔

کما تستفاد من عبارة الفتح: أما إذا عسل النحل في أرضه فهو لصاحب الأرض؛ لأنه عدّ من إنزاله: أي من زيادات الأرض: أي ما ينبت فيها فيملكه تبعًا للأرض كالشجر النابت فيها وكالتراب والطين المجتمع فيها بجريان الماء عليها. (فتح القدير، مسائل منثور / قبيل الكتاب الصرف ۱۳۱/۷ دارالفکر بیروت)

اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ گوجر قوم کے لوگوں کو حکومت کی جانب سے بعض رعایتیں حاصل ہیں، اس لئے رعایت کی حدود میں رہتے ہوئے اگر وہ کچھ لکڑی کاٹیں اور اُنہیں اپنے

استعمال میں لائیں یا فروخت کریں، تو اِس کی اِجازت ہوگی، بےضابطہ اور سرکاری اِجازت سے زیادہ اُن کے لئے بھی لکڑی کاٹنا اور لانا جائز نہیں ہوگا، یہ حکم مذکورہ جنگلات میں پائی جانے والی لکڑی اور درختوں کا ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص اُس علاقے سے خودرو گھاس کاٹ لائے، تو کاٹنے والا اس کا مالک ہوجائے گا، خواہ پہلے سے حکومت کی جانب سے اِجازت لی ہو یا نہ لی ہو۔ (مستفاد: کفایۃ المفتی ۹/۱۷۶)

عن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه عن رجل من المهاجرين من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: غزوت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثلاث أسمعه يقول: المسلمون شركاء في ثلاث في الكلأ والماء والنار. (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في منع الماء رقم: ٣٤٧٧، المعجم الكبير للطبراني ١١/٦٦ رقم: ١١١٠٥)

العلة في المنع عن البيع هو عدم الملك كما يدل عليه قوله: الناس شركاء في ثلاث، قوله ''يمنع به الكلأ'' إشارة إلى إباحة الكلأ وعدم جواز بيعه، وهٰذا الحكم مخصوص بالكلأ الذي هو مباح فيجوز بيع الكلأ المملوك ...... قال العبد الضعيف: ولكن لا يجوز لأحد الدخول إلى ملك غيره من أرض أو دار بغير إذنه؛ لأنه تصرف في ملك الغير بغير إذنه أشبه ما لو دخل لغير ذٰلك. (إعلاء السنن ١٤/١٨٨ بيروت)

وفي الشامي: وفي الكلأ الاحتشاش ولو في أرض مملوكة، غير أن لصاحب الأرض المنع من دخوله. (شامي، البيوع / باب البيع الفاسد، قبيل مطلب: صاحب البرء لا يملك الماء ٧/٢٥٧ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۳/۲۴ھ

خودرَو مچھلی کا ٹھیکہ لینا؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: خودرو مچھلی کا ٹھیکہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور خودرَو مچھلی کا شکار کرنے کا حق پیشہ ور ماہی گیروں کو ہی ہے یا ہر شخص پیشہ ور اور غیر پیشہ ور کا حق ہے؟ اگر ہے تو جو پیشہ ور ماہی گیر خودرَو مچھلی اپنا ہی حق بتاتے ہیں، اور غیر پیشہ وروں کو شکار کرنے سے روکتے ہیں، یا قوم و برادری کے دیگر اہل علم اور دست کار لوگوں کا حق نہیں سمجھتے، اور سختی سے پابندی لگاتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سائل نے خودرو یعنی خود بخود بلا کسی تدبیر کے پیدا یا جمع ہوجانے والی مچھلیوں کے بارے میں سوال کیا ہے، تو ان کا حکم یہ ہے کہ وہ کسی کی ملک نہیں ہیں، اُن کی بیع یا ٹھیکہ جائز نہیں ہے، اور جو بھی ان کا شکار کرے اس کی ملکیت میں وہ مچھلیاں آجائیں گی، اور شکار کرنا صرف پیشہ ور ماہی گیروں کا حق نہیں؛ بلکہ جو آدمی بھی چاہے اُن کا شکار کرسکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۹-۵۰)

البتہ آج کل عرف پر نظر کرتے ہوئے بعض مفتیان نے ''حق اصطیاد'' یعنی شکار کرنے کے حق کو متقوم مان کر سرکاری دریاؤں اور تالابوں میں اِس عقد کی فی الجملہ گنجائش دی ہے۔ (دیکھئے: تجویز اسلامک فقہ اکیڈمی ۲۰۳)

تستفاد هٰذا الحكم بما أخرجه الترمذي عن إياس بن عبد المزني قال: نهى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع الماء.

وفي رواية عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يمنع فضل الماء لمنع به الكلأ. سنن الترمذي وقال حديث حسن صحيح. (إعلاء السنن ١٤/١٨٧-١٨٨ دار الكتب العلمية بيروت)

وقد أخرج الإمام أحمد عن أبي خراش عن بعض أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: المسلمون شركاء في الثلاثة: في الماء والكلأ، والنار. رواه أحمد وأبو داؤد. (إعلاء السنن ١٤/١٨٨ رقم:

٤٦٧١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۶/۱۴۱۱ھ

گرام سبھا سے مچھلی کے شکار کا ٹھیکہ لینا اور اس کی رقم کو رام لیلا میں لگانا؟

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بستی کے چند اشخاص مل کر خود رو مچھلی کا ٹھیکہ گرام سبھا یا گاؤں کے پردھان سے لے لیں اور وہ روپیہ یعنی ٹھیکہ کی رقم دیدہ ودانستہ رام لیلا وغیرہ میں دیں، نیز یہ ٹھیکہ محض اسی شرط پر لیں کہ پردھان کی طرف سے یہ شرط لگے کہ تم اگر ہمارے رام لیلا کو اتنا روپیہ دو، تو ہمارے گاؤں کے متعلقہ تالاب، جھیل اور ندی میں شکار کر سکتے ہو ورنہ نہیں، جب کہ یہ ندی تالاب جھیل غیر مسلم گاؤں کے رقبہ میں ہوں، کیا ایسی صورت میں بھی ٹھیکہ مچھلی جائز ہوگا کہ نہیں؟ اگر بالفرض جائز یا ناجائز کی صورت میں محلّہ کے چند اشخاص یا کثیر تعداد لوگوں نے ٹھیکہ لے لیا، اور خود اس کی رقم ادا کرنے کے ساتھ ساتھ محلّہ کے اہل علم اور دیگر دست کاروں پر زور دیا کہ مچھلی ٹھیکہ میں وہ بھی برابر کا چندہ دیں، ورنہ وہ بالکل شکار کے قریب نہ جائیں، یہ اعلان کیا کہ برادری اور قوم میں سے کوئی شخص ان مقامی علماء اور دستکار مثلاً ٹیلر، مستری، انجینئر وغیرہ وغیرہ حضرات کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو اور نہ ہی بیاہ شادی کی تقریبات میں شرکت کی جائے، ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بظاہر یہ ایک مسئلہ ہے؛ لیکن جواب طلب سوالات کئی ہیں ہر سوال کو بغور پڑھ کر مفصل جواب سے مطمئن فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں گرام سبھا کی جانب سے مچھلی کے شکار کے لئے ٹھیکہ اور رام لیلا میں رقم دینے کی شرط لگانا سراسر ظلم ہے یہ معاملہ ان کے ساتھ کرنا جائز نہیں ہے، بغیر معاملہ کئے ہوئے بھی خود رو مچھلیوں کا شکار کرنا جائز ہے، اور جو لوگ گرام سبھا کو رقم نہ

ادا کریں تو ان پر نہ تو جبر کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان سے اس بناء پر مقاطعہ کیا جائے گا، مقاطعہ کرنے والے گنہگار ہوں گے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة، رجل منع ابن السبيل فضل ماءٍ عنده الخ. (سنن أبي داؤد / باب في منع الماء رقم: ٣٤٧٤)

وإن كام مباحاً فالواجب عليه أن لا يمنعه، ولا يأخذ القيمة. (بذل المجهود/ كتاب الإجارة ١٩٦/١١ مركز شيخ ابي الحسن الندوي مظفر فور أعظم جراه)

وإذا تقرر هٰذا فنقول: العلة في المنع عن البيع هو عدم الملك، كما يدل عليه قوله عليه السلام: ''الناس شركاء في ثلاث'' فتقييد الكلام بمعنى الحكم، ومقصود والمتكلم. (إعلاء السنن ١٨٨/١٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وفيه: إذا أفرخ طير في أرض رجل فهو لمن أخذه. (الهداية ٨٨/٣)

كما تستفاد: لايجوز بيع السمک قبل أن يصطاد؛ لأنه باع ما لايملكه.

(الهداية ٣٤/٣، امداد الفتاویٰ ٤٩/٣-٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۱/۶/۱ھ

پندرہ پیسہ والا پوسٹ کارڈ زیادہ میں فروخت کرنا؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پندرہ پیسہ والا پوسٹ کارڈ اپنی دوکان پر زیادہ قیمت میں فروخت کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر حکومت کی طرف سے گرفت کا اندیشہ نہیں ہے، تو

پندرہ پیسہ کا کارڈ زیادہ میں فروخت کرنے میں حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷۱/۴ زکریا)

ولأن الثمن حق البائع؛ لأنه يقابل ملكه، فيكون التقدير إليه. (المحيط البرهاني / الفصل ٢٥ في البياعات الكرهية ٢٦٨/٨ كوئٹه)

قال القدوري: المرابحة نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح ...... والبيعان جائزان. (الهداية / باب المرابحة والتولية ١٥٢/٥ مكتبة البشرىٰ كراچى)

أعلم أن الزيادة في الثمن والمثمن صحيحة ثمنًا ومثمنًا، ويلحق بأصل العقد، ويجعل كأن العقد على الابتداء ورد على الأصل والزيادة. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني / في الزيادة المشروطة ٤٤٧/٧ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۴ھ

سرکاری ممانعت کے باوجود دوکان دار کا ڈاک خانہ سے پوسٹ کارڈ خرید کر بیچنا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض دوکان دار ڈاک خانہ سے پوسٹ کارڈ وغیرہ خرید کر زائد قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ سرکاری قانون ڈاک خانہ کے علاوہ کسی کو ان کی فروخت کی اِجازت نہیں دیتا ہے، کیا ایسی صورت میں دوکان داروں کا یہ عمل درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نفسِ بیع اور اس کی آمدنی جائز ہے، باقی اپنی عزت اور جان کی حفاظت ضروری ہے، اس لئے اس طرح کے کاموں سے بچنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۷۱/۴ زکریا)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ [البقرة، جزء آیت: ۲۷۵] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۲۳ھ

دوکان دار اگر سامان کی قیمت میں سے تبرعاً کم کرے، تو مابقیہ پیسے کا کیا کرے؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں سرکار کا سامان خریدنے جاتا ہوں، جس کا طریقہ حسبِ ذیل ہے: دوکان دار سے ایک گلاس جس کی قیمت دس روپیہ ہے، خریدنا ہے اور سرکار کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ اب دوکان دار اس دس روپیہ گلاس کا بل بناتا ہے؛ لیکن بطور خوشی ایک روپیہ واپس کر دیتا ہے، اب میں اس ایک روپیہ کو سرکار کو واپس کروں تو وہ مجھے دھوکہ باز اور فریبی کہہ کر نکال دیں گے، اور اگر دوکان دار سے نو روپیہ کا بل بنانے کو کہتا ہوں، تو وہ بناتا نہیں، تو اس ایک روپیہ کو کیا کروں؟ خود لے لوں یا کسی شخص کو دے دوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں دوکان دار نے آپ کو جو ایک روپیہ واپس کیا ہے، یہ شرعاً قیمت میں کمی کی ایک صورت ہے؛ لہٰذا یہ روپیہ آپ کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، اُسے محکمہ کو واپس کرنا ہوگا، یا پھر دوکان دار کو لوٹانا ہوگا، آپ اسے خود لے کر دوسرے کو بھی نہیں دے سکتے۔

وفي الواقعات الحسامية: ولو أمر رجلاً أن يشتري له جارية بألف فاشتراها ثم إن البائع وهب الألف من الوكيل فللوكيل أن يرجع على الآمر، ولو وهب منه خمس مائة لم يكن له أن يرجع إلى الآمر إلا بخمس مائة، ولو وهب منه خمس مائة، ثم وهب منه أيضاً الخمس مائة الباقية لم يرجع الوكيل على

الأمـر إلا بالخمسة الأخرىٰ؛ لأن الأول حط والثاني هبة. (البحـر الرائق / باب الوكالة بالبيع والشراء ۷/ ۱۵۵ کراچی)

لايـجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (البحر الرائق، الحدود / باب حد القذف فصل في التعزير ۵/ ٦٨ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۴/۳/۱٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵۰/ روپئے کی چیز زیادہ میں بیچنا؟

سـوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: مارکیٹ میں ایک چیز عام طور پر ۵۰ روپئے کی بکتی ہے؛ لیکن دوکاندار گاؤں کے کسی بھولے بھالے آدمی کی پہنچان کر کے جھوٹ بول کر ٦۰ - ۷۰/ روپئے میں دیدے، یعنی عام ریٹ سے جتنے پیسے بڑھتی لئے ہیں، یہ پیسے دوکان دار کے لئے حرام ہوں گے یا حلال؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وباللّٰہ التوفیق: ۵۰/ روپئے کی چیز ٦۰ یا ۷۰/ روپئے میں بیچ دی، تو یہ بیچنا جائز ہے؛ البتہ اگر جھوٹ بولے گا تو جھوٹ بولنے کا گناہ الگ سے ہوگا۔

عـن مـحـمـد بـن سـيـريـن أن عثمان بن عفان كان يشترک العير فيقول: يـربـحـني عقلها من يضع في يدي دينارًا. (السـنـن الـكبرىٰ للبيهقي ۵/ ۳۲۹، إعلاء السنن ۱٤/ ۲۵۸ بیروت)

معـنـى بيـع الـمـرابـحة: هـو البيـع برأس المال، وربح معلوم، ويشترط علـمهما برأس المال، فيقول: رأس مالي فيه أو هو علي بمائة بعتک بها، وربح عشـرة فهٰذا جائز، لا خلاف في صحته، ولا نعلم فيه عند أحد كراهة. (إعلاء السنن / باب التولية والمرابحة ۱٤/ ۲۵۷ دار الكتب العلمية بيروت)

لأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره. (الهداية / الكراهية ٤٧١/٤ إدارة المعارف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۸/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بائع کا وقت پر پیسے اَدا کرنے والوں کو چھوٹ دینا؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کپڑے کا کاروبار کرتا ہے، اُس نے اپنے تاجروں سے کہہ رکھا ہے کہ اگر تم وقت پر پیسہ ادا کردو تو اتنی چھوٹ دوں گا، مثلاً دس ہزار کا کسی نے مال لیا اور اُس نے وقتِ معینہ پر ادا کردیا، تو اُس کو دو سو روپئے چھوٹ دیتا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نقد ادائیگی پر بائع کا قیمت میں چھوٹ دینا شرعاً درست ہے۔

ویجوز أن یحط عن الثمن. (الهداية ۷۵/۳ أشرفي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم کے واسطے سے بینک کی ضبط کردہ گاڑیوں کو کمیشن پر خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ٹرک کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہوں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فائنس کمپنی جن گاڑیوں کو ضبط کرتی ہے، اُن گاڑیوں کو ایک غیر مسلم شخص خریدتا ہے، اور اس سے میں لے کر فروخت کرتا ہوں، اور فروخت کرنے کی دو شکل ہوتی ہے: پہلی شکل یہ ہے کہ میں اس غیر مسلم سے

ان گاڑیوں کوخرید لیتا ہوں، اس کے بعد فروخت کرتا ہوں، اور دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ میں جس غیر مسلم کی گاڑیوں کوفروخت کرتا ہوں، خرید کرنہیں؛ بلکہ اسی کی گاڑیوں کوکمیشن پر فروخت کرتا ہو۔

واضح رہے کہ فائنس کمپنی ضبط کی ہوئی گاڑیوں کو فروخت کرتے وقت اس بات کی وضاحت کر دیتی ہے کہ ان گاڑیوں میں اصل قیمت اور سود شامل ہے، تو کیا ایسی صورت میں اُن گاڑیوں کو غیر مسلم کے واسطہ سے خرید کر فروخت کرنا اور منافع سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ اور اسی طرح اس غیر مسلم کی گاڑیوں کوکمیشن پر فروخت کرنا اور کمیشن لینا جائز ہوگا یانہیں؟ واضح فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کے واسطہ سے بینک کی ضبط کردہ گاڑیوں کو خریدنا یا کمیشن پر فروخت کرنا آپ کے لئے جائز ہے، غیر مسلموں کے معاملات کا اثر آپ سے کئے گئے معاملہ پر نہیں پڑے گا۔

وعن بعض مشايخنا: حرمة الخمر والخنزير ثابتة على العموم في حق المسلم والكافر – إلى قوله – لكهنم لا يمنعون عن بيعها؛ لأنهم لا يعتقدون حرمتها ويتمولونها، ونحن أمرنا بتركهم وما يدينون. (بدائع الصنائع ٣٣٤/٤ زكريا)

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل. (شامي، الإجارة / مطلب في أجرة السمسار ٨٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بائع کی رضامندی کے بغیر مشتری کا واجبی دام سے کم ادا کرنا؟

سوال (۲۲): -کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: محمد ذکی صاحب نے ایک مال سپلائی کے لئے بھیجا اور یہ تحریر فرمایا کہ نرخ بہت مناسب واجبی لگادیں، میں نے ان کو بہت مناسب نرخ پر اور واجبی دام لگا کر مال بھیج دیا؛ بلکہ اپنے دوسرے خریداروں سے بھی بہت کم نرخ لگائے، پیمنٹ کے وقت محمد ذکی صاحب نے میرے کافی روپئے کاٹ لئے، یہ لکھ کر کہ آپ کے اس ایک آئٹم میں نرخ زیادہ ہیں، جب کہ میرا ان کا یہ طے ہے کہ دوسروں کے نرخ سے مجھے کوئی سروکار نہیں؛ بلکہ میں خود واجبی دام ہی لگاتا ہوں، کیا محمد ذکی صاحب کا یہ عمل شرعاً جائز ہے، جب کہ میں نے ان کو لکھ دیا تھا کہ مجھے اس میں نقصان ہے اور آپ میرے خدا کے یہاں دین دار رہیں گے، مجھے دوسروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ محمد ذکی صاحب کا عمل یہ ہے کہ دوسروں کے نرخ کم ہونے پر مجھ سے روپئے کم ہونے پر دوسروں سے روپیہ کاٹ لیتے ہیں، اور دوسرے کا بل بھی نہیں دکھاتے؛ تاکہ تصدیق ہو سکے؛ کیوں کہ کسی آئٹم میں میرے کم اور کسی میں دوسرے کے کم ہوتے ہیں، دل میں چوری کی وجہ سے بل نہیں دکھاتے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں محمد ذکی صاحب کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ آپ کی رضامندی کے بغیر مقررہ قیمت میں کمی کردیں اور ادائیگی کے وقت اپنی من مانی سے پیسے کاٹ لیں، زیادہ سے زیادہ ان کو یہ اختیار ہے کہ جس مال کی قیمت زیادہ محسوس ہو وہ مال آپ کو واپس کردیں، اس کے علاوہ آپ کی رضامندی کے بغیر کوئی اختیار نہیں ہے۔

أخرج الدار قطني عن محكول رفع الحديث إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال: من اشترىٰ شيئًا لم يره فهو بالخيار إذا رأه، إن شاء أخذه وإن شاء تركه. (سنن الدار قطني ٤/٢ رقم: ٢٧٧٧، كذا في المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع والأقضياة / في الرجل يشتري الشيء ولا ينظر إليه ٤٨٩/١٠ رقم: ٢٠٣٤٤)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا أذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم ٦١ رقم: ٩٥ كوئٹه)

لايحل مال امرئ أي مسلم أو ذميّ إلا بطيب نفس، أي بأمر أو رضًا.

(مرقاة المفاتيح / باب الغصب ٦/١٣٥ تحت رقم: ٢٩٤٦ دار الكتب العلمية بيروت)

من اشترىٰ شيئاً لم يره فالبيع جائز وله الخيار إذا راٰه إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده. (الهداية ١٩/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوری قیمت ادا نہ کرنے کی وجہ سے اَدا شدہ قیمت دے کر مشتری سے مبیع واپس لینا؟

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی مملوکہ مقبوضہ ایک قطعہ آراضی صحرائی فروخت کرنے پر آمادہ نہیں تھا، صوم وصلاۃ کے پابند اور حافظ قرآن عمر کے حد درجہ اصرار اور پختہ یقین دہانی پر کہ وہ ۲/ماہ کی مدت کے اندر آراضی مذکور کی کل طے شدہ بقایا قیمت زید کو ادا کردے گا، زید نے آراضی مذکورہ سے متعلق جملہ حقوق مالکانہ عمر کو منتقل کردئے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ اس واقعہ کو عرصہ چار سال سے بھی زائد گذر گیا؛ لیکن اس دوران عمر نے باوجود طلب وتقاضہ زید کو اس کے بقایا مطالبہ کی کوئی رقم ادا نہیں کی، براہِ کرم تحریر فرمائیں کیا عمر کی رقم بیعانہ واپس کرکے زید اپنی کل آراضی کے مالکانہ حقوق عمر سے واپس لے لینے میں حق بجانب ہے؛ کیوں کہ سودا کل قطعہ آراضی کا ہوا تھا نہ کہ جز آراضی کا، زید اپنی جز آراضی کی جز قیمت لینے پر تیار نہیں ہے، اور عمر اس پر بضد ہے اور جز آراضی کی قیمت واپس لینے پر تیار نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمر یا تو کل رقم ادا کرکے پوری زمین خریدے یا اپنی ادا کردہ رقم واپس لے کر قبضہ چھوڑدے، وہ زید کو جزو زمین بیچنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

وإذا أوجب البائع العقد في شيئين أو ثلاثة، فأراد المشتري أن يقبل العقد

فـي واحـد دون الآخـر فهـذا عـلـى وجهيـن: إن كـانت الصفقة واحدة ليـس لـه ذٰلـك . (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۳۹/۸ رقم: ۱۱۷۷۰ زكريا)

وأمـا فـي الـمشتـري فمعناه: إذا أوجب البائع المبيع فليس للمشتري أن يقبل في بعضه إذ قد يتضرر بتفريق الصفقة. (فتح القدير ۲۵۵/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۱۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوکان دار کا فروخت ہونے والے سامان میں تصرف کرنا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: دوکان دار فروخت ہونے والے سامان میں فروختگی سے قبل تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ بعد میں اس سامان کو اصل قیمت سے بیچنا ہے، اور اس تصرف کی اطلاع گاہک کو نہیں ہوتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیچنے سے پہلے وہ سامان بائع کی ملکیت ہے، اس میں تصرف کی اسے اجازت ہے؛ لیکن جب بیچے تو یہ بتادے کہ میں اسے استعمال کرچکا ہوں۔ اگر بغیر بتائے پوری قیمت پر بیچے گا تو دھوکہ دینے والا شمار ہوگا؛ اس لئے کہ مستعمل اور غیر مستعمل اشیاء کی قیمتوں میں عرفاً بڑا فرق ہوتا ہے۔

عـن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ مـن طـعـام فـأدخـل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰذا؟ قـال: أصـابتـه الـمـاء يـا رسول اللّٰه! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الـناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنـن الترمذي / باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع ۲٤٥/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا محض شرط کی خلاف ورزی کرنے سے معاہدہ فسخ ہوجاتا ہے؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور بکر میں چند شراط کے تحت ایک معاہدہ طے پایا تھا، بکر کی جانب سے معاہدہ کی ایک شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو کیا اس خلاف ورزی کی وجہ سے معاہدہ خود بخود فسخ ہوجائے گا یا زید اس فسخ معاہدہ کی اطلاق کا شرعاً ذمہ دار ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض شرط کی خلاف ورزی کرنے سے خود بخود معاملہ ختم نہیں ہوتا؛ البتہ اس بنیاد پر فریق ثانی اگر چاہے تو صراحۃً معاملہ کو فسخ کرسکتا ہے، جب تک معاہدہ کو صراحۃً فسخ نہیں کرے گا، اُس وقت تک معاملہ ختم نہیں ہوگا۔

قال العلامة الكاساني: فصل فيما ينفسخ به عقد المعاملة: منها: صريح الفسخ، ومنها: الإقالة، ومنها: انقضاء المدة، ومنها: موت متعاقدين. (بدائع الصنائع، كتاب المعاملة / حكم المعاملة الفاسدة ۵/۲۷۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرط لگائی کہ اگر متعینہ مدت تک مال نہ خریدا تو خراب ہونے پر مشتری سے وصول کیا جائے گا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمرو کے یہاں کچا چمڑا نقد فروخت کیا، اور یہ شرط ٹھہرائی کہ پوری قیمت ادا کر کے ہی چمڑا لے جانا ہوگا، اگر فوری طور پر پوری قیمت ادا نہیں کرسکتے ہیں، تو دس دنوں کی مہلت دی جائے گی، قیمت میں سے پانچ ہزار روپیہ اسی مجلس میں جمع کردیں، اور باقی جس وقت چمڑا لے جائیں

گے اگردس دنوں تک چمڑا نہیں اٹھائیں گے،تو میں چمڑاکسی دوسرے کے یہاں فروخت کردوں گا، اور جونقصان مجھ کو ہوگا اس کی تلافی آپ کی جمع شدہ رقم سے کروں گا، عمرو نے اس شرط کو منظور کیا اور چمڑا خرید لیا، اور شرط کے مطابق پانچ ہزار روپئے بھی فوری طور پر جمع کردیا، مگر دس دنوں تک؛ بلکہ ایک ماہ تک چمڑا نہیں اٹھایا اور نہ قیمت ادا کی، چمڑا جب خراب ہونے لگا تو زید نے مجبوراً چمڑے کو دوسرے شخص کے یہاں فروخت کردیا، جس میں زید کو دس ہزار روپئے کا نقصان اٹھانا پڑا، اب عمرو زید سے ۵/ ہزار روپئے کا مطالبہ کرتا ہے اور زید دینے سے انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تمہاری وجہ سے میرا ۱۰/ ہزار روپئے کا نقصان ہوگیا، اور میں نے پہلے ہی یہ شرط لگادی تھی کہ جو نقصان ہوگا اُس کی تلافی تمہاری جمع شدہ رقم سے کروں گا، اس لئے میں تمہاری رقم واپس نہیں کروں گا، تو سوال یہ ہے کہ اس معاملہ میں شریعتِ مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟ عمرو کو ۵/ ہزار روپئے واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے چمڑے کی خریداری میں عمرو سے جو شرط لگائی ہے وہ شرعاً قابل لحاظ ہے، اور زید کا چمڑا خراب ہونے کے اندیشہ سے دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، اور اس معاملہ میں اسے جو نقصان اٹھانا پڑا وہ عمرو سے وصول کرسکتا ہے۔ مسئولہ صورت میں عمرو کو اپنی دی ہوئی رقم واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔

قلت وفي الولواجية: اشتریٰ لحماً فذهب ليجيء بالثمن فابطأ فخاف البائع أن يفسد يسع البائع بيعه؛ لأن المشتري يكون راضياً بالانفساخ، فإن باع بزيادة تصدق بها أو بنقصان وضع على المشتري، وهٰذا نوع استحسان، وبه علم أن ما يسرع فساده لا يتوقف على القاضي لرضاه بالانفساخ. (شامي، البيوع / باب المتفرقات، مطلب: للقاضي إيداع مال غائب وإقرا منه وبيع منقوله ٧/٤٨٤ زكريا)

وفي الرافعي: قال ابن كمال پاشا: إن هٰذا البيع وإن كان قبل القبض إلا أنه ليس بمقصود، إنما المقصود إحياء حقه، وفي ضمنه يصح بيعه. (تقريرات

الرافعي ١٧١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۲؍۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقررہ وقت پر مشتری کا روپیہ ادا نہ کرنے پر بائع کا بیع کو فسخ کرنا؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے تقریباً ڈھائی سال قبل یکم اگست ۲۰۰۸ء ایک زمین بکر کے ہاتھ فروخت کی تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ اسی ہزار روپئے طے پائی تھی، بکر نے اسی وقت پچپس ہزار روپئے دیدیئے تھے، بقیہ ایک لاکھ پچپس ہزار روپئے ایک ماہ بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا؛ لیکن ایک ماہ بعد صرف پچاسی ہزار روپئے دئے اور ستر ہزار روپئے اس وعدہ پر بقایا کردیا کہ ایک ماہ بعد ادا کردے گا؛ لیکن بہت ہی تقاضہ کرنے پر پھر اس نے پینتیس ہزار روپئے ادا کئے، اور پینتیس ہزار ایک ماہ کے وعدہ پر باقی لگایا؛ لیکن شدید تقاضہ پر چار ماہ بعد صرف بیس ہزار روپئے ادا کئے اور پندرہ ہزار باقی کردئے، تقریباً دو سال ہوگئے یہ پندرہ ہزار روپئے ادا نہ کئے، ادھر زید نے ایک ہفتہ کی مہلت دی اور ۳۰؍نومبر ۲۰۱۰ء کو بکر سے کہا کہ اگر آپ ۷؍دسمبر ۲۰۱۰ء تک ادا نہ کریں گے تو میں بیع فسخ کردوں گا، جس پر بکر نے زید کو جواب دیا کہ آپ اپنا پندرہ ہزار کل ہی لے لو زید نے کہا بہت اچھا۔

پھر بھی بکر نے سات تاریخ کی رات آٹھ بجے تک پیسہ ادا نہیں کیا، جب کہ معمول کے مطابق آٹھ بجے رات کو دوکان بند کرکے اپنے گھر آ گیا اور نہ ہی وہ گھر ہی پیسے دینے کے لئے آیا؛ البتہ آٹھ تاریخ کی شام سات بجے بکر پیسے لے کر آیا، تو زید نے کہا کہ ہماری بات کل تک تھی میں نے بیع کو ختم کردیا؛ اس لئے آپ اپنا مکمل پیسہ واپس لے لیں، اور اب ہم آپ کو زمین نہ دیں گے، ازروئے شرع زید کا اس طرح معاملہ کرنا کیسا ہے؟ کیا زید کو فسخ کرنے کا اختیار تھا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب زید اور بکر کے درمیان آپسی رضامندی سے یہ

بات طے ہوگئی کہ ۷؍دسمبر تک قیمت کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں زید کو معاملہ فسخ کرنے کا اختیار رہوگا، تو شرعاً زید کو متعین وقت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوگیا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جب بکر وقت پر روپیہ ادا نہ کرسکا، تو زید کا بیع کو فسخ کرنا شرعاً معتبر اور درست ہے؛ البتہ اب تراضی طرفین کے ساتھ ازسرِنو معاملہ کیا جاسکتا ہے۔

عن عمرو بن عوف المزني رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلّا صلحا حرّم حلالا، أو أحل حراماً، والمسلمون على شروطهم إلاّ شرطاً حرّم حلالاً، أو أحل حرامًا. (سنن الترمذي، أحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ۲۵۱/۱ رقم: ۱۳۶۴، سنن أبي داؤد، قضاء / باب الصلح ۵۰۵/۲ رقم: ۳۵۹۴)

عن سليمان ابن البرصاء قال: بايعت ابن عمر، فقال لي: إن جاء تنا نفقتنا إلى ثلاث ليالٍ، فالبيع بيننا، وإن لم تأتنا نفقتنا إلى ذٰلک فلا بيع بيننا وبينک، ولک سلعتک. (إعلاء السنن، أبواب البيوع / باب خيار الشرط ونفي خيار الغبن ۵۷/۱٤ رقم: ٤٦٢١ بيروت)

ولو باع مطلقًا عنها، أي عن هٰذه الآجال، ثم أجل الثمن ...... إليها صح التاجيل. (الدر المختار مع الشامي / باب البيع الفاسد، مطلب في بيع الشرب ۲۷۸/۷ زكريا)

صرح علمائنا بأنها لو ذكرا البيع بلا شرط، ثم ذكر الشرط على وجه العدة جاز البيع ولزم الوفاء بالوعد. (شامي / باب البيع الفاسد، مطلب في البيع بشرط فاسد ۲۸۱/۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴؍۲؍۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان کی بیع اور اس پر قبضہ سے قبل منافع میں شرکت کی شرط لگانا؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید اور بکر نے عمر سے ایک مکان ۷۰؍ہزار کا خریدا تھا، جو تاریخ رقم ادائیگی کی زید اور بکر نے طے کی تھی، اس مدت میں زید اور بکر عمر کو پوری رقم ادا نہ کرسکے؛ لیکن پھر بھی آدھی رقم سے زائد ادا کردی، اب عمر نے باقی رقم کا تقاضہ کیا، تو زید اور بکر نے کہا کہ ابھی گنجائش نہیں ہے، افہام وتفہیم کے بعد یہ طے پایا کہ اس مکان کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا جائے، اور جو رقم اس بیچنے میں زائد ملے اس میں تینوں برابر کے شریک رہیں، یعنی منافع تین جگہ تقسیم ہوجائیں اور ہماری اصل رقم جو دے چکے ہیں، نفع کے ساتھ ہم کو واپس مل جائے۔ تینوں اس بات پر رضا مند ہوگئے تھے، اب عمر نے وہ مکان اپنے بھائی کو ۸۰؍ہزار روپئے میں بیچ دیا ہے، اب وہ نفع تو نفع اصل رقم کے دینے سے بھی انکار کرتا ہے کہ چوں کہ تمہاری ادائیگی کی تاریخ نکل چکی تھی؛ لہٰذا بیعانہ واپس نہیں کیا جائے گا، زید اور بکر نے عمر کو ۲۰؍ہزار بیعانہ میں دئے تھے، اور ۲۰؍ہزار بعد میں، اب وہ دونوں کے دینے سے انکار کرتا ہے؛ لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ زید اور بکر ان دونوں رقم کے حقدار ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید اور بکر صرف اپنی دی ہوئی رقم ۲۰-۲۰؍ہزار کی واپسی کے حق دار ہیں، نفع میں ان کا کوئی حق نہیں ہے؛ اس لئے کہ بیع اور قبضہ کی تکمیل سے قبل منافع کی تقسیم کی جو بات طے ہوئی تھی وہ شرط فاسد تھی، شرعاً اس کا اعتبار نہیں؛ البتہ اصل رقم کا لوٹانا عمر پر لازم ہے۔

ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع ولا حائل. (الدر المختار) وفي نحو دار فالقدرة على إغلاقها قبض. (الدر المختار مع الشامي، كتاب البيوع / مطلب: في شروط التخلية ۷/۹۶-۹۷ زكريا)

ولو أمره بالبيع؛ فإن قال: بعه لنفسك أو بعه ففعل كان فسخاً، وإن قال: بعه لي لا يجوز. (شامي، البيوع / باب المربحة والقولية مطلب: في تصرف البائع في المبيع قبل القبض ۷/۳۷۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۹/۲۶ھ

بیع نافذ ہونے کے بعد اُسے توڑنا؟

سوال (۲۹):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالرشید کا مکان فروخت ہورہا تھا، وہ عبدالقیوم کے پاس آئے، قیمت پچاس ہزار روپئے بتلائی، اُنہوں نے لینے سے انکار کردیا، وہ عبدالغفور کے پاس گئے، اُنہوں نے بھی انکار کردیا، مجبور ہوکر عبدالمجید کو ۴۵؍ ہزار روپئے میں فروخت کردیا، یہ اطلاع عبدالقیوم کو ملی، انہوں نے اپنے رشتہ دار ظہور احمد سے کہا کہ مکان عبدالغفور پچاس ہزار روپئے میں لے لیں گے، جھگڑا ختم کردیا جائے، بعد میں عبدالغفور سے ملے، یہ مکان ہم تم دونوں شرکت میں خرید لیں، دونوں کی رضامندی پر ساٹھ ہزار میں خرید لیا، دو ہزار بیعانے کے دے دئے، ایک ہفتہ بعد عبدالقیوم بولے کہ میں شرکت نہیں کرتا، میرے ایک ہزار روپئے مارے گئے، یہ بیعانہ مارنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ عبدالقیوم اور عبدالغفور نے مکرر رضامندی سے عبدالرشید کا مکان خریدلیا، تو یہ بیع تام اور نافذ ہوگئی، اب عبدالقیوم کا اس شرکت سے انکار اس بات پر دال ہے کہ وہ بیع مذکور توڑنا چاہتا ہے، جسے شریعت میں ’’اِقالہ‘‘ کہتے ہیں؛ لہٰذا اگر بائع یعنی عبدالرشید اور شریک یعنی عبدالغفور راضی ہوں، تو یہ اقالہ درست ہے اور عبدالقیوم نے بیعانہ کی جو رقم دی ہے، وہ اُسے لوٹا دی جائے، اِقالہ کے بعد اس رقم کا مارنا اور اسے نہ دینا جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أقال مسلماً أقال اللّٰه عثراته. (سنن أبي داؤد / باب فضل الإقالہ رقم: ٣٤٦٠)

وكل من شركاء الملك أجنبي ...... في مال صاحبه ......، فصح له بيع حصته ولو من غير شريكه بلا إذن إلا في صورة الخلط لماليهما ...... وكبناء ......، وفي الشامي: وإنما توقف البيع فيه من الأجنبي علىٰ إذن شريكه. (شامي ٣٠٠/٤ كراچی، ٤٦٧/٦-٤٦٨ زكريا)

الإقالة: هي رفع البيع ...... وتتوقف علىٰ قبول الاٰخر في المجلس. (كذا في الدر المختار على الشامي ۱۱۹/۵-۱۲۱ كراچی، ۳۳۱/۷ زكريا)

وفيه وإنما هي بيع في حق ثالث أي لو بعد القبض بلفظ الإقالة، فلو قبله فهي فسخ في حق الكل في غير العقار. وفي الرد المحتار: أما في العقار فهي بيع مطلقاً بجواز بيعه قبل قبضه. (شامي ۱۲۷/۵ كراچي، ۳٤۱/۷ زكريا)

ويُردُّ مثل الثمن الأول، وقال في البناية: لأن الإقالة رفع القيد الأول، فيكون على الوجه الذي انعقد، قوله الثمن الأول: الذي انعقد عليه. (الهداية / باب الإقالة ۱٤٦/۵ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۵/۱۴۱۱ھ

گوشت کی دوکان کرنا کیسا ہے؟

سوال (۳۰):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گوشت کی دوکان کرنا درست ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال طریقہ پر گوشت کی تجارت میں اور دوکان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ گوشت بھی مال ہے اور مال کی تجارت جائز ہے، بشرطیکہ شرعی دائرہ میں رہ کر ہو۔

والتجارة أفضل من الزراعة عند البعض. (الفتاوىٰ الهندية ۳٤۹/۵)

كل ما ينتج به فجاز بيعه والإجارة عليه. (القواعد الفقهية ۱۲۸ دار القلم دمشق)

ويجوز لحم حيوان بلحم حيوان غير جنسه متفاضلاً. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / باب الربا ۲۵/۲ كوئٹه، كذا في تبيين الحقائق / باب الربا ٤٦۵/٤ دار الكتب العلمية بيروت،

هداية / كتاب البيوع ٨٦/٣ مكتبة شركت علمية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۲/۹/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مذبوحہ حلال جانور کی آنتوں کو بیچنا

سوال (۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیل، گائے یا بھینس اور بکری کی آنتوں کا کچرا نکال کر کیمیکل ڈال کر اس کو بنگلور وحیدر آباد میں انگریزی دوائیوں کی کمپنیوں کو سپلائی کرتے ہیں، اس کی تجارت جائز ہے یا نا جائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال شدہ جانوروں کی آنتیں نجاست ظاہرہ سے پاک صاف کرنے کے بعد فروخت کرنی درست ہیں۔ (مستفاد: بہشتی زیور اختری ۱۰۵/۹)

مستفاد: ويباع عظمها وينتفع به وكذا عصبها وقرنها وشعرها ووبرها، وكذا عظم الفيل. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / باب البيع الفاسد ٨٣/٣ كوئٹه، تبيين القفائق ٣٧٧/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله عليه السلام في شاه ميمونة: إنما حرم أكلها. وفي رواية: لحمها، فدل على أن ما عدا اللحم لا يحرم، فدخلت الأجزاء المذكورة. (رد المحتار، باب المياه / مطلب في أحكام الدباغة ٢٠٦/١ دار الفكر بيروت)

والصحيح أنه يجوز بيع كل شيء ينتفع به. (الفتاوى الهندية / الباب التاسع من كتاب البيوع ١١٤/٣ زكريا)

كل ما ينتفع به فجائز بيعه والإجارة عليه. (القواعد الفقهية ١٢٨ دار القلم دمشق)

الحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع. (الدر المختار مع رد المحتار / باب البيع الفاسد ٦٥/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ

۱۴۱۳/۱۰/۲۰ھ

خون کا ٹھیکہ دینا اور بیل کے عضو خاص کی بیع؟

سوال (۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: قریش برادری کا ایک مدرسہ ہے، فنڈ کے متعلق ان کی کچھ اسکیمیں ہیں، مثلاً بیل کا تر (عضو خاص) کا ٹھیکہ ۴۰؍ہزار روپیہ میں پانچ سال کا دیا جاتا ہے، اسی طرح خون کا ٹھیکہ پانچ سال کے لئے دو لاکھ روپیہ میں ہوتا ہے، اب ہمیں کچھ علماء نے بتایا کہ یہ پیسہ استعمال کرنا ناجائز ہے، جب کہ اس مدرسہ میں مطبخ کا بھی قیام ہے، کافی تعداد بیرونی طلبہ کی ہے، جو کہ سال کا صرفہ تقریباً چار لاکھ روپیہ ہے، اور ابھی اس مدرسہ میں تعمیر کی بھی کافی قلت ہے، مسافر خانہ کی عمارت بھی بنی ہے؛ لہٰذا کوئی حل نکال کر بتائیں؛ تاکہ پیسہ استعمال کیا جاسکے؟ صورتِ مذکورہ کے پیسہ سے مسلم قوم کے لئے کوئی اور عمارت بنا سکتے ہیں، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پیسہ سے ایک ہندی اسکول بنالو جو کہ شادیوں میں بھی استعمال ہو جائے؛ تاکہ عوام کو تقریبات کے موقع پر مشکلات نہ اٹھانی پڑے اور قوم کے بچوں میں ایک بیداری پیدا ہو؟ نیز مذکورہ رقم کو اگر ہم لوگ نہ لیں تو اس کو کچھ لوگ اپنے استعمال میں لاتے ہیں، نیز کچھ رقم مذبح میں مرمت تعمیر میں صرف کرتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیل کو شرعی طور پر ذبح کرنے کے بعد اس کے عضو خاص کی بیع جائز ہے، اور اس سے حاصل شدہ آمدنی مسجد اور مدرسہ میں لگانا درست ہے۔

ویجوز بیع عظام المیتة وعصبها وصوفها وشعرها وریشها ومنقارها وظلفها وحافرها؛ فإن هٰذه الأشیاء طاهرة لاتحلها الحیاة فلا یحلها الموت. (فتح القدیر ٦/٤٢٧)

لیکن خون کا ٹھیکہ دینا جائز نہیں؛ اس لئے کہ خون شریعت کی نظر میں مال نہیں ہے۔

البیع بالمیتة والدم باطل، وکذا بالحر لانعدام رکن البیع وهو مبادلة المال بالمال فإن هٰذه الأشیاء لا تعد مالاً عند أحدٍ. (الهدایة مع الفتح القدیر ٦/٤٠٣)

لہٰذا اُس سے حاصل شدہ آمدنی کا مدرسہ وغیرہ کی تعمیرات کے کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ آج کل چوں کہ بہتا ہوا خون دواؤں میں اور مرغی فارموں میں استعمال ہونے لگا ہے، اس لئے بعض مفتیان نے عرف میں اس خون کے قابل انتفاع ہونے کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور اُسے گوبر کی بیع کے جواز پر قیاس کیا ہے۔ (دیکھئے: فتاویٰ حقانیہ ۶/ ۵۶ بحوالہ: امداد الاحکام ۳/ ۴ ۳۵)

لیکن محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے مطلقاً دمِ مسفوح کے عدمِ جواز کی رائے کو ترجیح دی ہے، اور اسی کو ائمہ اربعہ کا موقف قرار دیا ہے۔

قد اتفق الفقهاء على نجاسة الدم وعدم جواز بيعه الخ، وعموم النص في نجاسة الدم يقتضي عدم جواز ذٰلک ومن ثم عدم جواز بيعه بهٰذا الغرض. (فقه البيوع ۳۰۸)

بریں بنا خون کا ٹھیکہ چھڑایا ہی نہ جائے، جو شخص خون لے جانا چاہے اسے مفت میں دیا جائے اور اگر اس طرح کی کوئی رقم جمع ہو تو اسے بلانیت ثواب غریبوں میں خرچ کردیں، کسی تعمیر وغیرہ میں خرچ نہ کریں۔

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث، فإما إن ملكه بعقد فاسد، أو حصل له بغير عقد، ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه، فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء. (بذل المجهود، الطهارة / باب فرض الوضوء ۱/ ۳۵۹ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي، مظفرفور أعظم جراه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/ ۷/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خون، پتہ، پیشاب کی تھیلی اور جانور کے عضوِ تناسل کی بیع

سوال (۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مختلف امراض کے علاج کے لئے جانور کا خون، پتہ، پیشاب کی تھیلی اور عضوِ تناسل وغیرہ مکروہ چیزیں استعمال کی جارہی ہیں، اور ان کی خرید وفروخت بھی ہورہی ہے۔ معلوم ہوا کہ پتہ

کے انجکشن تیار کر کے شگر کے مریض کی دوا کر رہے ہیں، جس کے پتہ میں خرابی آ گئی ہے اور اس سے بنسبت دوسری دوا کے فائدہ دیرپا رہتا ہے، اور عضو تناسل کی رگوں کو زخم جوڑنے کے لئے ٹانکوں میں دھاگے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے، خصوصاً اندرونی جسم آپریشن کے زخم کے لئے یہ بہت سودمند ہے، خون اور پیشاب کی تھیلی کا استعمال نہ معلوم کس مرض کے لئے ہو رہا ہے، خرید وفروخت تو ان کی بھی چل رہی ہے، آیا ان چیزوں کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ نہیں تو ان سے کمائی ہوئی رقم کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہنے والے خون کی خرید وفروخت تو بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۳]

اور پتے کے پانی کا حکم اس جانور کے پیشاب کے مانند ہے؛ لہٰذا امام محمدؒ کے ماکول اللحم جانور کے پیشاب پاک ہونے کے قول کی بناء پر ضرورۃً ماکول اللحم جانوروں کے پتہ کا پانی بیچنا اور خریدنا جائز ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور اختری ۹/۱۰۶)

وبول ماکول اللحم نجس نجاسة مخففة وطهره محمدؒ. (الدر المختار، کتاب الطهارة / باب المياه ۱/۳٦٥ زکریا)

اور پتہ کی تھیلی پیشاب کی تھیلی اور عضو تناسل کی بیع کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس جانور کو باقاعدہ شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے تو دباغت کے بغیر بھی ان اشیاء کی بیع اور ان کا خارجی استعمال درست ہے، اور اگر باقاعدہ ذبح نہیں کیا گیا تو دباغت کے بعد ان چیزوں کا بیچنا درست ہوگا، اور ان کی آمدنی حلال ہوگی۔ (مستفاد: بہشتی زیور اختری ۹/۱۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۸/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خون کاٹھیکہ لینا اور اُس سے دوائیاں بنانا؟

سوال (۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مذبح کے اندر جو بھینس کٹتی ہیں، اُن کا خون تقریباً ۲۰؍سال پہلے نالوں میں بہہ جاتا تھا اور گڑھوں میں اکٹھا ہوجاتا تھا، کچھ دنوں کے بعد میونسپلٹی اُس کو کھاد کی شکل میں بیچ دیا کرتی تھی، عرصہ ۲۰؍سال سے یہ خون دوائیاں اور طاقت کے ٹانِکوں کے کام میں آنے لگا، جسے ہر آدمی ڈاکٹروں کے مشورہ سے استعمال کرنے لگا یہ پوزیشن دیکھ کر میونسپلٹی کی نیت میں بے ایمانی آگئی، اور اس نے اس خون کو ٹھیکے کی شکل میں نیلام کرنا چاہا اور اعلان کردیا، پھر اس ٹھیکہ کو لینے والے کے لئے کلکتہ، مدراس اور بمبئی کے بڑے بڑے لوگ کمپنیوں کی جانب سے بہت زیادہ قیمت پر ٹھیکہ لینے کے لئے تیار ہوگئے، یہ بات دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ قریش برادری کو یہ نقصان پہنچے، کچھ لوگوں نے کمپنیوں سے بات کی کہ ٹھیکہ ہم لوگ خود لیں گے اور تم ہم سے ٹھیکہ زیادہ قیمت پر خریدو گے، اور ہماری نگرانی میں خون اٹھاؤ گے، کمپنیاں اس بات پر راضی ہوگئیں، اور ان کے آدمیوں نے اسٹیل کی تھالیوں میں ذبح ہوتے وقت بغیر زمین پر گرے خون کو اٹھانا شروع کردیا، اور مشینوں میں ڈال کر اس کی کریم نکالنی شروع کردی، جس میں ۳۵؍فیصد کریم نکلتی ہے، باقی خون نالیوں میں پھینک دیا جاتا ہے، کریم کے اندر ۸؍کلو چینی اور کیمیکل ڈال کر ڈراموں میں بھر کر اپنی اپنی کمپنیوں کو بھیج دیا جاتا ہے، جہاں سے دوائیاں اور ٹانک بن کر بازار آجاتے ہیں، مہربانی فرما کر ان ٹانکوں اور دوائیوں کے اور اس شخص کے بارے میں جو ٹھیکہ لے کر کمپنی کو دیتا ہے، اور خون اپنے آدمیوں کی نگرانی میں اٹھواتا ہے، فتویٰ صادر فرمائیں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ٹھیکہ لینے والے کی لڑکی اور لڑکوں سے رشتہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتے ہوئے خون کا ٹھیکہ لینا، اور اُس کو تبدیل ماہیت کے بغیر بیچنا اور خریدنا حرام ہے، شریعتِ اسلامی میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح جس دوا کے بارے میں یہ قطعی علم ہو کہ اُس میں ماہیت بدلے بغیر اصل خون کی ملاوٹ ہے، اس کا استعمال

کرنا اوراس کا کاروبار کرنا بھی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے، جو شخص اِس طرح کے حرام کاروبار میں ملوث ہے، اُس پر لازم ہے کہ وہ جلد از جلد اِس حرام سے بچے، اور اللہ کے دربار میں توبہ واستغفار کرکے حلال کمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے، برادری والوں کو بھی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو نجس اور حرام کاموں سے بچانے کے لئے مناسب طریقے اختیار کریں، اگر سماجی بائیکاٹ اور رشتہ ناطے پر پابندی لگانے سے برے فعل سے روکنا ممکن ہو، تو اسے بھی اختیار کرسکتے ہیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۳]

عن أبي حجيفة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن ثمن الدم …… الخ. (صحيح البخاري رقم: ۲۲۳۸، مسند أحمد ۳۰۹/۲، مرقاة المفاتيح ۱۳/۶ رقم: ۲۷٦۵ دار الكتب العلمية بيروت)

بطل بيع ما ليس بمال كالدم المسفوح، فجاز بيع كبد وطحال. (الدر المختار مع الشامي، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ۵۱/۵ كراچی)

وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرمًا، فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم …… فنقول: البيع بالميتة والدم باطل، وكذا الحر، لإنعدام الركن، وهو مبادلة المال بالمال، فإن هٰذه الأشياء لا تُعدّ مالاً عند أحد. (الهداية، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ۵۳/۳ ملتان)

بطل بيع ما ليس بمال …… كالدم المسفوح ……. (الدرالمختار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ۲۳۵/۷ زكريا، ۵۰/۵ بيروت)

لم يجز بيع الميتة والدم لانعدام المالية التي هي ركن البيع، فإنهما لا يعدان ما لا عند أحد وهو من قسم الباطل. (البحر الرائق / باب البيع الفاسد ۱۱۵/٦ زكريا، تبيين الحقائق / باب البيع الفاسد ۳٦۲/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خنزیر کے بالوں کی بیع؟

سوال (۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی مسلمان خنزیر کے بالوں کے برش وغیرہ کی صنعت سے وابستہ ہو اور اس کی تجارت کرتا ہو تو اس کی روزی حلال ہے؟ اور ایسے لوگوں کے ساتھ شادی بیاہ اور رشتہ داری قائم کرنے میں حدودِ الٰہی کی خلاف ورزی تو نہیں ہے، رشتہ داری قائم کرنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر کے بالوں کی خرید وفروخت قطعاً حرام ہے، اور اس صنعت وتجارت سے حاصل شدہ آمدنی بھی حرام ہے، اس لئے ایسی آمدنی سے تیار شدہ کھانے وغیرہ کا استعمال بھی ممنوع ہوگا، اور رشتہ داری قائم رکھنے میں اگر آئندہ ان کی اصلاح کی اُمید ہے تو اسے باقی رکھا جاسکتا ہے۔

وشعر الخنزير لنجاسة عينه فيبطل بيعه. (الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ٥/ ٧١-٧٢ كراچی، ٧/ ٢٦٤ زكريا)

ولا يجوز بيع شعر الخنزير. (الفتاویٰ الهندية/ الباب التاسع، الفصل الخامس ١١٥/٣ زكريا)

وأما الخنزير فجميع أجزائه نجسة. (الفتاویٰ الهندية، الطهارة / الباب الثالث، الفصل الثاني ٢٤/١ زكريا)

وشعر الخنزير أي لم يجز بيعه إهانة له لكونه نجس العين كأصله، فالبيع هنا لو جاز لكان إكرامًا، وفي الخمر والخنزير كذٰلک، لو جاز لكان إعزازًا وقد أمرنا بالإهانة. (البحر الرائق / باب البيع الفاسد ٦ ٨٠ كراچی، كذا في بدائع الصنائع / حكم عظم الخنزير ٤/ ٣٣٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۶/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خنزیر کے بالوں سے برش بنانے کا کاروبار؟

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جانوروں کے بالوں سے جو Paint والے برش بنائے جاتے ہیں، مثلاً اُن میں کچھ حلال جانور بھی ہوتے ہیں اور کچھ حرام جانور بھی ہوتے ہیں، تو ان برش کا کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر کے بالوں والے برش کا کاروبار جائز نہیں ہے؛ اس لئے آپ کو صرف حلال جانوروں یا مصنوعی بالوں والے برش کا ہی کاروبار کرنا چاہئے۔

وفسد بيع شعر الخنزير لنجاسة عينه، فيبطل بيعه. (شامي ۲٦٤/٧ زكريا، تبيين الحقائق ٣٧٦/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۰/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مردار جانوروں کی کھال نکلوا کر بغیر دباغت کے فروخت کرنا؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک قریشی خاندان سے مناسبت رکھتا ہوں اور ہمارے یہاں چمڑے کا کاروبار ہوتا ہے، وہ اس طرح سے کہ ہمارے ضلع میں حکومت کی طرف سے چمڑے کا ٹھیکہ لیا جاتا ہے، جو لاکھوں روپیہ کی قیمت لگا کر ملتا ہے، اور وہ کئی گاؤں کی پنچایت کا ٹھیکہ ہوتا ہے، اور ہمارے پاس مزدور ہیں، ہماری پنچایت کے کسی گاؤں میں کوئی جانور ختم ہوجاتا ہے، تو ہم اپنے مزدوروں کے ذریعہ سے اُس مردار جانور کی کھال نکلوا کر جمع کر لیتے ہیں، اور بغیر دباغت دئے ہوئے فروخت کر لیتے ہیں، تو کیا اس بیع کو بیع حرام کہا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردار کا ٹھیکہ لینے کا معاملہ قطعاً حرام ہے؛ کیوں کہ یہ

مردار جانور کی بیع ہے اور دباغت سے پہلے مردار کی کھال نجس ہونے کی وجہ سے قابلِ انتفاع نہیں ہے؛ لہٰذا اُس کی بیع ہی جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر خود مالک دباغت کے بعد اپنے مملوکہ جانور کی کھال بیچے تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: انوار رحمت ۱۶۳)

عن بن عباس رضي الله عنهما قال: مر رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة ميتة كان أعطاها مولاة لميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: هلا انتفعتم بجلدها؟ قالوا: يا رسول الله! إنها ميتة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما حرم أكلها. (سنن النسائي، كتاب الفرع والعتيرة / باب جلود الميتة ٢/ ١٩٠)

وكل ما أورث خلالاً في ركن البيع فهو يبطل، وفي الشامية: فإن الخلل فيه مبطل بإن كان المبيع ميتة أو دمًا أو حرًا أو خمرًا الخ. (الدر المختار مع الشامي / باب البيع الفاسد، مطلب: لبيع الموقوف من قسم الصحيح ٧/ ٢٣٤ زكريا)

ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ؛ لأنه غير منفع، ولا بأس ببيعها والانتفاع بها بعد الدباغ. (الهداية / باب البيع الفاسد ٣/ ٥٨ إمدادية ملتان)

لا يجوز بيع جلود الميتة قبل الدباغ؛ لأنها غير منتفع بها، وليست بمال لنجاستها فيبطل، بخلاف الثوب والدهن المتنجس، فإنها عارضة. ويجوز بيعها بعده: أي بعد الدباغ. (مجمع الأنهر، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد كوئته، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب البيوع / الباب السابع في خيار الرؤية ٣/ ٥٦ زكريا، تبيين الحقائق / باب البيع الفاسد ٤/ ٣٧٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/ ۳/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مری ہوئی بکری مرغی غیر مسلم کو فروخت کرنا؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مراہوا جانور جیسا کہ مرغی بکری وغیرہ قیمتہً غیر مسلم کو فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مراہوا جانور خواہ مرغی ہو یا بکری، مسلمانوں کے حق میں وہ مال نہیں ہے؛ اس لئے غیر مسلم کے ہاتھ بھی فروخت کرنا ناجائز ہے، اُس کا پیسہ بھی حرام ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: قل لا أجد فيما أوحي إلي محرمًا على طاعم يطعمه، ألا كل شيء من الميتة حلال، إلا ما أكل، فأما الجلد والقرن والشعر والصوف والسن والعظم فكل هٰذا حلال؛ لأنه لا يذكّى. (سنن الدارقطني، الطهارة / الدباغ ٤٣/١ رقم: ١١٧)

لم يجز بيع الميت. (كنز الدقائق مع البحر الرائق / باب بيع الفاسد ٧٠/٦ كراچی) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۳/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیتل، لیدر اور لکڑی کے بنے جانوروں کی تصویریں بیچنا؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص ایکسپورٹ کرتا ہو اور اس کا غیر ملکی خریدار اس سے اپنی ضرورت کا سامان خریدتا ہو؛ لیکن ساتھ میں اسے اپنی دوکان کی ویرائٹی بنانے کے لئے پیتل، لیدر اور لکڑی کے بنے ہوئے جانوروں کی تصویر کے آئٹم بھی اپنی دوکان پر رکھنے ہوں، تو وہ اس شخص کو ان چیزوں کا آرڈر بھی دے؛ لیکن کیوں کہ یہ آئٹم علی گڑھ میں پیتل کے، اندور میں لیدر کے، اور سہارن پور میں لکڑی کے بنتے ہیں، تو وہ اگر ان جگہوں سے خرید کر اپنے یہاں بنائے ہوئے یعنی جو آرڈر کئے ہوئے مال کے ساتھ وہیں سے تیار خرید کر ایکسپورٹ کرے تو اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

مکروہ تحریمی کیا ہوتا ہے؟ اس کی تعریف تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جاندار کی تصویروں پر مشتمل سامان کی خرید وفروخت معصیت اور گناہ ہے؛ لیکن چوں کہ تصویر بن جانے کی وجہ سے شرعاً پیتل یا لوہے کی اصل مالیت ختم نہیں ہوتی، اس لئے اس سے جو آمدنی ہوگی اُسے مطلق حرام نہیں کہا جائے گا۔ اور مکروہ تحریمی کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں گوکہ بیع کی اصل حقیقت موجود ہے؛ لیکن ساتھ میں پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے تصویروں کی ممانعت کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب ہورہا ہے، جس کی بنا پر یہ معاملہ مکروہِ تحریمی قرار پایا ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۱۱۸)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: أشد الناس عذابًا عند اللّٰہ المصورون. (مشکاة المصابیح / باب التصویر، الفصل الأول ۳۸۵)

وظاهر کلام النووي في شرح المسلم: الإجماع علی تحریم تصویر الحیوان، وقال: وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیره، فصنعته حرام بکل حال؛ لأن فیه مضاهاة لخلق اللّٰہ تعالیٰ، وسواء کان في ثوب أو بساطٍ أو درهم وإناء وحائط وغیرها. (رد المحتار / مطلب: إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة ۱/۶۴۷ دار الفکر بیروت)

فالمکروه تحریمًا ...... فیثبت بما یثبت به الواجب یعني بظني الثبوت.

(رد المحتار / الحظر والإباحة ۶/۳۳۷ دار الفکر بیروت)

اشتری ثورًا أو فرسًا من خزف لأهل استئناس الصبي لا یصح، ولا قیمة له فلا یضمن متلفه. (الدر المختار) وفي الشامیة: لو کانت من خشب أو صفر جاز اتفاقًا فیما یظهر لإمکان الانتفاع بها. (الدر المختار مع الشامي ۵/۲۲۶ دار الفکر بیروت)

والأجر یطیب وإن کان السبب حرامًا. (شامي /أول باب الإجارة الفاسدة ۹/۶۲ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بچوں کی تصویر والی گڑیا کی خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ خطیب احمد سعید ایک فینسی دوکان چلاتا ہے، اور یہاں پر زیادہ جو چیزیں لوگ خریدتے ہیں، وہ بچوں کے کھلونے یا اُن کا بستر کپڑے وغیرہ، بچوں کی گڑیا بہت زیادہ خریدی جاتی ہے، تو اِس صورت میں کیا ہم کو اس کا بیچنا جائز ہے؟ اِسی طرح بچوں کے کپڑوں میں تصاویر اور بغیر تصاویر کے کپڑے بستر یہاں ملتے نہیں ہیں، ہر ایک میں چھوٹی چھوٹی تصویر ضرور رہتی ہے، تو اِس صورت میں کیا ہم ان چیزوں کو بیچ سکتے ہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بچوں کی گڑیا جس میں تصویر ہی اصل مقصود ہوتی ہے، اس کی خرید وفروخت مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہے؛ البتہ ایسے سامان جن میں تصاویر اصل مقصود نہیں ہوتیں؛ لیکن تصویریں اُن میں چھپی رہتی ہیں، اُن کی خرید وفروخت کی گنجائش ہے۔ (فقہ البیوع ۳۲۱)

اشترى ثورًا أو فرسًا من خزف للأجل استئناس الصبي لا يصح ولا قيمة له، فلا يضمن متلفه، وقيل بخلافه يصح ويضمن ...... وفي آخر حظر المجتبى عن أبي يوسف: يجوز بيع اللعبة وأن يلعب بها الصبيان (درمختار) قوله: من خزف أي طين، قيد به؛ لأنها لو كانت من خشب أوصفر جاز اتفاقًا فيما يظهر لإمكان الانتفاع بها. (الدر المختار مع الشامي، البيوع / باب المتفرقات ٤٧٨/٧ زكريا)

وكذا بطل مع مال غير متقوم كالخمر والخنزير ...... ويدخل فيه فرس أو ثور من خزف لاستئناس الصبي؛ لأنه لا قيمة له، ولا يضمن متلفة. (الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر ٥٤/٢ دار الكتب العلمية بيروت، إيضاح النوادر ٨٢/١-٨٣، جواهر الفقه ٢٢٧/٣، أحسن الفتاوىٰ ٢٠١/٨، فتاوىٰ محموديه ٥٠٢/١٩-٥٠٣ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورتیاں اور پیتل کے جانوروں کی خریداری کرنا؟

سوال (۴۱):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمرایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے، فرم سے باہر پیتل یا لیدر کے جانور خریدنا چاہتی ہے، کیا عمر یہ جانور و مورتی وغیرہ بازار سے خرید کر پالش وغیرہ کرا کر ایکسپورٹ کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مورتیاں اور پیتل وغیرہ کے جانور خرید کر ایکسپورٹ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (ایضاح النوادر مکمل ۸۱)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من صوّر صورة في الدنيا كلفان ينفخ فيها الروح يوم القيامة وليس بنافع. (صحيح البخاري ۸۸۱/۲، صحيح مسلم ۲۰۲/۲)

وأما ما يحرم اقتناؤه واستعماله، فلا يصح شراؤه ولا بيعه ولا هبته ولا إيداعه ولا رهنه، ولا الإجارة على حفظه، ولا وقفه، ولا الوصية به كسائر المحرمات. وقد قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: "إن اللّٰه ورسوله حرم بيعَ الخمر والميتةِ والخنزيرِ والأصنام". ومن أخذ على شيء من ذلک ثمنًا أو أجرة فهو كسب خبيث يلزمه التصدق به. قال ابن تيمية: ولا يعاد إلى صاحبه؛ لأنه قد استوفى العوض، كما نص عليه الإمام أحمد في مثل حامل الخمر، ونص عليه أصحاب مالک وغيرهم. (الموسوعة الفقهية ۲۹/۱۲ ۱وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية كويت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۳/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بنی ہوئی تصویر خرید کر فروخت کرنا؟

سوال (۴۲):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: بنی ہوئی تصویر خرید کر بیچنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بنی بنائی تصویروں کی خرید وفروخت تعاون علی المعصیۃ کی وجہ سے مکروہِ تحریمی ہے۔ (ایضاح النوادر ۱؍۸۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

القول الثالث: أنه يحرم تصوير ذو رب الأرواح مطلقًا أي سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن، وهو مذهب الحنفية والشافعية والمالكية. (الموسوعة الفقهية ۱۲/۱۰۲ كويت)

أما الصور المحرمة صناعتها على القاعدة العامة في المحرمات لاتحل الإجارة على صنعها ولا تحل الأجرة ولا الأمر بعملها ولا الإعانة على ذٰلك. (الموسوعة الفقهية ۱۲/۱۲۹ كويت)

أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع ۹/۵٦۱ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۴/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

تاش اور جاندار کھلونے کی بیع؟

سوال (۴۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر قسیم الدین جنرل اسٹور شیرکوٹ بجنور کافی عرصہ سے دکان داری کرتا ہے، جس میں جملہ اشیاء کے سواء تاش اور جاندار تصویر کے کھلونے بھی شامل ہیں، آیا بیع تاش میں قمار بازی کی اعانت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو صورتِ جواز ہے یا نہیں؟ جاندار تصویر کے کھلونے کی بیع کے بارے میں بروئے شریعت گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جاندار کی تصویر والے کھلونے بیچنا ممنوع ہے۔

اقتناء واستعمال صور الإنسان والحیوان: یجمع العلماء علی تحریم استعمال نوع من الصور، وھو ما کان صنمًا یعبد من دون اللّٰہ تعالیٰ. وأما ما عدا ذٰلک فإنہ لا یخلو شيء منہ من خلاف، إلا أن الذي تکاد تتفق کلمۃ الفقہاء علی منعہ: أن یکون صورۃ لذي روح إن کانت الصورۃ مجسمۃ. (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۲/۱۱۶ کویت)

اِسی طرح تاش (جس کے ذریعہ جوا کھیلا جاتا ہے) کو بیچنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

ما قامت المعصیۃ بعینہٖ یکرہ تحریماً وإلا فتنزیھاً. (شامي، کتاب الحظر والإباحۃ / باب الاستبراء وغیرہ، فصل في البیع ۶/۳۹۱ کراچی، ۹/۵۶۱ زکریا، البحر الرائق ۵/۱۴۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۹/۸/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جاندار کی شکل وصورت بنانا اور اس کی تجارت کرنا؟

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید پیتل تانبہ اور دیگر دھات کے برتن وغیرہ اور جانداروں کی تصویر بھی بناتا ہے، مثلاً آدمی، عورتیں، گھوڑے، ہاتھی، بندر، کتا، شیر وغیرہ کی اور بت وغیرہ اور ہندوانی تصویریں مثلاً گڑیش، رام، گرونانک، اور صلیب کا نشان، نیز مندروں کی تصاویر بنا کر بیچتا ہے یا بنی ہوئی تصویریں خرید کر بیرونی ممالک کو نقل وحمل کرتا ہے، کیا شریعت اسلامیہ میں کسی مسلمان کے لئے ایسی تصویریں بنانا یا بنوانا یا بنی بنائی خرید کر فائدے سے بیچنا اس کا اٹھانا لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ اسی طرح کاغذ پر تصویریں چھاپنا بیچنا وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی

روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں دو چیزیں ہیں: جاندار کی شکل وصورت بنانا اور اس کی تجارت کرنا ان کو ایک دوسرے سے الگ کر کے سمجھنا ضروری ہے۔

(۱) دھات وغیرہ سے جاندار کی شکل وصورت بنانا یہ ناجائز اور حرام ہے، نیز جس طرح دھات سے بنانے کا حکم ہے یہی حکم قلم سے نقاشی کرنے، پریس سے چھاپنے اور فوٹو کے ذریعہ عکس لینے کا ہے۔

(۲) تجارت کرنے میں دو شکلیں ہیں:

الف:- تصاویر اور مجسموں کی تجارت میں بائع ومشتری کا مقصود مالیت نہ ہو؛ بلکہ مقصد محض نفس تصویر ہو، تو یہ ناجائز اور اس کی آمدنی حرام ہے، جیسا کہ مٹی کے مجسمے یا سادہ کاغذ میں بنی ہوئی تصویریں۔

ب:- وہ تصویریں جو کسی دھات مثلاً تانبہ، پیتل یا لکڑی وغیرہ سے بنی ہوں کہ جن میں مقصود مالیت ہے اور شکل وصورت اصل مالیت کے تابع ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں ان کی تجارت حرام تو نہیں ہے، البتہ تعاون علی المصعیۃ کی وجہ سے مکروہ تحریمی ضرور ہے؛ لیکن نفسِ معاملہ صحیح ہوگا اور اس کی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه يقول: إن أشد الناس عذابا عند اللّٰه المصورون. (صحيح البخاري ۲/ ۸۸۰، صحيح مسلم ۲/ ۲۰۱)

اشترى ثورًا أو فرسًا من خذف للأجل استئناس الصبي لا يصح ولا قيمة له. (الدر المختار) **وفي الشامية: قوله من خزف أي طين، قال: قيد به؛ لأنها لو كانت من خشب أو صفر جاز إتفاقا فيما يظهر لإمكان الانتفاع بها.** (الدر المختار مع الشامي، كتاب البيوع / باب المتفرقات ۷/ ٤۷۸ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ٹی وی کی خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۴۵): -کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ٹیلی ویژن کی خرید وفروخت؛ بلکہ ایک طرح کی تجارت کرتا ہے، اور اس پیسہ سے اپنا خرچ اور اپنی بیوی بچوں کا خرچ چلاتا ہے، اور زید کے پاس اس ہنر کے علاوہ کوئی ہنر نہیں ہے، زید کے باپ نے اس کام کے علاوہ اور کوئی کام نہیں سکھایا، تو زید اس پیسہ سے اپنا اور اپنے گھر کا خرچ چلاسکتا ہے، اور اس سے نفع اٹھاسکتا ہے یا نہیں؟ اور زید کے باپ نے جو یہ کام سکھایا ہے اس کے اوپر کوئی گناہ لازم آئے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹی وی کی خرید وفروخت مکروہ ہے، اور اس کی آمدنی بھی مکروہ ہے، زید کو چاہئے کہ دوسرا جائز پیشہ اختیار کرے۔

وضمن بكسر معزف ...... آلة اللهو كبربط ومزمار ودف، **قيمته صالحًا لغير اللهو** ...... **وصح بيعها** ......، **وقالا: لا يضمن ولا يصح بيعها، وعليه الفتوىٰ.**

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / قبيل/مطلب: في ضمان الساعي ۳۰۷/۹ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب البيوع / الفصل الخامس في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات ۱۱۶/۳)

ويجوز بيع البربط والطبل والمزمار ...... وأشباه ذٰلک في قول أبي حنيفة وعندهما لا يجوز بيع هٰذه الأشياء قبل الكسر. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب البيوع / الفصل الخامس في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات ۱۱۶/۳، الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب: في ضمان منافع الغصب ۳۰۷/۹، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع ۵۶۲ زكريا)

وجاز تعمير كنيسة، قال في الخانية: ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به؛ لأنه لا معصية في عين العمل......، قال الزيلعي: وهٰذا عنده، وقالا: هو مكروه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره / فصل في البيع ۵۶۲/۹

زکریا، خانیة ۳۲٤/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورتی چھپے ہوئے کٹّے بیچنا؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے یہاں کٹے (بورے) فروخت ہوتے ہیں اور کٹے کے اوپر مورتی کا مارکہ ہوتا ہے، اور زید خود نہیں چھاپتا؛ بلکہ دوسری جگہ چھپوا کر لاکر فروخت کرتا ہے، کیا یہ شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر زید ان کٹوں پر خود تصویر چھاپے یا چھپوائے تو گنہگار ہوگا؛ لیکن اگر چھپے چھپائے خرید کر بیچے تو گناہ نہیں؛ کیوں کہ یہاں اصل مقصود تصویر نہیں؛ بلکہ خود کٹے ہیں۔

ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف أن كثيراً من الأفعال لا يجوز قصداً ويجوز تبعاً، كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعاً للدار لا إصالة وقصداً. (بحواله: جواهر الفقه ۲۳۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۱۰/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورتیوں والے زیور کی خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مورت والا زیور اگر میں خود نہ بناؤں اور نہ کسی سے بنواؤں؛ لیکن اس کی بیع وشراء کروں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مورتیوں والے زیور کی بیع وشراء مکروہِ تحریمی ہے؛ لیکن

سونے کے وزن کے عوض جو قیمت آئے گی وہ حرام نہ ہوگی۔

وفي نوادر هشام عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: رجل استأجر رجلاً ليصور له صورًا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذٰلک وأجعل له الأجرة.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الفصل الرابع: فساد الإجارة إذا كان المستأجر مشغولاً بغيره ٤/٤٥٠ زكريا)

ولو استاجر الذمي مسلمًا ليبني له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر، كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية ٤/٤٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چور بازار سے گاڑی خرید کر اُس کو فروخت کرنا؟

سوال (۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چور بازار سے ایک موٹر سائیکل خرید کر لایا، معلومات ہونے پر کہ یہ ناجائز ہے، ہم نے بیچنے کی کوشش کی، مگر میرے بھائی نے فروخت کرنے سے منع کر دیا، اور گھر میں اس گاڑی کو رکھ لیا گیا، میں نے اعتراض کیا کہ جائز نہیں ہے، قیامت کے دن پکڑ ہوگی، بڑے بھائی نے کہا کہ قیامت کے دن میں اس گاڑی کا حساب دوں گا، میں نے وہ گاڑی بڑے بھائی کے حوالہ کردی، مگر یہ گاڑی کاروباری تجارت میں مستعمل ہے، اور وہ گھر میں سب لوگ استعمال کرتے ہیں، میں اپنے بھائی سے الگ ہوکر حلال تجارت کرکے حلال کمائی کھانا چاہتا ہوں، اب کیا کروں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں کہ بھائی سے الگ ہوکر اپنا کاروبار شروع کروں، الگ مکان بنا کر رہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس گاڑی کا چوری کی ہونا یقینی ہو، اُس کی خرید وفروخت قطعاً حرام ہے، حسبِ تحریر سوال آپ خود ایسی گاڑی خرید کر لائے ہیں؛ اس لئے آپ پر لازم ہے کہ اصل مالک کو تلاش کرکے اسے واپس کریں، یا کم از کم جس سے خریدا ہے اُس کو لوٹا

دیں، اور اپنے پیسے واپس لے لیں، مگر کسی دوسرے کے ہاتھ اسے بیچنا آپ کے لئے درست نہیں ہے۔ اور اس گاڑی کے بارے میں بڑے بھائی کا یہ کہنا کہ میں قیامت کے دن دیکھ لوں گا بڑا گناہ اور جسارت کی بات ہے۔

الغرض اس گاڑی کو آپ کے لئے یا گھر والوں کے لئے استعمال کرنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ تاہم اس کے ذریعہ آمدورفت سے جو حلال معاملات ہوئے ہیں، اُنہیں حرام نہیں کہا جائے گا، اور نہ ہی اس گاڑی کی خریداری کی وجہ سے پورے کاروبار کی آمدنی کو حرام کہا جاسکتا ہے؛ اس لئے محض اِس بنیاد پر آپ کو مشترک کاروبار سے الگ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۸۶ ڈابھیل، کفایت المفتی ۸/۱۸ ملتان)

قال عليه الصلاة والسلام: من اشترى سرقة وهو يعلم أنها سرقة، فقد شرک في عارها وإثمها. (فيض القدير ١١/٥٦٥٤، بحواله: فتاویٰ محموديه ١٦/٨٦ ڈابهيل)

عن عكرمة بن خالد إن أسيد بن حضير الأنصاري رضي اللّٰه عنه أخبره أنه كان عاملاً على اليمامة، وأن مروان كتب إليه أن معاويةؓ كتب إليه: أيما رجل سُرق منه سَرِقة فهو أحق بها حيث وجدها، ثم كتب بذلک مروان إليَّ، فكتبتُ إلى مروان: أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قضى بأنه إذا كان الذي ابتاعها من الذي سرقها غير متهم يخيَّر سيدُها، فإن شاء أخذ الذي سُرق منه بثمنها، وإن شاء أتبع سارقه، ثم قضى بذٰلک أبوبكر وعمر وعثمان رضي اللّٰه عنهم الخ. (سنن لنسائي / باب الرجل بيع السلعة فيستحقها مستحق ٢/٢٠١-٢٠٢ رقم: ٤٦٨٩، المسند لإمام أحمد ٤/٢٢٦)

اكتسب حرامًا واشترى به أو بالدراهم المغصوبة شيئًا: قال الكرخي: إن نقد قبل البيع تصدق بالربح وإلا لا. (درمختار) وفي الشامي: قوله: اكتسب حراماً الخ، توضيح المسألة ما في التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع ذلک الدراهم إلى البائع أولاً، ثم اشترى

منـه بهـا أو اشترى قبل الدفع بها ثم دفعها، أو اشترى مطلقًا ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بـدراهم آخر ودفع تلك الدراهم ...... وقال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لا يـطيب، وفي الثلاث الأخيرة: يطيب، قال أبوبكر: لا يطيب في الكل، لكن الفتوىٰ الآن على قول الكرخي دفعًا للحرج عن الناس. (شامي ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوٹوں کا ہار بنا کر زیادہ قیمت میں فروخت کرنا؟

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نوٹوں کی گڈی اُس کی اصل قیمت سے زائد میں خرید کر اُس میں اپنی محنت اور دوسرے سامان لگا کر ہار بنا کر منافع لے کر بیچنا کیسا ہے؟ جب کہ بائع کی نیت فقط اپنی محنت اور سامان کا منافع لینا ہے، نوٹوں کا منافع لینا نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نوٹوں کا ہار بنا کر زیادہ میں بیچنا بکراہت جائز ہے؛ کیوں کہ بنانے والا ہار بنانے میں اپنی محنت اور سامان کا نفع لے رہا ہے، مگر یہ ہار پہننا ممنوع ہونے کی بنا پر یہ ایک طرح سے گناہ پر تعاون بھی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ یہ کاروبار نہ کیا جائے۔

ويـجـوز بيـع الفلس بالفلسين بأعيانها عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وقال مـحـمـد: لايـجـوز؛ لأن الثـمنية تثبت باصطلاح الكل، فلا تبطل باصطلاحهما، وإذا بقيت أثماناً لا تتعين فصار كما إذا كان بغير أعيانهما. (الهداية ٨٥/٣)

ودليـل الـجـواز قول أبي حنيفة أنها أموال لصلاحيتها لما يحل من وجوه الانتفاع وإن صلحت لما لا يحل، فلا يوجب سقوط التقوم وجواز البيع. (الهداية / آخر كتاب الغصب ٣٧٢/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیپسی، کوکا کولا، مرنڈا وغیرہ کی خرید وفروخت اور اُن کے اِستعمال کا حکم؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: پیپسی، کوکا کولا، مرنڈا، تھمس اَپ، سیون اَپ وغیرہ کی بیع وشراء یا اکل وشرب کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیپسی کوکا کولا وغیرہ میں اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی کراہت نہیں ہے؛ بلکہ یہ کراہت ایک خارجی امر کی وجہ سے ہے، وہ یہ ہے کہ ان کمپنیوں کی آمدنی سے دشمنانِ اِسلام مضبوط ہوتے ہیں۔ بریں بنا ایسی کمپنیوں سے معاملہ نہ کرنا بہتر ہے؛ لیکن اگر معاملہ کرلیا گیا، تو اس کی آمدنی کو حرام یا مکروہ نہیں کہا جائے گا۔ (مستفاد: ماہنامہ ندائے شاہی ماہ دسمبر ۲۰۰۱ء ص: ۲۰)

كل ذلك مكروه ولا يفسد به البيع؛ لأن الفساد في معنى خارج زائد لا في صلب العقد ولا في شرائط الصحة. (الهداية ۶۷/۳ أشرفي)

من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن ...... وكذا ما يتخذه أهل الشرك والجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب. (شامي، الطهارة / قبيل مطلب في أبحاث الغسل ۲۸۳/۱ زكريا)

القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك. (الأشباه والنظائر ۱۰۳)

الأجر يطيب وإن كان السبب حرامًا. (شامي / أول باب الإجارة الفاسدة ۶۲/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آلاتِ معصیت اور ہوم تھیٹر کی مخصوص چیزوں کی خرید وفروخت؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: میری الیکٹرانک اشیاء کی دوکان ہے، جس میں مندرجہ ذیل مصنوعات کی خرید وفروخت ہوتی ہے، خالی سی ڈی، ڈی وی ڈی پلییر، اسٹڈی کیمرہ، ایمرجنسی ایف ایم وغیرہ، قرأتِ قرآن اور علماء کی تقاریر کی کیسٹ بھی اپنی دوکان میں فروخت کرتا ہوں؛ البتہ گانوں اور فلموں کی سی ڈی میں اپنی دوکان میں نہیں فروخت کرتا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے؟ اس سے ہونے والی آمدنی حلال ہے؟ میں اپنی آمدنی سے مسجد ومدرسہ اور دیگر اُمور خیر میں تعاون کرسکتا ہوں؟ اس آمدنی سے میں حج کروں تو وہ مقبول ہوگا؟ بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ یہ کاروبار حرام وناجائز ہے جس سے میرے ذہن میں خلجان پیدا ہوگیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ آلات کی تجارت اور اس سے ہونے والی آمدنی فی نفسہٖ حلال ہے، اس سے آپ کارِ خیر حج وغیرہ میں استعمال کرسکتے ہیں، اور ان آلات کو خریدار اگر ممنوع جگہ استعمال کرے گا، تو اس کا گناہ اُسی پر ہوگا بائع پر نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹/۵۲۴ ڈابھیل، احسن الفتاویٰ ۶/۵۰۵-۵۴۳)

وذكر قاضي خان في فتاواه: أن بيع العصير ممن يتخذه خمراً إن قصد به التجارة، فلا يحرم وإن قصده به لأجل التخمير حرم. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / مباحث النية، باب البيع الفاسد ۱/۹۷ إدارة الرآن کراچی)

ومن كسر لمسلم بربطاً أو طبلاً أو مزماراً، أو دفاً – إلى قوله – وبيع هٰذه الأشياء جائز. (الهداية ۳/۳۸۸)

أن ما قامت المصعية بعينه يكره بيعه تحريمًا وإلا فتنزيهًا. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء وغيره ۹/۵٦۱ زكريا)

ثم السبب ...... إن لم يكن محركًا وداعيًا؛ بل موصلاً محضًا، وهو مع ذٰلك سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من

الفاعل، كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمرًا، فكله مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان، فإنه إن لم يعلم كان معذورًا. (جواه الفقه، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام / عنوان: أقسام السبب وأحكامه ٢/٤٥٢ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کچھوے کی بیع؟

سوال (۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھوا فروخت کرکے اس کے روپیہ کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کی بیع جائز ہے، بشرطیکہ اُس سے جائز انتفاع ہوسکے۔ (مگر اُس کا کھانا درست نہیں)

ونقل السانحاني عن الهندية: ويجوز بيع سائر الحيوانات سوى الخنزير وهو المختار. (شامي ٥/٦٩ كراچی، ٧/٢٦٠ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣/١١٤)

والصحيح أنه يجوز بيع كل شيء ينتفع به، كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية ٣/١١٤، شامي ٥/٢٢٦ كراچی، البحر الرائق ٦/١٧٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۳/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دسہرہ کے موقع پر مسلمانوں کا بکرا فروخت کرنا؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکرے پالنے والے چند مسلمان دسہرہ کے موقع پر فروخت کرتے ہیں، اور وہ بکرے بتوں کے نام

پر کٹتے ہیں، چوں کہ دسہرہ کے موقع پر قیمت اچھی آجاتی ہے، تو کیا ایسا کرنا تعاون علی الشرک ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دسہرہ کے موقع پر مسلمانوں کا برادرانِ وطن کے ہاتھ بکرا فروخت کرنا مکروہ ہے؛ البتہ قیمت حلال ہوگی۔ (عزیز الفتاویٰ ۱؍۱۲۱-۱۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۶؍۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیکڑے، کچھوے اور کیچوے کی خرید وفروخت

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیکڑا، کچھوا اور کیچوا وغیرہ حشرات الارض کو آج کل کچھ لوگ پکڑ کر بازار میں بیچ رہے ہیں، اور خریدنے والے اُن کو کھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ تو ایک مسلمان مذہبِ احناف کو ماننے والے کے لئے ان چیزوں کو بیچنا اور ان سے حاصل ہونے والی آمدنی کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کیکڑے (جو پانی کا جانور ہے) کچھوے اور کیچوے وغیرہ حشرات الارض کا کھانا حنفیہ کے نزدیک حلال نہیں ہے؛ البتہ اگر ان سے دوائیں بنائی جاتی ہیں یا اُن سے کسی طرح نفع حاصل کیا جاسکتا ہو، تو ایسی صورت میں اُن کی زندہ خرید وفروخت درست ہے، اور ان سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے؛ البتہ مردہ ہونے کی حالت میں خرید وفروخت درست نہ ہوگی۔

ویجوز بیع الحیات إذا کان ینتفع بها في الأدویة، وإن کان لا ینتفع بها لا یجوز. والصحیح أنه یجوز بیع کل شيء ینتفع به. (الفتاویٰ الهندیة ۳؍۱۱٤)

ویجوز بیع الحیات إذا کان ینتفع بها في الأدویة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۸؍۳۳۸ رقم: ۱۲۱۱۹ زکریا، ومثله في الشامي ۵؍٦۸ کراچی، البحر الرائق ٦؍۲۸۷)

الحا صل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفا ع. (شامي ٦٥/٥ کراچی)

وفي الطحاوي في بيوع الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز بيع السرطان والسلحفات والضفادع حال حياتها وإذا كانت ميتة لا يجوز بيعها. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٣٦/٨ رقم: ١٢١١٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گوبر کے اُوپلے اور کنڈے کی بیع وشرا؟

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گوبر کی بیع وشراء کرنا کیسا ہے؟ جیسے کہ اوپلہ اور کنڈا کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، اس کنڈے سے کھانا پکایا جاتا ہے، اور عورتیں گھر وغیرہ لیپتی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گوبر کے کنڈے بنا کر بیچنا شرعاً درست ہے۔

بل يصح بيع السرقين أي الزبل. (الدر المختار ٣٨٥/٦ کراچی، ٥٥٢/٩ زكريا)

ويجوز بيع السرقين والبعر، والانتفاع بها ...... وهذا؛ لأن محلية البيع بالمالية، والمالية بالانتفاع، والناس اعتادوا الانتفاع بالبعر والسرقين من حيث الالقاء في الأرض لكثرة الريع. (المحيط البرهاني، كتاب البيوع / الفصل ٦ ما يجوز بيعه ولا يجوز نوع آخر بيع المحرمات ٣٣٤/٩ إدارة القرآن کراچی)

وجاز بيع السرقين مطلقًا في الصحيح عندنا، لكونه مالا منتفعا به لتقوية الأرض في الإثبات. (مجمع الأنهر، الكراهية / فصل في البيع ٢١١/٣ كوئٹه)

كره بيع العذرة لا السرقين؛ لأن المسلمين يتحولون السرقين وانتفعوا به في سائر البلاد والأمصار من غير نكير؛ فإنهم يلقون في الأرض لاستكثار

الربع. (البحر الرائق ٣٦٥/٨)

قال الإتقاني: ولفا أن السرقين مال نجاز بيعه كسائر الأموال. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق ٥٧/٧ دار الكتب بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۲/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الکحل سے پاک بیئر کی خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی مسلمان کاروبار کرے بدون الکحل بیئر کا، یعنی ایسی بیئر کا جس میں الکحل قطعاً نہ ہو، تو اس میں قباحت تو نہیں ہے، اس کو جو سے خمیر کرکے بنایا جاتا ہے، جب اس میں الکحل پیدا ہو جاتی ہے تو بعد میں الکحل اس میں سے مشینوں کے ذریعہ علیحدہ کرلی جاتی ہے، اور یہ سو فیصد بغیر الکحل اور بغیر نشے کی ہو جاتی ہے، اطلاعاً عرض ہے کہ سعودی حکومت کی طرف سے یہ منظور شدہ ہے اور مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں کھلے عام دوکانوں پر بکتی اور بیچی جاتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ اس الکحل سے خالی بیئر کا حکم سرکہ کے مانند ہے، اور اس کی خرید وفروخت درست ہے۔

منها إذا تخللك بنفسها يحل شرب الخل بلا خلاف لقوله عليه السلام: ’’نعم الإدام الخل‘‘. (بدائع) **وقال النووي: أجمعوا على أن الخمر إذا انقلبت بنفسها خلاً طهرت.** (بدائع الصنائع مع هامشه / الأشربة ٤٤٣/٦ دارالكتب العلمية بيروت)

وإذا تخللت الخمر حلت سواء صارت خلاً بنفسها أو بشيء يصرح فيها. (الهداية ٤٨٣/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۲/۲۰ھ

ہیروئن وغیرہ نشہ آور اشیاء تیار کرنا اور خرید وفروخت کرنا

سوال (۵۷):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بھانگ وافیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جارہی ہیں، جن کا رواج اس وقت بڑھتا جارہا ہے، جیسے ہیروئن وغیرہ، ان کو تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہیروئن وغیرہ نشہ آور اشیاء بنانا، تیار کرنا اور خرید وفروخت سب حرام ہے، اور اس کی آمدنی ہرگز حلال نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۴/ ۸۷-۸۸ میرٹھ، احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۹۴)

ونقل في الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون......، وفي الشامية: قال البزودي: إنه يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتى به. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحدود / باب حد الشرب والمحرم، مطلب في البنج والأفيون ٦/ ٧٧ زكريا، مجمع الأنهر ٤/ ٢٥١ بيروت)

يحرم تناول البنج والأفيون والحشيشة...... ويحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتى به. (الموسوعة الفقهية ٢٥/ ٩٤، ومثله في منحة الخالق على البحر الرائق ٥/ ٢٨ كوئٹه)

الشراب ما يسكر والمحرم منها أربعة: وحرم الانتفاع بها ولا يجوز بيعها. (الدرالمختار مع الشامي / كتاب الأشربة ١٠/ ٢٦ زكريا)

السابع لا يجوز بيعها لقوله صلى الله عليه وسلم: إن الذي حرّم شربها حرم بيعها. (البحر الرائق / كتاب الأشربة ٨/ ٢١٧ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گانجے اور چرس کی خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۵۸):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گانجا چرس اس کا بیع وشراء جائز ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چرس اور گانجا وغیرہ منشیات کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

وصح بيع غير الخمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. قلت: وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة: هل يجوز؟ فكتب: لا يجوز. فيحمل على أن مراده بعدم الجواز عدم الحل. (الدر المختار) قوله: وصح بيع غير الخمر: أي عنده، خلافًا لهما في البيع والضمان، لكن الفتوىٰ على قوله في البيع، وعلى قولهما في الضمان إن قصد المتلف الحسبة، وذٰلك يعرف بالقرائن، وإلا فعلى قوله، كما في التاتارخانية وغيرها، ثم إن البيع وإن صح، لكنه يكره. (رد المحتار / كتاب الأشربة ٦/٤٥٤ كراچی)

ثم السبب ...... إن لم يكن محركًا وداعيًا؛ بل موصلاً محضًا، وهو مع ذٰلك سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل، كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمرًا، فكله مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان، فإنه إن لم يعلم كان معذورًا. (جواهر الفقه، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، عنوان: أقسام السبب وأحكامه ٢/٤٥٢ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۹/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نشہ آور چیزوں کی کاشت اور بیع وشراء کا حکم؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شراب اُن چیزوں سے بنتی ہے جو عموماً پھل یا غلہ ودانے کے قبیل کی چیزیں ہیں، اُن کی کاشت، خرید وفروخت میں کوئی قباحت نہیں، جیسا کہ کسی بھی پھل کا جوس وشراب تیار کرنا، اُس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، سوال اُن اشیاء کا ہے جو براہِ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں، جیسے بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء، ان کی کاشت اور خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو چیز خاص طور پر نشہ کی نیت سے ہی کاشت کی جائے، اور اس کا کوئی اور استعمال نہ ہو، تو اس کی کاشت اور بیع وشراء سب مکروہ ہوگی، اور اگر اس سے نشہ مقصود نہ ہو اور وہ شئ نشہ کے علاوہ بھی استعمال ہوسکتی ہو، جیسے افیم کہ اس کا پودا اور پھل دیگر مقاصد میں بھی استعمال ہوتا ہے، تو اس کی کاشت اور بیع وشراء مکروہ نہ ہوگی، اور اس کی آمدنی حلال سمجھی جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶/۱۲۴ ڈابھیل)

یجد مسلم ناطق مکلف شرب الخمر ولو قطرةً أو سکر من نبیذ طوعًا.

(الدر المختار، کتاب الحدود / باب حد الشرب الخمر ۶/۵۴-۶۹ زکریا)

وصح بیع غیر الخمر أی عنده خلافاً لهما في البیع والضمان؛ لکن الفتویٰ علی قوله في البیع ......، ثم إن البیع وإن صح لکنه یکره کما في الغایة.

(الدر المختار مع الشامي / کتاب الأشربة ۶/۴۵۴ کراچی، ۱۰/۳۵ زکریا)

جاز بیع العصیر من خمار؛ لأن المعصیة لا تقوم بعینه؛ بل بعد تغیره؛ ولأن العصیر یصلح للأشیاء کلها جائزة شرعاً فیکون الفساد علی اختیاره.

(البحر الرائق ۸/۳۷۱ کوئٹه)

ويجوز بيع العصير ممن يتخذ خمراً؛ لأن المعصية لا تقوم بنفس العصير بـل بـعـد تـغيـره فصار عند العقد كسائر الأشربة من عسل ونحوه. (مجمع الأنهر ٢١٤/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انگریزی دواؤں کی تجارت کرنا؟

سوال (٦٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورِ حاضر میں جو انگریزی دوائیوں کی دوکانیں ہیں، جنہیں میڈیکل اسٹور کہتے ہیں، اُن کا کھولنا یا اُن دواؤں کی تجارت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟ جب کہ یہ عام شہرت ہے کہ اُن کی قریب قریب سبھی دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: انگریزی خشک دواؤں اور گولیوں میں الکحل عموماً شامل نہیں ہوتا؛ لہٰذا اُس کے بیچنے میں تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور پینے کی دواؤں میں جو الکحل ملا رہتا ہے، اُس کے بارے میں جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ یہ الکحل انگور یا کھجور وغیرہ سے بنایا گیا ہے، اُس وقت تک اس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا؛ لہٰذا انگریزی دواؤں کی بیع وشراء فی الجملہ جائز ہے۔

وصح بيع غير الخمر عنده خلافاً لهما في البيع والضمان لكن الفتوىٰ على قوله في البيع. (شامي ٤٥٤/٦ كراچی، ٣٥/١٠ زكريا، مستفاد: بهشتي زيور ١٠٦/٩، فتاوىٰ محموديه ٣٥٣/١٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۶/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نوٹ :- عصر حاضر کے مشہور محقق عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی تحقیق کے مطابق موجودہ دور میں جو الکحل ادویہ عطریات اور دیگر اشیاء میں شامل کیا جاتا ہے وہ انگور، کھجور اور شراب سے نہیں بنایا جاتا ہے؛ بلکہ پھلوں، سبزیوں، اناج، غلہ لکڑی کی چھال اور گنے کے رس وغیرہ سے سائنٹفک طریقہ سے بنایا جاتا ہے، جیسا کہ فقہی مقالات ۱/۱۵۶، جدید فقہی مباحث ۱۸/۲۲۷ کراچی، اور تکملہ فتح الملہم کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

والذي ظهر لي أن معظم هٰذه الكحول لا تصنع من العنب؛ بل تصنع من غيرها، وراجعت له دائرة المعارف البريطانية المطبوعة ١٩٥٠م ٥٤٤/١، فوجدت فيها جدولا للمواد التي تصنع منها هٰذه الكحول، فذكر في جملتها العسل، والدبس، والحب، والعشير، والجودار، وعصير أناناس (التفاح الصوبري) والسلفات؛ والكبريتات، ولم يذكر فيها العنب والتمر. (تكملة فتح الملهم، كتاب المساقاة والمزارعة / حكم الكحول المسكرة ٥٥١/١ مكتبة دار العلوم كراتشي)

لہٰذا الکحل ملی ہولی دواؤں کو فروخت کرنا اُن کو استعمال کرنا ضرورۃً جائز ہے، جب کہ ان چیزوں میں الکحل کی ملاوٹ حد اسکار سے کم ہو۔ (مستفاد مقالہ: الکحل کا شرعی حل بحوالہ: اسلام اور میڈیکل مسائل ۳۵۱ شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم حیدرآباد) (از مرتب)

لپ اِسٹک، ناخن پالش اور کریم پاؤڈر وغیرہ کا فروخت کرنا؟

سوال (۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لپ اِسٹک کا فروخت کرنا، ناخن پالش کا فروخت کرنا، کریم پاؤڈر کا فروخت کرنا، جب کہ کریم پاؤڈر کے ڈبوں کے کنارے پر آدمیوں کی تصویر چھپی ہوتی ہے، بندی (جو غیر مسلم عورتیں خریدتی ہیں اور ماتھے پر چپکائی جاتی ہے) اس کا فروخت کرنا، دیواروں پر لٹکائے جانے والے فریم جس پر جاندار چیزوں کی تصویر ہوتی ہے، فروخت کرنا یعنی اُن اشیاء کی تجارت کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لپ اِسٹک وغیرہ بیچنے کی شرعاً گنجائش ہے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ وضو سے قبل ناخن پالش چھڑالی جائے، ورنہ طہارت حاصل نہ ہوگی۔ اِسی طرح کریم پاؤڈر کا فروخت کرنا جائز ہے، اور اس میں جو تصویر ہوتی ہے وہ تابع ہے؛ لہٰذا اُس کی بیع جائز ہے، اور بندی جو صرف غیر مسلم عورتیں ہی خریدتی ہیں اور استعمال کرتی ہیں، ان کا بیچنا مکروہ ہے، تصویر سمیت فریم بیچنا ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہاں تصویر ہی اصل مقصود ہے، اور تصویر کے بغیر صرف فریم بیچنے کی اِجازت ہے۔

ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف أن كثيراً من الأفعال لا يجوز قصداً ويجوز تبعاً، كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعاً للدار لا إصالة وقصداً. (بحواله: جواهر الفقه ٢٣٨/٣)

وإن صلبًا منع (الدر المختار) لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج. (شامي/ كتاب الطهارة: تنبيه ٢٨٩/١ زكريا، مجمع الأنهر/ بحث الغسل ٣٦/١ بيروت، البحر الرائق / فرض الغسل ٤٧/١ كراچی)

قلت : وأفاد كلامهم أن ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا وإلا فتنزيهًا (الدر المختار) قال ابن عابدين : ونظيره كراهة بيع المعازف؛ لأن المعصية تقام بعينها. (الدر المختار، كتاب الجهاد / باب البغاة ٢٦٨/٤ دار الفكر بيروت)

لأن الأمور بمقاصدها. (شرح المجلة ١٧/١ رقم: ٢، الأشباه والنظائر ٩٧/١ كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۳ ۱۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈائی، کالی مہدی اور لالی کی خرید وفروخت

سوال (۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: بالوں میں لگانے والی ڈائی وکالی مہندی اور ہونٹوں میں لگانے والی لالی (لپ اِسٹک) کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈائی مہندی اورلپ اسٹک عورتوں کی زینت کی چیزیں ہیں، ان کی خرید وفروخت شرعاً درست ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۶/۴۲۴)

والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع. (الدرالمختار / باب البيع الفاسد ٥/٦٩ دار الفكر بيروت، ٢٦٠/٧ زكريا)

والصحح أنه يجوز بيع كل شيء ينتفع به. (الفتاوى الهندية، البيوع / الباب التاسع الخ الفصل الرابع ١١٤/٣ زكريا)

كل ما ينتفع به فجائز بيعه والإجارة عليه. (القواعد الفقية ٢١٨ دار القلم دمشق)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیمنٹ میں مٹی ملاکر بیچنا؟

سوال (٦٣): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ لوگ سیمنٹ کا کام کرتے ہیں، اور وہ کام یہ ہے کہ دہلی میں کچھ مخصوص مقامات ہیں، جہاں پر سیمنٹ میں خفیہ طور پر مٹی ملائی جاتی ہے، آیا یہ ملاوٹ کا کام جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سیمنٹ میں مٹی ملاکر اُسے خالص سیمنٹ کہہ کر بیچنا دھوکہ دہی اور سخت گناہ ہے؛ تاہم اِس طرح بیچنے سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ حرام نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اگر خریدنے والے کو اِس دھوکہ دہی کا علم ہوجائے تو وہ بیع ختم کرکے اپنی رقم واپس

لے سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

وروي عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: مر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بطعام، وقد حسّنه صاحبه، فأدخل يده فيه، فإذا طعام رديءٌ، فقال: بع هٰذا على حدة، وهٰذا على حدة، فمن غشنا فليس منا. (رواه أحمد ۵۰/۲، سنن أبي داؤد ۱۵٤، الترهيب والترغيب مكمل ٤۰۰ رقم: ۲۷٤۰ بيت الأفكار الدولية)

عن الشعبي في رجل اشترى رقيقًا جملة، فوجد ببعضهم عيبًا، قال: يردهم جميعًا، أو يأخذهم جميعًا، قال سفيان: ونحن لا نقول ذٰلک، نقول المشتري بالخيار، يقوم ما وجد به عيب، ويرده بعينه، وإن شاء ردّهم كلهم. (المصنف لعبد الرزاق، البيوع / باب الرجل يشتري المبيع جملة فيجد في بعضه عيبًا ۱۵٦/۸ رقم: ۱٤٦۹۹)

وإذا اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده. (الهداية ۲۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دودھ میں پانی ملاکر بیچنا؟

سوال (۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ دودھ کا کاروبار کرتا ہے، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(۱) پیور دودھ، جس کی قیمت ۱۶/ روپیہ لیٹر ہے۔

(۲) پانی ملاکر، جس کی قیمت ۱۰/ روپیہ لیٹر ہے، ہمارے گاہکوں کو یہ بات معلوم ہے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے، اور ہم پوچھ بھی لیتے ہیں کہ پانی ملا ہوا چاہئے کہ پیور؟ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہمارے یہ کمائی جائز ہے یا نہیں؟

کیا میرے لئے یہ ضروری ہوگا کہ گاہکوں سے یہ بتاؤں کہ دودھ میں کتنا پانی ملا ہے؟ نیز

دودھ کی کریم نکال کر بغیر گاہک سے بتائے قیمت پر فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) دودھ میں پانی ملاکر بیچنے کی ممانعت اُس وقت ہے جب کہ پانی ملے ہوئے دودھ کو خالص دودھ کہہ کر بیچا جائے؛ لہٰذا اگر گاہک کو پہلے ہی بتادیا جائے کہ اس میں پانی ملا ہوا ہے اور اُس کی اتنی قیمت ہے، اور گاہک اس کو بخوشی خریدے، تو شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، اور اس طرح کے کاروبار میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) دودھ میں پانی کی مقدار بتانا اگرچہ ضروری نہیں ہے، مگر بہتر ہے، اور جس دودھ سے کریم نکال لی گئی ہو اس کے بارے میں پہلے سے گاہک کو باخبر کرنا ضروری ہے؛ تاکہ دھوکہ کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔ (احسن الفتاویٰ ۹۵/۸، فتاویٰ محمودیہ ۹۵/۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ من طعام طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰذا؟ قال: أصابته الماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنن الترمذي/ باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع ٢٤٥/١)

عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: المسلم أخو المسلم، ولا يحل لمسلم باع من أخيه بيعًا فيه عيب إلا بيّنه له. (سنن ابن ماجة / باب من باع عيبًا فليبيّنه ١٦٢)

عن حكيم بن حزام رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: البيّعان بالخيار ما لم يتفرقا، فإن صدقا وبيَّنا بُورِك. الحديث (صحيح مسلم)

قال العلامة النووي رحمه الله: أي بين كل واحد لصاحبه ما يحتاج إلى بيانه من عيب ونحوه في السلعة والثمن، وصدقه في ذٰلك. (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب البيوع / باب ثبوت خيار المجلس للمتبايعين ٦/٢)

أجمع الفقهاء على أن البراءة من عيوبٍ سماها للمشتري ولم يرها جائزةٌ.

(إعلاء السنن/ باب البيع بالبراءة من كل عيب ١٤/٩٣ كراچی، تنقيح الفتاویٰ الحامدية / باب الخيارات ومطلبه ٢٧٣/١ مصر، وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز ٨٩ رقم المادة: ١٨٩ حنفية كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈیری والے کے سامنے دودھ میں پانی ملاکر فروخت کرنا؟

سوال (٦٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بھینس کا پندرہ لیٹر دودھ ڈیری پر لے جاتا ہے، اور ڈیری والوں کی نگرانی میں پانچ لیٹر پانی ملاتا ہے، پھر اس کا نمونہ تیار کیا جاتا ہے، تو اگر نمونہ ساٹھ نکلتا ہے تو ڈیری والا بیس لیٹر دودھ کے حساب سے پیسے دیتا ہے، اور اگر اس کا نمونہ ساٹھ سے کم ہوتا ہے، تو اسی کے حساب سے پیسے کم ہوتے ہیں، مثلاً ۵۹ ر نکلا تو انیس کلو دودھ کے پیسے ملتے ہیں، اور اگر اٹھاون نکلا تو اٹھارہ لیٹر کے، اسی طرح اگر چھپن نمونہ نکلا تو سولہ لیٹر کے پیسے کٹتے ہیں، یعنی مطلب یہ ہے کہ ڈیری پر نمونہ کے اعتبار سے فیصلہ ہوتا ہے چاہے دودھ میں پانی ڈالیں یا نہ ڈالیں، یعنی اگر دودھ میں پانی ڈال کر نمونہ صحیح آتا ہے، تو دودھ کے گاڑھا ہونے کی وجہ سے تو وہ پانی بھی دودھ کے حساب سے بک جائے گا، اور اس پانی کے پیسے بھی زید کو مل جائیں گے؛ لیکن اگر پانی ڈال کر نمونہ صحیح نہیں آتا تو نمونہ کے اعتبار سے زید کو پانی کے پیسے کاٹ کردئے جائیں گے، بعض دفعہ زید اپنے گھر سے بغیر پانی کا دودھ ڈیری پر لے جاتا ہے وہاں جاکر اس کا نمونہ تیار ہوتا ہے، نمونہ کے نمبر کم آتے ہیں، تو پھر اس صورت میں زید کا نمبر کے حساب سے دودھ کٹتا ہے؛ لیکن یہ کبھی کبھی ہوتا ہے، زید اس خوف سے کہیں میرے نمونہ کے نمبر کم نہ ہو جائے، اور میرا اصل دودھ ہی کٹ جائے اور مجھ کو کم قیمت حاصل ہو، اس وجہ سے وہ پانی ڈالتا ہے؛ تاکہ نمبر کے کم ہونے کی صورت میں کم از کم پانی ہی کٹ جائے تو معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کا پانی ڈالنا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ دودھ میں قطعاً پانی نہ ملایا جائے، مشین میں چاہے نمبر کم آئیں یا زیادہ آئیں؛ البتہ اگر پہلے سے خریدار کو مطلع کردے کہ ہم نے اس میں اتنا پانی ملایا ہے اور ہم اسے اتنی قیمت پر دیں گے، تو معاملہ درست ہوسکتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ من طعام طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰذا؟ قال: أصابته الماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنن الترمذي / باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع ٢٤٥/١، صحيح مسلم ٧٠/١)

عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البيعان بالخيار ما لم يتفرَّقا، فإن صدقا وبيَّنا بورك لهما في بيعِهما، وإن كتما وكذبا محقت بركةُ بيعِهما. (صحيح البخاري رقم: ٢٠٧٩، صحيح مسلم رقم: ١٥٣٢، سنن الترمذي رقم: ١٢٤٦، المسند لإمام أحمد ٤٠٣/٣، مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع / باب الخيار ٣٨/٦ رقم: ٢٨٠٢ دار الكتب العلمية بيروت)

البيعان بالخيار ما لم يتفرقا، فإن صدقا أي في صفة المبيع والثمن وما يتعلق بهما، وبينا أي عيب الثمن والمبيع بورك. (مرقاة المفاتيح ٣٨/٦ بيروت)

معرفة قدر مبيع وثمن الخ. (شامي ٤٨/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۲۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پانی کو بوتل میں فلٹر کرکے فروخت کرنا

سوال (٦٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: پانی کی تجارت کرنا مثلاً Bislery water Miniral water یعنی بوتل بند پانی کی تجارت اِسلام کی رو سے جائز ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے مسئلہ بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پانی کو بوتل میں بند کرکے یا مشین کے ذریعہ فلٹر کرکے بیچنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، جس پانی کے بیچنے کی ممانعت ہے، وہ ایسا پانی ہے جو کسی شخص نے اپنے خاص برتن میں جمع نہ کیا ہو، اور وہ قدرتی طور پر بہہ رہا ہو، جیسے دریا یا چشمہ کا بہتا ہوا پانی۔

نقل الشيخ ظفر أحمد التهانوي في إعلاء السنن حديثًا من كتاب الأموال لأبي عبيد عن أبي بكر بن عبد اللّٰه بن أبي مريم عن المشيخة: ''أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن بيع الماء إلا ما حمل منه''. وقال: وعلىٰ هٰذا مضت العادة في الأمصار ببيع الماء في الروايا والحطب والكلأ من غير نكير.

(إعلاء السنن / باب بيع الماء والكلأ ٤ ١٨٩/١ دار الكتب العلمية بيروت)

فإذا أخذه وجعله في جرة، أو ما شبهها من الأوعية فقد أحرزه، فصار أحق به، فيجوز بيعه، فالتصرف فيه ...... لا يجوز بيع الماء في بئره ونهره. (الفتاوىٰ الهندية ١٢١/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتابوں کو بلیک کرنا

سوال (۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں کتابوں کا کاروبار کرتا ہو، جس میں کچھ کتابیں ایسی ہیں جن کو ہمارے ملک میں بیچنے کی اجازت نہیں ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا میں ان کتابوں کو بلیک کرسکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلیک کرنے سے آمدنی حرام نہیں ہوتی؛ لیکن جان ومال کے تحفظ کے خاطر ایسے کاروبار کانہ کرنا ہی بہتر ہے۔

عن حذيفة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه. (سنن الترمذي / أبواب الفتن ٢/ ٥٠)

طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض. (شامي، الصلاة / باب العيدين ٢/ ١٧٢ دار الفكر بيروت، ٢٦٤/٤ كراچی)

إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر بجاره ضررًا فاحشًا؛ لأن درء المفاسد عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه. (شرح المجلة ٣٢، بحواله محموديه ١٦٦/١٦ ڈابهيل)

درءُ المفاسد أولىٰ من جلب المنافع، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبًا. (الأشباه والنظائر / القاعدة الخامسة ٢٦٤/١ إدارة القرآن كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۴/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوا میں استعمال کرنے کے لئے سانپ کی خرید وفروخت؟

سوال (٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بنگال کے گھروں کے اندر ایک سانپ نکل رہا ہے، جس کو ’’ دتوؤ ‘‘ کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس سانپ کا زہر کینسر کی دوا میں استعمال ہوتا ہے، چناں چہ باہر ملک کی ایک کمپنی ان سانپوں کو گراں قدر قیمت میں خرید رہی ہے، اگر یہ سانپ ۳۰۰ رگرام وزن سے زیادہ ہوتا ہے تو اس کی قیمت آٹھ سے نو لاکھ روپیہ تک ہوتی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ اس سانپ کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جو سانپ کہ دواء وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے، اس کو پکڑ کر بیچنا اور اس کی قیمت وصول کرنا جائز اور درست ہے۔

ویجوز بیع الحیات إذا کان ینتفع بہا للأدویۃ، وما جاز الانتفاع بجلدہ وعظمہ: أي من حیوانات البحر أو غیرہا. (شامي، کتاب البیوع / باب بیع الفاسد، مطلب: في بیع دودۃ القرمز ۷/ ۲۶۰ زکریا)

والحاصل أن جواز البیع یدور مع حل الانتفاع الخ. (الدر المختار مع الشامي، کتاب البیوع / باب بیع الفاسد، مطلب: في بیع دودۃ القرمز ۷/ ۲۶۰ زکریا، مجمع الأنہر ۳/ ۸٤، البحر الرائق ۶/ ۱۷۸ کوئٹہ)

وفي النوازل: ویجوز بیع الحیات إذا کان ینتفع بہا للأدویۃ، وإن کان لا ینتفع بہا لا یجوز، والصحیح أنہ یجوز بیع کل شيء ینتفع بہ. (الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب البیوع / قبیل الفصل الخامس في بیع المحرم الصید وفي بیع المحرمات ۳/ ۱۱٤، الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۸/ ۳۳۸ زکریا)

ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر، وہو المختار؛ لأنہ منتفع بہا. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب البیوع / قبیل نوع آخر: في بیع المحرمات ۸/ ۳۳۹ رقم: ۱۲۱۲۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/ ۶/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِسٹپلائزر فروخت کرنا؟

سوال (۶۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری تجارت بجلی کی ہے اور میرے پاس آرڈر آتا ہے، جس سے بہت سارے کام آتے ہیں، اور اس

کے ساتھ ٹی وی بھی چلایا جاتا ہے، کیا میں اسٹپلائزر بیچ سکتا ہوں، اِسی طرح ڈش تار کا معاملہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسٹپلائزر ایک ایسا آلہ ہے جس کو جائز ناجائز ہر طرح کے اُمور میں استعمال کیا جاسکتا ہے؛ لہٰذا بیچنے والا استعمال کرنے والے کے کسی فعل کا ذمہ دار نہ ہوگا اور اس آلہ کا بیچنا بلا کراہت درست ہوگا، یہی حکم بجلی کے تاروں کا ہے۔

وعلی هٰذا بیع الخمر لا یصح، ویصح بیع العنب الخ. (شامي ٤٢٠/٦ زکریا)

إن بیع العصیر ممن یتخذه خمرًا إن قصد به التجارة فلا یحرم، وإن قصد به لأجل التجمر حرم. (الأشباه والنظائر / القاعدة الثانیة: ٣ مکتبة دار العلوم دیوبند)

ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریمًا وإلا فتنزیهًا. (الدر المختار مع الشامي، الحظر والإباحة / فصل في البیع ٥٦١/٩ زکریا)

وکره بیع السلاح من أهل الفتنة؛ لأنه إعانة علی المعصیة (کنز) قید بالسلاح؛ لأن بیع ما یتخذ منه السلاح کالحدید ونحوه لا یکره؛ لأنه لا یصیر سلاحًا إلا بالصنعة، نظیره بیع المزامیر یکره، ولا یکره ما یتخذ منه المزامیر وهو القصب والخشب، وکذا بیع الخمر باطل، ولا یبطل بیع ما یتخذ منه وهو العنب، کذا في البدائع. (البحر الرائق / قبیل کتاب اللقیط ١٤٣/٥ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴؍۱؍۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سافٹ ویئر بنا کر فروخت کرنا؟

سوال (۷۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سافٹ ویئر کمپنیاں دیگر کمپنیوں کے ساتھ بینکوں، فیناٗنس کمپنیوں اور انشورنس کمپنیوں کے لئے بھی سافٹ ویئر آرڈر پر تیار کرتی ہیں، اور پھر مستقل دیکھ بھال کا ٹھیکہ بھی ملتا ہے، ہم کو بحیثیت ملازم اس قسم

کے سافٹ ویئر کی تیاری اور دیکھ بھال کا بھی کام کمپنی کی ہدایت پر کرنا پڑتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سافٹ ویئر محض ایک پروگرام ہے، اس کو بنانے اور فروخت کرنے میں فی نفسہٖ کوئی حرج نہیں ہے، اگر سافٹ ویئر سے کوئی شخص سودی حساب وکتاب کرتا ہے، تو اس کا وبال اس کے بنانے والے پر نہیں؛ بلکہ اس کے استعمال کرنے والے پر ہے؛ کیوں کہ یہ سافٹ ویئرس صرف سودی معاملات کے ساتھ مخصوص نہیں؛ بلکہ ہر طرح کی کمپنیوں کے حساب وکتاب کے لئے بنائے جاتے ہیں؛ اس لئے اُن کے تیار کرنے یا خرید وفروخت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اِسی طرح اُن کی دیکھ بھال کا ٹھیکہ لینا بھی شرعاً درست ہے۔

مستفاد: وجاز بيع عصير ممن يتخذه خمرا؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه؛ بل بعد تغيره. (الدر المختار مع الشامي ٩/ ٥٦٠ زكريا)

والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع. (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر ٣/ ٨٤ كوئٹه)

وإذا استاجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها فلا بأس بذٰلک، وإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير، ولم يلحق المسلم في ذٰلک بأس. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٤٥٠)

ولو استاجر الذمي المسلم ليبنى له بيعة وكنيسة جاز، ويطيب له الأجر. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٤٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/ ۱۱/ ۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وعدۂ بیع

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: میں تیل پیپرمنٹ کا کام کرتا ہوں، اِس میں خرید وفروخت کی صورت یہ ہے کہ ابھی مال کھیت میں کھڑا ہے، اور اُس کو ایک ہفتہ یا ایک ہفتہ بعد دینے پر طے کر دیا، بھاؤ وزن اور کوالٹی جگہ جہاں مال دینا ہے طے کر لی، اور کچھ بیعانہ روپیہ لے لیا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ بیع سلم کا نہیں ہوسکتا؛ اس لئے کہ رأس المال یعنی ثمن ادا نہیں کی جارہی ہے؛ البتہ اُسے وعدۂ بیع قرار دے سکتے ہیں، اصل بیع اُس وقت ہوگی جب کہ بائع مال حسبِ شرط ادا کرے۔

ولا یصح السلم حتی یقبض رأس المال قبل أن یفارقه فیه. (الهدایة ۸۰/۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲/۹ھ

تجارت میں نفع کی حد

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری کپڑے کی دوکان ہے، پوچھنا یہ ہے کہ میں ہول سیل اور ریٹیل میں سو روپیہ کا کپڑا بیچنے پر کتنے روپیہ نفع لے سکتا ہوں؟ شرعاً کوئی حد ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ اپنا مال جس قیمت پر چاہیں بیچ سکتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی تحدید نہیں ہے؛ لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تاجروں کے عرف کا لحاظ رکھا جائے عام طور پر دوکاندار جس مال کو جس تناسب سے فروخت کرتے ہیں اس کا لحاظ رکھا جائے اور عوام الناس کے ساتھ خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے گراں قیمت پر فروخت کرنے سے احتراز کیا جائے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: غلا السعر علی عهد رسول اللّٰه

صلى الله عليه وسلم فقالوا: يا رسول الله! قد غلا السعر، سعّر لنا، فقال: إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق. (سنن ابن ماجة / باب من كره أن يسعّر ١٥٩ قديمي)

من اشترىٰ شيئًا وأغلى في ثمنه جاز ...... الخ. (الفتاوىٰ الهندية ١٣١/٣ زكريا)

ولا ينبغي للسلطان أن يسعر على الناس لقوله عليه السلام: لا تسعّروا؛ فإن الله هو المسعّر القابض الباسط الرازق؛ ولأن الثمن حق العاقد فاليه تقديره: فلا ينبغي للإمام أن يتعرّض لحقه ألا إذا تعلّق به دفع ضرر العامّة. (الهداية ٤٧٢/٤ المكتبة الرحمانية، وكذا في بدائع الصنائع ١٢٩/٥، الدر المختار ٣٩٩/٦ كراچی)

عن هارون ابن رئاب قال: اشترى ابن عمر بعيرًا، فمرَّ به على قوم، فأخبرهم بكم أخذه؟ فقالوا له: ارجع فاستوضع صاحبه، فإنه سيضع لک، فقال: لا قد رضيته. (المصنف لعبد الرزاق / باب هل يستوضع أو يستزيد بعد ما يجب البيع ٦٠/٨ رقم: ١٤٣٠٧)

لأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره. (الهداية ٤٥٥/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۱/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک ہزار کی کرایہ کی رسید ۹۵۰ر میں فروخت کرنا؟

سوال (۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک ٹرک رکھے ہوئے ہے، عمر مائنس (لوہا بننے والی مٹی) کا کاروبار کیا کرتا ہے، عمر کو وہ مٹی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے ٹرک کی ضرورت پڑتی ہے؛ اس لئے عمر زید سے یہ کہتا ہے کہ آپ اپنے ٹرک سے مٹی فلاں جگہ پہنچا دیا کریں، آپ کو فی ٹرک ۱۰۰۰ر ہزار روپیہ دئے جائیں گے، زید اتنے کرایہ پر تیار ہوجاتا ہے اور روزانہ تقریباً ۳ر یا ۴ر ٹرک (ٹرپ) لے جایا کرتا ہے اور جتنی دفعہ لے جاتا ہے، ہر دفعہ کی اس کو ایک رسید دی جاتی ہے، جس میں یہ لکھا رہتا ہے کہ زید نے اتنے ٹرک مٹی لے آیا، اتنے روپیہ کا مستحق ہے، اس کے ساتھ ساتھ کرایہ دینے کی تاریخ

بھی لکھی رہتی ہے؛ لیکن پریشانی یہ ہے کہ مقررہ تاریخ پر کرایہ وصول کرنے سے اس کا کام یعنی ٹرپ مارنا بند ہوجائے گا، اس کو بھی سخت ضرورت رہتی ہے؛ کیوں کہ ٹرک میں ڈیزل ڈالنا پڑتا ہے، ٹائر وغیرہ پنچر ہوجائے تو پنچر بنوانا پڑتا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب اس کو کرایہ نہیں ملے گا تو وہ کام انجام دے نہیں سکتا، جس کی وجہ سے اس کا ٹرک یوں ہی بیکار پڑا رہ جائے گا، جس سے بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا، اس لئے وہ مجبور ہوکر ٹرپ ماری ہوئی رسید خالد کے ہاتھ بجائے فی ٹرپ ۱۰۰۰/ر کے ۹۵۰/ر روپئے میں فروخت کردیتا ہے، اس طرح اس کا ٹرک چلتا رہتا ہے، بند پڑا نہیں رہتا، خالد اس کو فوراً ۹۵۰/ر روپئے دے کر اس سے رسید حاصل کرکے تین یا چار دن کے بعد عمر سے فی ٹرک ۱۰۰۰/ر روپئے وصول کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا اس طرح بدرجہ مجبوری اپنی رسید خالد کو فروخت کرنا جائز ہے؟ اور خالد کا اس کا ۱۰۰۰/ر روپئے کے بجائے ۹۵۰/ر میں خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیع وشراء کے طور پر ایک ہزار کا حق نوسو پچاس روپئے میں بیچنا تو درست نہیں ہے؛ البتہ جواز کی شکل یہ ممکن ہے کہ جس شخص سے نوسو پچاس روپئے لے رہا ہے اس کو اپنی ایک ہزار کی رسید وقت مقررہ پر کمپنی سے بھنانے کے لئے وکیل بنادے اور اس وکالت کی اجرت کے بطور پچاس روپئے طے کردیئے جائیں، تو اس طرح یہ شخص وکیل کے طور پر جب کمپنی سے ایک ہزار روپئے وصول کرے گا، تو اس میں سے پچاس روپئے بطور اُجرت لینے کا اسے حق ہوگا اور جو ۹۵۰/ر روپئے اس نے پیشگی بطور قرض دیئے ہیں وہ مابقیہ رقم سے برابر سرابر ہوجائیں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳/۱۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۵/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کی اِجازت کے بغیر گھر کا سامان فروخت کرنا

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ابوبکر اپنے گھر کا کچھ سامان اپنے والدین کی اجازت کے بغیر فروخت کرتا ہے، تو کیا وہ پیسہ ابوبکر کے لئے جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کی اجازت کے بغیر گھر کا سامان فروخت کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۴۲۷ ڈابھیل)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل مال إمرء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ۵/۷۲، شعب الإيمان للبيهقي ۲/۷۶۹، مشكاة المصابيح ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳/۵۰)

قوله: "إلا بطيب نفس منه"، أي بأمر أو رضًا. (مرقاة المفاتيح / باب الغصب ۶/۱۳۵ تحت رقم: ۲۹۴۶ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالک کی اِجازت کے بغیر مکان فروخت کرنا؟

سوال (۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کیا میری اِجازت کے بغیر میرا مکان فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) متولی موصوف اور ان کی پشت پناہی میں شریک افراد کے لئے شریعت اسلامیہ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بشرط صحتِ سوال آپ کی مملوکہ زمین کو آپ کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے بیچنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى

اللّٰہ علیه وسلم: لا یحل مال إمرء مسلم إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح ۳۵۰/۳، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإیمان للبیهقي ۷٦۹/۲ رقم: ۵٤۹۳)

عن حکیم بن حزام رضي اللّٰہ عنه قال: نهاني رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أن أبیع ما لیس عندي. (سنن الترمذي رقم: ۱۲۳۳، لمعات التنقیح في شرح مشکاة المصابیح للخطیب التبریزي، باب المنهي عنها من البیوع / الفصل الثاني ۵۷۱/۵ تحت رقم: ۲۸٦۷ دار النوادر)

ومنها: أن یکون مملوکًا؛ لأن البیع تملیک، فلا ینعقد فیما لیس بمملوک. (بدائع الصنائع، کتاب البیوع / أرض الموات ۳۳۹/٤ المکتبة النعیمیة دیوبند)

ومنها: وهو شرط انعقاد البیع للبائع أنیکون مملوکًا للبائع عند البیع؛ فإن لم یکن لا ینعقد، وإنملکه بعد ذٰلک بوجه من الوجوه إلا السلم، وهٰذا بیع ما لیس عنده. (بدائع الصنائع /أرض الموات ۳٤۰/٤ المکتبة النعیمیة دیوبند)

(۲) یہ سب لوگ گنہگار ہیں اور ان پر اصل زمین مالک حقیقی کو لوٹانی ضروری ہے۔

عن الحسن عن سمرة بن جندب رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: علی الید ما أَخذت حتی تُؤَدِّيَ. ثم إن الحسن نسي، فقال: هو أمینک لا ضمان علیه. (سنن الترمذي رقم: ۱۲٦٦، سنن أبي داؤد، کتاب الإجارة / باب في تضمین العاریة ٦٦۹ رقم: ۳۵٦۱ بیت الأفکار الدولیة)

فإن علموا أربابه ردوه علیهم وإلا تصدقوا به. (شامي، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ۳۸٦/٦ کراچی، ۳۵۳/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام مال سے کئے گئے کاروبار پر ملنے والے نفع کا حکم؟

سوال (۷٦): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک آدمی کے پاس مثلاً خالص حرام کمائی کے ایک ہزار روپئے ہیں، ان روپیوں کو اس نے حلال تجارت میں لگایا، اب وہ روپیہ بڑھ کر دس ہزار ہوگیا، تو کیا ان دس ہزار روپیوں میں سے ایک ہزار روپئے الگ کرکے اصل مالک یا فقراء پر صدقہ کردینے کی وجہ سے وہ نو ہزار پاک وحلال وطیب ہوجائیں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عوض میں مال حرام متعین کئے بغیر معاملہ کیا ہے، تو اس صورت میں نفع کے ۹؍ ہزار روپئے حلال ہیں، واجب التصدق نہیں ہیں، امام کرخیؒ کی یہی رائے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتریٰ فھٰذا علی خمسة أوجه ...... أو اشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها أو اشتری مطلقاً ودفع تلک الدراهم، أو اشتری بدراهم أخر ودفع تلک الدراهم، قال أبو النصر: یطیب له ولا یجب علیه أن یتصدق إلا في الوجه الأول وإلیه ذهب الفقیه أبو اللیث. وقال الکرخيؒ: في الثلاث الأخیرة یطیب – إلی قوله – لٰکن الفتویٰ الاٰن علی قول الکرخيؒ دفعاً للحرج عن الناس. (شامي، کتاب البیوع / باب المتفرقات، مطلب: إذا اکتسب حرامًا ثم اشتری علی خمسة أوجه ۵/۲۳۵ کراچی، شامي ۷/۴۹۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام کاروبار سے حاصل شدہ آمدنی سے حلال کاروبار کرنا؟

سوال (۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص حرام کاروبار (مثلاً خنزیر کے بالوں کے برش سازی) کرتا تھا، اب اس نے وہ کام چھوڑ دیا ہے، اور اسی پیسہ کی کمائی سے ایک کپڑے کی دوکان کھول لی ہے، اب صبح سے شام تک کی

فروختگی کپڑے کی، مثلاً ایک ہزارروپیہ ہوتی ہے، اس ہزارروپیہ پر تقریباً ایک سوروپیہ منافع ہوا، یہ منافع سو روپیہ جو کپڑے کی دوکان سے حاصل ہوا، حلال ہوا یا حرام؟ اس سے اپنے احباب دوستوں کو کھلانا پلانا ہدیہ دینا مسجد وغیرہ کی امداد کرنا درست ہے یا نہیں، شبہ اس لئے ہوا کہ چوں کہ دوکان کپڑے کی حرام مال کے پیسے سے کی ہے، تو شاید حرام ہوا اور چوں کہ کپڑے کی تجارت بذاتہٖ حلال ہے، اسی سے منافع ہوا تو شاید حلال ہو، قول فیصل کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کپڑے کی تجارت سے جو آمدنی ہوئی وہ اس کے لئے حلال ہے؛ لیکن اس پر لازم ہے کہ جو حرام آمدنی کاروبار میں ابتداءً لگی ہے اس کے بقدر رقم صدقہ کردے۔

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٣٨٥/٦ كراچی، ٥٥٣/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣٤٩/٥)

ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها. (شامي، كتاب الحظر والإباحة/ باب الاستبراء، فصل في البيع ٣٨٥/٦ دار الفكر بيروت، ٥٥٣/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣٤٩/٥)

رجل اكتسب مالاً من حرام ثم اشترىٰ فهٰذا على خمسة أوجه ...... أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم، قال أبو النصر: يطيب له ولا يجب عليه أن يتصدق إلا في الوجه الأول وإليه ذهب الفقيه أبو الليث. وقال الكرخيؒ: في الثلاث الأخيرة يطيب – إلى قوله – لٰكن الفتوىٰ الاٰن على قول الكرخيؒ دفعاً للحرج عن الناس. (شامي، كتاب البيوع / باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حرامًا ثم اشترى على خمسة أوجه ٢٣٥/٥ كراچی، شامي ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی رقم سے کاروبار کرکے بعد میں سودی رقم کے بقدر صدقہ کر دیا؟

سوال (۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے سود پر روپیہ اٹھایا اور اس روپیہ سے تجارت کی یا زمین خریدی ہے، بعد میں جو رقم سود کی لگائی تھی، اتنی رقم نکال دی اور غریب کو دے دی، یا غریب لڑکی کی شادی کرادی، تو وہ مال پاک ہوگا یا نہیں یا اور کوئی صورت جائز ہونے کی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جتنا حرام مال کاروبار میں لگایا تھا جب وہ نکال کر غریب کو دے دیا، تو اب بقیہ مال حلال ہے، اُس کو اپنی ضروریات میں استعمال کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۱۴۱ ڈابھیل)

ولو اشترى بالدراهم المغصوبة طعامًا حل التناول. (شامي، كتاب الغصب / مطلب: شرى دارًا وسكنها فظهرت الخ ۹/ ۲۷۷ زكريا)

وفي القهستاني: وله أن يوديه إلى المالك، ويحل له التناول لزوال الخبث.

(شامي، كتاب الغصب / مطلب: شرى دارًا وسكنها فظهرت الخ ۹/ ۲۷۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/ ۳/ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام مال کے نفع سے حلال کاروبار کرنا؟

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا حرام مال کا کاروبار تھا، اس کے بعد اس کو جو حرام مال میں نفع ہوا، اس نے اس پیسہ سے حلال کاروبار کرنا چاہا، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں ہے تو کیا صورت نکلے گی؟ نیز حرام پیسہ کو حلال کاروبار میں لگانے سے حلال رہے گا یا حرام؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں کاروبار کی آمدنی میں سے اصل

حرام سرمایہ کے بقدر روپیہ مالِ حرام کے مصارف (اصل مالک کولوٹانا یا فقراء پر تقسیم) میں خرچ کرنے کے بعد مابقیہ آمدنی حلال رہے گی۔

قوله: اکتسب حرامًا، توضیح المسئلة ما في التاتارخانیة حیث قال: رجل اکتسب مالًا من حرام ...... ثم اشتریٰ منه بها أو اشتریٰ قبل الدفع بها و دفعها ...... أو اشتریٰ مطلقًا و دفع تلک الدراهم، قال الکرخي في الوجه الأول والثاني: لا یطیب، وفي الثلاث الأخیرة یطیب. وقال أبوبکر: لا یطیب في الکل، لکن الفتویٰ الآن علی قول الکرخي دفعاً للحرج عن الناس. (الدر المختار مع الشامي ٧/ ٤٩٠ زکریا)

لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه. (شامي، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البیع ٦/ ٣٨٥ کراچی، ٩/ ٥٥٣ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ٥/ ٣٤٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنے فائدہ کے لئے گراہک کی تعریف کرنا؟

سوال (۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے گراہک کے سامنے اپنے فائدہ کے لئے اُس کی خوب تعریف کر کے اُس سے فائدہ اٹھاؤں، یہ شریعت کے حساب سے درست ہے کہ نہیں؟ کیوں کہ میں نے تاریخی ناول میں (عنایت اللہ التمش کے) اندر پڑھا ہے کہ ایسا کرنے والا شرک کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی شخص کی واقعی خوبیوں کی تعریف جائز ہے؛ لیکن تعریف میں مبالغہ کرنا اور خوش آمد اور چاپلوسی درست نہیں ہے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا تطروني کما أطرت النصاریٰ

ابن مريم، فإنما أنا عبده، فقولوا عبد الله ورسوله. (صحيح البخاري ۱/ ۴۹۰)

قال الحافظ: والإطراء المدح بالباطل تقول: أطريت فلانًا مدحته فأفرطت في مدحه. (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء / باب قول الله: واذكر في الكتاب مريم الخ ۶/ ۴۹۰ تحت رقم: ۳۴۴۵ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/ ۸/ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندہ جانور تول کر فروخت کرنا؟

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گائے، بیل، بھینس، بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، مرغی اور مرغا تول کر فی کلو کوئی قیمت طے کر کے اُس کی زندہ وزن کر کے بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور عالمگیری کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ عن محمد في من قال بعتک هٰذه الشاة كل ثلاثة أرطال بدرهم بوزنها حية فالبيع باطل. (الفتاویٰ الهندية ۳/ ۶۸ مطبوعه: مجيدی پريس كانپور) جواب باصواب سے نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ جانوروں کی تول کر بیع انجام کار جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۶/ ۴۹۷)

اور ''فتاویٰ ہندیہ'' کی عبارت میں بیع باطل ہونے کی جو صورت ذکر کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ بیع سے قبل چوں کہ بکری کا وزن معلوم نہیں، اس لئے ثمن بھی متعین نہیں ہو پاتی جو موجبِ بطلان ہے؛ لیکن جب تول لینے کے بعد ثمن متعین ہوگئی اور جہالت ختم ہوگئی تو اب بیع درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/ ۵/ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عام بازاروں میں پھل سبزی وغیرہ کی دوکان لگانا؟

سوال (۸۲):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام بازروں میں مستقل کسی کی پھل وغیرہ کی دوکان ہے، جس سے ہر طرح کے لوگ خریدتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام بازاروں میں دکان پر پھل فروٹ وغیرہ بیچنا بلاشبہ حلال اور جائز ہے، چاہے ان پھلوں کے خریدار کچھ بھی کریں، ان کے عمل کا کوئی اثر بیچنے والے دوکان دار پرنہیں پڑے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٧٥]

لا بأس بيع العصير والعنب ممن يتخذه خمرًا ...... لأنه لا فساد في قصد البائع؛ فإن قصده التجارة بالتصرف فيما هو حلال لاكتساب الربح وإنما المحرم قصد المشتري اتخاذ الخمر منه. (المبسوط للسرخسي ٦/٢٤ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۱/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کے مکان کو اُس کی اِجازت کے بغیر فروخت کرنا؟

سوال (۸۳):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نور نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو چچا کا خالی پڑا ہوا مکان ماموں کی موجودگی میں فروخت کیا، خواہ چچا کو فروختگی کا علم ہو یا نہ ہو، اور نور کے بھائیوں نے فوراً نور کو روپئے دیدئے۔ اب نور کہتے ہیں کہ تین سال کے بعد یہ مکان چچا کا ہے، یا اب یہ مکان نہیں بیچوں گا، اپنے اپنے پیسے واپس لے لو، اور نور کے بھائی یہ کہتے ہیں کہ یہ مکان ہم لوگوں نے خریدلیا ہے، واپس نہیں کریں گے۔ اب شرعی اعتبار سے اس مکان کا کون حق دار ہے اور کون حق دار نہیں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ مسئولہ صورت میں اگر نور نے اپنے چچا کا مکان چچا کی اِجازت سے فروخت کیا ہے، تو یہ بیع منعقد ہوچکی، بعد میں اس کے فسخ کا اُسے اختیار نہیں ہے، اور اگر چچا کے علم کے بغیر فروخت کیا ہے تو بیع منعقد نہیں ہوئی، نور پر مکان کی قیمت خریدنے والے بھائیوں کو لوٹانی ضروری ہے، اور مکان چچا کا ہے یا اس کے ورثہ کا۔

عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تبع ما ليس عندك. (سنن أبي داؤد ٤٩٥/٢ رقم: ٣٥٠٣)

وقال القاري: قوله: ''لا تبع ما ليس عندك'' أي شيئًا ليس في ملك حال العقد. (مرقاة المفاتيح / باب المنهى عنها من البيوع ٧٨/٦ دار الكتب العلمية بيروت)

وأما الثاني وهو شرائط النفاذ فاثنان: الملك أو الولاية، وأن لا يكون في البيع حق لغير البائع. (شامي، كتاب البيوع / مطلب: في بيع المكره والموقوف ٥٠٥/٤ كراچی، ١٥/٧ زكريا)

ومنها: أن يكون مملوكًا؛ لأن البيع تمليك فلا ينعقد فيما ليس بمملوك الخ. (بدائع الصنائع / أرض الموات ٣٣٩/٤ زكريا)

منها: أن يكون مجيز عند وجوده فما لا منجيز له عند وجوده لا تلحقه الإجازة؛ لأن ماله مجيز متصور منه الإذن للحال، وبعد وجود التصرف فكان الانعقاد عند الإذن القائم مفيدًا، فينعقد وما لا مجيز له لا يتصور الإذن به للحال والإذن في المستقبل قد يحدث وقد لا يحدث، فإن حدث كان الانعقاد مفيدًا، وإن لم يحدث لم يكن مفيدًا فلا ينعقد مع الشك في حصول الفائدة على الأصل المعهود أن ما لم يكن ثابتًا بيقين لا يثبت مع الشك، وإذا لم ينعقد لا تلحقه الإجازة؛ لأن الإجازة للمنعقد. (بدائع الصنائع / تصرف الوكيل ٣٤٥/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِنعام کو سامان سے الگ کر کے فروخت کرنا؟

سوال (۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض کمپنیاں اپنے سامان پر بصورتِ سامان انعام رکھتی ہیں، اور دوکان دار لوگ سامان مع انعام سامان کی رقم دے کر خریدتے ہیں، مگر دوکان دار لوگ کبھی ایسا بھی کر لیتے ہیں کہ سامان الگ بیچا اور انعام الگ، کیا ایسا کرنا دوکان داروں کے لئے جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ انعام مبیع کے جزو کی حیثیت رکھتا ہے؛ لہٰذا یہ صرف اس سامان کے خریدار کا حق ہے، دوکان دار کو اسے الگ سے بیچنا جائز نہیں ہے۔

یستفاد ھٰذا الحکم بـ: ومن باع دارًا دخل في البیع مفاتیح إغلاقها؛ لأنه یدخل فیه الإغلاق؛ لأنها مرکبة فیها للبقاء، والمفتاح یدخل في بیع الغَلَقِ من غیر تسمیة؛ لأنه بمنزلة بعض منه؛ إذ لا ینتفع به بدونه. (الهدایة / کتاب البیوع ۱۳/۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خرید وفروخت، شفعہ اور تقسیم کے متعلق چند سوالات

سوال (۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محفوظ والدین کی زندگی میں تلاش معاش کے لئے ممبئی آیا، اور چھوٹے بھائی معصوم کو والدین کی دیکھ بھال کے لئے گھر چھوڑ آیا؛ لیکن معصوم نے محفوظ کا کہنا نہیں مانا، اور ممبئی چلا آیا، اور گاؤں کے لوگوں کے پاس رہنے لگا، اور محفوظ کو اوائل ۱۹۶۷ء میں معلوم ہوا کہ ایک دوکان بک رہی ہے،

اس کے پاس پیسہ نہیں تھا اس نے اپنے مخلص دوست اور ماموں زاد بھائی عیسی سے ساجھے داری کی بنیاد پر روپیہ منگایا، اور دکان خریدی اور حسبِ وعدہ وہ دوکان محفوظ وعیسیٰ کے نام لکھ دی گئی، پھر محفوظ وعیسیٰ کی اس مشترکہ دوکان میں معصوم بلا کسی قول وقرار کے رہنے سہنے لگا، اور کمانے کھانے لگا، معصوم کی اس رہائش وغیرہ کو بے ضرر جان کر از راہ ہمدری محفوظ نے کوئی اعتراض نہیں کیا؛ لیکن اس سے یا والدین سے کوئی قول وقرار بھی نہیں کیا، دن گذرتے گئے معصوم کوئی کرایہ وغیرہ نہ دیتا تھا، ہاں محفوظ کی اس دکان میں تغیر وترقی کا آدھا خرچہ اس دوکان کے ذریعہ اپنی کمائی اور آمدنی سے کرتا تھا، وہ خرچہ سب لکھا ہوا ہے، کرایہ کی رقم سے بھی بہت کم ہے، اور مفت سکونت وتجارت سے کمائی ہوئی آمدنی کے مقابلہ تو بے حد کم ہے، معصوم اگر لین دین کرنا چاہے تو محفوظ راضی ہے، پھر ایسا ہوا کہ تقریباً ۱۹۷۶ء میں عزیز عیسیٰ کا انتقال ہوگیا، اور تقریباً ۱۹۸۶ء میں ان کے وارثوں نے ان کا حصہ بیچا، اور اس کو محفوظ اور معصوم دونوں نے خرید لیا تھا، اس وقت ان دونوں کے والد کا انتقال ہو چکا تھا، والدہ البتہ حیات تھیں، اور اب وہ بھی وفات پا چکی ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) ان حقائق کی روشنی میں مذکورہ دوکان میں محفوظ کتنے حصوں کا مالک ہے، اور معصوم کتنے حصوں کا مالک ہے؟ اور دونوں کی ایک بہن ہے، اس کا بھی کوئی حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ محفوظ کل تین حصوں کا مالک ہے، اور معصوم صرف ایک کا، وہ اس طرح کہ محفوظ کو کل دوکان کا آدھا (عیسیٰ کے مقابلہ میں ملا ہوا) پہلے سے تھا ہی بعد میں عیسی کا حصہ محفوظ اور معصوم دونوں نے خریدا تھا، اس میں کا نصف حصہ، یہ سب مل کر محفوظ کے تین حصے ہوگئے، اور چوں کہ معصوم کے پاس محفوظ کی طرح کے کسی حصے کا پیشگی وجود نہیں تھا، اس لئے اب وہ یہی عیسی کے حصہ میں سے صرف ایک حصہ کا مالک ہے، بکر کہتا ہے کہ بھائی ہونے کی بنیاد پر محفوظ کی دوکان میں زیادہ دنوں تک رہنے سہنے اور کمانے کی بنیاد پر معصوم محفوظ کا برابر کا شریک ہے، زید کہتا ہے کہ یہ غلط ہے، اس سلسلہ میں ابو سالم کی مثال بھی موجود ہے، کہ ان کے بھائیوں نے ان کو اپنی دوکان میں حصہ نہیں دیا۔

(۲) محفوظ اور عیسیٰ جو اصل خریداری میں شریک تھے، یہ خریداری کا ۱۹۶۷ء میں ہوئی تھی، ان میں ایک شریک عیسی کا حصہ ان کے وارثوں نے بیچا تھا تو حق شفعہ کے تحت اس حصہ کی خریداری کا حق صرف محفوظ کو ہی تھا، یا زید بکر ہر کسی اور معصوم وغیرہ کو بھی تھا۔

(۳) بکر کے خیال کے موافق اگر محفوظ کے برابر معصوم کا حصہ ہوتا ہو تو وضاحت فرمادی جائے کہ معصوم کو کل میں شریک سمجھا جائے گا، یا صرف اس نصف حصہ میں جو محفوظ اور معصوم نے عیسی کا خریدا تھا؟۔

(۴) اگر کوئی فریق زور وزبردستی اور دھونس سے یا نا انصاف ہمدردوں کی درپردہ یا کھل کر بیجا حمایت اور بڑھاوے سے شر پا کر یا کاغذ میں کاروائیوں کے ذریعہ اپنے شرعی اور واجبی حق سے زیادہ چاہے اور حکم شریعت کو پس پشت ڈال دے اور اس کے خلاف چلے، اور اس کو منظور اور تسلیم نہ کرے، تو اس کے لئے اور خلافِ شرع اس کی جدوجہد میں جو لوگ اس کے ساتھ تعاون کریں، اس کو بڑھائیں چڑھائیں، ان سب کے لئے دنیا وآخرت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) اسی طرح کوئی فریق شریعت کی عطا کردہ اپنے حقوق شرعی واجبی پر قابض اور متصرف ہو تو اس کو بے ایمان یا برا بھلا کہنے، اور لعن طعن کرنے والے، اور اس کو ذلیل کرنے والے کے لئے دنیا وآخرت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مفتی صاحب یہ استفتاء خوف خدا کے جذبہ سے مرتب کیا گیا ہے، تا کہ کسی فریق کا ذرہ برابر بھی حق نہ دبے نہ کسی پر ظلم ہو، مظلوم کو اس کا حق واجبی شرعی حق ملے، ظلم کے ارادے سے ظالم باز رہے؛ تا کہ آخرت میں رسوائیوں اور غضب الٰہی، اور قہر خداوندی کا سامنا نہ ہو۔ اللہم احفظنا منہ

(۶) محفوظ نے عیسی کے ساجھے داری کی بنیاد پر جو روپیہ منگایا فقط اسی روپیہ سے دوکان خریدی تھی، اپنا یا والدین یا گھر کا ایک سکہ بھی نہیں لگایا تھا، سب پیسہ عیسیٰ کا ہی تھا، اور اپنی محنت وکوشش اور دیکھ بھال کے ارادہ سے ایسا کیا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ صرف ایک آدمی کا روپیہ خرچ ہوا ہو، اور محفوظ کی طرف سے جانی محنت ومشقت، اور دیکھ بھال کا ارادہ ہو تو ساجھے داری متحقق ہوئی یا

کوئی فرق پڑ گیا؟

(۷) محفوظ نے عیسیٰ سے جورو پیہ منگایا تھا، دوکان خریدنے کے لئے تو کیا اس کی واپسی محفوظ کے ذمہ شرعاً واجب ہوتی ہے، جب کہ ایسا کچھ نہ محفوظ کا ارادہ تھا، اور نہ ہی عیسیٰ کا؛ بلکہ دونوں طرف سے اس روپیہ کو عیسیٰ کی ساجھے داری کی بنیاد سمجھا، اور مانا جاتا رہا ہے، اور اب بھی عیسیٰ کی طرف سے اس کی واپسی کا ادنی سا بھی ارادہ اور اشارہ نہیں پایا جاتا، مگر محفوظ کو خود شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ شرعاً اس روپیہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محفوظ نے جو دکان عیسیٰ کے روپئے سے خریدی، اس میں معصوم کا مالکانہ حق نہیں ہے؛ البتہ معصوم اور محفوظ نے مل کر جو حصہ عیسیٰ کے وارثین سے خریدا ہے اس حصہ میں دونوں بھائی شریک ہیں، اور زید کا یہ کہنا فی الجملہ درست ہے کہ کل دوکان کے چار حصوں میں سے تین حصے کا محفوظ اور ایک حصے کا معصوم مالک ہے، اور اس دوکان میں بہن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

الغنم بالغرم. (قواعد الفقه ٩٤)

(۲) جو حصہ عیسیٰ سے خریدا گیا ہے، اس کا حق شفعہ محفوظ کو حاصل تھا؛ کیوں کہ وہ شریک فی نفس المبیع ہے۔

عن الشعبي قال: الخليط أحق من الشفيع والشفيع أحق من الجار، والجار أحق ممن سواه. (المصنف لابن أبي شيبة / البيوع ١١/٥٣٨ رقم: ٢٣١٧٢)

الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع. (الهداية / كتاب الشفعة ٣٧٣/٤، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٤/١٧ زكريا)

(۳) بکر کا خیال صحیح نہیں ہے۔

(۴-۵) زور وزبردستی، کسی شخص پر دھونس جمانا اور اپنے حق سے زائد وصول کرنا، اور بلا

وجہ کسی کو بے ایمان کہنا شرعاً درست نہیں ہے، اور سخت گناہ ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل مال إمرء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷۶۹/۲، مشكاة المصابيح ۲۵۵، مرقاة المفاتيح ۳۵۰/۳)

(۶-۷) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسی نے کاروبار میں شرکت کے عوض محفوظ کو آدھی دکان کا مالک بنادیا تھا، اسی لئے اس نے صرف کردہ رقم کا مطالبہ نہیں کیا، اگر یہ بات درست ہے تو محفوظ شرعاً اس کا مؤاخذہ دار نہیں۔

عن النصر بن أنس قال: نحلني أنس نصف داره، قال: فقال أبو بردة: إن سرک يجوز لک فاقبضه، فإن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قضى في الإنحال أن ما قبض منه فهو جائز، وما لم يقبض فهو ميراث، قال: فدعوت يزيد الرشک فقسمها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الهبات / باب ما جاء في هبة المشاع ۱۵۸/۹ رقم: ۱۲۱۸۶)

لا يجوز الهبة إلا مقبوضًا، والمراد نفي الملک؛ لأن الجواز بدونه ثابت. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۱/۳، شرح المجلة ۴۷۳ رقم المادة: ۸۶۱، الفتاوىٰ الهندية / الباب الثاني فيما يجوز من الهبة ۳۷۷/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۹ھ

دھوپ اگربتی کا کاروبار کرنا؟

سوال (۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید دھوپ اگربتی کرنے کا خواہاں ہے، زید تھوک میں اکھٹی لاکر ۱۰۰ر گرام ۵۰ر گرام میں تیار کر کے دوکان داروں کو فروخت کرے گا، ان دھوپ بتیوں کو وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت غیر مسلم دوکان داروں سے خریدتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ دھوپ اگربتی غیر مسلم مندر گھر دوکان میں رکھی مورتیوں کی پوجا سے قبل استعمال کرتے ہیں، اور مورتی کے چاروں طرف دھونی دیتے ہیں، جلتی ہوئی اس کے پاس رکھ دیتے ہیں، بعدہٗ مورتی کی پوجا شروع کرتے ہیں، اس کی دھونی پوجا سے قبل ان کے یہاں لازم ہے۔ تفتیش طلب امر یہ ہے کہ کیا کسی مسلمان کے لئے شرعاً دھوپ بتی کا کاروبار کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دھوپ اگربتی کی تجارت بلا شبہ جائز ہے؛ کیوں کہ وہ ایک طرح کی خوشبو کی چیز ہے، جس کو مسلم اور غیر مسلم ہر ایک استعمال کرتے ہیں؛ البتہ اگر اس کو کوئی خرید کر غلط جگہ پر استعمال کرے، جیسا کہ غیر مسلم پوجا سے قبل مورتی کے سامنے اس کے ذریعہ دھونی دیتے ہیں، تو اس غلط کام کا گناہ خود استعمال کرنے والے پر ہوگا، اس کے کاروبار کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔

إن بيع العصير ممن يتخذه خمرًا إن قصد به التجارة فلا يحرم، وإن قصد به لأجل التخمير حرم. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / مباحث النية ۹۷/۱ إدارة القرآن کراچی)

ويجوز بيع العصير ممن يتخذ خمرًا؛ لأن المعصية لا تقوم بنفس العصير؛ بل بعد تغيره، فصار عند العقد كسائر الأشربة من عسل ونحوه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية / فصل في البيع ۲۱/٤، تبيين الحقائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٦٤/٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گٹکھا کی کمائی کا حکم؟

سوال (۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مانک چند گٹکھا وغیرہ کی کمائی کیسی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام طور پر گٹکھے میں کوئی نشہ کی چیز شامل نہیں ہوتی، اس لئے اس کا فروخت کرنا فی نفسہٖ جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/٦/۱۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۸/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے یا چوری کے جانوروں کو قصاب کے ہاتھ فروخت کرنا؟

سوال (۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ شہروں میں بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے گھومنے والے جانوروں کو پکڑ کر قصاب کو فروخت کر دیتے ہیں، پھر قصاب لوگ ذبح کرکے ان کا گوشت فروخت کر دیتے ہیں، اگر معلوم ہوجائے، تو کیا ایسے جانوروں کا گوشت خریدنا یا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بتوں کے نام پر جو جانور چھوڑے جاتے ہیں، وہ اصل مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتے؛ لہٰذا جب تک اصل مالک اجازت نہ دے، اُن جانوروں کو کسی طرح اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ بلکہ غصب اور چوری ہے، پس مسئولہ صورت میں اگر یہ معلوم ہوجائے مذکورہ چوری کا جانور ذبح کیا گیا ہے، تو اُس کا گوشت خریدنا یا فروخت کرنا یا کھانا کچھ بھی جائز نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من اشترى سرقة، وهو يعلم أنها سرقة فقد اشترک في عارها وإثمها. (شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٥٥٠٠، الترغيب والترهيب مكمل ٣٩٣ رقم: ٢٦٨٤ بيت الأفكار الدولية)

يستدل بالآية على نظر ذٰلک وهو ما يلقى في الأنهار والطريق وقرب الأشجار من طرح البيض والفراريج ونحو ذٰلک فلا يجوز فعله، ولا يزول ملک المالک. (تفسير قاسمي ٤٠٤/٦ المائدة: ١٠٣ دار الفكر بيروت)

وفي الصيد أنه لا يملكه إذا لم يبعه، وكذا في الدابة إذا سيبها. (شامي / آخر كتاب الصيد ٤٧٧/٦ كراچی)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (شامي، كتاب الغصب / مطلب: فيما يجوز من التصرف بمال الغير الخ ٢٩١/٩ زكريا)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٤١/٥ كراچی)

أما شرائط المعقود عليه ...... وأن يكون ملک فيما يبيعه لنفسه. (البحر الرائق / كتاب البيوع ٢٥٩/٥ كراچی، فتح القدير / كتاب البيوع ٢٤٨/٦ دار الفكر بيروت، شامي / أول كتاب البيوع ١٤/٧-١٥ زكريا)

وإن علم أنه مغصوب عينه، لا يحل أن يأكل؛ لأنه علم بالحرمة. (فتاویٰ قاضي خان / كتاب الحظر والإباحة ٤٠٠/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم سے جانور خریدنا؟

سوال (۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کچھ لوگ غیر مسلم علاقے سے جانور خریدتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک پارٹی کو کچھ متعین رقم اور گاڑی دیدی کہ اتنے جانور ہمارے پاس فلاں جگہ تک پہنچادو، یہ پارٹی جانور چراتی ہے اور متعین رقم لے کر دوسرے فریق کے حوالے کردیتی ہے، دوسرے فریق ان چوری کے جانوروں کو یا بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو لے کر زندہ فروخت کردیتا ہے، یا ان کا گوشت کاٹ کر فروخت کردیتا ہے، اس کاروبار اور اس طرح کے جانوروں کا گوشت کھانا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: چوری کے جانور اکٹھا کرنے کے لئے معاملہ کرنا سرے سے ناجائز ہے، ایسے جانوروں کو زندہ یا ذبح کر کے فروخت کرنا یا اُن کو خریدنا یا اُن کا کھانا قطعاً حلال نہیں ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۳٦۸/۲، امداد المفتیین ۹۳٦، فتاویٰ محمودیہ ۹۲/۲۴ میرٹھ، جامع الفتاویٰ ۹۱/۳، امداد الفتاویٰ ۵۵۰/۳، فتاویٰ رشیدیہ ۴۹۹ تھانوی دیوبند)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيْلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [المائدة: ١٠٣]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ من طعام طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰذا؟ قال: أصابته الماء يا رسول اللّٰه! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنن الترمذي/ باب ما جاء في كراهية الغش في لبيوع ٢٤٥/١)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل مال إمرء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢، مشكاة المصابيح ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من اشترى سرقة، وهو يعلم أنها سرقة فقد اشترك في عارها وإثمها. (شعب الإيمان للبيهقي رقم:

٥٥٠٠، الترغيب والترهيب مكمل ٣٩٣ رقم: ٢٦٨٤ بيت الأفكار الدولية، فيض القدير رقم: ٨٤٤٣)

وشــرط المعقود عليه ستة، وكون الملك للبائع فيما يبيع لنفسه. (شامي، أول كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ٥٠٥/٤ كراچی، ١٥/٧ زكريا)

ومـا نـقـل عـن بـعـض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى زمتين، سألت عنه الشهاب بن الشلبي فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذٰلک، أما لو رأى المكاس مثلا يأخذ من أحد شيئا من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذٰلک الآخر فهو حرام. (شامي / باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعد ٩٨/٥ دار الفكر بيروت، ٣٠١/٧ زكريا)

فـمـن عـلمت أنه سرقة أو خانه في أمانة ...... لم يجز إن أخذ منه لا بطريق الهبة ولا بطريق المعاوضة. (أحكام المال الحرام ٣٣٣ بحواله: فتاوىٰ عثماني ٢٥٠/٣)

كـل عيـن قائمة يغلب على ظنه أنهم أخذوها من الغير بالظلم وباعوها في السوق؛ فإنه لا ينبغي أن يشتري ذٰلک، وإن تداولته الأيدى. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس والعشرون ٣٦٤/٥)

رجـل عـلـم بجارية أنها لرجل فرأى يبيعها ويقول: وكلني صاحبها ببيعها وسعه أن يبتاعها منه. (خلاصة الفتاوىٰ ٣٥٤/٤، باقياتِ فتاوىٰ رشيديه ٣٨٨-٣٨٩)

لا يـجـوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (شـامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير الخ ٢٩١/٩ زكريا)

ويـجـب رد عين المغصوب لقوله عليه السلام: لا يحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبًا ولا جادًا، وإن أخذه فليرده عليه. (شامي ٢٦٦/٩ زكريا)

وحـكـمـه أي الـغصب: الإثم لمن علم أنه مال الغير. (شـامي / كتاب الغصب ٢٦٣/٩ زكـريـا، ١٧٩/٦ دار الـفـكـر بيـروت، البـحـر الرائق / كتاب الغصب ١٠٩/٨ كراچی، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الغصب ١١٩/٥ زكريا

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ۱۰٦/٦ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود / فصل في التعزير ١٦٧/٢ زكريا، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٤١/٥ كراچی)

والسرقة كبيرة وأخذ المال في قطع الطريق فاحشة. (الزواجر عن اقتراب الكبائر، الكبيرة التاسعة والستون بعد الثلاث مائة: السرقة ٧٩٣/٤ نزار مصطفىٰ الباز مكة المكرمة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جانوروں کے پیر باندھ کر گاڑی میں تہہ بتہہ بھرنا، اور مردہ کو زندہ دکھا کر اُس کا گوشت فروخت کرنا؟

سوال (۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جانوروں کی خرید وفروخت کرنے والے لوگ سمجھ دار مسلمان ہونے کے باوجود جانور کے چاروں ہاتھ پاؤں باندھ کر اوپر نیچے گاڑی میں بھرتے ہیں، جس سے بعض جانور مرجاتے ہیں، بعض بے ہوش ہوجاتے ہیں اور بعض شدید تکلیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں، کیا اُن کا یہ فعل شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں؟ نیز اُنہیں میں سے کچھ مردہ اور بے ہوش جانوروں کو ذبح شدہ دکھا کر اُن کا گوشت فروخت کردیتے ہیں، جب کہ ذبح کرنے والے کو اُن کا مردہ ہونا یقینی معلوم ہے، ایسے مردہ جانور کے گوشت کو بیچنا اور جس کو مردہ ہونے کا علم ہے یا شک ہے، اُس کو اُس گوشت کا خریدنا اور کھانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جانوروں کو اس طرح گاڑی میں بھرنا کہ ان کو مرجانے یا بے دم ہوجانے کا اندیشہ ہو یا اس کی وجہ سے وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو یہ عمل شریعت

میں جائز نہیں ہے بلکہ سخت گناہ ہے اور جس جانور کے مردہ ہونے کا یقین ہوجائے یا شبہ ہو، تو اس کے گوشت کو بیچنا اور علم ہونے کے بعد اُس کو خریدنا اور کھانا قطعاً حرام ہے۔

عن شداد ابن أوس رضي اللّٰہ عنہ قال: إن اللّٰہ تعالیٰ کتب الإحسان علی کل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ولیحد أحدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ. (صحیح مسلم ۱۵۲/۲)

عن محمد بن سیرین أن عمر رضي اللّٰہ عنہ رأی رجلا یجر شاة لیذبحها، فضربه بالدرة، وقال: سقها – لَا أَمَّ لک إلی الموت سوقًا جمیلاً. (السنن الکبریٰ للبیهقي، الضحایا / باب الذکاة بالحدید ۲۱۲/۱٤)

وکرہ کل تعذیب بلا فائدة. (شامي / کتاب الذبائح زکریا ٤۲۷/۹، الفتاویٰ الهندیة، الذبائح / الباب الأول ۲۸۸/۵ زکریا)

مکروهات التذکیة التعذیب أو زیادة الألم بلا فائدة. (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الثاني: الذبح أو التذکیة، المطلب الثامن: مکروهات التذکیة ۲۷۷/٤ رشیدیة)

ولو ذبح شاة لم تعلم حیاتها فتحرکت أو خرج منها دم حلت؛ لأنه دلیل الحیاة وإلا فلا تحل. (الدر المنتقی علی مجمع الأنهر ۵۱۰/۲ دار إحیاء التراث العربي بیروت)

ولو ذبح شاة ...... فلا تحل إن لم تعلم حیاته وقت الذبح، وإن علمت حیاتها وقت الذبح حلت مطلقًا أي علی کل حال. (مجمع الأنهر / قبیل کتاب الأضحیة ۵۱۰/۲ دار إحیاء التراث العربي بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مردار اور حرام گوشت کے کاروبار پر پابندی لگانا؟

سوال (۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس بستی میں جانوروں کا یہ ناجائز کاروبار کررہے ہیں یا ناواقف لوگوں کو حلال گوشت بتا کر کھلا

رہے ہیں، ایسے لوگ شرعی مجرم ہیں، بستی میں اکثریت ایسے بااثر مسلمانوں کی ہے جواُن مجرموں کو اِس جرم سے روکنے پر ہرطرح سے قادر ہیں؛ لیکن وہ نہیں روکتے ، شرعاً ایسے لوگ کسی قسم کے مجرم ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بستی کے ذمہ دار حضرات اگر قدرت رکھتے ہوں، تو اُن پر لازم ہے کہ وہ حرام گوشت کا کاروبار کرنے والوں کو حتی المقدور روکنے کی کوشش کریں، اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو عنداللہ مؤاخذہ وار ہوں گے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰہ عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه فإن لم یستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإیمان. (صحیح مسلم / کتاب الإیمان ۱/۵۰ رقم: ۴۹، سنن الترمذي ۲/۴۰ رقم: ۲۱۷۲، سنن ابن ماجة رقم: ۱۲۷۵، الترغیب والترهیب مکمل، کتاب الحدود وغیرها / الترغیب في الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر الخ ۵۰۲ رقم: ۳۵۱۸ بیت الأفکار الدولیة)

عن حذیفة بن الیمان رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: والذي نفسي بیده لتأمرن بالمعروف وتنهَوُنَّ عن المنکر أو لیوشکن اللّٰہُ أن یبعث علیکم عذابًا منه، فتدعونه فلا یستجیب لکم. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر ۲/۴۰ رقم: ۲۱۶)

وفي روایة لأبي داؤد عن هشیم: وإني سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصي ثم یقدرون علی أن یغیروا ثم لا یُغیروا، إلا یوشک أن یعمهم اللّٰہ منه بعقاب. (سنن أبي داؤد ۲/۵۹۶ رقم: ۴۳۳۸، سنن الترمذي رقم: ۳۰۵۷، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۱/۵)

عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: کلکم راع ومسئول عن رعیته، الإمام راع ومسئول عن رعیته، والرجل

راعٍ فـي أهـلـه ومسؤول عن رعيته، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتهـا، والخادم راعٍ في مال سيده ومسؤول عن رعيته، وكلكم راع ومسئول عن رعيته. (صحيح البخاري ۱۲۲/۱ رقم: ۵۱۸۸، صحيح مسلم، كتاب الإمارة / باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر الخ ص: ۱۱۸۵ رقم: ۱۸۲۹ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مردہ جانور کو ذبح کر کے اُس کا گوشت سپلائی کرنا؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگوں نے گاڑی میں دم گھٹنے سے مرے ہوئے جانوروں کو ظاہراً ذبح کر کے دھوکہ دیا؛ تا کہ دیکھنے والا اس کو مذبوحہ سمجھے، دوسرا شخص جس کو اس کے مردہ ہونے کا علم تھا، اُس نے نکیر کی کہ یہ تو مر چکا تھا، تم نے اس کو ذبح کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا گوشت تمہیں نہیں دیں گے، دوسرے لوگوں کو دوسرے علاقہ میں بھیج دیں گے، ایسے دھوکہ باز لوگوں کی کمائی اور اُن کے کاروبار کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ ایسے لوگوں کے یہاں سے حلال ذبیحہ بھی مشکوک ہونے کی صورت میں لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جان بوجھ کر مردہ جانور کو ذبح کر کے اس کو بیچنے کی جسارت کرنا بہت بڑی خیانت ہے، بلا شبہ ایسے بددیانت لوگوں کے یہاں سے گوشت خریدنے میں بہر حال احتیاط لازم ہے۔

عـن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ مـن طـعـام طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰـذا؟ قـال: أصابته السماء يا رسول اللّٰه! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه

الناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنن الترمذي/ باب ما جاء في كراهية الغش في لبيوع ۲۴۵/۱)

عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: أقبلت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يومًا، حتى وقف على أصحاب اللحم، فقال: لا تخلطوا ميتا بمذبوح. (كنز العمال ۱۰۹/۱۶ رقم: ۴۴۳۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَیلو پیتھک دواؤں کی تجارت کرنا؟

سوال (۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورِ حاضر میں جو میڈیکل اسٹور ہیں، اُن میں عموماً اَیلو پیتھک دوائیں فروخت ہوتی ہیں، کچھ دوائیں تو خشک ہوتی ہیں، جیسے گولی یا پاوڈر وغیرہ، اور کچھ دوائیں مشروب کی شکل میں ہوتی ہیں، اُن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُن میں الکحل ملا رہتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ ایسے میڈیکل اسٹور کھولنا یا اُن دواؤں کی تجارت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَیلو پیتھک کی خشک دواؤں اور گولیوں میں الکحل عموماً شامل نہیں ہوتا؛ لہٰذا اِس کے بیچنے میں تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور پینے کی سب دواؤں میں بھی الکحل نہیں ہوتا، اور اگر بعض دواؤں میں الکحل ملنے کا شبہ یا یقین ہو تو اُن کے بارے میں جب تک یہ گمان غالب نہ ہوجائے کہ یہ الکحل انگور یا کھجور وغیرہ سے بنایا گیا ہے، اُس وقت تک اُس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا؛ لہٰذا ایسی دواؤں کی بیع وشراء فی نفسہٖ جائز ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۱۰۶/۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳۵۳/۱۳ زکریا)

وصح بيع غير الخمر عنده خلافاً لهما في البيع والضمان؛ لكن الفتوىٰ

علی قوله في البیع. (شـامي / کتاب الشرکة ٦/ ٤٥٤ دار الفکر بیروت، ١٠/ ٣٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/ ۶/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تجارت میں نفع کی حد؟

سوال (۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری کپڑے کی دوکان ہے، پوچھنا یہ ہے کہ میں ہول سیل اور ریٹیل میں سو روپیہ کا کپڑا بیچنے پر کتنے روپیہ نفع لے سکتا ہوں؟ شرعاً کوئی حد ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ اپنا مال جس قیمت پر چاہیں بیچ سکتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی تحدید نہیں ہے؛ لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تاجروں کے عرف کا لحاظ رکھا جائے، عام طور پر دوکان دار جس مال کو جس تناسب سے فروخت کرتے ہیں، اس کا لحاظ رکھا جائے اور عوام الناس کے ساتھ خیر خواہی کو مد نظر رکھتے ہوئے گراں قیمت پر فروخت کرنے سے احتراز کیا جائے۔

لأن الثمن حق العاقد فإلیه تقدیره. (الهدایة ٤/ ٤٥٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/ ۱/ ۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باغات کی بیع وفروخت کے مسائل

فصل آنے سے قبل فصل اور پھل کی بیع

سوال (۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فصل آنے سے پہلے اگر باغ مع زمین کی پیداوار کے فصل باغ بیچی جائے، تو درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فصل آنے سے قبل فصل اور پھل وغیرہ کی بیع ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ بیع معدوم ہے؛ البتہ اگر پوری زمین پہلے سے کرایہ پر دے دی جائے، اور اس کا ایک متعین کرایہ مقرر کیا جائے، تو یہ معاملہ درست ہوگا۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن بيع النخل حتى يزهو، وعن السنبل حتى يبيض ويأمن العاهة، نهى البائع والمبتاع. (صحيح مسلم / باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها رقم: ۳۷۴۷)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي الله عنه قال: نهى أو نهانا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع الثمر حتى يطيب. (صحيح مسلم / باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها رقم: ۳۷۵۴)

بيع الثمار قبل الظهور لا يصح اتفاقاً. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الثاني في بيع الثمار وأنزل الكروم الخ ۳/۱۰۶، البحر الرائق ۵/۲۵۹، شامي، كتاب البيوع / مطلب: في بيع الثمر والزرع والشجر مقصودًا ۴/۵۵ كراچی، ۷/۸۵ زكريا، الهداية ۳/۲۶ ياسر نديم، إمداد الفتاویٰ ۳/۹۰، فتاویٰ محموديه ۲۴/۱۲۸ ڈابهيل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۳/۱۴۱۱ھ

پھول کی بیع کر کے پھل پکنے تک درختوں پر چھوڑ نا؟

سوال (۹۶):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمر کا آم کا باغ خریدا، اُس وقت جب کہ پھول نکلا ہی تھا، اور جانبین میں رضامندی ہوگئی کہ جب آم پک جائے گا تب باغ خالی کروں گا، کیا یہ بیع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شرط کے ساتھ باغ کی بیع کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

روي عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ في كتاب الشفعة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: من اشترى أرضًا فيها نخل فالثمرة للبائع إلا أن يشترطها المبتاع. (بدائع الصنائع / حكم الثمر على الشجر بعد البيع ٣٦٨/٤ نعيمية ديوبند)

والصدرة الثانية: أن يشترط المشتري ترك الثمار على الأشجار حتى يحين الجذاذ، وهٰذه الصدة بالحلة بالإجماع، ولا يصح البيع فيها عند أحد. (تكملة فتح الملهم ٣٨٦/١ مكتبة دار العلوم كراچی)

وإن شرط تركها على النخيل فسد البيع. (الهداية ١٠/٣)

ثم إذا لم تدخل الثمرة بنفس البيع يجبر البائع على قطعها من الشجرة، وليس له أن يتركها على الشجرة إلى وقت الإدراك، وكذا الزرع عندنا. ...... ولنا أن البيع يوجب تسليم المبيع عقيبه بلا فصل ...... ولو تركها على الشجرة إلى أن أدركت، فإن كان الترك بإذن المشتري ...... وإن كان صغارًا لم يتناه عظمها لا يطيب له الفضل؛ لأنه تولد من أصل مملوك لغيره. (بدائع الصنائع / حكم الثمر على الشجر بعد البيع ٣٧٠/٤-٣٧١ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

فصل اُگنے سے پہلے ہی متعینہ قیمت پر معاملہ کرنا؟

سوال (۹۷):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے حضرات مینتھے کی فصل جب بوئی جاتی ہے، اس کے بعد کاشتکار کو آرڈر دیتے ہیں، اس شرط پر کہ فصل کا چاہے جو بھاؤ ہو، ہم ڈھائی سو یا تین سو روپیہ کلو لیں گے، اور جب فصل تین ماہ کے بعد کٹتی ہے تو مینتھے کا بھاؤ چار سو سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، تو کیا یہ سود تو نہیں ہے، اور یہ روپئے دینا درست ہے یا شریعت اس سے منع کرتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ بیع سلم میں داخل ہوسکتا ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے سے متعین کرلیا جائے کہ وقتِ موعود پر کتنا تیل کاشتکار دے گا، اور اس مقررہ مقدار سے زائد جو بھی پیدا ہوگی اسے کاشتکار کسی بھی شخص کے ہاتھ کسی بھی قیمت سے فروخت کرسکتا ہے، پہلے روپیہ دینے والے کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ کاشتکار کی رضامندی کے بغیر اس سے سارے کھیت کی پیداوار سابقہ قیمت پر ہی خریدے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قدم النبي صلى اللّٰه عليه وسلم المدينة وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين، فقال: من أسلف في تمر فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم. (صحيح مسلم / باب السلم رقم: ۳۹۹۶، تكملة فتح الملهم ۱/۶۵۲ مكتبة دار العلوم كراچی)

ومقدار معلوم كقولنا كذا كيلا بمكيال معروفٍ وكذا وزنًا. (الهداية ۳/۷۹۰) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۸/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

پھل ظاہر ہونے سے قبل کافر بائع کا خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۹۸):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا باغ کی بیع کے معاملہ میں مسلم وکافر کے درمیان کوئی فرق ہے؛ کیوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر بائع کافر ہے تو اس سے خریدے گئے باغ کے آم خریدنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرکسی باغ کے کافر مالک نے پھل کے بور آنے سے قبل پھل کی خرید وفروخت کی تو اس کافر سے پھل خریدنا جائز ہے؛ کیوں کہ کافر ان جزئیات کے مکلّف نہیں، نیز ان کے مذہب میں جو بیع درست ہو، جیسا کہ آم کی بیع بور آنے سے قبل، تو اس کافر سے مسلمان کے لئے آم کا خریدنا جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۹۶/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۳ ۱۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کئی کئی سال کے لئے باغات کی بیع؟

سوال (۹۹):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل لوگ جو کئی کئی سال کے لئے باغات کی بیع کرتے ہیں، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ گنجائش اور حیلہ کی اگر کوئی شکل ہو تو مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باغات کے پھلوں کی کئی سال کی بیع معدوم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے؛ البتہ اگر معاملہ بیع کے بجائے زمین سمیت اِجارہ کا کرلیا جائے، تو بعض علماء نے گنجائش دی ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة .... (صحيح مسلم ۱۱/۲)

وأما النهي عن بيع المعاومة وهو بيع السنين، فمعناه أن يبيع ثمر الشجرة عامين أو ثلاثة أو أكثر فيسمى بيع المعاومة، وبيع السنين وهو باطل بالإجماع؛ ولأنه بيع غرر؛ لأنه بيع معدوم. (شرح النووي على مسلم ١٠/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھول آنے سے پہلے باغات کی خرید وفروخت؟

سوال (۱۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درختوں پر پھول آنے سے پہلے باغات کی خرید وفروخت کا شرعی حکم واضح فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پھول آنے سے پہلے پھلوں کی بیع ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ بیع معدوم ہے۔

عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع الثمر حتى يبدو صلاحها نهى البائع والمبتاع. (صحيح البخاري / باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها رقم: ٢١٩٤، صحيح مسلم رقم: ٣٧٤٥، تكملة فتح الملهم ٣٨٣/١ كراچی)

لا خلاف في عدم جواز بيع الثمار قبل أن تظهر. (شامي ٨٥/٧ زكريا)

وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع: منها: أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم كبيع إنتاج النتاج، واحتجوا بما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها؛ ولأنه إذا لم يبد صلاحها لم تكن منتفعًا بها فلا تكون مالاً فلا يجوز بيعها. (بدائع الصنائع / جواز بيع الثمر ٣٢٦/٤-٣٢٧ نعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھل اور فصل آنے سے پہلے ہی باغ اور گندم یا دھان کا سودا کرنا؟

سوال (۱۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا باغ ہے، وہ قبل از وقت یعنی پھل اور پھول آنے سے پہلے ہی باغ کی فصل کا سودا کر دیتا ہے، اور ایک سال کبھی دو سال کے لئے باغ کی بہار یعنی فصل بیچ دیتا ہے، کیا یہ بیچنا اور خریدنا جائز ہے؟ اور اس کی کمائی کیا حکم ہے؟ اسی طرح زید عمرو کو گندم یا دھان کی فصل آنے سے پہلے ہی رقم طے کر کے دیتا ہے، یعنی فصل میں گندم کی قیمت مثلاً ۷/سو روپئے فی کوئنٹل ہوگی، مگر زید نے عمرو کو فصل آنے سے ایک ماہ یا دو ماہ پہلے ہی ۵/سو یا ۶/سو روپے میں گندم لینے کے لئے رقم دے دی اور عمرو چوں کہ مجبور تھا، اس کو اپنے گزارے کے لئے لینا تھا، تو اب زید اور عمرو کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح کھڑی فصل تیار ہونے سے پہلے گندم یا دھان یا آلو یا دیگر سبزی وغیرہ کو خریدنا بیچنا کیسا ہے؟ یا تیار فصل صرف اندازے سے لینا بیچنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پھل آنے سے پہلے باغ کی فصل کا سودا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر باغ کو زمین سمیت متعینہ مدت مثلاً ایک سال یا دو سال کے لئے کرایہ پر دے دیا جائے؛ تاکہ لینے والا زمین اور درختوں سے فائدہ اٹھائے، تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة. (صحيح مسلم ۱۰/۲)

وتحته في النووي: أما النهي عن المعاومة: وهو بيع السنين فمعناه أن يبيع ثمر الشجرة عامين، أو ثلاثة أو أكثر، فيسمى بيع المعاومة. (شرح مسلم للنووي ۱۰/۲)

ومن استأجر أرضاً على أن يكريها ويزرعها ويسقيها فهو جائز. (الهداية ۲۹۰/۳)

اگر گندم یا دھان خریدنے کے لئے پیشگی معاملہ کیا گیا تو بیع سلم کے طور پر یہ جائز ہوگا اور

اس میں بیع سلم کی تمام شرائط جاری ہوں گی، یعنی مبیع کی مقدار طے ہوں، قیمت مقرر ہو خواہ کم ہو یا زیادہ جن پر فریقین راضی ہوجائیں، اسی طرح پیشگی مکمل قیمت کسان کو پہلے ہی ادا کردی جائے وغیرہ، اگر ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھا جائے تو گیہوں، دھان، آلو یا دیگر چیزوں کو بیچنے کی اور خریدنے کی شرعاً اجازت ہوگی۔

وشرطه أي شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة بيان جنس كبر أو تمر، وبيان نوع كمسقى أو بعلى، وصفته كجيد أو ردئ، وقدر ككذا كيلا، لا ينقبض وينبسط وأجل. (الدر المختار مع الرد المحتار، كتاب البيوع / باب السلم، مطلب: هل اللحم قيمي أو مثليٌّ ٤٦١/٧-٤٦٢ زكريا، كذا في الهداية ٢٢/٥ مكتبة البشرىٰ كراچی)

تیار فصل کو اندازے سے بیچنے کی بھی اجازت ہے، بشرطیکہ خلاف جنس سے بیچا جائے، مثلاً روپئے، پیسے کے بدلہ میں گیہوں یا پھل وغیرہ کے بیع۔

وصح بيع الطعام هو في عرف المتقدمين إسم للحنطة ودقيقها كيلا وجزافا – إلى قوله – إذا كان بخلاف جنسه. وفي الشامي: والمراد في كلام المصنف الحبوب كلها لا البر وحده ولا كل ما يؤكل بقرينة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب البيوع / مطلب: مهم في حكم الشراء بالقروش في زماننا ٦١/٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھل آنے سے پہلے آم بیچنا اور مارکیٹ سے اُس کو خرید کر کھانا؟

سوال (۱۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آم کا باغیچہ پھل آنے سے قبل بکری کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس باغیچہ کا پھل خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر خریدار اس باغیچہ کا پھل بطور ہدیہ کے کھانے کو دے تو کھانا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بور آنے سے پہلے باغ کی فصل کو بیچا گیا ہے، اور زمین سمیت باغ کی کرایہ داری کا معاملہ بھی نہیں ہے، تو اس طرح باغ کی فصل کو پیشگی بیچنا بیع معدوم ہونے کی بنا پر باطل ہے، اور اس معاملہ کا شرعاً اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا اِس بنا پر قیمت کا لین دین کچھ درست نہیں ہے، اور نہ خریدار کے لئے باغ سے انتفاع جائز ہے، اور نہ وہ اس میں سے کسی کو ہدیہ کرسکتا ہے، اور نہ خود فروخت کرسکتا ہے، اور اگر بور آنے کے بعد پھل مستحکم ہونے سے پہلے فصل بیچی گئی ہے، تو یہ معاملہ فاسد ہے، جس میں انجام کار قبضہ کے بعد خریدار کو ملکیت کا حق حاصل ہوجاتا ہے، اور اس معاملہ کا فساد صرف خریدار تک محدود رہتا ہے، خریدار اگر آگے بیچے یا کسی کو ہدیہ یا ہبہ کرے تو لینے والے کے لئے کوئی گناہ نہ ہوگا۔

وإذا قبض المشترى المبيع في البيع الفاسد بأمر البائع، وفي العقد عوضان، كل واحد منهما مال ملك المبيع، ولكل واحد من العاقدين فسخه رفعا للفساد، وهٰذا قبل القبض ظاهر، فإن باعه المشتري نفذ بيعه. (الهداية ٣/٦٢-٦٤ أشرفي)

ويكره للمشتري أن يتصرف فيما اشترىٰ شراءً فاسداً بتمليك أو انتفاع؛ لكن مع هٰذا لو تصرف فيه تصرفًا نفذ تصرفه، ولا ينقض تصرفه، ويبطل به حق البائع في الاسترداد. (الفتاوىٰ الهندية ٣/١٤٧)

وقد استدل شيخنا المفتي شبير أحمد القاسمي على ملك المشتري المبيعَ في البيع الفاسد بقصة امرأة اليهودي التي أخذت الشاة بغير إذن مالكها، وأخرجه أبو داؤد عن رجل من الأنصار، قال: خرجنا مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في جنازة، فرأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو على القبر يوصي الحافر: أوسع من قبل رجليه، أوسع من قبل رأسه، فلما رجع استقبله داعي امرأة فجاء فجيء بالطعام فوضع يده، ثم وضع القوم فأكلوا، فنظر آباؤنا

رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة، ثم قال: أجد لحم شاة أخذت بغير إذن أهلها، فأرسلت المرأة، قالت: يا رسول الله! إني أرسلت إلى النقيع يشتري لي شاة، فلم أجد فأرسلت إلى جار لي قد اشترى شاة أن أرسل إلي بها بثمنها فلم يوجد، فأرسلت إلى امرأته، فأرسلت إلي بها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أطعميه الأساريٰ. (سنن أبي داؤد، البيوع / باب في اجتناب الشبهات ٤٧٣/٢ رقم: ٣٣٣٢، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب البيوع / أحكام البيع الفاسد ٤٥٣/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھل آنے سے قبل باغ کو بیچنا اور ثمن کو اپنے استعمال میں لانا

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باغیچے میں پانچ فریق ہیں، اس باغیچے کو پھل آنے سے قبل فروخت کردیتا ہے، میں بھی ایک فریق ہوں، میرے حصہ کی رقم مجھ کو مل جاتی ہے، اب اس رقم کو اپنی ذات میں خرچ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بور آنے سے پہلے فصل بیچی گئی ہے، تو یہ بیع باطل ہے؛ لہٰذا کسی بھی فریق کے لئے اس کا ثمن لینا جائز نہیں ہے، لوٹانا واجب ہے، جب بور اور پھل آجائے تو ازسرنو معاملہ واجب ہے۔

ولا حكم لهٰذا البيع أصلاً؛ لأن الحكم للموجود، ولا وجود لهٰذا البيع.

(بدائع الصنائع، كتاب البيوع / البيع الباطل ٥٩١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھل پھول آنے سے پہلے ہی اَمرود کے باغات کی خرید وفروخت؟

سوال (۱۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں امرود کے باغات کی خرید وفروخت پھل پھول آنے سے پہلے ہی ہو جاتی ہے، اور یہ پورے علاقہ میں رائج ہے، عمومِ بلویٰ کو دیکھتے ہوئے بتائیے کہ یہ جائز ہے یا نا جائز، نیز اس کے ذریعہ خریدنے والے اور بیچنے والے کی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امرود کے باغ میں اگر تھوڑے بہت پھل آچکے ہیں تو ابتلاءِ عام کی وجہ سے اسی حالت میں فقہاءِ کرام نے اس باغ کی فصل بیچنے کی گنجائش دی ہے اور اگر ابھی بالکل پھل اور پھول نہیں آئے ہیں تو اس حالت میں باغ کی فصل بیچنا جائز نہیں اگر اسی حالت میں معاملہ کرلیا گیا تو یہ معاملہ فاسد ہوگا، پس انجام کار اس کو درست کرنے کی شکل یہ ہے کہ بعد میں جب اچھی طرح پھل آجائیں تو پھل توڑنے سے قبل آپسی رضامندی سے از سرِ نو معاملہ کرلیا جائے اور سابقہ معاملہ فسخ کردیا جائے؛ تاکہ کوئی فساد باقی نہ رہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۱۰۲، احسن الفتاویٰ ۶/۴۸۶)

ولو برز بعضها دون بعض ...... صححه السرخسي وأفتى الحلواني بالجواز. (الدر المختار، كتاب البيوع / مطلب: في بيع الثمر والزرع والشجر مقصودًا ۷/۸۵ زكريا)

ما تلاحق أفراده يعنى أن مالا يبرز دفعة واحدة بل شيئا بعد شئ كالفواكه والأزهار والبقول إذا كان برز بعضها يصح بيع ما سيبرز مع ما برز تبعاً له بصفقة واحدة سواء كان البارز قل أو كثر. (شرح المجلة ۱/۱۰۰ رقم ۲۰۷، تكملة فتح الملهم ۱/۳۹۳)

إن ابتاع الثمار قبل ظهورها، وهٰذا لم يقل بجوازه أحد؛ سواء جرىٰ به التعامل أو لا. (تكملة فتح الملهم، كتاب البيوع / حكم ما يتعامل به الناس اليوم ۱/۳۹۳)

لأن بيعها قبل الظهور لا يصح اتفاقا. (البحر الرائق / فصل يدخل البناء والمفاتيح في بيع الدار ۵/۳۰۰ كوئٹه)

فيصح عندهم في الجملة تصحيح البيع الفاسد بارتفاع المفسد دون الباطل، ويعللون ذٰلک بأن ارتفاع المفسد في الفاسد يرده صحيحًا. (الموسوعة الفقهية ۵۹/۹)

ولكل واحد من المتعاقدين فسخه رفعًا للفساد. (الهداية ٦٤/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۳/۷/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باغ کو زمین کے ساتھ دوسال کے لئے کرایہ پر دینا؟

سوال (۱۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے قلمی باغ رکھا ہے تو کیا اس کو ٹھیکے پر دوسال کے لئے بیچنا درست ہے یا نہیں؟ یعنی دوسال کے لئے باغ اور زمین سب فروخت کردیں، یا پھر صرف باغ فروخت کریں، دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے، یا پھر آپ تحریر فرمائیں کس طرح بیع کی جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باغ مع زمین دوسال کے لئے کرایہ پر دینا درست ہے، محض بہار بیچنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۱۰۱ ڈابھیل)

والحيلة في الكل أن يستأجر موضعًا معلومًا لعطن الماشية ويبيح الماء والمرعى. (رد المحتار، كتاب الإجارة / مطلب الإجارة إذا وقعت على العين لا تصح الحيلة فيه ٦٣/٦ کراچی)

وفي ثمار الأشجار يشتري الموجود، ويحل له البائع ما يوجد. (البحر الرائق، كتاب البيع / فصل يدخل البناء والمفاتيح في بيع الدر ٥٠٣/٥ زكريا)

والحيلة في كون الحادث للمشتري أن يشتري أصول الباذنجان، والبطيخ والخيار والقطن، ليكون الحادث على ملكه ...... وفي الأشجار الموجودة، ويحل له البائع ما يوجد. (الدر المنتقى مع مجمع الأنهر / كتاب البيوع ٢٩/٣ کوئٹہ)

وإذا عرف أن الإجارة بيع المنفعة فخرج عليه بعض المسائل فنقول: لا تجوز إجارة الشجر. (بدائع الصنائع / فصل في ركن الإجارة ومعناها ۵۱۲/۵ دار الكتب العلمية بيروت)

ومن استاجر أرضًا فيها زرع ورطبة أو شجر وقصب أو كرم أو ما يمنع من الزراعة فالإجارة فاسدة. (المسبوط للسرخسي / باب الإجارة الفاسدة ۳۰/۸ مكتبه حبيبيه)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھل آنے سے پہلے خریدے گئے آموں کو بازار سے خریدنا؟

سوال (۱۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اس وقت یہ وبا عام ہوگئی ہے کہ ہر شہر ہر قصبہ اور ہر علاقہ میں آموں کے درخت پھل آنے سے پہلے ہی فروخت ہوجاتے ہیں، حتیٰ کہ ایک سال سے لے کر تین سال تک کی پیشگی رقم لی جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بیع شرعاً باطل ہے، اور وہی پھل تمام بازاروں اور شہروں میں عام طور سے بیچے اور خریدے جاتے ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں بازاروں میں آم خریدنا اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر اِس وقت جس کا اپنا باغ نہیں ہے، وہ آم کس طرح کھائے؟ اگر شرعاً آم کھانے کی گنجائش کی کوئی جائز صورت ہو تو بتلائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: درختوں پر پھل آنے سے پہلے ہی فروخت کرنا بیع فاسد ہے، اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مالک کی اِجازت سے مبیع پر مشتری کا قبضہ ہوجائے تو ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، اور اس کا فساد آگے متعدی نہیں ہوتا؛ لہٰذا اَب بازار سے اُن پھلوں کا خریدنا جائز ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

نهى عن بيع الثمار حتى تزهىٰ، فقيل له: وما تزهىٰ؟ قال: حتى تحمر، فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: أرأيت إذا منع اللّٰه الثمرة بما يأخذ أحدكم مال أخيه“؟ (صحيح البخاري ۲۹۳/۱، إعلاء السنن ٤١/٥٠ رقم: ٤٦١٢)

بيع المعدوم باطل، فيبطل بيع ثمرة لم تبرز أصلاً. (شرح المجلة ۹۸ رقم: ۲۰٥ كوئٹه، كذا في الرد المحتار / كتاب البيوع ٤/٥٥٥ دار الفكر بيروت، تكمله فتح الملهم / باب النهي عن بيع قبل بدوصلاحها ۳۹۳/۱ مكتبة دارالعلوم كراچی)

والفاسد يفيد الملک عند اتصال القبض أي إذا كان القبض بإذن المالک باتفاق الروايات. (العناية على هامش الهداية ۳۳/۳)

الفاسد يفيد الملک عند القبض. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٠٣/٥ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیع باطل یا فاسد سے خرید کر بازار میں بکنے والے آموں کی خریداری

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آم کے متعلق مسئلہ دریافت طلب ہے، صفائی معاملات مصنفہ حضرت تھانویؒ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت عام حالات میں بازاروں میں جتنے بھی آم بکتے ہیں، سب کے سب یا تو بیع باطل کے ذریعہ یا بیع نامہ کے ذریعہ حاصل کئے جاتے ہیں؛ کیوں کہ اب ہر جگہ پھل آنے سے پہلے ہی آم کے باغات کو بیچ دیا جاتا ہے، اور وہی آم بازاروں میں بیچے اور خریدے جاتے ہیں، ایسی صورت میں بازار سے آم خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس قسم کے آم کسی غیر مسلم بیچنے والے سے خرید کر کھایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر جناب کے نزدیک جواب کی اور کوئی صورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بازار میں جو پھل آتے ہیں، اگر انہیں عقدِ فاسد کے ذریعہ خریدا گیا ہو، تو خریدار سے دوسرے لوگوں کا خریدنا شرعاً جائز ہے؛ البتہ عقدِ باطل کی شکل میں خریدنے سے ممانعت ہوگی؛ لیکن چوں کہ بازار میں یہ متعین کرنا دشوار ہے کہ کون سا عقد باطل کا مال ہے اور کونسا عقد فاسد کا؟ اس لئے اس لاعلمی کی بناء پر مذکورہ بیع کو جائز قرار دیا جاتا ہے؛ لہٰذا مذکورہ پھلوں کو بازار سے خرید کر کھانا درست ہے، اور بائع سے تحقیق وتفتیش کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

بخلاف المشتری شراءً فاسدًا إذا باعه من غیره بیعًا صحیحًا؛ فإن الثاني لا یؤمر بالرد إن کان البائع مامورًا به؛ لأن الموجب للرد قد زال ببیعه.

(شامي، کتاب البیوع / باب بیع الفاسد، قبیل مطلب: البیع الفاسد لا یطیب له ۷/ ۳۰۰ زکریا)

تاہم اگر کسی متعین پھل کے بارے میں بیع باطل ہونے کا کامل یقین ہو جائے، تو اس سے بچنا ضروری ہوگا۔

البیع الباطل لا یفید الملک، وإن اتصل به القبض. (خانیة علی الهندیة / فصل في البیع الباطل ۲/ ۱۳۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آم کے خریدار سے پھل توڑتے وقت سو آم دینے کی شرط لگانا؟

سوال (۱۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں آم کا باغیچہ پھل توڑنے کے پندرہ دن یا ایک ماہ قبل بکری کرتا ہوں، بکری کرنے کے وقت خریدار سے یہ کہہ دوں کہ توڑنے کے وقت ایک سو آم دو گے، تو یہ آم لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فی نفسہٖ سو آم دینے کی شرط مفسد عقد ہے؛ لیکن اگر عام تعامل

ہو اور پھل زیادہ ہوں، نزاع کا اندیشہ نہ ہو تو اسے مستثنیٰ من المبیع قرار دے کر جواز کی گنجائش ہے۔

قوله: عن جابر الخ، أقول: دل الحديث على أن جهالة الاستثناء في البيع مفسد للبيع؛ لأنه مفض إلى جهالة المبيع، فيكون معنى قوله: "إلا أن تعلم" أن يكون الاستثناء معلومًا، ولا يفضي إلى جهالة المبيع، فيلزم منه أنه لو استثنى أرضًا معلومةً لا تجوز؛ لأنه مفض إلى جهالة المبيع، وحينئذٍ يكون مصداق الاستثناء المعلوم هو الاستثناء بالربع أو الثلث ونحوهما، كما قال محمد في "الموطأ". (إعلاء السنن / باب الاستثناء في البيع ١٤/٥١ تحت رقم: ٤٦١٥ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجوز أن يبيع ثمرة، ويستثني منها أرطالاً معلومة؛ لأن الباقي بعد الاستثناء مجهول. (الهداية ٣/٢٧، مستفاد: امداد الفتاوىٰ ٣/٩٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعینہ درخت کا چوتھائی آم لینے کی شرط لگا کر باغ کو فروخت کرنا؟

سوال (۱۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر باغیچہ کی بکری کے وقت خریدار سے یہ کہہ کر بکری کروں کہ اس باغیچہ کے آم کی اتنی قیمت لوں گا اور فلاں درخت کا ایک چوتھائی آم لوں گا، اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور آم توڑنے کی پندرہ بیس دن قبل بکری کر رہا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باغیچہ کی قیمت معین کرنا اور ساتھ میں یہ کہنا کہ میں فلاں درخت کا چوتھائی آم لوں گا جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۹۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۱۰۶ ڈابھیل)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المزابنة وعن المحاقلة وعن الثنيا إلا أن يعلم. (سنن أبي داؤد / باب المخابرة ١/١٢٧ رقم: ٣٤٠٥، سنن الترمذي / باب ما جاء في النهي عن الثنيا ١/٢٤٢ رقم: ١٢٩٠)

ولا يجوز أن يبيع ويستثنى منها أرطالاً معلومةً ...... بخلاف ما إذا باع واستثنى نخلاً معينًا؛ لأن الباقي معلوم بالمشاهدة. (الهداية / كتاب البيوع ۳۲/۳)

فصح استثناء قفيز من صبرة وشاة معينة من قطيع وأرطالٍ معلومة من بيع تمر نخلة لصحة إيراد العقد عليها ولو التمر على رؤوس النخل على الظاهر.
(الدر المختار مع الرد المحتار / فصل في ما يدخل في المبيع تبعًا ولا يدخل فيه ٥٥٨/٤ دار الفكر بيروت)

فإن استثنى جزءاً كربع وثلث؛ فإنه صحيحٌ اتفاقاً. (شامي ٥٥٩/٤ كراچی، ٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باغ خریدنے والے کا فصل توڑنے کے بعد ثمن میں کمی کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۱۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مسجد کی کمیٹی نے شرعی طور پر مسجد کا باغ (جو مسجد کے نام وقف ہے) نیلام کیا، جس کے نام نیلام چھوٹا وہ اب فصل وصول کرنے کے بعد باغ میں نقصان بتلا رہا ہے، اور کچھ پیسے کم کرنے پر مصر ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے متولی یا کمیٹی کو ٹھیکے دار سے کچھ رقم چھوڑنے یعنی معاف کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر حق ہے تو اس ٹھیکے دار کے صاحب وسعت ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) نیز مدرسہ میں جو اہل مدرسہ ہر سال چرم فروخت کرتے ہیں، اس کو بھی نیلام کیا جاتا ہے، مبیع کو فروخت کرنے کے بعد ٹھیکے دار نقصان کا اظہار کر کے کچھ رقم کم کرنے کے لئے کہتا ہے، تو اہل مدرسہ کو اس کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئولہ صورت میں اگر واقعۃً باغ لینے والے کو نقصان ہوا ہے اور وہ صاحبِ وسعت بھی نہیں ہے، تو مسجد کے مفادات کا خیال رکھتے ہوئے متولی

کمیٹی کے ارکان سے مشورہ کر کے فصل کی طے شدہ قیمت میں مناسب کمی کرنے کا مجاز ہے۔

عن إسماعيل بن سالم قال: سمعت الشعبي يقول: ليس الخلاص بشيء، من باع بيعًا فاستحق فهو لصاحبه، وعلى البائع الثمن الذي أخذه به، ليس عليه أكثر من ذٰلك. (المصنف لابن أبي شيبة، البيوع والأقضية / في الخلاص في البيع ١٠/٥٥١ رقم: ٢٠٦٤٣)

ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع، ويجوز أن يحط من الثمن.

(المختصر القدوري ٨١، الهداية / باب المرابحة والتولية ٥/١٦٧ مكتبة البشریٰ کراچی)

(۲) ابتداء میں چرمِ قربانی کی جو قیمت مقرر ہوئی تھی، خریدار پر اسی مقدار کے اعتبار سے رقم کی ادائیگی لازم ہے، اہل مدرسہ اس کے پیش آمدہ نقصان کے ذمہ دار نہیں ہیں؛ تاہم اگر ذمہ داران مدرسہ بازاری نرخ کا اعتبار کر کے قیمت میں کچھ کمی کردیں تو ان کے لئے گنجائش ہے۔

ويجوز للبائع ان يزيد للمشتري في المبيع، ويجوز أن يحط من الثمن، ويتعلق الاستحقاق بجميع ذٰلك. (المختصر القدوري ٨١)

وفي الهداية: فالزيادة والحط يلتحقان بأصل العقد عندنا. ولنا أنهما بالحط والزيادة يغيران العقد من وصف مشروع إلى وصف مشروع، وهو كونه رابحًا أو خاسرًا أو عدلا، ولهما ولاية الرفع، فالأولىٰ أن يكون لهما ولاية التغيير. (الهداية / باب المرابحة والتولية ٥/١٦٧-١٦٨ مكتبة البشریٰ کراچی)

ويستفاد حكمه بحديث أخرجه أبو داؤد عن أبي رافع قال: استسلف رسول الله صلى الله عليه وسلم بكرًا، فجاءته إبل من الصدقة فأمرني أن أقضي الرجل بكره، فقلت: لم أجد في الإبل إلا جملاً خيارًا باعيًا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أعطه إياه، فإن خيار الناس أحسنهم قضاءً ا. (سنن أبي داؤد / باب في حسن القضاء ١/١١٩ رقم: ٣٣٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۲۳ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تیل کی فصل کٹنے سے پہلے تیل کا سودا کرنا

سوال (۱۱۱):- کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میتھے کا تیل کاشتکار حضرات فصل کے دوران ہی بیچ دیتے ہیں، مثلاً اگر بازار میں موجودہ تیل کی قیمت ۴۰۰/ روپئے کلو ہے، تو کچھ کم ریٹ میں بیع کردیتے ہیں، مثلاً ۳۰۰/ روپئے میں، کیا اس طرح کی بیع جائز ہوجائے گی، اور اس طرح فصل کے دوران تیل کا ضرورت کے مطابق یا بلاضرورت سودا کرنا صحیح ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ بیع سلم کے دائرہ میں آسکتا ہے، اگر مجلسِ عقد میں خریدار پوری قیمت ادا کردے اور اس کو تیل دینے کا وقت اور دیگر ضروری باتیں متعین ہوجائیں تو یہ معاملہ درست ہوجائے گا، اور اگر نقد قیمت مجلس عقد میں ادا نہ کی جائے، یا ادائیگی کا وقت وغیرہ متعین نہ ہو، تو یہ معاملہ درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۲۸۹)

السادس: أن يكون مقبوضًا في مجلس السلم، سواءٌ كان رأس المال دينًا أو عينًا عند عامة العلماء استحسانًا. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثامن عشر في السلم وفيه ستة فصول / الفصل الأول في تفسيره وركنه وشرائطه وحكمه ۳/۱۷۹)

ولا يصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط: جنس معلوم وصفة معلومة، كقولنا: حنطة أو شعير، ونوع معلوم، كقولنا: سقية أو بخسيَّة، كقولنا: جيّد أو ردئ، ومقدار معلوم، كقولنا: كذا كيلا بمكيال معروف أو كذا وزنا وأجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال، إذا كان يتعلق العقد على مقداره، كالمكيل والموزون، والمعدود وتسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل ومؤنة في موضع العقد. (هداية / باب السلم ۵/۲۲۲-۲۲۳ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۵/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نقد اور اُدھار خرید وفروخت

۴/ ماہ کے اُدھار پر سو روپیہ زائد قیمت لگانا

سوال (۱۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مارکیٹ بھاؤ سے علیحدہ ۴/ ماہ کے ادھار پر سو روپیہ زائد کا بھاؤ لگاتا ہے، صورت یہ ہے کہ زید سے کسی ضرورت مند نے کچھ پیسوں کا سوال کیا، اس نے کہا رقم تو نہیں ہے، مگر گیہوں ہیں، اس وقت بھاؤ مثلاً ۳۲۵ کا ہے ہم چار ماہ میں ۴۲۵ کے ریٹ سے رقم لیں گے جب کہ گیہوں سامنے موجود بھی نہیں ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر گیہوں خریدار کو دے دے اور ادھار کی قیمت کچھ زیادہ مقرر کرے تو شرعاً یہ معاملہ جائز ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۴/ ۱۹۶ میرٹھ)

لیکن بظاہر یہ قرض سے نفع کمانے کا حیلہ معلوم ہوتا ہے اس لئے ایسا کرنا منشاءِ شریعت کے خلاف اور حسنِ اخلاق سے بعید ہے۔

ويصح البيع بثمن مال مؤجل لإطلاق قوله تعالیٰ: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (مجمع الأنهر ۳/ ۱۳ دار الكتب العلمية بيروت)

وكذا إذا قال: بعتك هٰذا العبد بألف درهم إلى سنة أو بألف وخمسة إلى سنتين؛ لأن الثمن مجهول، فإذا علم ورضي به جاز البيع؛ لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد، وقد زالت في المجلس، وله حكم حالة العقد،

فصار كأنه معلوم عند العقد، وإن لم يعلم به، حتى إذا افترقا لقدر الفساد. (بدائع الصنائع / في جهالة الثمن ٤/ ٣٥٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نقد اور اُدھار میں قیمت میں کمی زیادتی کرنا؟

سوال (۱۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید غلہ وغیرہ کی تجارت کرتا ہے، نقد روپئے کی صورت میں ۴/ روپئے کلو دیتا ہے اور چند ماہ کے روپئے دینے کی صورت میں کہتا ہے کہ ۵/ روپیہ کلو ملے گا، تو اِس طرح خرید وفروخت درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نقد اور ادھار کی بنیاد پر قیمت کی کمی بیشی شرعاً جائز اور درست ہے۔

ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية ٣/ ٢٨)

وإذا كان الثمن مؤجلاً، وزاد البائع فيه من أجل التاجيل جاز، وإلىٰ هٰذا ذهب الأحناف الخ. (فقه السنة / زيادة الثمن نظير زيادة الأجل ٣/ ٧٣ دار الكتاب العربي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵/سو کوئنٹل چاول خرید کر ۸/سو روپئے فی کوئنٹل اُدھار فروخت کرنا

سوال (۱۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ۵/سو روپیہ کوئنٹل کے حساب سے ۱۰۰/من چاول کا اسٹاک کیا، اب وہ زید مذکور عمرو کے ہاتھ سے ۵/ماہ کی اُدھاری پر ۸/سو روپیہ کے عوض میں فروخت کرتا ہے، حال یہ ہے کہ لینے والا

کبھی وقت معینہ پر روپیہ دیتا ہے اور کبھی وقت معینہ کے بعد، تو کیا ایسا کاروبار کرنا زید کے لئے درست ہے یا نہیں جب کہ زید ایک عالم اور مفتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۵؍سوروپیہ فی کوئنٹل چاول خرید کر ۸؍سوروپیہ کے حساب سے ادھار فروخت کرنا شرعاً درست ہے۔ ہاں اگر وقت معینہ پر قیمت ادا نہ ہو تو محض مدت کے اضافہ کی بنا پر مزید کوئی رقم خریدار سے لینا بائع کے لئے درست نہ ہوگا۔

ألا یری أنه یزاد في الثمن لأجل الأجل. (کذا في الهدایة ۵۸/۳)

من اشتری شیئًا وأغلی في ثمنه، فباعه مرابحة علی ذٰلک جاز. (الفتاویٰ الهندیة / الباب الرابع عشر في المرابحة ۱۶۱/۳ زکریا)

یلزم أن یکون الثمن معلومًا، فلو جهل الثمن فسد البیع. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۱۲۲، رقم المادة ۲۳۸ حنفیة کوئٹه)

ولا بد من معرفة قدر ووصف ثمن غیر مشار؛ لأن جهالتهما تفضي إلی النزاع المانع من التسلیم والتسلم، فیخلو العقد عن الفائدة، وکل جهالة تفضي إلیه یکون مفسدًا. (تبیین الحقائق / کتاب البیوع ۲۸۰/۴ دار الکتب العلمیة بیروت)

لا یصح البیع في غیره: أي في غیر المشار إلیه بلا معرفة قدره، کعشرة ونحوها، وصفته ککونه مصریًا أو دمشقیًا؛ لأن جهالتهما تفضي إلی النزاع المانع من التسلیم والتسلم، فیعری العقد عن المقصود، وکل جهالة هٰذا صفتها تمنع الجواز. (مجمع الأنهر / کتاب البیوع ۱۲/۳ کوئٹه، وکذا في الدر المنتقی بذیل مجمع الأنهر / کتاب البیوع ۱۲/۳ کوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۰/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُدھار خریدار دیکھ کر ایک کا مال تین میں فروخت کرنا؟

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے فروخت کرتے وقت یہ جان لیا کہ مشتری اُدھار کا گراہک ہے، ایک کا مال تین میں فروخت کرتا ہے، تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مشتری راضی ہے، تو اس عقد میں شرعاً مضائقہ نہیں؛ البتہ بائع پر اخلاقاً مناسب ہے کہ وہ مشتری کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

عن علي ابن أبي طالب رضي اللّٰه عنه قال: سيأتي على الناس زمان عضوض بعض الموسر على ما في يديه ولم يؤمر بذٰلک، قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾ ويباع المضطرون، وقد نهى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع المضطر ...... الخ. (سنن أبي داؤد رقم: ۳۳۸۲، إعلاء السنن / باب النهي عن بيع المضطر ۲٤۱/۱٤ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الخطابي: إن عقد البيع مع الضرورة على هٰذا الوجه جائز في الحكم، ولا يفسخ إلا أن سبيله في حق الدين والمروءة أن لا يباع على هٰذا الوجه، وأن لا يقتات عليه بماله، ولكن يعاون ويقرض ويستمهل له إلى الميسرة. (إعلاء السنن / باب النهي عن بيع المضطر ۲٤۱/۱٤-۲٤۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية ۵۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک دام والی دو کانوں پر ثمن میں کمی بیشی کرنا؟

سوال (۱۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اکبر علی کی کمپنی میں مبیع کی رقم متعین ہے؛ لیکن بسا اوقات بعض مشتری حضرات مبیع کی رقم یکمشت ادا کرنا چاہتے ہیں، اور اس کے لئے رعایت کے طالب ہوتے ہیں، آیا اکبر علی کے لئے جائز ہے؟ نقد اور ادھار دو بھاؤ رکھیں یا اور کون سی شکل درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نقد اور اُدھار کے لئے الگ الگ بھاؤ رکھنا جائز ہے؛ البتہ عقد کے وقت ایک قیمت کا تعین ضروری ہے۔

ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية ۵۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشتری سے آدھی قیمت نقد لے کر چار مہینے بعد مبیع سپرد کرنا؟

سوال (۱۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں ایک شخص نے چند مہینوں سے یہ کام شروع کیا ہے کہ آپ کو جو بھی چیز خریدنی ہو مثلاً موٹر سائیکل، سائیکل، کولر، موبائیل، گھڑی وغیرہ تو آپ اس شخص کے پاس اس چیز کی آدھی قیمت جمع کر دیجئے، پھر چار مہینے بعد وہ چیز لے لیجئے، اب چار مہینہ بعد ایک روپیہ بھی دینے کی ضرورت نہیں ہے، یعنی جو آدھی قیمت پہلے آپ نے دی تھی سمجھئے اسی کے بدلہ میں آپ نے وہ چیز خریدی ہے اور جو چیز خریدی جارہی ہے وہ متعین ہے اور اس کے اوصاف وغیرہ سب متعین ہیں، یعنی کسی قسم کی تنازع کی بات نہیں ہے، اور وہ شخص جس نے یہ کام شروع کیا ہے چار مہینے کے بعد خریدنے والے کے ساتھ جا کر ایجنسی سے نئی گاڑی خود پوری قیمت دے کر نکلواتا ہے اور مشتری کو دیدیتا ہے، ایسا معاملہ ہر چیز خریدنے میں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواز اور عدم جواز کی تصریح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مبیع کی صفات اور قسم پہلے سے متعین ہو، تو اس معاملہ کی

فی نفسہٖ گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ شخص چار مہینے کے بعد مبیع سپرد کردے گا، اگر وہ اچانک غائب ہوجائے جیسا کہ اکثر اس طرح کی فرضی کمپنیوں میں ہوتا رہتا ہے، تو اُسے کون تلاش کرے گا اور پھر دی ہوئی رقم کا کیا ہوگا، اِس لئے معاملہ کرنے سے پہلے اس پہلو پر غور کرلیا جائے۔

والاستصناع بأجل سلم فتعتبر شرائطه. (الدر المختار، كتاب البيوع / باب السلم، مطلب في الاستصناع ٤٧٣/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۱/۲۴ھ

اُدھار میں مدت کی زیادتی ہونے پر اَصل قیمت سے زیادہ وصول کرنا؟

سوال (۱۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر اپنا مال پچاس روپئے نقد بیچا کرتا ہے اور ایک مہینہ کے ادھار پر ۵۲-۵۳/ روپئے میں بیچا کرتا ہے، طے کرنے کے بعد، اور بکر یہ بھی طے کرتا ہے کہ اگر ایک مہینہ میں روپیہ ادا کروگے تو ۵۲/ روپئے، اگر تین چار ماہ میں روپئے ادا کروگے تو ۵۵/ روپئے کے حساب سے روپئے دینے ہوں گے، کیا اس طریقہ سے طے کرنے کے بعد اس حساب سے روپئے لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مجلس عقد میں نقد یا ادھار متعین قیمت طے ہوجائے اور بعد میں اس میں کمی بیشی نہ ہو تو یہ معاملہ درست ہوگا؛ لیکن اگر اس طرح کیا کہ اگر ایک مہینہ میں روپیہ ادا کیا تو ۵۲/ روپئے اور تین چار مہینے میں دیا تو ۵۵/ روپئے تو یہ معاملہ جائز نہیں؛ بلکہ فاسد ہے۔

وشرط لصحته معرفة قدر مبيع و ثمن ووصف ثمن. (الدر المختار مع الشامي / كتاب البيوع ٤٨/٧-٤٩ زكريا)

أما ربا النسيئة فهو الأمر الذي كان مشهورًا متعارفًا في الجاهلية،

و ذٰلک أنهم كانوا يدفعون المال على أن يأخذوا كل شهرٍ قدرًا معينًا، ويكون رأس المال باقيًا، ثم إذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل، فهٰذا هو الربا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به. (التفسير الكبير ۹۱/۷)

إن رجلاً سأل ابن عمر رضي الله عنهما فنهاه عن ذٰلک، ثم سأله، فقال: إن هٰذا يُريدُ أن أطعمه الربوا. (عناية على الفتح / باب الصلح في الدين ۳۹٦/۷، ٤۲۷/۸ بيروت، انوار رحمت ٤۳۳-٤۳٤)

رجل باع على أنه بالنقد بكذا وبالنسيئة بكذا أو إلى شهر بكذا، و إلى شهرين بكذا، لم يجز كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية ۱٥٤/۳، مستفاد: امداد الفتاوىٰ ۲۰/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نقد ۵۰/ ہزار اور قسطوں میں ۵۵/ ہزار میں گاڑی فروخت کرنا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاڑی نقد میں پچاس ہزار روپیہ میں ملتی ہے اور ادھار یعنی قسطوں میں پچپن ہزار کی، کیا اس طرح قسطوں میں گاڑی لے سکتے ہیں، کیا دیا گیا زائد ۵/ ہزار روپیہ سود تو نہیں ہوگا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مجلس عقد میں اُدھار قیمت طے ہوجائے اور اس میں کوئی فاسد شرط نہ لگائی جائے، تو اِس طرح کے معاملہ میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ بائع کو اختیار ہے کہ اُدھار کی قیمت نقد قیمت سے زیادہ رکھے۔

لأن للأجل شبها بالمبيع ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية ۷۸/۳)

البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح ...... يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط. (شرح المجلة ۱۲۷/۱ رقم المادة: ٢٤٥ مكتبة إتحاد ديوبند، وكذا في مجمع الأنهر ۱۳/۳ دار الكتب العلمية بيروت)

وكذا إذا قال: بعتك هٰذا العبد بألف درهم إلى سنة أو بألف وخمسة إلى سنتين؛ لأن الثمن مجهول، فإذا علم ورضي به جاز البيع؛ لأن المانع من الجواز هو الجهالة عند العقد، وقد زالت في المجلس وله حكم حالة العقد، فصار كأنه معلوم عند العقد، وإن لم يعلم به حتى إذا افترقا لقدر الفساد. (بدائع الصنائع / في جهالة الثمن ٣٥٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسطوں پر خریدنے میں مقررہ قیمت سے بڑھا کر دینا؟

سوال (۱۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں قسطوں کا کاروبار کرتے ہیں، جیسے ٹی وی، فریج، ٹیپ ریکارڈ وغیرہ قسطوں پر دیتے ہیں، اگر ٹیپ ریکارڈ کی مارکیٹ میں قیمت دو ہزار روپئے ہے تو یہ قسطوں میں ڈھائی ہزار کی دیں گے، برائے مہربانی ہم کو یہ بتائیں کہ کیا یہ چیز سود کے زمرے میں نہیں آتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مجلسِ عقد میں یہ بات طے ہوجائے کہ قسطوں پر اتنی قیمت مین سامان خریدا جائے گا تو فی نفسہٖ معاملہ جائز ہے، اگر چہ قسطوں پر مقررہ قیمت نقد قیمت سے زیادہ ہو؛ لیکن اگر مجلس عقد میں نقد یا اُدھار کوئی بات حتمی طور پر طے نہیں ہوئی یا یہ طے کیا گیا کہ اگر کوئی قسط وقت پر ادا نہ ہوئی تو قیمت بڑھ جائے گی تو یہ معاملہ فاسد ہوگا۔

سلعة يكون ثمنها مائة دينار نقداً، وبمأة وخمسين إلى أجل، أن هٰذا

جائز . (كتاب الحجة على أهل المدينة ٦٩٤/٢)

البيع مع تأجيل الثمن وتقيسطه صحيح. (شرح المجلة، بحواله: إسلامي فقه ٣٣٩/٢)

ولو لم يكن الأجل مشروطًا في العقد ولكنه منجم معتاد، قيل: لا بد من بيانه؛ لأن المعروف كالمشروط. (الهداية / باب المرابحة والتولية ٥٨/٣)

قوله: معتاد يعني من عادات الناس إذا باعوا شيئًا بثمن غالٍ من غير شرط الأجل في البيع يأخذون الثمن نجمًا نجمًا. (حاشية: الهداية / باب المرابحة ٥٨/٣)

ويزاد في الثمن لأجله إذا ذكر الأجل مقابلة زيادة الثمن قصدًا. (البحر الرائق ١١٥/٦، بدائع الصنائع ٣٥٨/٤ زكريا، جواهر الفقه ١٥١/٣، أنوار رحمت ٢٢٩، فتاویٰ محموديه ٢٠٠/٢٤ ميرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۴/۲۳ھ

قسطوں پر نقد قیمت سے زائد گاڑی، فریج وغیرہ خریدنا؟

سوال (۱۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قسطوں پر گاڑی، فریج یا کوئی اور چیز لینا کیسا ہے، جب کہ قسطوں پر اس چیز کی قیمت نقد سے زائد ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گاڑی فریج وغیرہ کو متعین قسطوں پر لینا جائز ہے، اگرچہ نقد کی قیمت سے زائد روپیہ لیا جائے، بشرطیکہ اس میں کوئی اور شرط فاسد نہ ہو۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۴۰/۸، فقہی مقالات ۷۲/۱، احسن الفتاویٰ ۵۱۹/۶، جدید فقہی مسائل ۳۶۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۴۶/۶)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة. (سنن الترمذي / باب النهي عن بيعين ٢٣٣/١)

وقال الإمام الترمذي: وقد فسر بعض أهل العلم قالوا بيعتين في بيع أن يقول: أبيعك هٰذا الثوب بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعين فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس إذا كانت العقدة على واحد منهما. (سنن الترمذي / باب النهي عن بيعين ٢٣٣/١)

لأن للأجل شبها بالمبيع ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل. (الهداية ٧٨/٣)

إذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا، وبالنقد كذا، أو قال إلى شهرين بكذا فهو فاسدٌ ...... وهٰذا إذا افترقا على هٰذا؛ فإن كان يتراضيان بينهما ولم يتفرّقا حتّٰى قاطعه علىٰ ثمن معلوم وإنما العقد عليه فهو جائز ...... الخ. (المبسوط للسرخسي ٨/١٣-٩ غفاريه كوئٹه)

أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجّل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبتّ العاقدان بأنه بيع مؤجّل بأجل معلوم بثمن متفق عليه عند العقد. (بحوث في قضايا معاصرة ٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمینوں اور پلاٹوں کی بیع

قسطوں پر پلاٹ خریدنا

سوال (۱۲۲): - کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کرولہ پر پلاٹ مل رہے ہیں، ہم نے بھی ایک پلاٹ لیا ہے، اس کے پیسے قسطوں میں جاتے ہیں اور آٹھ سال میں کل ملا کر ۵۰/ ہزار روپیہ سود کے جاتے ہیں، بہت لوگوں نے لے لئے ہیں، جو لوگ لے رہے ہیں ان میں کسی کے پاس تو اپنا گھر ہے اور کسی کو گھر کی ضرورت ہے، اس صورت میں سود دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل جو قسطوں پر بیع کا سلسلہ عام ہے جس میں سامان بیچنے والا اور خریدنے والا ایک مجلس میں بیع کرتے ہیں، بائع عموماً اپنے سامان کی قیمت نقد بیع کی بہ نسبت زیادہ لگاتا ہے، اور خریدنے والے کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ ایک متعین مدت تک وہ تھوڑی تھوڑی رقم قسط وار ادا کرتا رہے، جس میں اس کو سہولت ہو اور آسانی ہوتی ہو، یہ بیع درست ہے؛ کیوں کہ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بائع کو اپنی چیز میں اختیار ہے جس قیمت پر چاہے بیچ سکتا ہے، اس لئے اس بیع کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ لہٰذا اگر مسئولہ صورت میں بھی اسی طرح بیع ہوتی ہے اور قسطوں کے اعتبار سے وصول یابی کی جاتی ہے تو یہ جائز ہے، اور نقد وادھار قیمت میں جو فرق ہے وہ سود نہیں ہے؛ تاہم سب قسطیں بروقت ادا کی جائیں، اگر بروقت ادا نہ کرنے کی وجہ سے مقررہ رقم سے زیادہ دی جائے تو یہ معاملہ سود میں داخل ہو جائے گا۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/۲۷، احسن الفتاویٰ ۶/۵۱۹، جدید فقہی مسائل ۳۶۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۱۴۶)

قال الإمام الترمذي وقد فسر بعض أهل العلم قالوا بيعتين في بيع أن يقول: أبيعك هٰذا الثوب بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعين فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس إذا كانت العقدة على واحد منهما. (سنن الترمذي / باب النهي عن بيعين ۲۳۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موہوم اندیشے زمین پر قبضہ سے مانع نہیں

سوال (۱۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابن الہمام نے اپنی شرح فتح القدیر میں ''باب بیع العقار'' میں لکھا ہے کہ جہاں کہیں مبیع کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو وہاں قبضہ شرط ہے، تو کیا ہمارے زمانے میں پیش آنے والے واقعات جیسا کہ غاصبانہ قبضہ، مقدمات اور حکومت کی طرف سے زمین پر دخل اندازی کر لینا وغیرہ، ہلاکت معنوی کے حکم میں آ کر بیع قبل القبض کے معنی نہیں بنیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زمین جائیداد میں ہلاکت کے اندیشہ سے واقعی اندیشہ مراد ہے، مثلاً زمین دریا کے کنارے واقع ہو، اور اس کے پانی میں آ جانے کا قوی امکان ہو وغیرہ۔ اور موہوم اندیشہ مثلاً غاصبانہ قبضہ، مقدمات وغیرہ ان کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، اس طرح کے اندیشوں کے رہتے ہوئے بھی تخلیہ اور حق تصرف کے ذریعہ زمین پر قبضۂ شرعی مانا جائے گا، اور قبضہ کے بعد اس کی بیع وشراء میں کوئی روکاٹ نہیں ہوگی۔

ویجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله ...... ولها أن ركن البيع صدر من أهله في محله ولا غرر فيه؛ لأن هلاك العقار نادر. (هداية) والنادر لا عبرة به ولا يبنى الفقه باعتباره فلا يمنع الجواز، وهذا لأنه لا يتصور هلاكه إلا إذا صار بحرًا أو نحوه. (فتح القدير / فصل: ومن اشترى شيئًا مما ينقل

ويحول الخ ٣/٦ ٥١ دار الفكر بيروت)

يـمتـنـع البيـع قبل القبض في سائر المنقولات، ويجوز في العقار الذي لا يخشى هلاكه. (تكملة فتح الملهم ١/١ ٣٥ مكتبة دار العلوم كراچی)

فإذا كانت مهددة بالزوال كالأرض التي على شاطئ البحر أو يخشى أن يطغى عليها كان حكمها كالمنقول، فلا يجوز بيعها قبل قبضها. (الفقه على المذاهب الأربعة ٢٣٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۵/ ۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین داری کے دور میں دست کاروں اور پیشہ وروں کو دی گئی زمین کی بیع

سوال (۱۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان میں خصوصا اتر پردیش میں زمین داری کے دور میں مسلمان مال دار یا حکمراں لوگ دست کار جیسے لوہار، بڑھی، دھوبی، حلاق وغیرہ کو اپنی زمین رہائش کے لئے دے دیتے تھے، اور اُن کے عمل کا محنتانہ بھی دیتے تھے؛ لیکن زمین میں بسانے کے وقت دو صورتیں تھیں، بعض لوگ تو زمین دیتے وقت یہ کہتے تھے کہ جب تک تم ہمارا کام کرو، تو تم کو اس سے رہائش اور کھیتی کا حق ہے، کسی کو بیچ نہیں سکتے اور نہ دے سکتے ہیں، اور بعض کو بسانے کے وقت کچھ نہ کہتے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسی زمین سے اصل مالک کی ملکیت ختم ہو جائے گی؟ اور مالک اسے دوبارہ عوض سے یا بغیر عوض کے واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا عاریت کی چیز کا مستعیر مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زمین داری کے دور میں جن دست کاروں اور پیشہ وروں کو جو زمین رہائش کے لئے دی گئی تھی، خواہ وہ بلا شرط دی گئی ہوں یا نہ بیچنے کی شرط کے ساتھ دی گئی ہو، وہ عرفاً اور قانوناً انہیں قابضوں کی ملکیت ہو چکی ہے، اور وہ اس میں مکمل تصرف کا اختیار رکھتے ہیں، اور خرید وفروخت کر سکتے ہیں۔

وكذا ينعقد (الهبة) لقوله وأعمرتک هٰذا الشيء – إلى قوله عليه السلام – فمن أعمر عمري فهي للعمر له ولورثته من بعده وكذا إذا قال: جعلت هٰذه الدار لک عمري. (الهداية ٢٨٤/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۶/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرام سماج کی زمین اصلاً کس کا حق ہے؟

سوال (۱۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عوام کا کہنا ہے کہ گرام سماج زمین بیواؤں، مسکینوں اور یتیموں کا حق ہے اور کسی کو اس زمین کا لینا ٹھیک نہیں ہے، آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط، یا جو چاہے اس کو الاٹ کرا سکتا ہے؟ اگر کوئی مال دار اس زمین کو الاٹ کرالے جب کہ اس کے پاس فی الحال رہنے کو گھر بھی ہے تو اس کو اس زمین پر مکان بنوانا یا اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اور وہ اس زمین کا مالک بن جائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اِس مسئلہ کا مدار حکومت کے ضابطہ پر ہے، اگر قانون یہ ہے کہ یہ زمین صرف فقراء کی ہے تو اغنیاء کو لینے کا حق نہیں اور اگر ایسا قانون نہ ہو تو کوئی بھی جائز طریقہ پر یہ زمین اپنے نام کرا سکتا ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من أعمر أرضاً ليست لأحد فهو أحق، قال عروة: قضى به عمر في خلافته. (صحيح البخاري / باب من أحيا أرضًا مواتًا رقم: ٢٣٣٥)

عن عمرو بن عوف المزني رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلاّ صلحا حرّم حلالا، أو أحل حراماً، والمسلمون على شروطهم إلاّ شرطاً حرّم حلالاً، أو أحل حرامًا. (سنن الترمذي، أحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ٢٥١/١ رقم: ١٣٦٤، سنن أبي داؤد، قضاء /

باب الصلح ٢/٥٠٥ رقم: ٣٥٩٤)

عن طاؤوس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عادي الأرض لله ولرسوله ثم لكم من بعدي، فمن أحيا أرضًا ميتةً فهي له، وليس للمحتجر حق بعد ثلاث سنين. (الخراج لأبي يوسف بحواله: البناية ١١/١١ ٣٢، الهداية ٥/٧ ٥-٢٥٤)

قال القدوري: ثم من أحياه بإذن الإمام ملكه، وإن أحياه بغير إذنه لم يملكه عند أبي حنيفةؒ، وقالا: يملكه، لقوله عليه السلام: من أحيا أرضًا ميتةً فهي له؛ ولأنه مال سبقت يده إليه فملكه كما في الحطب والصيد، ولأبي حنيفةؒ ليس للمرء إلا ما طابت به نفس أمامه. (هداية / كتاب إحياء الموات ٤/٤٦٢)

إن الإعلام والسندات الصادرين من حاكم محكمة يجوز الحكم والعمل بمضمونهما بلا بينة إذا كانا عاريين وسالمين من شبهة التزوير والتصنيع وموافقين لأصولهما. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١١٨٠ رقم: ١٨٢١ دار الكتب العلمية بيروت، بحواله: فتاویٰ محمودية ١٦/٤٥٧ ڈابھیل) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۶ھ

سرکاری الاٹمینٹ ہونے سے پہلے کسان کا گرام سماج کی زمین والا کھیت فروخت کرنا؟

سوال (۱۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک قطعہ آراضی گرام سماج کی بذریعہ پٹواری اپنے نام کرائی تھی، مگر کلکٹر کے یہاں سے کوئی حکم نافذ نہیں ہوا تھا، مگر خسرہ کھتونی پٹواری نے دے دی تھی، اور یہ بات پٹواری تک ہی محدود تھی اور زید کا اس زمین پر قبضہ بھی نہیں ہوا تھا، اس سے پہلے ہی جس کے کھیت میں یہ گرام سماج کی زمین تھی، اسی نے ایک میل پارٹی کو پورا کھیت فروفت کردیا، جس میں وہ گرام سماج بھی چلی گئی، زید نے میل والوں سے رجوع کیا، مگر میل والوں نے منع کردیا، اب زید کا مطالبہ میل والوں سے یہ

ہے کہ یا تو مجھے میری زمین دو یا اس کی قیمت دو، اُنہوں نے دونوں چیزیں دینے سے انکار کردیا، اور کہا ہم کچھ نہیں جانتے، ہم نے تم سے زمین نہیں لی، جس کے کھیت میں تھی وہ جانے تم جانو، ہم نے کھیت مول لیا ہے، ہم سے کسی چیز کے مطالبہ کا حق نہیں، اتنا کرسکتے ہیں کہ تمہارا جو روپیہ اس زمین پر خرچہ ہوا ہو، پٹواری وغیرہ کو لینے دینے میں، وہ دے سکتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا میل والوں سے زمین کا یا اس کی قیمت کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟ اور وہ اگر خرچہ کی رقم کچھ دیں تو زید کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ زمین نہ دیں نہ قیمت دیں اور نہ خرچہ دیں، تو آخرت میں وہ مؤاخذہ وار رہوں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک گرام سماج کی زمین باقاعدہ سرکار کی جانب سے زید کے نام الاٹ نہ ہو، اس وقت تک وہ اس کا مالک یا مستحق نہیں ہوا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب کہ زید کی ملکیت آنے سے قبل وہ زمین میل والوں نے خرید لی اور بائع ومشتری کے مابین بیع تام ہوگئی، تو اب زید کو میل والوں سے کسی مطالبہ کا شرعی حق نہیں ہے، حتی کہ میل والے پٹواری کا خرچ دینے کے بھی مکلّف نہیں ہیں، اگر دے دیں تو ان کا احسان ہوگا اور اگر وہ کچھ بھی نہ دیں، تو آخرت میں ان پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل مال إمرء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٧٦٩/٢، مشكاة المصابيح ٢٥٥، مرقاة المفاتيح ٣٥٠/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۶/۹/۱۴۱۳ھ

مشتری مالک کے زمین کا لگان اَدا نہ کرنے کی وجہ سے بائع کے ورثہ کا زمین پر قبضہ کرنا؟

سوال (۱۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک قطعہ زمین محمد نوشہ کارخانے دار نے اپنی ماں کے نام کردی تھی، محمد نوشہ گورنمنٹ کے قرض دار تھے، اس وجہ سے ماں کے نام کردی تھی، نوشہ کی والدہ کا نام امراؤ بیگم تھا، امراؤ بیگم کے تین لڑکے ایک لڑکی (۱) محمد نوشہ (۲) عبدالوحید (۳) عبدالسلام، لڑکی رشیدہ بیگم تھی، امراؤ بیگم حیات میں صابر حسین کے ہاتھ وہ زمین بیچ چکی تھی، ۱۲؍سال کے بعد زمین کا لگان محمد نوشہ، عبدالوحید اور عبدالسلام کے نام آیا، محمد نوشہ نے پٹواری سے کہہ دیا کہ زمین صابر حسین کے ہاتھ بیچ دی ہے، آپ لگان صابر حسین سے لیں، پٹواری صابر حسین کے گھر گیا صابر حسین نے پٹواری کو برا بھلا کہا، اور کہا کہ ہم لگان نہیں دیں گے، جس کے نام لگان آیا ہے اُسی سے لیں، پٹواری محمد نوشہ کے گھر آ گیا اور محمد نوشہ سے کہا لگان تمہارے نام سے ہے، ہم تمہارے سامان کی کرکی کریں گے، پٹواری نے سامان کی کرکی کی اور پھر ضمانت پر سامان چھوڑ کر رسید لگان وصول یابی کی دے دی، اور کہا اس رسید کو پنچایت میں داخل کر کے زمین کا دخل لے سکتے ہو، محمد نوشہ نے لگان کی رسید پنچایت میں داخل کر کے آرڈر کرالیا، محمد نوشہ کو دخل دلوایا جائے، پولیس نے دخل دلوا دیا، زمین محمد نوشہ کے قبضہ میں آ گئی، صابر حسین وغیرہ نے مقدمہ بازی شروع کردی، ۱۹۵۵ء سے محمد نوشہ بھی مقدمہ کرتے رہے اور جیتتے رہے ہیں، کیس سپریم کورٹ چلا گیا وہاں پر صابر حسین وغیرہ سے تصفیہ کی بات ہوئی، صابر حسین نے ایک لاکھ ۷۵؍ ہزار روپیہ مانگا، اس کے پیسے دے کر محمد نوشہ نے زمین اپنے نام کرالی، پھر زمین محمد نوشہ کے وارثوں نے اپنے نام لکھوالی، اس کے بعد عبدالوحید عبدالسلام کے وارثوں نے محمد نوشہ پر دعویٰ کردیا کہ زمین کے ہم بھی مالک ہیں اور ماں کا ورثہ ہم کو بھی ملنا چاہئے، اب عبدالوحید وعبدالسلام کے وارثوں سے مقدمہ چل رہا ہے، ان حالات میں شریعت کے فیصلہ سے آگاہ فرمائیں کہ زمین محمد نوشہ کے وارثوں کی ہوئی یا عبدالوحید وعبدالسلام کے وارثوں کی، محمد نوشہ اپنے لڑکوں کو چار سو گز اور لڑکیوں کو پچاسی گز بانٹ چکے ہیں، اگر تایا کے مال سے بھتیجوں کو کچھ مال دینا ہو، تو کتنا لڑکے کو اور کتنا لڑکیوں کو دیا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ جب کہ صابر حسین نے مذکورہ زمین

امراؤ بیگم سے خرید لی تھی، تو وہ خود اس کا مالک ہوگیا تھا، بعد میں اس کا زمین کے لگان کو ادا کرنے سے انکار کرنا صحیح نہیں تھا؛ تاہم اس بنیاد پر محمد نوشہ نے صابر حسین کی زمین پر قبضہ اور دخل کی جو کارروائی کی ہے وہ شرعاً صحیح نہ ہوئی اور اس کے ذریعہ سے محمد نوشہ کی ملکیت مذکورہ زمین پر نہیں آئی؛ لیکن آخر میں صابر حسین نے جو ایک لاکھ ۵۷/ ہزار روپیہ پر صلح کی ہے وہ دراصل ازسرنو بیع کی صورت ہے اور اس صلح سے وہ زمین محمد نوشہ کے وارثوں کی ملکیت میں آگئی ہے، اب اس میں صابر حسین اور اس کے وارثوں کا کوئی حق نہیں ہے، اسی طرح عبدالوحید اور عبدالسلام کا بھی کوئی حق نہیں ہوگا۔

عن عمر وبن عوف المزني رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلاَّ صلحا حرّم حلالا، أوأحل حراماً، والمسلمون على شروطهم إلاّ شرطاً حرّم حلالاً، أو أحل حرامًا. (سنن الترمذي، أحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ۲۵۱/۱ رقم: ۱۳٦٤، سنن أبي داؤد، قضاء / باب الصلح ۵۰۵/۲ رقم: ۳۵۹٤)

الصلح كالبيع في أحكامه إن وقع عن مال بمال. (مجمع الأنهر ۳۰۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زیر تعمیر فلیٹ کو قبضے سے پہلے بیچنا

سوال (۱۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل بلڈرس اور ڈیولپرس زمین حاصل کرنے کے بعد گھر کی تعمیر سے پہلے ہی فلیٹ بیچ دیتے ہیں، جو گھر ۴/ سال میں بن کر تیار ہوگا، گھر خریدنے والے یہ پیسے قسط وار ادا کرتے ہیں، جس کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ کچھ حصہ گھر کی تعمیر سے پہلے اور کچھ حصہ تکمیل کے بعد۔ تعمیر سے پہلے ادائیگی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً خریدار ۳۳/ فیصد ڈاؤن پیمنٹ (بکنگ کے وقت) ادا کرتا ہے، اور ۳۳/ فیصد تعمیر کے دوران، اور بقیہ ۳۳/ فیصد ادائیگی گھر کی مکمل تعمیر کے بعد ہوگی، اس کے بعد یہ گھر اس شخص کے قبضے میں آئے گا۔

سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگ گھر کی تعمیر کی تکمیل کا انتظار نہیں کرتے اور بسا اوقات تو تعمیر شروع ہونے کا بھی انتظار نہیں کرتے، اور اس پراپرٹی کو اسی درمیان مثلاً ایک سال کے بعد اپنا نفع اور ادا کی گئی رقم (پریمیم) کے عوض دوسرے کو بیچ دیتے ہیں، اس صورت میں بقیہ قسطیں نیا خریدار ادا کرے گا اور معاہدہ نئے خریدار سے متعلق ہوگا۔ کیا اس طرح کی خرید وفروخت اسلامی شریعت کے مطابق ہے؟ براہِ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعمیر وجود میں آنے اور اس پر قانونی قبضہ سے پہلے اس فلیٹ کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

وإذا كان السفل لرجل وعلوه لآخر فسقطا أو سقط العلو وحده فباع صاحب العلو علوه لم يجز. (الهداية مع فتح القدير ٤٢٧/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۷/۱۰/۱۴۳۳ھ

فلیٹ بننے سے پہلے نفع لے کر اسے فروخت کرنا؟

سوال (۱۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات کوئی فلیٹ یا شاپنگ سینٹر میں فلیٹ یا دوکان بک کراتے ہیں، اور رقم قسط وار دینا طے ہوتی ہے، اسی دوران کہ ابھی تعمیر جاری ہے، قیمتوں کے بڑھ جانے پر وہ اسے نفع لے کر کسی اور کو یا خود بنانے والے کو بیچ دیتے ہیں، تو کیا اس طریقے سے بیچنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اِس سوال کے تحت کئی صورتیں داخل ہیں، ہر صورت کا حکم الگ الگ درج کیا جاتا ہے:

الف:- ابھی عمارت کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے، اور بیعانہ دے کر اس کے کسی منزل پر فلیٹ کی بکنگ کرائی گئی، تو یہ محض وعدۂ بیع ہے، اس بکنگ کو زیادہ پیسہ لے کر دوسرے کے ہاتھ

فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیوں کہ مبیع کا کوئی وجود ہی ابھی تک متحقق نہیں ہوا، یہ بیع معدوم کے درجہ میں ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ولا تبع ما ليس عندك. (سنن الترمذي ٢٣٣/١)

وبطل بيع المعدوم. (شامي ٢٣٦/٧ زكريا)

ب:- فلیٹوں کی تعمیر شروع ہوچکی ہے؛ لیکن مشتری نے جس منزل پر فلیٹ بک کیا ہے، ابھی اس منزل کی چھت نہیں پڑی ہے، تو اس صورت کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی شکل کا ہے، یعنی اس حالت میں اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔

منها أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم كبيع نتاج النتائج، وكذا بيع الثمر والزرع قبل ظهوره؛ لأنهما معدوم. (بدائع الصنائع / فصل ما يرجع إلى المعقود عليه ٣٢٦/٤ زكريا)

وأن يكون مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم. (البحر الرائق / او کتاب البيوع ٢٥٩/٥ کراچی، شامی ٢٣٦/٧ زکریا)

ج:- جس فلیٹ کو بک کیا ہے بلڈنگ میں چھت پر اس کی جگہ متعین ہوچکی ہے، اور مشتری کا اس پر فی الجملہ قبضہ ہو چکا ہے، تو ایسی صورت میں اگرچہ اس چھت پر تعمیر شروع نہ ہوئی ہو، اور اس کی قسطیں ادا نہ ہوئی ہوں، تب بھی مشتری کے لئے اس کا بیچنا مطلقاً جائز ہے؛ کیوں کہ یہاں پر مبیع موجود، متحقق، اور فی الجملہ مقبوض ہے، اور قیمت لگانے کا اختیار مشتری مالک کو حاصل ہے۔

وشرط المعقود عليه اشتد كونه مقدور التسليم. (شامي ١٥/٧ زكريا)

ومنها أن يكون موجودًا. (بدائع الصنائع ٣٢٦/٤ زكريا)

شرط المعقود عليه كونه موجودة، مالا متقوما، مملوكا في نفسه. (شامي / كتاب البيوع ١٥/٧ زكريا)

شرائط الصحة القبض في بيع المشتري. (شامي ١٦/٧ زكريا)

من اشترى شيئا، ثم أغلى في ثمنه، فباعه مرابحة على ذٰلک جاز . (الفتاویٰ الهندية ۳/ ۱٦۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۶/ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوری قیمت ادا کرنے سے پہلے زمین کو نفع لے کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا؟

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل زمین ومکان کی خرید وفروخت میں کچھ چیزیں عام طور پر رائج ہیں:

(۱) خریدار بیچنے والے کو کچھ پیسے بیعانہ کے طور پر دے کر سودا پکا کر لیتا ہے۔ (کیا ''بیع العربون'' ہے)؟ اور مدت متعینہ پر باقی قیمت ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے، اِسی دوران وہ اسی مکان وزمین کو نفع لے کر اور کو فروخت کر دیتا ہے، تو کیا اس طرح پوری قیمت ادا کرنے سے پہلے خریدار کا اس چیز کو نفع لے کر بیچنا جائز ہے؟ حالاں کہ اس دوران اگر کوئی اس زمین ومکان پر غاصبانہ قبضہ کر لے یا حکومت کی طرف سے کوئی پریشانی لاحق ہو جائے، تو اس کا ضمان بیچنے والے کو پہنچتا ہے، تو کیا خریدار کے لئے غیر مضمون چیز کا نفع لینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے ''بیع عربون'' کے مکروہ ہونے کا مدار اِس بات پر رکھا ہے کہ سودا فسخ ہونے کی شکل میں بائع بیعانہ کو ضبط کرنے کی شرط لگائے؛ لہٰذا اگر اس طرح کی شرط مسئولہ معاملہ میں لگائی جائے گی، تو یہ معاملہ ''بیع العربون'' میں داخل ہو کر فاسد ہوگا؛ لیکن اگر یہ شرط نہ لگائی جائے، اور مالک زمین عملی طور پر خریدار کو اپنی زمین پر قابض بنا دے، تو شرعاً یہ معاملہ درست ہو جائے گا، اور مقبوضہ زمین پر خریدار کی ملکیت آجائے گی، اور وہ اس کو نفع کے ساتھ بیچنے کا مجاز ہوگا۔ واضح رہے کہ شرعی ملکیت آنے کے لئے سرکاری رجسٹری ضروری نہیں ہے؛ بلکہ حقیقی قبضہ

کافی ہے۔ اور قبضہ کے بعد اس زمین پر جو بھی آفت آئے گی، تو اس کا ضمان گو کہ سرکاری طور پر بائع کے اوپر آتا ہو؛ لیکن شرعی طور پر خریدار پر آئے گا؛ کیوں کہ وہ اس کا قابض و مالک بن چکا، اب وہی اس کا ضامن ہے؛ اس لئے غیر مضمون پر نفع کا اشکال وارد نہ ہوگا۔ (ایضاح النوادر ۷۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/ ۱۶۷ ڈابھیل)

ونهى عن بيع العربان أن يقدم إليه شيء من الثمن، فإن اشترى حوسب من الثمن، وإلا فهو له مجانًا، وفيه معنى الميسر". (حجة الله البالغة / بيوع فيها معنى الميسر ٢/ ٢٨٨ قديمي)

وفي اصطلاح الفقهاء: أن يشتري السلعة، ويدفع إلى البائع درهمًا أو أكثر، على أنه إن أخذ السلعة احتسب به من الثمن، وإن لم يأخذها فهو للبائع.

(الموسوعة الفقهية ٩/ ٩٣ بيروت)

بيع العربون أن يدفع المشتري للبائع جزءًا من الثمن على أنه إن أخذ السلعة كان ما دفعه جزءًا من الثمن، وإن عدل عن الشراء كان ما دفعه للبائع.

(معجم لغة الفقهاء ١١٤)

تفسير التسليم والقبض، فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية والتخلي، وهو أن يخلي البائع بين المبيع وبين المشتري برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه، فيجعل البائع مسلمًا للمبيع والمشتري قابضًا له ...... لا خلاف بين أصحابنا في أن أصل القبض يحصل بالتخلية في سائر الأموال. (بدائع الصنائع، كتاب البيوع / تفسير التسليم والقبض ٤/ ٤٩٨ زكريا)

ولا يشترط القبض بالبراجم؛ لأن معنى القبض هو التمكين، والتخلي، وارتفاع الموانع عرفًا، وعادةً حقيقةً. (بدائع الصنائع ٤/ ٣٤٢ زكريا)

من اشترى شيئًا، ثم أغلى في ثمنه فباعه مرابحة على ذٰلك جاز. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب البيوع / مطلب: بيع المرابحة ٣/ ١٦١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۶/ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

P.B.F.L کا فکس ڈپازٹ کھاتہ کھول کر پلاٹ کا بیع نامہ کرنا

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: P.B.F.L ایک غیر مسلم ادارہ ہے، یہاں پر ریگولر ڈپوزٹ یعنی قسط وار RD اور فکس ڈپوزٹ یعنی ایک بار FD کھاتے کھولے جاتے ہیں، جیسے ادارہ میں کوئی ۲۵/ہزار روپیہ کا کھاتہ کھولتا ہے، جس کا وقت ساڑھے پانچ سال ہے، جو کہ قسطوں کی صورت میں جمع ہوگا، جس کی مہینہ کی قسط ۴/سو روپیہ تین ماہی قسط ۱۱۷۵/روپیہ، چھ ماہی قسط ۲۳/سو روپیہ، اور سالانہ ۴۵۵۰/روپیہ پڑتی ہے، ادارہ ۲۵/ہزار کے کھاتے پر ۷۵۰ مربع فٹ کے پلاٹ کا بیع نامہ اس کے نام کرتی ہے، جب کہ ادارہ کھاتے دار سے چھ ماہ سے پہلے پوچھتا ہے کہ وہ اس کی قیمت تو نہیں لینا چاہتا ہے یا کسی دوسرے کو تو نہیں بیچنا چاہتا، اگر وہ ادارہ کو بیچے گا تو ادارہ اس کو باقاعدہ ۴۰۳۰۰/روپیہ کا بھگتان کرے گا، اور اگر دوسرے کو بیچنا چاہے تو دوسرے کو بھی بیچ سکتا ہے، ادارہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں دو معاملے ہیں: اول ادارہ سے متعینہ قسط وار رقم کی ادائیگی پر پلاٹ خریدنا، تو یہ شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ مجلس عقد میں اصل حتمی قیمت اور ادائیگی کی تفصیلات طے ہوجائیں۔ دوسرا معاملہ اس پلاٹ کے ادارہ یا کسی تیسرے فرد کے ہاتھ بیچنے کا ہے تو اس میں یہ شرط ہے کہ خریدار پہلے پلاٹ پر مکمل قبضہ کرلے اور قبضہ کے بعد ادارہ کو یا کسی بھی شخص کو چاہے جتنی قیمت پر فروخت کردیں، تو یہ معاملہ درست رہے گا، قبضہ کامل سے پہلے بیچنا درست نہ ہوگا، اور یہاں قبضہ کا مفہوم یہ ہے کہ خریدار کے نام کاغذات منتقل ہوجائیں اور اسے اپنے اختیار سے بیچنے اور تصرف کرنے کا حق مل جائے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ابتاع طعامًا، فلا یبعه حتی یقبضه. قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: وأحسب کل شيء بمنزلة الطعام.

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

من ابتاع طعامًا، فلا يبعه حتى يستوفيه. قال حدثني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله رضي الله عنهما يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا ابتعت طعامًا فلا تبعه حتى تستوفيه. (صحيح مسلم، كتاب البيوع / باب بطلان بيع المبيع قبل القبض ٥/٢ قديمی، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في بيع الطعام قبل أن يستوفى ١٣٧/٢)

وفي جمع النوازل: دفع المفتاح في بيع الدار تسليم إذا تهيأ له فتحه بلا كلفة. (شامي ٩٦/٧ زكريا)

يلزم أن يكون الثمن معلومًا، فلو جهل الثمن فسد البيع. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١٢٢، رقم المادة ٢٣٨ حنفية كوئٹه)

البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح ...... يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط. (شرح المجلة ١٢٧/١ رقم المادة: ٢٤٥ مكتبة إتحاد ديوبند، وكذا في مجمع الأنهر ١٣/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يصح بيع المنقول قبل قبضه، لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض. (مجمع الأنهر، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد ١٣/٣ كوئٹه، البحر الرائق، كتاب البيع / فصل في بيان التصرف في البيع ١٩٣/٦ زكريا، تبيين الحقائق، كتاب البيوع / فصل: صح بيع العقار قبل قبضه ٤٣٥/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۱۰/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کاشت کار کے نام زمین کرنے کے بعد وارثین کا اَصل مالک کو معاوضہ دینا؟

سوال (۱۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اب سے ساٹھ ستر سال پہلے خالد کے پاس کھیت رہن رکھا تھا، جو عرصہ دراز تک

اس کھیت میں کاشت کرتا رہا، سرکاری قانون ہے کہ ۲۰۰۳ کی کاشت جس شخص کی جس کھیت میں ہوگی وہ اسی کا رہے گا، ورنہ سرکار اس پر قبضہ کرے گی، چناں چہ کاشت کار کے پاس رہا اور اسی کے نام چڑھ گیا، اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹوں کے نام ہوگیا ہے، کھیت والے کا نام کھیت سے پہلے ہی ختم ہوگیا تھا، تو اس کے وارثین کے نام کیسے آ تا؟ اب خالد کی اولاد میں سے ایک بیٹا یہ کہتا ہے کہ چوں کہ باپ کے نام سے کھیت میرے نام آیا ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ آخرت کی گرفت سے بچنے کے لئے میں کچھ پیسے زید (کھیت والے) کی اولاد کو دے دوں، تو اگر وہ لوگ کچھ پیسے قبول کرلیں تو کیا آخرت کے مؤاخذہ سے بچ سکے گا، یا وہ کھیت ہی اس کی اولاد کو دینا پڑے گا، جس میں سرکاری قانون کے مطابق ان کا کہیں نام ہی نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قانون خاتمہ زمین داری میں اولاً حکومت کی طرف سے استیلاء ہوتا ہے جس میں اصل مالک کی ملکیت ختم کردی جاتی ہے، اس کے بعد وہ زمین کاشت کار کے نام کی جاتی ہے؛ لہٰذا کاشت کار کو براہِ راست مالک کا غاصب قرار نہیں دیا جاسکتا، بریں بنا مسئولہ صورت میں سرکاری قانون کی بنا پر مذکورہ کھیت پر قابض خالد کی ملکیت شرعی آ چکی تھی، جو اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوگئی، اب اس کی اولاد پر شرعاً اصل کھیت کے مالک یا اس کے وارثین کو کچھ معاوضہ دینا لازم نہیں ہے، اگر اپنے دل کے اطمینان کے لئے کچھ دے دیں تو حرج بھی نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۵/۳۵۱ میرٹھ)

قال أبو حنيفة ومالکؒ: الکفار إذا استولت على أموال المسلمين مَلَكوها. (تفسير مظهري، تحت آية: للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا الخ ٩/ ٢٤٠)

ولو استولى أهل الحرب على أموالنا وأحرزوها بدراهم ملكوها عندنا، فإن ظهر المسلمون عليهم بعد ذٰلک فوجده المالک القديم قبل القسمة أخذه بغير شيء، وإن وجده بعد القسمة في يد من وقع في سهمه بقيمته إن شاء، وإن كان مثليا لا يأخذه بعد القسمة، كذا في فتاویٰ قاضي خان. (الفتاویٰ الهندية / الباب

الثالث في استيلاء الكفار ۲/ ۲۲۵، كذا في الهداية، السير / باب استيلاء الكفار ۲/ ۵۸۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۴/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کچے مکان کا بالائی حصہ خریدنے والے کا اصل زمین میں حصہ؟

سوال (۱۳۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک دومنزلہ مکان تھا، نیچے والی منزلہ میں پانچ بھائی شریک تھے اور اوپر والی منزل ان پانچ بھائیوں میں سے ایک بھائی نے پچپن ہزار میں خریدی تھی، مکان مٹی کا تھا، بارش سے متاثر ہوکر پورا گرگیا، صرف زمین باقی رہ گئی، آج اس زمین کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپئے ہوتی ہے، جسے سب بھائی آپس میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ بوقت تقسیم جس بھائی کے قبضہ میں اوپر والی منزل تھی، اس کا کوئی الگ حصہ اس میں ہوگا یا نہیں؟ یا وہ تمام بھائیوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا؟ چونکہ یہ مسئلہ فی الحال درپیش ہے، اور اس کا فوری جواب دینا ہے؛ لہٰذا امید ہے کہ فوری مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں گے، اللہ تعالیٰ دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کچے مکان کی دوسری منزل عرف میں بیچی اور خریدی نہیں جاتی، البتہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ بھائی نے پچپن ہزار میں دوسری منزل میں لگا ہوا ملبہ خریدا ہو، اب جب کہ بارش کی وجہ سے پورا مکان ڈھیر ہوگیا تو مذکورہ بھائی کو یہ حق ہے کہ دوسری منزل کا گرایا ہوا ملبہ اپنے لئے الگ کرلے، اور رہ گئی مکان کی پوری زمین تو اس میں سب برابر کے شریک ہوں گے، اور اوپر کی منزل میں رہنے والے بھائی کو زمین میں سے الگ سے کوئی زائد حصہ نہیں دیا جائے گا۔

إن حق التعلی لیس بمال؛ لأن المال مایمکن احرازہ. (الهداية ۳/ ۵٦)

ومن بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرد وللمالک أن يضمن له قيمة بناء. (الدر المختار / كتاب الغصب ٦/ ١٩٤ دار الفكر بيروت، ۹/ ۲۸۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/ ۷/ ۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین کی خریداری اور پلاٹنگ کی مختلف شکلیں

سوال (۱۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر جھنجھنوں راجستھان میں زمین کی خرید وفروخت کے کاروبار میں کچھ مسلمان بھائی بھی جڑے ہوئے ہیں، خرید وفروخت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زمین یا کھیت کی قیمت رضا مندی سے طے ہوجاتی ہے اور خریدار طے شدہ رقم کا کچھ حصہ نقد دے دیتا ہے، پھر بقیہ رقم کی ادائیگی کے لئے ایگریمینٹ پیپر بنایا جاتا ہے، جس میں مرحلہ وار بقیہ رقم کی ادائیگی کی تاریخیں طرفین کی رضا مندی سے طے ہوئی ہیں، مالک زمین کو جو قبضہ وتصرف کا حق حاصل تھا، اب وہ قبضہ وتصرف اور زمین کا پورا مالکانہ حق ایگریمینٹ کے ذریعہ خریدار کو دے دیتا ہے، ایگریمینٹ کے ذریعہ خریدار اب اس زمین کو ہموار کرتا ہے، اس میں سڑکیں بنواتا ہے، پھر نقشہ بنا کر پلاٹنگ کر کے اس زمین کو منافع کے ساتھ فروخت کرتا ہے، حالاں کہ سرکاری کاغذات میں اب تک زمین بیچنے والے ہی کے نام ہے؛ البتہ ایگریمینٹ پیپر میں بیچنے والے نے خریدار کو مالکانہ حق دے دیا ہے، نیز اگر خریدار تیسری پارٹی کو پلاٹ فروخت کرتا ہے، تو اس کی رجسٹری کاغذات یا نوٹری پر بھی بیچنے والا اپنے دستخط کرتا ہے، چوں کہ ہمارے یہاں کی اصطلاح میں ’’ایگریمینٹ پیپر‘‘ کی حیثیت عقد قطعی اور تکمیل بیع کی ہے، صرف معاہدہ کی نہیں ہے، پورا معاملہ باہم رضا مندی سے طے پاتا ہے، اور گذشتہ کئی سالوں سے اس طرح سے خرید وفروخت کا طریقۂ رائج ہے، کچھ دن قبل ایک صاحب نے یہ کہا کہ اس طرح معاملات کرنا شرعاً ناجائز ہے، دلیل کے طور پر (ماہنامہ ارمغان جلد ۲۰ رشمارہ ۱ بماہ جنوری ۲۰۱۲ء) کی درج ذیل تحریر پیش کیا ہے:

آج کل زمینوں کی خرید وفروخت بڑے پیمانے پر اس طرح ہورہی ہے کہ خریدار مالک زمین سے زمین کا سودا کرلیتا ہے اور بیع نامہ کے طور پر اسے کچھ رقم دیتا ہے جسے مارکیٹنگ کی زبان میں ٹوکن سے تعبیر کرتے ہیں، پھر پوری قیمت کی ادائیگی اور خریداری رجسٹر کے لیے ایک مدت متعین ہوتی ہے مدت کے پوری ہونے پر خریدار رقم دے کر مالک زمین سے اپنے نام زمین کی خریدی رجسٹر

کراتا ہے مگر اس مدت کے درمیان خریدار اس زمین کی خریدی رجسٹری اپنے نام پر ہونے سے پہلے ہی اسے کسی تھرڈ پارٹی کے ہاتھوں منافع کے ساتھ فروخت کر دیتا ہے اور اسے حاصل کردہ رقم سے مالک زمین کا پورا پیمنٹ ادا کر دینے کے بعد جو رقم بچتی ہے، اسے منافع کے طور پر رکھ لیتا ہے، یعنی یہ زمین اس کے ملک میں آئی بھی نہیں کہ اس سے پہلے ہی وہ اسے کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، شریعت اس طرح کی بیع کو ناجائز کہتی ہے؛ کیوں کہ اس طرح کی بیع میں دھوکہ اور غرر ہے وہ اس طرح کہ ہوسکتا ہے کہ خریدار پارٹی مدت کے پوری ہونے سے پہلے مفلس وکنگال ہو جائے اور زمین دار کو وقت پر مقررہ قیمت نہ ادا کر سکے، جس کی وجہ سے یہ بیع پوری نہ ہو پائے یا یہ بھی ممکن ہے کہ مدت پوری ہونے سے پہلے خود زمین دار کی مدت عمر پوری ہو جائے، اور زمین پر اس کے ورثاء کے نام چڑھ جائیں اور وہ اس زمین کو فروخت نہ کریں، جس کی وجہ سے یہ بیع پوری نہ ہو پائے۔ معلوم ہوا کہ بیع کی یہ صورت دھوکہ اور غرر پر مشتمل ہے، جس سے شریعت منع کرتی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ۲/۲۱۹)

بندے نے زمینوں کا کاروبار کرنے والے کئی لوگوں کو اس ناجائز صورت کی طرف متوجہ کیا تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پارٹی نمبر ایک یعنی مالک زمین سے اسٹامپ بنوا لیتے ہیں اور اس اسٹامپ کی بنیاد پر تھرڈ پارٹی کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا: کیا اس اسٹامپ کی حیثیت انتقال ملک کی ہے؟ یعنی کیا اس اسٹامپ کے ذریعہ خریدار زمین کا مالک بن جاتا ہے؟ اور زمین زمیندار کی ملک سے نکل کر خریدار کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے؟ تو ان کا جواب یہ تھا کہ نہیں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اسٹامپ کی حیثیت محض اتنی ہے کہ اس مذکورہ مدت کے پوری ہونے کے بعد خریدار پیمنٹ کی ادائیگی اور زمین دار خرید دینے کا مکلّف و پابند ہوتا ہے۔

اُن کے اِس جواب کے لحاظ سے اسٹامپ پیپر محض وعدۂ بیع ہوا، نہ کہ بیع، اور وعدۂ بیع سے نہ بیع پوری ہوتی ہے اور نہ ہی مبیع پر خریدار کی ملک ثابت ہوتی ہے۔

اس تحریر کے علاوہ بھی صاحبِ مضمون کا مقالہ احقر کے پاس ہے ''العقار قبل القبض''، جس میں اہل فتاویٰ سے صاحبِ تحریر نے ناجائز صورت پر فتویٰ دینے کی درخواست کی ہے، خیر آپ سے درخواست ہے کہ جواب مرحمت فرمانے کی زحمت گوارہ کی جائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں زمین کی خریداری اوراس کی پلاٹنگ کی جوشکلیں مروج ہیں اس کی کئی صورتیں اور مختلف مراحل ہوتے ہیں اور ہر مرحلہ کے اعتبار سے حکم کی تعیین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً:

(۱) پلاٹنگ کمپنی مالک زمین سے معاہدہ کرتی ہے کہ یہ زمین ہم مثلاً پچاس لاکھ روپئے میں خریدرہے ہیں اورہم تین ماہ میں اس کی قیمت اداء کریں گے، اس معاہدہ میں بائع کی طرف سے یہ بھی شرط ہوتی ہے کہ اگر مقررہ وقت میں رقم اداء نہ ہوئی تو یہ معاملہ فسخ ہوجائیگا، نیز بائع کی طرف سے مشتری کوتحریری اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اس زمین کی پلاٹنگ کرکے دوسروں کے ہاتھ فروخت کرسکتے ہیں، اس مرحلے میں یہ معاملہ عقد تام کی صورت اختیار نہیں کرتا بلکہ عقد غیر لازم کے مرحلے میں رہتاہےاور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کہ بیع میں خیارشرط لگادیا جائے۔

عن طلحة بن يزيد بن ركانة أنه كلّم عمر بن الخطاب رضي الله عنه في البيوع، قال: ما أجد لكم شيئًا أوسع مما جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم لحبان بن منقذ، إنه كان ضرير البصر، فجعل له رسول الله صلى الله عليه وسلم عهدة ثلاثة أيام، إن رضى أخذ، وإن سخط ترك. (سنن الدار قطني، اليوع ٤٧/٣ رقم: ٢٩٨٧، السنن الكبرىٰ للبيهقي، البيوع / باب الدليل على أن لا يجوز شرط الخيار في البيع أكثر من ثلاثة أيام ١٠٩/٨ رقم: ١٠٥٩٩)

البيع الغير اللازم هو البيع النافذ الذى فيه أحد الخيارات. (شرح المجلة ٦٧/١ رقم المادة: ١١٥)

يصح شرط الخيار سواء كان للعاقدين أو لأحدهما أو لأجنبي في صلب العقد وبعده لا قبله. (شرح المجلة ١٥٦/١)

إذا لم يؤد المشتري الثمن في المعينة كان البيع الذي فيه خيار العقد فاسدًا و لكل من العاقدين فسخه إذا بقي المبيع على حاله. (فتح القدير ٤٢١/٦ دار الفكر بيروت)

(۲) اب اگرمشتری نے ۳/ ماہ کے اندر پوری مقررہ رقم مالک کوادا کردی تو اب یہ عقد

لازم ہو جاتا اور مشتری کے تمام تصرفات شرعاً نافذ قرار دیئے جاتے ہیں۔

رجل إشترى عبدا فأعطاه الثمن فله أن يبيعه . (الفتاویٰ الولوالجية، البيوع / الفصل السابع ٢٣٢/٣ دار الكتب العلمية بيروت)

وخيار المشتري إنما يمنع خروج البدل عن ملک من له الخيار. (الهداية ٣٠/٣)

والوجه الثاني أن يفصل الثمن ويعين الذي فيه الخيار وهو المذكور ثانيًا في الكتاب، وإنما أجاز؛ لأن المبيع معلوم والثمن معلوم، وقبول العقد الذي فيه، الخيار وإن كان شرطا لإنعقاده في الآخر ولكن هٰذا غير مفسد للعقد لكونه محلا للمبيع . (الهداية ٣٣/٣ دار المعارف ديو بند)

(۴) اگر ۳/ ماہ کی مدت میں رقم ادا نہیں کی لیکن اس درمیان کوئی پلاٹ فروخت بھی نہیں کیا تو وقت گذرتے ہی بائع کو معاملہ فسخ کرنے کا حسب معاہدہ حق حاصل ہے، اور اس میں بھی کوئی اشکال کی بات نہیں۔

نقل الشيخ ظفر أحمد العثماني التهانوي عن ابن حزم عن سليمان بن البرصاء قال : بايعت ابن عمر فقال لي: إن جائتنا نفقتنا إلى ثلاث ليال، فالبيع بيننا، وإن لم تأتنا نفقتنا إلى ذلک فلا بيع بيننا وبينک، ولک سلعتک. (إعلاء السنن / باب خيار الشرط ونفي خيا الغبن ٥٧/١٤ رقم: ٤٦٢١)

إذا لم يؤد المشتري الثمن في المعينة كا ن البيع الذي فيه خيار العقد فاسدًا ولكل من العاقدين فسخه إذا بقي المبيع على حاله. (فتح القدير ٤٢١/٦ دار الفكر بيروت)

كل من شرطه له الخيار في البيع يصير مخيرًا بفسخ البيع في المدة المعينة للخيار. (شرح المجلة ١٥٧/١)

ولو اشترىٰ على أنه إن لم ينفذ الثمن إلى أربعة أيام لم يجز عند أبي حنيفة. (بدائع الصنائع ٣٨٦/٤ زكريا)

(۵) اگر ۳/ ماہ میں رقم ادا نہیں ہوئی لیکن اس درمیان مشتری نے پلاٹنگ کر کے کچھ

پلاٹ بیچ دیئے ہیں تو اب دوصورتیں ہیں: ۱- ان پلاٹوں کو بیچنے کے وقت مالک کی طرف سے با قاعدہ رجسٹری کرادی گئی ہے تو ایسی صورت میں ان پلاٹوں کی حدتک یہ بیع نافذمانی جائیگی، کیونکہ بائع کا رجسٹری کرادینا اس کی منظوری کی دلیل ہے اس بیع کو اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں اور مجموعی زمین کی قیمت جو شروع عقد میں طے ہوئی تھی اس پلاٹ کے تناسب سے اس کی جو رقم بیٹھتی ہو وہ مشتری کے ذمہ ادا کرنی لازم ہوگی، مشتری نے جتنی قیمت پر بیع کی ہے وہ پوری قیمت دینی اس کو لازم نہ ہوگی، کیونکہ دوسری بیع کا اصل بائع مشتری اول ہے، مالکِ زمین تو صرف اس کی منظوری دینے والا ہے اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جس زمین کا سودا پچاس لاکھ میں ہوا ہے وہ ایک ہزار گز پر مشتمل ہے، اس میں ۱۰۰ گز مشتری نے فروخت کردیئے تو پچاس لاکھ کے حساب سے ۱۰۰/گز کی قیمت ۵/لاکھ روپئے بیٹھتی ہے لیکن مشتری نے ۱۰۰/گز کے پلاٹ کو دس لاکھ میں بیچا ہے، اور مالک نے اس کی رجسٹری بھی کردی، تو مشتری صرف ۵/ لاکھ روپیہ مالک کو دینے کا پابند ہے، اور پانچ لاکھ روپیہ اس کے نفع کے ہوں گے، کیونکہ رجسٹری کی وجہ سے یہ بیع نامہ اور نافذ ہوچکی ہے۔

خيار الشرط يمنع تمام الصفقة، فإذا كان الخيار للبائع أو للمشتري والمبيع شيء أو أشياء لم يكن له أن يجيز العقد في البعض دون البعض، سواء كان المبيع مقبوضًا أم لا؛ لأنه تفريق الصفقة قبل التمام، وإنه لا يجوز بخلاف ما بعد التمام حيث يجوز التفريق. (شرح المجلة ۱۵۸/۱)

إن المشتري الأول لو قبض المبيع بعد ما باع يتم البيع الأول ويصير بائعًا ملك نفسه. (الفتاوى التاتارخانية ۲۳۵/۸-۲۳۶ رقم المسئلة: ۱۱۷۶۰)

لأن أحد المتعاقدين لا يتفرد بالفسخ كما لا ينفرد بالعقد. (الهداية ۱۱۵/۳ دار المعارف ديوبند)

اور اگر ۳/ ماہ میں رقم اداء نہ ہوئی اور اسی درمیان مشتری نے تیسرے کے ہاتھ پلاٹ فروخت کئے؛ لیکن اس کی رجسٹری نہیں ہوئی، تو یہ فروختگی تام نہ سمجھی جائے گی؛ بلکہ وعدہ کے درجہ میں ہوگی اور وقت مقررہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی شکل میں مالک کو اختیار ہے کہ وہ اس درمیان

مشتری کے ان تمام تصرفات کو کالعدم قرار دیدے، اور اسے یہ بھی حق ہے کہ اپنی طرف سے قیمت مقرر کرکے ازسرنو اسی مشتری یا کسی اور سے معاملہ کرے۔

عن ابن عمر رضي الله عنه يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من ابتاع طعامًا فلا يبعه حتى يقبضه. (صحيح لبخاري / باب ما يذكر في بيع الطعام والحكرة ٢٨٦/١ رقم: ٢١٣٣)

إن المشتري الأول لو قبض المبيع بعد ما باع يتم البيع الأول ويصير بائعًا ملك نفسه حتى لو لم يقبض حتى هلك في يد البائع الأول ينفسخ البيع الأول ويعود المبيع إلى قديم ملك البائع، فيصير المشتري الأول بائعًا ملك الغير، فإن كان لا يدري أنه يقبضه المشتري الأول، أو لا يقبضه بقبضه لا يدري أنه يكون بائعًا ملكه فيصح، أو يكون بائعًا ملك غيره فلا يصح، وكان فيه غرر من هٰذا الوجه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٣٥/٨-٢٣٦ ط رقم المسئلة: ١١٧٦٠)

امید ہے کہ اس تفصیل سے آنجناب کو کچھ تشفی ہوجائیگی، تاہم اس بارے میں اکابر مفتیان اور علماء سے رجوع کرلیا جائے تو بہتر ہوگا، اور آپ نے ماہنامہ ارمغان کے حوالے سے جو تحریر پیش فرمائی ہے اس کا تعلق بھی ہماری ذکر کردہ آخری صورت سے ہی ہے اور فی الجملہ اس تحریر میں بیان کردہ مسئلہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمینوں کی بیع کی بعض مروجہ صورتوں کا حکم

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل زمینوں کی پلاٹنگ کے کاروبار میں یہ طریقہ متعارف ہے کہ مالک زمین خریدار کے ہاتھ پوری زمین بیچنے کا معاملہ کرلیتا ہے؛ لیکن اس معاملہ میں پوری رقم کی ادائیگی نقد نہیں ہوتی؛ بلکہ ایک مدت ۳/ماہ یا ۶/ماہ کی طے کی جاتی ہے، اور بیع نامہ کے طور پر کچھ رقم مالک لے لیتا ہے، اور خریدار کو اس پوری زمین پر قبضہ دے کر اپنی مرضی سے کسی کے بھی ہاتھ فروخت کرنے کی اجازت

بھی دے دیتا ہے، اب خریدار بلڈر اس زمین کے پلاٹ بنا کر آگے بیچنا شروع کرتا ہے، اور جو گاہک آتا ہے اس کی رجسٹری مالک کی طرف سے اسی گاہک کے نام کراتا رہتا ہے؛ لیکن اگر مقررہ مدت کے اندر اندر پوری رقم نہ ملے تو مالک پہلا معاملہ فسخ کر دیتا ہے، اور دوسرے کے ساتھ نیا معاملہ کرنے کا مجاز ہوجاتا ہے، اور پہلے خریدار نے جن لوگوں کے ہاتھ پلاٹ فروخت کرنے کے لئے بیعانے لئے تھے، ان کو بھی یہ فسخ کر دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مقررہ مدت تک اس اصل معاملہ کی صورتِ حال غیر یقینی بھی رہتی ہے، اور وقت پر ادائیگی نہ ہونے کی شکل میں بڑی مشکلات اور تنازعات کی نوبت پیش آتی ہے، اس صورتِ حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال ہے کہ:

(۱) اس غیر یقینی عقد کے بعد خریدار کا دوسروں کے ہاتھ اس زمین کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر بیچ دیا ہے اور بائع کی مرضی سے باقاعدہ رجسٹری بھی کرادی ہے، تو اس سے حاصل شدہ قیمت اور نفع کا کیا حکم ہوگا؟

(۳) بعض مرتبہ بیع نامہ دینے والوں کو معاملہ فسخ ہونے کی شکل میں ڈبل رقم دے کر انہیں درمیان سے نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو یہ عمل کرنا کیسا ہے؟

(۴) اگر وقت پر مالک کو قیمت ادا کر دی جائے تو اس صورت میں بعد میں ہونے والے عقود کا کیا حکم ہوگا؟

(۵) بار بار رجسٹری میں سرکاری طور پر خرچ ہونے والی رقم کو بچانے کے لئے مشتری بلڈر کا اپنے نام رجسٹری کرائے بغیر محض مالک کی اجازت سے قبضہ کے بعد پلاٹ بیچنا شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ اور رجسٹری کے بغیر اس اجازت کو قبضہ کے درجہ میں مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آج کل زمین کی خریداری اور اس کی پلاٹنگ کی جو شکلیں مروج ہیں، اس کے مختلف مراحل ہوتے ہیں، اور ہر مرحلہ کے اعتبار سے حکم کی تعیین کرنے کی ضرورت ہے، جس کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

الف:- پلاٹنگ کمپنی مالک زمین سے معاہدہ کرتی ہے کہ یہ زمین ہم مثلاً ایک کروڑ روپیہ

میں خرید رہے ہیں، اور ہم تین مہینہ میں اس کی قیمت ادا کردیں گے، اس معاہدہ میں بائع کی طرف سے یہ بھی شرط ہوتی ہے کہ اگر مقررہ وقت میں رقم ادا نہ ہوئی تو یہ معاملہ فسخ ہوجائے گا، نیز بائع کی طرف سے مشتری کو تحریری اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اس زمین کی پلاٹنگ کرکے دوسروں کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے، اس مرحلہ میں یہ معاملہ عقدتام کی صورت اختیار نہیں کرتا؛ بلکہ عقد غیر لازم کے مرحلہ میں رہتا ہے، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ بیع میں خیار شرط لگادیا جائے۔

عن ابن حزم عن سليمان عن البرصاء قال: بايعت ابن عمر فقال لي: إن جئتنا نفقتنا إلى ثلاث ليالٍ فالبيع بيننا وإن لم تأت نفقتنا إلى ذٰلک فلا بيع بيننا وبينک ولک سلعتک. (إعلاء السنن ١٤/ ٥٧ رقم: ٤٦٢١)

البيع الغير اللازم هو البيع النافذ الذي فيه أحد الخيارات. (شرح المجلة ١/ ٦٧ رقم المادة: ١١٥)

يجوز أن يشرط الخيار لفسخ البيع أو إجازته مدة معلومة لكل من البائع والمشتري أو لأحدهما دون الآخر. (شرح المجلة ١/ ١٥٦)

كل من شرط له الخيار في البيع يصبر مخيراً بفسخ البيع في المدة المعينة للخيار. (شرح المجلة ١/ ١٥٧)

يصح شرط الخيار سواء كان للعاقدين أو لأحدهما، أو لأجنبي في صلب العقد وبعده لا قبله. (شرح المجلة ١/ ١٥٦)

خيار الشرط يمنع تمام الصفقة. (شرح المجلة ١/ ١٥٨)

ب:- اب اگر مذکورہ صورت میں مشتری نے ۳؍مہینہ کے اندر اندر پوری مقررہ رقم مالک کو ادا کردی تو یہ عقد لازم ہوجائے گا، اور مشتری کے تمام تصرفات شرعاً نافذ قرار دئے جائیں گے۔

والوجه الثاني أن يفصل الثمن ويعين الذي فيه الخيار وهو المذكور ثانيًا في كتابه، وإنما أجاز؛ لأن المبيع معلوم والثمن معلوم، وقبول العقد الذي فيه الخيار، وإن كان شرطاً لإنعقاده في الآخر، ولكن هٰذا غير مفسد للعقد لكونه

محلاً للبيع. (الهداية ٣/٣٣)

كما يجوز بيع العقار قبل قبضه يجوز أيضاً التصرف فيه بالرهن والهبة ...... غير أن التصرفات المذكورة وإن كانت جائزة إلا أنها لا تكون لازمة ونافذة إلا بدفع الثمن للبائع أو إجازته لها. (شرح المجلة ١/١٢٨)

ج:- اگر ۳ رمہینہ کی مدت میں رقم ادا نہیں کی؛ لیکن اس درمیان میں کوئی پلاٹ فروخت بھی نہیں کیا، تو وقت گزرتے ہی بائع کو معاملہ فسخ کرنے کا حسبِ معاہدہ حق حاصل ہوجاتا ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

إذا لم يؤد المشتري الثمن في المعينة كان البيع الذي فيه خيار العقد فاسداً ولكل من العاقدين فسخه إذا بقي المبيع على حاله. (فتح القدير ٦/٤٢١)

ولأنه لما تعذر استيفاء الثمن من المشتري فات رضا البائع فيستبد بفسخه. (الهداية ٣/١١٥)

كل من شرط له الخيار في البيع يصير مخيراً بفسخ البيع في المدة المعنية للخيار. (شرح المجلة ١/١٥٧)

إذا تبايعا على أن يؤدي المشتري الثمن في وقت كذا، وإن لم يؤدہ فلا بيع بينهما، صح البيع ويقال لهٰذا خيار النقد. (شرح المجلة ١/١٦٦ رقم المادة: ٣١٣)

خيار النقد وذٰلک بأن يشترط البائع على المشتري إن أتيتني بالثمن إلى يوم كذا تم البيع وإلا فلا بيع بيننا. (معجم لغة الفقهاء ٢٠٢)

خيار النقد هو فرع عن خيار الشرط وهو أن يشترط المتبائعان في عقد المبيع بالنسيئة أن المشتري إذا لم يدفع الثمن في الأجل المعين وهو ثلاثة أيام فلا بيع بينهما، فإن اشترىٰ على هٰذا النحو على أنه إن لم ينقد الثمن على أربعة أيام لم يصح خلافاً لمحمد؛ لأن هٰذه المدة المشروعة في خيار الشرط، وراعى محمد مصلحة العاقدين في اشتراطه إلى أي مدة كانت. (الفقه الإسلامي وأدلته ٤/٢٩٢)

ولو اشترى على أنه إن لم ينقد الثمن إلى أربعة أيام لم يجز عند أبي حنيفة رحمه الله، كما لا يجوز شرط الخيار أربعة أيام أو أكثر بعد أن يكون معلوماً إلا أن أبا يوسف يقول ههنا لا يجوز، كما قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ. فأبو حنيفة على أصله ولم يجز في الموضعين، ومحمد مر على أصله وأجاز فيهما، وأبو يوسف فرَّق بينهما. (بدائع الصنائع ٣٨٦/٤، فتح القدير ٥٠٢/٥)

د:- اگر ۳ر مہینہ میں رقم ادا نہیں ہوئی؛ لیکن اس درمیان میں مشتری نے پلاٹنگ کرکے کچھ پلاٹ بیچ دئے ہیں، تو اب دو صورتیں ہیں:

الف:- ان پلاٹوں کو بیچتے وقت مالک کی طرف سے باقاعدہ رجسٹری کرادی گئی ہے، تو ایسی صورت میں ان پلاٹوں کی حد تک یہ بیع نافذ مانی جائے گی؛ کیوں کہ بائع کا رجسٹری کرادینا اس کی منظوری کی دلیل ہے، اس بیع کو اسے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور مجموعی زمین کی قیمت جو شروع عقد میں طے ہوئی تھی، اس پلاٹ کے تناسب سے اس کی جو رقم بیٹھتی ہو وہ مشتری کے ذمہ ادا کرنی لازم ہوگی، مشتری نے جتنی قیمت پر بیع کی ہے وہ پوری قیمت دینی اس کو لازم نہ ہوگی؛ کیوں کہ دوسری بیع کا اصل بائع مشتری اول ہے، مالک زمین تو صرف اس کی منظوری دینے والا ہے۔

اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جس زمین کا سودا ایک کروڑ کا ہوا ہے، وہ ایک ہزار گز پر مشتمل ہے، اس میں سے سو گز مشتری نے فروخت کردئے، تو ایک کروڑ کے حساب سے ۱۰۰ر گز کی قیمت دس لاکھ روپیہ بیٹھتی ہے؛ لیکن مشتری نے اس ۱۰۰ر گز کے پلاٹ کو ۱۵ر لاکھ میں بیچا ہے، اور مالک نے اس کی رجسٹری بھی کردی ہے، تو مشتری صرف دس لاکھ روپیہ مالک کو دینے کا پابند ہے، اور پانچ لاکھ اس کے اپنے نفع کے ہوں گے؛ کیوں کہ رجسٹری کی وجہ سے یہ بیع تام اور نافذ ہوچکی ہے۔

اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ یہاں تفریق الصفقۃ قبل التمام لازم آرہا ہے، اس لئے کہ اصل معاملہ پوری زمین کا ہوا تھا، اور بیع کا نفاذ اس کے ایک ٹکڑے پر ہورہا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ رجسٹری کے وقت کے معاملہ کو کاغذات کی روشنی میں مستقل الگ معاملہ تسلیم کیا جائے؛ تاکہ تفریق الصفقۃ قبل التمام لازم نہ آئے، اور چوں کہ یہ معاملہ آپسی رضامندی سے ہورہا ہے اس

لئے اس کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

لا يجوز تفريق أصل الصفقة وهو الإيجاب والقبول إلا برضى العاقدين بأن يقبل المبيع فى بعض المبيع دون البعض بعد إضافة الإيجاب والقبول إلى الجملة، ويوجب البيع بعد إضافة القبول إلى جملته. (بدائع الصنائع ٥٢٨/٤)

وإن اتحد العاقدان وتعدد المبيع ...... لم يجز تفريقه بالقبول في أحدهما، إلا أن يرضىٰ الآخر بذٰلک بعد قبوله في البعض ويكون المبيع مما ينقسم الثمن عليه بالأجزاء كعبد واحد فيكون القبول إيجاباً والرضا قبولاً وبطل الإيجاب الأول. (شامي ٥٢٦/٤ كراچی، الفقه الإسلامي وأدلته ١٣٤/٤)

عن الحسن ومحمد أنهما كانا لايريان بأساً أن يشتري الرجل المبيع بعضه بنقد وبعضه بنسيئةٍ، ثم يبيعه مرابحة، قال: يُعلم صاحبه منه مثل ما يعلم. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٣٧/١١، رقم: ٢٣٥٤٥)

عن الثور في رجل اشترىٰ متاعاً نظرةً ثم باعه مرابحة ثم اطلع على ذٰلک، قال سمعت عن محمد بن سيرين عن شريح قال: له مثل نقده ومثل أجله، قال وقال أصحابنا: هو بالخيار إن شاء أخذ وإن شاء ترک، فإن استهلک المتاع فهو بالنقد. (المصنف لعبد الرزاق ٢٣٠/٨ رقم: ١٤٩٩٨)

إن المشتري الأول لو قبض المبيع بعد ما باع يتم البيع الأول ويصير بائعاً ملک نفسه. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٣٥/٨ رقم: ١١٧٦٠ زكريا)

لو باعه المشتري قبل مضي المدة المعينة وقبل نقد الثمن جاز البيع إن كان المبيع بيد المشتري وعليه لبائعه مثل الثمن الأول الذي اشترى به؛ لأن البيع لخيار النقد بمنزلة البيع بخيار الشرط. (شرح المجلة ١٦٧/١ رقم المادة: ٣١٤)

إن المشتري إذا قبض المبيع بإذن البائع صار مالكاً له. (شرح المجلة ١٢٨/١)

إذا تصرف المشتري في المبيع بالبيع ونحوه في مدة الخيار قبل أن ينقد الثمن

سقط خياره وصح بيعه ولزم، ولزم المشتري نقد الثمن. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢٩٣/٤)

للمشتري أن يبيع المبيع من آخر قبل قبضه إن كان عقاراً لا يخشى هلاكه ...... وكما يجوز بيع العقار قبل قبضه يجوز أيضاً التصرف فيه بالرهن والهبة غير أن التصرفات المذكورة وإن كانت جائزة إلا أنها لا تكون لازمة ونافذة إلا بدفع الثمن للبائع أو إجازته لها. (شرح المجلة ١٢٨/١ رقم المادة: ٢٥٣)

ب:- اوراگر تین مہینہ میں رقم ادانہیں ہوئی اوراس درمیان مشتری نے تیسرے کے ہاتھ پلاٹ فروخت کردئے؛ لیکن اس کی رجسٹری نہیں ہوئی تو یہ فروختگی تام نہ سمجھی جائے گی؛ بلکہ وعدہ کے درجہ میں ہوگی اور وقت مقررہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی شکل میں مالک کواختیار رہے کہ وہ مشتری کے ان تمام تصرفات کوکالعدم قراردے دے اوراسے یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنی طرف سے قیمت مقرر کرکے از سرنو اس مشتری یا کسی اور سے معاملہ کرے۔

إذا لم يؤد المشتري الثمن في المعينة كان البيع الذي خيار العقد فاسداً ولكل من العاقدين فسخه إذا بقي المبيع على حاله. (فتح القدير ٤٢١/٦)

ولأنه لما تعذر استيفاء الثمن من المشتري فات رضى البائع فيستبد بنفسه. (الهداية ١١٥/٣)

وإن ذكر البيع بلا شرط ثم شرطاه على وجه المواعدة جاز البيع ولزم الوفاء. (البحر الرائق ٨/٦)

البيع بشرط يؤيد العقد صحيح، والشرط معتبر مثلاً لو باع بشرط أن يرهن المشتري عند البائع شيئاً معلوماً أو أن يكفل له الثمن هٰذا الرجل صح البيع، ويكون الشرط معتبراً حتى إنه إذا لم يفِ المشتري بالشرط بشرط لنفاذ البيع أن يكون البائع مالكاً للمبيع أو وكيلاً لمالكه أو وليه أو وصيه وأن لا يكون في المبيع حق آخر. (شرح المجلة ٢٠٣/١ رقم المادة: ٣٦٥)

اس تمہید کے بعد مسئولہ نکات کا جواب درج ذیل ہے:

(۱) حسبِ تحریر سوال چوں کہ کیوں کہ بائع نے خریدار کو مذکورہ زمین دوسرے مشتری کو فروخت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اس لئے خریدار کو آگے بیچنے کی اجازت ہوگی، اب اگر اصل مالک کی منظوری سے فروخت شدہ پلاٹ کی باقاعدہ رجسٹری کردی جائے تو یہ عقد تام ہو جائے گا اور آپسی رضامندی کے بغیر اسے فسخ کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا؛ لیکن اگر رجسٹری نہیں کرائی ہے صرف بیعانہ لیا ہے تو جب تک خریدار اصل مالک کو مکمل قیمت ادا نہ کردے اس وقت تک اس کے اگلے تصرفات تام اور لازم نہ ہوں گے؛ بلکہ محض وعدہ کے درجہ میں رہیں گے۔

إذا اشترىٰ داراً أو عقاراً فوهبها قبل القبض من غير البائع يجوز عند الكل ولو باع يجوز في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما اللّٰه تعالىٰ، ولا يجوز في قول محمد رحمه اللّٰه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٦٦/٨ رقم: ١١٨٦٢ زكريا)

للمشتري أن يبيع المبيع من آخر قبل قبضه إن كان عقاراً لا يخشى هلاكه، وكما يجوز بيع العقار قبل قبضه يجوز أيضاً التصرف فيه بالرهن والهبة، غير أن التصرفات المذكورة وإن كانت جائزة إلا أنها لا تكون لازمة ونافذة إلا بدفع الثمن للبائع أو إجازته لها. (شرح المجلة ١٢٨/١ رقم: ٢٥٣)

إن المشتري إذا قبض المبيع بإذن البائع صار مالكاً له. (شرح المجلة ١٢٨/١)

إذا تصرف المشتري للمبيع بالبيع ونحوه في مدة الخيار قبل أن ينقد الثمن سقط خياره وصح بيعه ولزم، ولزم المشتري نقد الثمن. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢٩٣/٤)

لو باع المشتري قبل مضيّ المدة وقبل نقد الثمن جاز البيع إن كان المبيع بيد المشتري عليه لبائعه مثل الثمن الأول الذي اشترى به. (شرح المجلة ١٦٧/١ رقم: ٣١٤)

وإن هلك بعد القبض فإن كان الخيار للبائع فكذٰلك يبطل البيع؛ لأن المبيع صار بحال لا يحتمل إنشاء العقد فيه فلا يحتمل الإجازة، فينفسخ العقد ضرورة ويلزم المشتري القيمة إن كان المبيع قيمياً والمثل إن كان مثلياً. (شرح لمجلة ١٦٠/١)

يشترط لنفاذ البيع أن يكون البائع مالكاً للمبيع أو وكيلاً لمالكه أو وليه

أو وصيه وأن لا يكون للمبيع حق آخر. (شرح المجلة ۲۰۳/۱ رقم: ۳٦٥)

(۲) اگر باقاعدہ مالک کی مرضی سے خریدار نے اگلے مشتری کو وہ زمین فروخت کرکے رجسٹری کرادی ہے، تو یہ معاملہ درست اور نافذ ہے، اور اس سے حاصل شدہ نفع حلال ہے۔

إن المشتري إذا قبض المبيع بإذن البائع صار مالکاً له. (شرح المجلة ۱۲۸/۱)

يشترط لنفاذ البيع أن يكون البائع مالکاً للمبيع ...... وأن لا يكون في المبيع حق آخر. (شرح المجلة ۲۰۳/۱ رقم: ۳٦٥)

العقار إذا ملک بالبيع ...... لا يجوز التصرف فيه قبل القبض عند محمد وزفر والشافعي، ويجوز عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وفي شرح الطحاوي وهو الاستحسان. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۳۷/۸ رقم: ۱۱۷٦٤ زکريا)

إذا استوفى الثمن وسلّم المبيع أو سلم بغير قبض الثمن وبعضه مؤجل أو قبض المشتري بإجازة البائع لفظاً أو قبضه وهو يراه ولا ينهاه ليس له أن يسترده ليحبسه بالثمن وإن قبضه بغير إذنه له أن ينقض. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲٤۲/۸ رقم: ۱۱۷۷۸ زکريا)

(۳) وقتِ مقررہ پر ثمن ادا نہ ہونے کی شکل میں اگر معاملہ فسخ ہونے کی نوبت آئے تو جن لوگوں نے جتنا بیعانہ دیا ہے، وہ اسی کے بقدر رقم واپس لینے کے حق دار ہیں، اس سے زیادہ رقم لینا ان کے لئے حلال نہ ہوگا، اور خریدار کے لئے یہ زائد رقم دینا بھی جائز نہیں۔

عن عمرو ابن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنهم أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع العربان، قال أبو عبد الله: العربان أن يشتري الرجل دابة بمأة دينار فيعطيه دينارين عربوناً فيقول: إن لم أشتر الدابة فالدينار ان لک. (سنن ابن ماجة ۱۵۸)

نهى عن العربان: أن يقدم إليه شيء من الثمن فإن اشترى حسب من الثمن وإلا فهو مجاناً، وفيه معنى الميسر. (حجة الله البالغة ۳۲۲/۲)

بيع العربان، فجمهور العلماء الأمصار على أنه غير جائز، وصورته أن يشتري الرجل شيئاً فيدفع المبتاع من ثمن ذٰلک المبيع شيئاً على أنه إن نفذ

البيع بينهما كان ذٰلك المدفوع من ثمن السلعة، وإن لم ينفذ ترك المشتري بذٰلك الجزء من الثمن عند البائع ولم يطالبه به، وإنما صار الجمهور إلى منعه؛ لأنه من باب الغرر والمخاطرة وأكل مال بغير عوض. (بداية المجتهد ۱۲۲/۲، بحواله: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۱۳/۷)

ويرد العربان إذا ترک العقد على كل حال بالاتفاق. (بذل المجهود ۲۸۷/٤)

الربا هو الفضل الخالي عن العوض، المشروط في البيع. (عناية ١٤٦/٦، معجم لغة الفقهاء ۲۱۸، قواعد الفقه ۳۰۲، الموسوعة الفقهية ٥٠/۲۲)

(۴) اگر وقت مقررہ پر مالک کو قیمت ادا کردی جائے تو خریدار کے تمام تصرفات اور عقود لازم مانے جائیں گے۔

كما يجوز بيع العقار قبل قبضه يجوز أيضاً التصرف فيه بالرهن والهبة غير أن التصرفات المذكورة وإن كانت جائزة إلا أنها لا تكون لازمة ونافذة إلا بدفع الثمن للبائع. (شرح المجلة ۱۲۸/۱)

ولو تصرف المشتري في المبيع ببيع أو هبةٍ أو صدقة أو أخرجه بملكه بوجه من الوجوه صح تصرفه وليس للبائع إبطاله وعليه قيمته إن لم يكن له مثل، ومثله إن كان ...... ويطيب ذٰلك للمالک. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٥٨/٨ رقم: ١٢٤٩٢ زكريا)

رجل اشترى عبداً بألف درهم عن أنه إن لم ينقد الثمن إلى ثلاثة أيام فاعتقه المشتري في الأيام الثلاثة قبل أن ينقد الثمن نفذ اعتاقه حتى لو أعتقه بعد الأيام الثلاثة نفذ إعتاقه إن كان في يد المشتري وعليه قيمته. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٣٤/٨-٤٣٥ رقم: ١٢٤١٤ زكريا)

(۵) شرعاً قبضہ کے لئے رجسٹری ضروری نہیں ہے؛ بلکہ مالک کی طرف سے تصرف کی اجازت کافی ہے؛ لہٰذا مالک کی اجازت سے مشتری بلڈر کا پلاٹنگ کر کے زمین فروخت کرنا رجسٹری کے بغیر بھی جائز ہے؛ البتہ اگر مقررہ وقت پر ثمن کی ادائیگی نہ ہونے پر فسخ عقد کی شرط لگی ہوئی ہو

جیسا کہ رائج ہے، تو جب تک ثمن ادا نہ ہوگا مشتری کے تصرفات لازم قرار نہیں دیئے جائیں گے؛ بلکہ وعدہ کے درجہ میں رہیں گے۔

للمشتري أن يبيع المبيع لآخر قبل قبضه إن كان عقاراً لا يخشى هلاكه. (شرح المجلة ۱/۱۲۸)

وأما بيع الأعيان الغير المنقولة قبل قبضها كبيع الأرض والضياع والنخيل والدور ونحو ذٰلک من الأِشياء الثابتة التي لا يخشى هلاكها فإنه يصح. (الفقه على المذاهب الأربعة ۳/۲۳۵)

ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبي حنيفة وأبي يوسفؒ. (الهداية ۳/۵۸)

ثم لا خلاف بين أصحابنا في أصل القبض يحصل بالتخلية في سائر الأموال. (بدائع الصنائع ٤/٤٩٨)

ولا يشترط القبض بالبراجم لأن معنى القبض هو التمكين والتخليص وارتفاع الموانع عرفاً وعادةً وحقيقة. (بدائع الصنائع ٤/٣٤٢)

إذا لم يؤد المشتري الثمن في المعينة كان البيع الذي فيه خيار العقد فاسداً، ولكل من العاقدين فسخه إذا بقي المبيع على حاله. (فتح القدير ٦/٤٢١)

ولأنه لما تعذر استيفاء الثمن من المشتري فات رضى البائع لا يستبد بفسخه. (الهداية ۳/۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۴/۲۰ھ

دوسرے کے ذریعہ اپنی زمین فروخت کرنا؟

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) عتیق احمد وحلیف احمد نے مجھے ایک قطعہ آراضی صحرائی تقریباً پونے تین بیگھہ خوش ہوکر فروخت کی، اور حسب ضرورت رقم لینی شروع کردی؛ لیکن برادر خورد نابالغ تھا اور یہ قطعہ اسی کے

نام تھا؛ لہٰذا عتیق احمد نے مرادآباد جج سے اجازت حاصل کر کے بحیثیت ولی اور سرپرست ۲۵/۸/ ۱۹۹۲ء کو مجھے بیع نامہ لکھ دیا اور رقم وصول کر لی، اس سے قبل برادر کلاں نے اپنے جز کا بیع نامہ محمد اسلام کو کر دیا تھا اور برادر خورد کے جز کا بیع نامہ جج صاحب کی اجازت سے بیع کی ضروریات کے سبب بیچ دیا؛ لیکن انہوں نے دونوں قطعوں پر قبضہ کر کے درختانِ انبہ کٹوادئے تھے، اور کھیتی شروع کر دی تھی؛ لیکن سوا سال میں ہی وہ انتقال کر گئے، تو ان کی والدہ نے برادران کے شدید تقاضوں پر خرید کے لئے مجھے مجبور کر کے راضی کر لیا، میں تبھی سے مبیعہ آراضی پر قابض ودخیل ومتصرف ہوں، چھ سال بعد برادر خورد نے کاغذات مال میں اپنا نام خارج نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو دوبارہ خریدنے کے لئے آمادہ کیا، بالآخر اس پراپرٹی ڈیلر بمطابق سرکاری رپورٹ ۸۱/ ہزار کی مبیعہ آراضی کا دس ہزار یا کم لے کر ۲۷/۸/۹۸ء کو دوبارہ بیع نامہ لکھ دیا ہے، اب وہ نیا مشتری قیمت کی فکر میں ہے۔

نوٹ :- بائع برادران نے جج کے سامنے ۱۲/۸/۱۹۹۲ء کو بیانات دئے تھے کہ ہمارے باپ کا انتقال ہو چکا ہے، ہماری ماں نے نکاح ثانی کر کے ہمیں بالکل چھوڑ دیا ہے، برادر خورد نے کہا تھا کہ اب میں اپنے اکیلے بھائی اور بھاوج کے ساتھ رہتا ہوں، یہی میرے سرپرست اور وکیل ہیں؛ لہٰذا برادر کلاں سے برادر خورد کے مفاد میں کچھ قول وقرار لے کر جج صاحب سے اجازت بیع کا حکم جاری کرا دیا تھا۔

حلیف احمد کی رضامندی کے باوجود جج صاحب کا اجازت بیع دینا قانوناً کیا حق تھا؟ کیا شرعاً بھی جائز تھا، جب کہ برادر خورد شرعاً بائع تھا اور برادر کلاں سے زیادہ خود مبیعہ آراضی کو بیع کرنے اور بار بار رقم وصول کرنے میں پیش پیش تھا؟

(۲) حلیف احمد کا یہ قول کہ میرا کہیں انگوٹھا نہیں ہے، میں نے آراضی نہیں بیچی تھی جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ایک ماہ قبل تک اسے کبھی اعتراض نہیں ہوا؟

(۳) موجودہ دوسرا مشتری کا ۲۵/۸/۱۹۹۲ء کو مبیعہ آراضی کا دوبارہ بیع نامہ کرا کر قبضہ کی فکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) برتقدیر صحتِ سوال جب کہ حلیف احمد شرعاً بائع ہے، اوراس نے اپنی رضامندی سے بھائی کے ذریعہ اپنے حصہ زمین کی بیع کی ہے، بیع شرعاً تام اورنافذ ہوگئی ہے۔

شرطه أهلية المتعاقدين أي كونهما عاقلين. (شامي ۱٤/۷ زكريا، البحر الرائق ۲۵۸/۵، بدائع الصنائع ۳۲۱/٤)

(۲) جب حلیف احمد اپنے حصہ کو برادرکلاں کو اجازت دے کر بیچ چکا ہے، تو اب اس سے انکار بے معنی ہے، اوراس حصہ پر اسے تصرف کا حق نہیں ہے۔

نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع ما ليس عند الإنسان. المراد منه بيع ما ليس عنده ملكاً؛ ولأن بيع ما ليس عنده بطريق الإصالة تمليك ما لا يملكه بطريق الإصالة، وأنه محال فيما بيعه بطريق الإصالة عن نفسه. (بدائع الصنائع ۳٤۰/٤، شامي ۱۵/۷ زكريا، البحر الرائق ۲۵۹/۵، الفتاوىٰ الهندية ۳/۳)

(۳) اس صورتِ حال میں مشتری کو قبضہ کا حق نہیں ہے، اور قبضہ کی کوشش کرنا جائز نہیں ہے۔

وبيع المبيع من غير مشتريه لدخوله في بيع مال الغير، قال في الدرر: صورته باع شيئاً من زيد ثم باعه من بكر لا ينعقد الثاني؛ لكن لا يتوقف على إجازة المشتري إن كان بعد القبض، وإن كان قبله في المنقول لا وفي العقار على الخلاف. (شامي ۳۱۸/۷ زكريا، فتح القدير ٤۰۱/٦، البحر الرائق ٤٦۹/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۸۰۰؍فٹ فلیٹ پر معاملہ طے کرکے ۱۵۰؍فٹ کم دینا

سوال (۱۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) میں نے دو ہزار روپیہ فٹ کے حساب سے ایک آٹھ سوفٹ کا فلیٹ لیا، جس کی مکمل قیمت میں نے بلڈر کو ادا کر دی، فلیٹ ملنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ بلڈر لوگوں کا دستور ہے کہ ڈیڑھ دو سوفٹ کم دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے، جب کہ بلڈر مسلمان ہیں؟

(۲) جس وقت فلیٹ کا سودا طے ہوا تھا اس وقت بہت سی سہولتوں کا وعدہ تھا؛ لیکن وہ سب غلط معاملہ تھا، میں نے پوری رقم دے دی، کئی مہینہ کے بعد ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا ایک دوسرا مطالبہ پیش ہوا، جب کہ شروع میں اس رقم کی بابت کوئی تذکرہ نہ ہوا تھا، نہ اس کا وہم وگمان تھا، آیا رقم بلڈر کے لئے جائز ہے، اور مجھے دینا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب آپ نے آٹھ سوفٹ کی قیمت ادا کی ہے تو بائع پر لازم ہے کہ وہ تو طے شدہ آٹھ سوفٹ کے بقدر مکان آپ کو حوالہ کرے آپ کو بتائے بغیر اس کا ڈیڑھ سوفٹ حصہ کم دینا جائز نہیں ہے، آپ اس سے ڈیڑھ سوفٹ کے حصہ کے بقدر ادا کردہ زائد رقم واپس لے سکتے ہیں۔

ولو قال بعتكها على أنها مائة ذرائع بمائة درهم كل ذراع بدرهم فوجدها ناقصةً، فالمشتري بالخيار إن شاء أخذها بحصتها من الثمن وإن شاء ترك. (الهداية / كتاب البيوع ٥ /١٤ مكتبة البشرىٰ كراچی، فتح القدير / كتاب البيوع ٦ /٢٧٣ دار الفكر بيروت)

(۲) شروع میں جتنی رقم اور جو شرائط طے ہوگئے تھے، ان کا لحاظ رکھنا فریقین پر لازم ہے، جو بھی طے شدہ معاملہ کی خلاف ورزی کرے گا، وہ گنہگار رہوگا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بائع کے لئے بعد میں ڈیڑھ لاکھ کی زائد رقم کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدة: ١]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اٰية المنافق ثلاث: وزاد مسلم: "وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم" ثم اتفقا: إذا

حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أوتمن خان. (صحيح البخاري ۱۰/۱ رقم: ۳۳، صحیح مسلم رقم: ۱۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کے غیر متعینہ خرچ کے بدلے زمین فروخت کرنا؟

سوال (۱۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے ایک صاحب سے کہا کہ تم ہماری لڑکی کی شادی کرادو اور تم خرچ وغیرہ جو لگے اس کے بدلے میں میری ایک زمین ہے لے لینا، کہنے والے کا کوئی وارث اولا دنرینہ نہیں ہے۔ الغرض اُنہوں نے اپنے خرچ سے شادی کردی، بعد میں اُن کی جو زمین تھی اور جس کے بارے میں دینے کا وعدہ ہوا تھا وہ ایک مسجد کے پاس تھی، مسجد کے متولیان نے ان کو ایک دوسری زمین کی لالچ دلا کر جو مسجد کی تھی، اپنی زمین مسجد میں وقف کرانے پر آمادہ کرلیا، اور اُنہوں نے مذکورہ شرط کے ساتھ وقف کردیا، مگر بعد میں وہ لوگ زمین دینے سے مکر گئے اور اس کے بدلے کچھ پیسہ دے کر اِس مسئلہ کو نمٹانا چاہا، تو کیا اُن متولیان کا اِس طرح کرنا صحیح ہے؟

(۲) اور جن سے زمین دینے کا وعدہ کیا تھا کہ شادی کرانے کے عوض میں زمین دوں گا، ایسے وعدہ کا پورا کرنا جب کہ شادی کا خرچ متعین نہ ہو کہ کتنا ہوگا، ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے غیر متعینہ خرچ کے بدلہ میں زمین کی فروختگی کا معاملہ درست نہیں ہے؛ البتہ اتنی بات تو ضرور ہے کہ زمین کا مالک خرچ کرنے والے کا مقروض ہے، اسے چاہئے کہ زمین بیچ کر یا کسی بھی ذریعہ سے اس کی خرچ شدہ رقم ادا کرے اور مسجد والوں کی طرف سے اس کی مذکورہ زمین وقف کرنا اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب وہ زمین کی مکمل قیمت مالک کو ادا کردے؛ کیوں کہ یہ وقف مطلق نہیں ہے؛ بلکہ بالعوض ہے، اور عوض میں مسجد کی

دوسری موقوفہ زمین تو دی نہیں جاسکتی، اس لئے قیمت ادا کرنا ضروری ہوگا، اور اگر مسجد والے قیمت ادا نہ کریں تو مالک زمین اپنی زمین واپس لے سکتا ہے۔

ویستفاد هٰذا الحکم بما أخرجه ابن أبي شیبة عن إبراهیم بن نشیط قال: سألت بکیر بن عبد اللّٰه بن الأشج عن السلم في الثیاب؟ فقال: لا یصلح إلا معلوم الرقعة معلوم کذا. (المصنف لابن أبي شیبة ١١/١٦٩ رقم: ٢١٨٢٢)

وبما أخرجه مسلم عن عبد اللّٰه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنه نهی عن بیع حبل الحبلة. (صحیح مسلم / باب تحریم بیع حبل الحبلة ٢/٢ رقم: ١٥١٤، صحیح البخاري ١/٢٨٧ رقم: ٢١٤٣)

وهٰذا البیع باطل علی التفسیرین، وأما الثاني فلأنه بیع معدوم ومجهول وغیر مملوک البائع وغیر مقدور علی تسلیمه. (المنهاج شرح النووي علی صحیح مسلم ص: ٩٦٣ بیت الأفکار الدولیة)

یلزم أن یکون الثمن معلومًا، فلو جهل الثمن فسد البیع. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ١٢٢، رقم المادة ٢٣٨ حنفیة کوئٹه)

ولا بد من معرفة قدر ووصف ثمن غیر مشار؛ لأن جهالتهما تفضي إلی النزاع المانع من التسلیم والتسلم، فیخلو العقد عن الفائدة، وکل جهالة تفضي إلیه یکون مفسدًا. (تبیین الحقائق / کتاب البیوع ٤/٢٨٠ دار الکتب العلمیة بیروت)

لا یصح البیع في غیره: أي في غیر المشار إلیه بلا معرفة قدره، کعشرة ونحوها، وصفته ککونه مصریًا أو دمشقیًا؛ لأن جهالتهما تفضي إلی النزاع المانع من التسلیم والتسلم، فیعری العقد عن المقصود، وکل جهالة هٰذا صفتها تمنع الجواز. (مجمع الأنهر / کتاب البیوع ٣/١٢ کوئٹه، وکذا في الدر المنتقی بذیل مجمع الأنهر / کتاب البیوع ٣/١٢ کوئٹه)

ومنها أن يكون المبيع معلوماً والثمن معلوما علما يمنع من المنازعة، فبيع المجهول جهالة تفضي إليها غير صحيح. (الفتاویٰ الهندية ۳/۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۲۷ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسر کا بہوؤں کو دئے ہوئے زیورات فروخت کر کے اُن کے لئے زمین خریدنا؟

سوال (۱۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسمّٰی امیر بخش نے اپنے پانچ بیٹوں کی شادی کر دی تھی، اور ہر بیٹے کی بیوی کو برابر برابر زیور دئے تھے، اور ۱۹۷۱ء میں انہوں نے ایک زمین بیٹوں کی بیویوں کے زیورات لے کر انہیں فروخت کر کے پانچ ہزار روپیہ میں خریدی، جب بہوؤں نے اس پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ تمہارے ہی لئے تو خرید رہا ہوں، جس پر وہ خاموش ہوگئیں، امیر بخش کے پانچ بیٹوں کے علاوہ دو بیٹیاں بھی ہیں، امیر بخش کی زندگی میں اس کے بڑے بیٹے نے اپنی بہنوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ تمہارا اس زمین میں کوئی حصہ نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ہماری بیویوں کے زیورات کے ذریعہ خریدی گئی ہے، اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں اس زمین پر مقدمہ بازی شروع ہوگئی اور ۲۰۰۲ء تک مقدمہ چلتا رہا، اسی درمیان امیر بخش نے اس مقدمہ والی زمین کو مصلحت کے پیش نظر اپنے بیٹے محمد شفیق کے نام ہبہ کر دیا، اور ۱۹۹۶ء میں اس کی وفات ہوگئی، اس پورے عرصہ میں بیٹوں نے اپنی کمائی سے مقدمہ کے اخراجات برداشت کئے، اور مقدمہ کا خرچ تقریباً دس لاکھ روپیہ ہوا، امیر بخش اور ان کی بیٹیوں نے مقدمہ میں کوئی خرچ نہیں کیا، اب ۲۰۱۰ء میں یہ زمین بیس لاکھ روپیہ میں فروخت ہونے جارہی ہے، تو مرحوم کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کی طرف سے اس میں حصہ کا مطالبہ کیا جارہا ہے، شریعت کی رو سے اس زمین کا کون حق دار ہے؟ اور مقدمہ پر جو رقم خرچ ہوئی وہ کس کے ذمہ ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ امیر بخش نے مذکورہ زمین اپنی بہوؤں کو دیئے گئے زیورات فروخت کرکے خریدی تھی، اور خریدتے وقت یہ کہا تھا کہ تمہارے ہی لئے خرید رہا ہوں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین اس کی پانچوں بہوؤں کی مشترکہ ملکیت ہے اور امیر بخش نے جس بیٹے کے نام مصلحۃً یہ زمین ہبہ کردی تھی اسے حقیقی ہبہ نہیں سمجھا جائے گا۔ بریں بنا اس زمین کی حق دار صرف مرحوم کی پانچوں بہوؤں ہیں، بیٹوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے؛ لہٰذا زمین فروخت ہوجانے کے بعد جس بیٹے نے جتنا روپیہ مقدمہ میں لگایا ہے وہ وصول کرکے مابقیہ رقم پانچوں بہوؤں میں برابر برابر تقسیم کردی جائے۔

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق. (مجمع الزوائد ۱۷۱/۴)

إن كل ما جاز للإنسان أن يتصرف بنفسه في شيء جاز له أن يؤكل فيه غيره. (الفقه على المذاهب الأربعة ۱۸۰/۳)

بيع التلجئة: وهو أن يظهر عقدًا وهما لا يُريدانِه يلجأ إليه لخوف عدو، وهو ليس ببيع في الحقيقة؛ بل كالهزل، أي في حق الأحكام. (الدر المختار مع الشامي / باب الصرف، مطلب في بيع التلجئة ۵۴۲/۷ زكريا)

وتجري التلجئة أيضا في التحبيس والطلاق والهبة وغيرها من كل تطوع. (الموسوعة الفقهية ۶۴/۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین کی قیمت پلاٹنگ تک روک کر رکھنا؟

سوال (۱۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص زمین کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے، زمین کے خریدنے کا طریقہ یہ ہے کہ مالک زمین سے زمین کی قیمت مثلاً پانچ لاکھ روپیہ طے ہوئی، ہم نے مالک زمین کو ایک لاکھ یا پچاس ہزار روپئے ادا کردئے، اور مالک سے معاہدہ کرالیا کہ ہم اس کی پلاٹنگ کے بعد فروخت کریں گے، اور جو پلاٹ بکتا رہے گا، اس کی قیمت مالک کو ملتی رہے گی، جب مالک زمین کو اس کی طے شدہ رقم پوری مل جائے گی، جو پلاٹ باقی بچا ہے اس کی قیمت کے ہم مالک ہوں گے، چاہے ہمیں ملے یا نہ ملے، مالک زمین سے ہم کچھ نہیں لیں گے، ہماری آمد کا ذریعہ باقی بچی ہوئی زمین پر منحصر ہے، کم ہو یا زیادہ، کیا اس طرح زمین کا کاروبار کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صورت آپ کی طرف سے زمین کو ادھار خریدنے کی ہے، پس اگر زمین کا مالک اس صورت پر راضی ہو اور کسی نزاع کا اندیشہ نہ ہو تو یہ معاملہ درست ہوگا، اور بہر حال بہتر یہ ہے کہ قیمت کی ادائیگی کا کوئی وقت مقرر رہنا چاہئے؛ تاکہ باہم نزاع کا خطرہ نہ ہو۔

أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين، فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد، بشرط أن يبت العاقدان بأنه بيع مؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة ٧، بحواله: فتاویٰ محمودیه ٤٦/١٦ ڈابھیل)

رجل باع شيئًا بيعًا جائزًا وأخرج الثمن إلى الحصاد أو الدياس ...... يصح التاخير؛ لأن التاخير بعد البيع تبرع، فيقبل التاجيل إلى الوقت المجهول ......، فإن الرواية محفوظة أنه لو باع مطلقًا ثم أجل الثمن إلى حصاد ودياس لا يفسد ويصح الأجل. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في التاجيل إلى أجل مجهول ٥٤/٧ زكريا)

وصح بثمن حال وهو الأصل ومؤجل إلى معلوم؛ لئلا يفضي إلى النزاع. (درمختار) **وأما مفهوم الشرط المذكور وهو أن لا يصح إذا كان الأجل مجهولاً فعلته كونه يفضي إلى النزاع.** (شامي، كتاب البيوع / مطلب: في الفرق بين الأثمان والمبيعات ٥٢/٧ زكريا)

البيع مع تاجيل الثمن وتقسيطه صحيح. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١٢٤/١ رقم المادة: ١٢٤)

شرط صحة التاجيل أن يعرفه العاقدان. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في التاجيل إلى أجل مجهول ٥٣/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۵/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین کی مکمل قیمت نہ ملنے کے اندیشہ سے معاملہ فسخ کرکے دوسرے کو فروخت کرنا

سوال (۱۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہم جملہ تین بھائی ہیں، خلیل احمد، رفیق احمد، جمیل احمد، میں نے یعنی خلیل احمد نے اپنے حصہ کی آراضی سکنائی کے بارے میں اپنے دونوں بھائیوں سے معاہدہ بیع کیا تھا، جس کی مکمل رقم کی ادائیگی کی مدت ۶/ مہینے طے ہوئی تھی، میں نے اپنے حج کی روانگی کے موقع پر کل رقم ۲/لاکھ ۶/ہزار میں سے ۱/لاکھ ۶/ہزار وصول کرلئے تھے، بقیہ رقم ایک لاکھ متعینہ مدتِ مقررہ پر مجھے نہیں ملی؛ بلکہ دو ماہ زیادہ ہوگئے اور میرے بار بار کہنے پر بھی دینا نہیں چاہتے ہیں، میں بے حد پریشان ہوں اور مستقبل میں بھی اُن دونوں سے بقیہ رقم ملنے کی امید نہیں ہے، تو کیا مدتِ مقررہ گذر جانے کے بعد مجھے از روئے شرع یہ حق ہوگا کہ میں کسی دوسرے صاحب کو اُس کا سودا کردوں، یعنی دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالوں اس میں آپ شرعی حکم بتائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر بقیہ رقم ملنے کی امید نہ ہو تو آپ بیع کو فسخ کرسکتے ہیں، اور اس رقم کی عدم ادائیگی ان دونوں کی طرف سے عدمِ رضامندی سمجھی جائے گی، اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو وہ جگہ کسی اور شخص کو فروخت کرسکتے ہیں۔

أخـرج ابـن أبي شيبة عن الحكم: في رجل اشترى من رجل متاعًا فهلک فـي يـد البـائـع قبل أن يقبضه، قال: إن كان قال له: خذ متاعک، فلم يأخذه فهو مـال الـمشتـري، وإن كـان قـال: لا أدفـعه لک حتى تأتيني بالثمن، فهو من مال البائع. (الـمصنف لابن أبي شيبة، البيوع والأقضية / في الرجل يشتري المتاع فيهلك في يد البائع قبل أن يقبضه المتاع ١٠/٥٢٩ رقم: ٢٠٥٣٧)

لأن المشتري لما جحد كان فسخًا من جهته، إذا الفسخ يثبت به كما إذا تـجاحد، فإذا عزم البائع على ترک الخصومةتم الفسخ بمجرد العزم، وإن كان لا يثبـت الـفسـخ فـقـد اقترن بالفعل، وهو إمساک الجارية ونقلها وما يضاهيه؛ ولأنـه لـمـا تـعـذر استيفاء الثمن من المشتري فات رضا البائع فيستقل بفسخه. (البحر الرائق، باب التحكيم / مسائل شتیٰ ٣٦/٧ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ